DATA ENTERED

سیرتِ سیّد البشر ﷺ

GIFT BOOK

پروفیسر چودھری غلام رسول

کتاب خانۂ دانشوراں
بنگالی گلی ○ اردو بازار ○ لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

دوسری بار ——— ۱۹۷۵ء

ناشر ——— کتاب خانۂ دانشوراں لاہور

چھاپہ خانہ ——— ندرت پریس لاہور

قیمت ——— ۲۱ روپے

Marfat.com

فہرست

جغرافیہ عرب ۹
عرب کی قدیم اقوام ۱۴
عرب میں آخری نبیؐ کے آنے کی وجوہات ۱۵
ظہور اسلام سے قبل ایران۔ روم۔ مصر۔ ہندوستان۔ چین کی مذہبی، سیاسی حالت اور
یہودیت کا بگاڑ ۲۱
عہد جاہلیت ۳۷
عرب کی مذہبی اخلاقی۔ تہذیبی و تمدنی معاشرتی اقتصادی و سیاسی حالت
ظہور اسلام سے قبل عرب میں مستند مذاہب کی تبلیغ اور اس کا اثر۔ ان مذاہب کی
ناکامی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی ۷۶
نسل ابراہیمؑ ۸۷
حالات قبل از بعثت ۹۷
بعثت و نبوت ۱۰۷
ہجرت حبش ۱۲۳
غرانیق کا جھوٹا قصہ ۱۲۷
تبلیغ اسلام روکنے کی کوشش ۱۳۱

Marfat.com

حضرت حمزہؓ کا اسلام ۱۳۶
حضرت عمرؓ کا اسلام ۱۳۷
شعب ابی طالب میں محصور ہونا ۱۳۹
ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات ۱۴۰
معراج اور اسرا ۱۴۰
مکّہ کے آخری ایّام اور طائف کی طرف سفر ۱۴۵
مختلف قبائل کا دورہ ۱۴۷
صوید بن صامت۔ ضماد ازدی۔ ایاس بن معاذ۔ طفیل بن عمر۔ ابوذر غفاریؓ
کا ایمان لانا ۱۴۹
کچھ انصار کے متعلق ۱۵۲
جنگ بعاث ۱۵۳
مدینہ میں اشاعتِ اسلام ۱۵۴
بیعت عقبہ اولیٰ ۱۵۴
بیعت کی شرائط ۱۵۵
مصعب بن عمیر بطور معلم کے مدینہ میں ۱۵۵
سعد بن معاذ کا اسلام لانا ۱۵۵
بیعت عقبہ ثانیہ ۱۵۶
صحابہؓ کا مدینہ میں ہجرت کرنا ۱۵۸
رسول کریم صلعم کا دشمنوں میں تنہائی اور خدا پہ بھروسہ ۱۶۰
ہجرت نبویؐ ۱۶۱
قبا میں ورود اور مسجد کی تاسیس ۱۶۷
حضرت علیؓ کی تشریف آوری ۱۶۸
مدینہ میں داخلہ اور انصار کی عقیدت ۱۶۸

Marfat.com

ہجرت کا پہلا سال ۱۶۹
تعمیر مسجد، اذان کی ابتدا، حضرت سعد بن زرارہ کی وفات۔ حضرت کلثوم بن ہدم کی وفات۔ دو رئیسانِ کفر کی وفات۔ مواخات اور انصار کا بے نظیر ایثار۔ مہاجرین کا کاروبار کرنا۔ مواخات میں فراست نظر۔ مدینہ کے مختلف گروہوں سے معاہدہ کرنا۔ گرد و نواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع۔ عبداللہ بن زبیر کی ولادت۔ حضرت عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی کا اسلام قبول کرنا۔ حضرت عائشہؓ کی رخصتی۔

۲ھ

تحویل قبلہ و آغاز غزوات ۱۸۲

غزوات اور سرایا ۱۸۶

لفظ جہاد کے معنی از روئے قرآن اور حدیث ۱۸۷

اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے نہیں ہوئی ۱۹۰

جنگ کی اجازت ۱۹۰

سرایا اور ان کی اقسام ۱۹۶

عربوں کی جنگیں اور اُن کی اصلاحات ۲۰۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور سرایا ۲۰۵
سریہ سیف البحر۔ سریہ رابغ۔ خرار۔ ابوسلمہ۔ ابوا۔ بواط۔ غزوہ ذالعشیرہ۔ غزوہ بدر الاولیٰ۔ سریہ نخلہ۔ تحویل قبلہ

غزوہ بدر ۲۱۰

غزوہ بنی قینقاع ۲۴۱

غزوہ سویق ۲۴۲
قبیلہ غطفان و سلیم کی سرکشی۔ غزوہ بنو ثعلبہ و بنو محاربہ۔ بنو سلیم کی دوسری سرکشی۔ سریہ زید بن ثابت

حضرت علیؓ کی مصاہرت ۲۴۴

Marfat.com

واقعات متفرقہ ۲۴۵
رمضان کے روزے۔ صدقہ عید الفطر۔ عیدین کی نمازیں اور قربانی کے حکم کا نزول

۳ھ

غزوہ احد ۲۴۶

واقعات متفرقہ ۲۷۳
حضرت حسن کی ولادت۔ حضرت حفصہ سے نکاح۔ حضرت عثمان سے ام کلثوم کی شادی۔ وراثت کا حکم۔ مشرکہ کے ساتھ نکاح کی حرمت۔

۴ھ

قبائل اور عرب مسلمان ۲۷۴
سریہ ابوسلمہ بن عبد الاسد۔ عبداللہ بن انیس۔ واقعہ رجیع۔ واقعہ بیر معونہ۔ واقعات متفرقہ۔ حضرت حسین کی ولادت۔ زینب بن خزیمہ کی وفات۔ حضرت زید بن ثابت کا عبرانی سیکھنا۔ ام سلمہ سے نکاح۔ شراب کی حرمت۔ بدر ثانیہ۔

۵ھ ۲۸۳

غزوہ ذات الرقاع۔ دومۃ الجندل۔ بنی مصطلق۔ واقعہ افک۔ غزوہ خندق۔ سریہ ابو عبیدہ بن الجراح۔ محمد بن مسلمہ۔ عکاشہ بن محصن۔

متفرق واقعات ۳۰۲
حضرت زینب سے نکاح کرنا۔ متبنیٰ کی بیوی سے نکاح کی اجازت کے حکم کا نزول۔ زنا کی سزا کا حکم۔ حد قذف۔ ظہار کی ممانعت اور اس کا حکم۔ عورتوں کے متعلق اصلاحی احکام۔ تیمم کا حکم۔ نماز خوف کا حکم۔ بنو قریظہ کا اخراج۔ مہاجرین حبشہ کی واپسی۔

۲، ۳، ۴، ۵ھ ۳۰۶

یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات۔ بنو قینقاع کا اخراج۔ قتل کعب بن اشرف۔ غزوہ بنو نضیر۔ بنو قریظہ کا خاتمہ۔ غزوہ خیبر۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ و بیعت رضوان ۳۳۱

شراب کی حرمت ۳۴۰

شاہان عرب و عجم کو اسلام کی دعوت ۳۴۱

متفرق واقعات۔ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص کا اسلام لانا۔

سنہ ۷ھ ۳۵۷

غزوہ خیبر۔ عقد حضرت صفیہ۔ مہاجرین کی واپسی۔ سریہ حضرت ابوبکرؓ۔ سریہ حضرت عمرؓ۔ سریہ عبداللہ بن رواحہ۔ سریہ حضرت بشیر بن سعد۔ سریہ حضرت اسامہ۔ سریہ غالب بن عبداللہ کلبی۔ سریہ ابی حدرد اسلمی۔ سریہ ابو قتادہ۔ سریہ حضرت عبداللہ بن حذافہ۔ عمرہ قضا۔ حضرت میمونہ سے نکاح۔ سریہ بنو سلیم

سنہ ۸ھ ۳۶۵

سریہ ذات اطلح۔ غزوہ موتہ۔ غزوۂ سلاسل۔ غزوہ فتح مکہ۔ غزوہ حنین۔

متفرق واقعات۔ حضرت ابراہیم کی پیدائش۔ آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا انتقال۔ منذر بن ساوی کا قبول اسلام۔ کعب بن زہیر و وحشی۔ عتبہ و معتب ابنا ابولہب۔ سہیل بن عمرو کا قبول اسلام۔

سنہ ۹ھ

واقعہ ایلاء و تخییر۔ غزوہ تبوک۔ حج اسلام اور اعلان برأت

واقعات متفرقہ۔ غیر مسلم قوموں سے جزیہ لینے کا حکم۔ سود کی تحریم۔ نجاشی کی وفات۔ ام کلثوم کی وفات۔ زکوٰۃ کا حکم۔ عدی بن حاتم کا قبول اسلام۔ ۴۱۸

منافق اور ان کا انجام ۴۲۱

وفود کا سال ۴۲۳

حجۃ الوداع۔ وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ۴۴۴

ازواج مطہرات اور تعدد نکاح پر اعتراضات کے جوابات ۴۶۸

اولاد ۴۸۴

شمائل ۴۸۸

اخلاق نبوی۔ آداب ۵۶۷

Marfat.com

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۹۴

بعثت عظمٰی۔ حصول منتہائے کامیابی۔ نسل انسانی کی وحدت۔ انا اعطیناک الکوثر۔ مساوات بین الناس و رفعت درجہ نسواں۔ خاتم النبیین۔ بہترین معلم دین۔ سراج منیر۔ موعود و اقوام عالم۔ الوہیت کا مظہر اتم۔ تکمیل دین۔ حفاظت صحیفہ۔

خصوصیات نبویہ از احادیث مصطفویہ ۶۵۲

نصرت بالرعب۔ روئے زمین کا مسجد ہونا۔ مغانم کا حلال ہونا۔ عطائے منصب شفاعت۔ بعثت عامہ۔ جوامع الکلم کا ہونا۔ اتمام نبوت۔ خزائن الارض کے مفاتیح کا خواب میں دیا جانا۔

پیرووں کی کثرت ۶۶۰

مکمل سوانح حیات ۶۶۱

معجزات النبی صلعم ۶۶۳

معجزہ کا مفہوم۔ قانون قدرت اور سنت اللہ میں فرق ۶۶۳

رسول کریم صلعم کے معجزات سے مخالفین کے انکار کے وجوہات اور جوابات ۶۶۵

پہلا معجزہ۔ بے نظیر کامیابی۔ دوسرا معجزہ۔ زندگی میں حکومت ملی۔ اور اپنے مولد کو ہمیشہ کا پیغام آزادی دیا۔ تیسرا معجزہ۔ قرآن۔ چوتھا معجزہ۔ اخبار غیب۔ پانچواں معجزہ۔ دعا کی قبولیت۔ چھٹا معجزہ اشیائے کائنات پر اثر۔

Marfat.com

صحت نامہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲	۲۰	تا ابد	تا ابد
۱۲	۲۳	امیوں	میلوں
۱۵	۳	فرماتا	فرمانا
۲۷	۱۶	ڈالتا	ڈالنا
۴۳	آخری سطر	شتیق	شتق
۴۷	۱۳	لسبوس	لبسوس
۶۴	۱۵	سبوس	لبسیس
۶۵	۱۴/۱۶	ثابت	تابت
۶۶	۱۷	یذوہ	ندوہ
۷۶	۱۷	ان	مان
۸۱	۲۰	اقرع بن جارس	اقرع بن حابس
۸۳	۲۰	زید بن عمرو بن تقیل	زید بن عمرو بن نفیل
۱۳۴	۱۸	لیقوم	لِقوم
۱۵۹	۵	زار و تنطار	زار و نزار
۱۹۰		عنوان "غزوہ ربذ" کٹا ہوا سمجھیں	
۲۰۰	۱۲	عالی امامی	عالی قالی
۲۴۸	آخری سطر	سلامہ بن	سلمہ بن سلامہ
۲۴۹	۲۳	غائب دغاسر	خائب وخاسر
۲۵۱	۵	حلقہ بندی	قلعہ بندی
۲۶۳	۱۱	مصعب بن عمر	مصعب بن عمیر

Marfat.com

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
اُحد	بُعد	۲۲	۲۶۶
	طبقات ابن سعد	حاشیہ ۲ لہ	۲۶۹
مغازی	غفاری	۲ لہ حاشیہ	۲۶۹
التخاصم بین		آخری سطر	۲۹۰
شعار	اشعار	۱۰۳	۲۹۴
صفحہ ۶۶	صفحہ ۲۶۰	حاشیہ لہ	۳۱۳
ابن العرقہ	ابن السرقہ	۱۳	۳۱۷
عضہ	عرصہ	۳	۳۱۸
ابن مندہ	ابن عقدہ	۲۱۲	۳۲۰
مزعومہ	مزعو	۶	۳۳۱
سہیل بن عمرو	سہیل بن عمر	۱۳	۳۳۶
سلمہ بن اکوع	سلمہ بن ذکوع	آخری سطر	۳۵۷
بار بار	بار	۱۸	۳۸۰
مخالف	مخالف	۱۴	۳۸۷
زہیر بن صرد	زہیر بن خرد	۷	۴۰۲
عاتبہ	عاتیہ	۲۴	۴۰۸
اقرع بن حابس	اقرع بن لبس	۲	۴۲۴
ابو الحارث	ابو الوارث	۶	۴۳۳
ارید	ارید	۸	۴۳۳
رمی الجمار	امی الجمار	۹	۴۴۷
صحیح تسلیم	صحیح	۴/۵	۴۷۱
ضرہ	حزہ	۳	۴۸۰

Marfat.com

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۸۰	۱۰	قرلصفیہ	قرلیظہ
۴۸۰	۱۶	پیدا	پیشتر پیدا
۴۹۹	پہلی سطر	الوجمیل	ابوجسل
۵۳۶	۱۹		توقبول
۵۵۳	لہ حاشیہ		مسلم جلد ۲ کتاب البروالصلہ
۵۸۲	حاشیہ		باب ماجاء فی صنائع المعروف
۵۸۳	۲۱	طلبا	طلب
۶۰۰	۱۷	جاتا ہے (دکھایا گیا ہے)	
۶۲۲	۳	انبیاء علیہ	انبیاء علیھم
۶۸۲	۷	لفظ	حفظ
۶۹۷	حاشیہ لہ		صحیح مسلم باب معجزات النبی

حاشیہ لہ صفحہ ۴۸۰

عامر بن طفیل ان اطراف کا رئیس تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم سے کہا تھا کہ میرے تمہارے درمیان تین باتیں ہیں۔ بادیہ کے مالک تم ہو۔ اور شہر کا میں ہوں۔ یا اپنے بعد مجھے خلیفہ بناؤ۔ ورنہ غطفان لیکر میں چڑھ آؤں گا۔ آنحضرت صلعم نے منظور نہیں فرمایا تھا۔ اس لئے اس کی طرف سے ڈر تھا۔ (صحیح بخاری غزوہ الرجیع ورعل وذکوان

Marfat.com

Marfat.com

انتساب

اس کتاب کو میں نہایت خلوص اور محبت کے ساتھ اپنی والدہ
مرحومہ کے نام معنون کرتا ہوں۔

مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۶۴ء

غلام رسول

Marfat.com

سیرت سید البشر ﷺ لکھنے کے اغراض

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بے شمار کتب تصنیف ہو چکی ہیں اور مستقبل میں نہ معلوم کتنے خوش نصیب اس مبارک موضوع پر قلم اٹھائیں گے عاجز نے سیرت مبارکہ پر کام کرنے کا ارادہ کیا ہے (وما توفیقی الا باللہ) میرا یہ کام پانچ حصوں پر مشتمل ہوگا۔ کتاب کا پہلا حصہ رسول کریم صلعم کی وفات تک ہے۔ اسی حصہ میں آپؐ کے خصائص اخلاق اور معجزات ہیں۔ دوسرا حصہ کا موضوع صرف قرآن مجید ہے تیسرا حصہ اسلام کے روحانی نظام پر مشتمل ہوگا جس میں عصری تقاضوں کے مطابق عقائد اور عبادات پر بحث ہوگی۔ چوتھا حصہ میں اسلام کے اخلاقی نظام سیاسی نظام۔ تمدنی معاشرتی نظام اقتصادی نظام وغیرہ کے متعلق بحث ہوگی۔ پانچواں حصہ ان تمام اعتراضات کے جوابات پر مشتمل ہوگا جو مخالفین نے رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات پر کئے ہیں۔

اس کتاب کے لکھنے کی سب سے بڑی غرض حصول رضا الٰہی ہے کیونکہ روز محشر صرف رضا الٰہی ہی بہترین زاد ہوگا۔ اس زاد المعاد کے حصول کے لئے یہ ناتمام سعی ہے۔ خدا تعالٰے سے دعا ہے کہ وہ میری اس ناتمام کوشش کو قبول فرمائے۔ اور قیامت کے دن اپنی رضا اور خوشنودی کے سایہ میں جگہ دے۔

دوسری غرض لکھنے کی یہ ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی کا راز اسوۂ نبیؐ کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے میں ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے: لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ سیرت نبیؐ پر جتنی کتب کثرت سے شائع ہوں گی اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں جائیں گی اتنی ہی ان کی رسول کریم صلعم کے ساتھ عقیدت علمی اور عملی رنگ میں مضبوط ہوگی۔ یہی وہ عقیدت تھی جس نے عرب میں ایک صحت مند انقلاب پیدا کیا۔

تیسری غرض اس کتاب کے لکھنے کی یہ ہے کہ دنیا مادی میدان میں ایک دوسرے سے تیزی کے ساتھ سبقت لے جانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس مادی ترقی کے ساتھ ان کے دل مذہبی اقتدار سے خالی اور عاری ہیں۔ یہ مذہبی اور روحانی بحران دنیا کو تباہی اور بربادی کی طرف لے جا رہا ہے۔ اب دنیا کی نجات صرف اور صرف رسول کریم صلعم کے اسوۂ حسنہ اور تعلیم میں مضمر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا ایک ایسے مذہب کی جویاں اور متلاشی ہے جس کی تعلیم لوگوں کے قلوب کو اطمینان بخشے۔ میں اپنی ناتمام اور حقیر کوشش سے یہ ثابت کرنے کی سعی کروں گا۔ کہ رسول کریمؐ کی سیرت اور آپؐ کی تعلیم ہی دنیا کو تباہی اور بربادی سے نجات دلا سکتی ہے۔

چوتھی غرض یہ ہے کہ متعصب مخالفین نے رسول کریم صلعم کی حیات طیبہ پر ناپاک اور بے بنیاد اعتراضات کئے ہیں۔ ان اعتراضات کے جوابات دینے کی کوشش کروں گا۔ گو یہ کام بہت مشکل اور کٹھن ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ مجھے اس کام کے مکمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

غلام رسول

Marfat.com

اظہارِ تشکر

سب سے پہلے ربّ العالمین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے اپنے اس ناچیز پرمعاصی بندے کو سیرتِ رسولؐ پر لکھنے کی توفیق دی۔

اس کے بعد اپنے اساتذہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جن کے علمی فیوض سے مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے کہ اس مبارک موضوع پر قلم اٹھا سکوں۔ ان اساتذہ میں سے ڈاکٹر عابد احمد علی صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ مولوی عبدالحیٔ صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر چوہدری نذیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ پروفیسر محمد طفیل صاحب ناز۔ ڈاکٹر بشیر احمد صاحب ایم اے پی۔ ایچ۔ ڈی شعبہ سیاسیات پنجاب یونیورسٹی۔ ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈاکٹر ضیاء الحق صاحب۔ پروفیسر عبدالقیوم صاحب ایم۔ اے پروفیسر ابوبکر غزنوی۔ حافظ نورالحسن خاں صاحب مولوی عبدالصمد صاحب صارمؔ۔ ڈاکٹر فضل محمود صاحب ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی ہیں۔ جن کی علمی صحبتوں کی وجہ سے میرا دل و دماغ حصولِ علم کی طرف مائل ہوا۔

ان اساتذہ کے علاوہ میرے ایک اور محترم و مکرم استاد مولوی عبدالرحمٰن صاحب فاضل ازہر یونیورسٹی اور مرزا محمد حسین صاحب بی کام ہیں۔ جن کی علمی صحبت سے بہت متاثر اور مستفیض ہوا ہوں۔ اور میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا کی۔ آج وہ سیرتِ نبیؐ کی صورت میں منصۂ شہود پر آرہی ہے۔

اساتذہ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد ناسپاسی ہوگی اگر دو اور محسنوں کا ذکر نہ کروں جن کے احسانات کے نیچے میرا دل و دماغ دبا ہوا ہے۔ وہ میرے مخلص اور مہربان دوست چودھری محمد انور چک ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا اور میجر چودھری محمد یونس صاحب راولپنڈی ہیں۔ ان ہر دو

Marfat.com

اصحاب کی مالی نوازشات کی وجہ سے میں اپنی تعلیم کو مکمل کرنے کے قابل ہوا تھا۔ ان دوستوں کے اخلاص اور محبت کا کیسے ذکر کروں اور کہاں سے وہ مجموعہ الفاظ ڈھونڈوں جن کے ذریعہ سے اپنے دلی جذبات کا اظہار کر سکوں۔ میری دلی دعا ہے کہ خدا تعالےٰ ان دونوں کو دین و دنیا میں برگ و بار کرے اور ہر میدان میں کامیابی و کامرانی سے ہم کنار کرے۔

ان کے علاوہ ان حضرات کا بھی شکریہ ادا کرنا مجھ پہ فرض ہے۔ جنہوں نے میری اس کتاب کی اشاعت میں مدد کی ہے اور مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

محترم محمد صالح صاحب نور نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح کی ہے۔ اس کے ساتھ کتاب کی اشاعت میں بھی تعاون کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ موصوف کے علاوہ میاں عبدالعزیز ایم۔ ایس۔ سی۔ منیر مبارک بی اے ایل ایل۔ بی۔ مرزا عبدالغنی صاحب ایم اے۔ منصور مبارک رفیع بی اے۔ اور فیض سرور سلطان جوہر آباد نے وعدہ کیا ہے کہ اس کتاب کی نشر و اشاعت میں ہر ممکن مدد کریں گے۔ جزاھم اللہ خیراً فی الدنیا والآخرۃ۔

غلام رسول

Marfat.com

پیش لفظ

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم صلح و امن کے پیغمبر ہیں۔ جو دین لے کر آئے ہیں اس کا نام بھی اسی مناسبت سے اسلام ہے یعنی صلح، امن و سلامتی کا مذہب ہم جس دور سے گزر رہے ہیں، وہ بین الاقوامی اضطراب کا دور ہے کوئی قوم بھی امن کی فضا میں سانس نہیں لے رہی اس امن سوزی اور اضطراب کی وجوہات نسلی لونی لسانی۔ برتری و فضیلت اور تعصّب۔ دولت کی غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ تقسیم عہد و پیمان کی عدم پابندی۔ بین الاقوامی عدل و انصاف سے گریز اور کمزوروں کے حقوق کی پامالی ہے اگر اقوام عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی طرف رجوع کریں اور اپنے مسائل کا حل آپ کے ہی فرمودات میں تلاش کریں تو امن سوزی اور اضطراب کے گھنے بادل آناً فاناً چھٹ جائیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسلی برتری و فضیلت اور تعصب کو نسلِ انسانی کی وحدت اور مساوات کے جانفزا پیغام سے دور کیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے "وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً" (۱۰:۱۹) اور سب لوگ ایک ہی گروہ ہیں۔ پھر فرمایا "يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ" (۴:۱) اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تم کو ایک ہی اصل سے پیدا کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی تفسیر ان الفاظ میں فرمائی "الناس کلھم بنو آدم و آدم من تراب" یعنی لوگ آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے ہے (مشکوٰۃ باب المفاخر و العصبیۃ ص۴۱۷) پھر کسی قوم کو حقیر نہ جاننے کی تعلیم ان الفاظ میں دی "لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ" (۴۹:۱۱) یعنی ایک قوم دوسری قوم کو حقیر نہ جانے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر اقوام عالم کے درمیان مساوات اور برابری سے متعلق خطبہ دیا آپ نے فرمایا "لا فضل لعربی علی عجمی ولا فضل لعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود ولا لاسود علی ابیض الا بالتقویٰ" زاد المعاد جلد۴ ص۲۳ اہل عرب کو کسی غیر عرب پر کسی طرح فضیلت نہیں اور نہ کسی غیر عرب کو کسی عرب پر کسی قسم کی فضیلت حاصل ہے نہ کسی سفید رنگ والے کو کسی کالے رنگ والے شخص پر فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی کالے رنگ والے کو کسی سفید رنگ والے پر فضیلت حاصل ہے ہاں اگر کسی کو دوسرے پر کسی قسم کی فضیلت حاصل ہے تو وہ خدا خوفی اور تقویٰ کی وجہ سے ہے۔

Marfat.com

امن سوزی اور اضطراب کی دوسری وجہ دولت کی غیر مساویانہ اور غیر منصفانہ تقسیم ہے۔ جس وجہ سے امراء و غرباء کے درمیان دشمنی اور عداوت کی وسیع خلیج حائل ہو گئی ہے۔ اگر سرمایہ داری نظام امراء کے حقوق کی نگہداشت کرتا ہے تو دوسری طرف کمیونزم غرباء کے حقوق کی حفاظت کے لئے امراء کو دنیا سے تہس نہس کرنے کی تعلیم دیتی ہے۔ یہ دونوں تحریکیں اپنے نظریات کے لحاظ سے انتہا پسند ہیں اور امراء اور غرباء کے درمیان اتحاد اور محبت پیدا نہیں کر سکتیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء اور غرباء کو ایک ہی لڑی کے موتی قرار دے کر دونوں طبقوں کے درمیان اتحاد اور محبت پیدا کرنے کی تعلیم دی۔ آپ نے امراء کو ان جامع الفاظ میں تعلیم دی "تنصرون و ترزقون بضعفائکم" یعنی غرباء کی وجہ سے تمہاری نصرت کی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے تمہاری معیشت کے سامان مہیا ہوتے ہیں۔ پھر تعلیم دی اخوانکم خولکم جعلهم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ولا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم" یعنی تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری نگرانی میں رکھا ہے بس جس شخص کے ماتحت اس کا کوئی بھائی ہو۔ اس کو وہی کھانے کو دے جو وہ خود کھاتا ہے اور اس کو وہی کپڑا پہننے کو دے جو وہ خود پہنتا ہے ان کی طاقت سے بڑھ کر ان کو کام نہ دو۔ اگر تم ان کو طاقت سے بڑھ کر کام دیتے ہو تو تم ان کی اعانت کرو (بخاری ۲ : ۲۱)

"غرباء کی بہتری اور بھلائی کے لئے امراء کو صدقات دینے کی تعلیم دی۔ زکوٰۃ کو عبادت کا رکن قرار دے کر ہر مسلمان پر فرض قرار دی تاکہ بیت المال میں غرباء کی بھلائی کے لئے مستقل فنڈ قائم ہو جائے۔ امراء کو اپنے مال سے وصیت کرنے کی تلقین کی تاکہ ان کی وفات کے بعد ان کے ترکہ سے غرباء میں تقسیم کیا جائے۔ سود کی قطعاً ممانعت کر دی جو سرمایہ داری نظام کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ قانون وراثت رائج کیا تاکہ دولت مختلف ہاتھوں میں گردش کرتی رہے اس تعلیم کے ساتھ ساتھ غرباء کی فلاح و بہبود پر خرچ نہ کرنے والے امراء کو عذاب کی تہدید سنائی وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۹ : ۳۴) اور وہ لوگ جو سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں۔ اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک دکھ کی خبر دو۔ اسلام کی اس مساویانہ تقسیم کی وجہ سے۔ ایچ۔ آر۔ گب اپنی کتاب "دور اسلام" کے آخر پر رقم طراز ہے "مغربی دنیا میں اسلام آج بھی دو متضاد اور انتہا پسند نظروں کے درمیان توازن برقرار رکھے ہوئے ہے وہ یورپی نیشنلزم کی امن سوزی اور روسی کمیونزم کی جارحیت کا یکساں مخالف ہے۔ دنیا کے امن کی تباہی و بربادی کا تیسرا سبب عہد کی عدم پابندی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد کی پابندی پر بہت زور دیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے "وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (۲۳ : ۸) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کو نگاہ رکھنے والے ہیں۔ دوسری جگہ آتا ہے "اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۱۷ : ۳۴) اور اپنے عہد کو پورا کرو کیونکہ ہر عہد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر فرمایا وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا۔ دنیوی مفاد کی خاطر اللہ کے عہد کو نہ توڑو۔ اس مفسدانہ طرز عمل سے روکنے کے

Marfat.com

لئے قرآن مجید نے عہد توڑنے والوں کی مثال ایک پاگل عورت سے دی جو سوت کاتتی ہے پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی ہے قرآن مجید میں آتا ہے "وَلَا تَكُونُوا كَالَّتِي نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِن بَعْدِ قُوَّةٍ أَنكَاثًا تَتَّخِذُونَ أَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ أَن تَكُونَ أُمَّةٌ هِيَ أَرْبَىٰ مِنْ أُمَّةٍ - یعنی تم اپنے عہدوں کو توڑنے میں اس عورت کی طرح نہ بن جاؤ جو اپنے سوت کو بٹنے کے بعد خود ہی تار تار کر ڈالتی ہے اپنی قسموں کو ایک دوسرے کو فریب دینے کا ذریعہ نہ بناؤ اس وجہ سے کہ ایک قوم دوسری قوم سے زیادہ فائدہ میں رہے

اگر دنیا کی تمام اقوام نیک نیتی سے معاہدے کریں۔ تو دنیا سے ظلم کا خاتمہ اور امن کا دور دورہ ہو سکتا ہے کمزور اقوام طاقت ور اقوام کے استبداد سے نجات پا سکتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے صلح حدیبیہ کے موقع پر دنیا کو عہد کی پابندی کا سبق دیا صلح حدیبیہ کی شرائط ابھی لکھی نہ گئی تھیں کہ ابو جندل جو سہیل کے فرزند تھے مکہ میں اسلام قبول کر چکے تھے کفار کی گرفت سے بھاگ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپ نے ابو جندل کو معاہدہ سے مستثنیٰ قرار دینا چاہا۔ لیکن سہیل نے ایک نہ مانی آخر کار آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جندل کو واپس مکہ بھیج دیا۔ یہ تھی پابندی عہد کی مثال مسلمان کفار کی فوجوں کو ہر میدان میں شکست دے چکے تھے۔ جب عہد کی پابندی کا سوال آیا تو طاقت ور ہوتے ہوئے کمزوروں کی طرح عہد کی شرائط کو توڑنے سے گریز کیا اور دنیا کو سبق دیا کہ قوموں میں پائدار امن اور صلح عہد کی پابندی سے ہوتا ہے۔

دنیا کے خرمن امن کو بھسم کرنے کا چوتھا سبب بین الاقوامی عدل وانصاف کا فقدان ہے قرآن مجید میں عدل وانصاف سے متعلق بیشمار آیات آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ" اللہ تعالیٰ تمہیں عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔ عدل وانصاف پر قائم رہنا۔ اس وقت تو بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ جب فریقین میں سے ایک فریق دشمن اور ایک فریق دوست ہو لیکن قرآن مجید میں آتا ہے لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ (۵ : ۹) اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو۔ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے قرآن مجید کی اس تعلیم پر عمل پیرا ہوتے کی مثالیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بے شمار ہیں کہ آپ کے پاس ایک مسلمان اور ایک یہودی کا مقدمہ آتا ہے تو یہودی کو حق پر پاکر اس کے حق میں فیصلہ صادر فرما دیتے ہیں۔

دنیا کی بے چینی کا پانچواں سبب طاقت ور حکومتوں کا کمزور حکومتوں کے حقوق کی پامالی ہے یہ وہ سبب ہے جس نے دنیا کو آگ کے کنارے پر لا کھڑا کیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر کمزوروں کے حقوق کی نگہداشت کا سنہری اصول بنایا۔ قرآن مجید میں آتا ہے "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵ : ۲) اور نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ قرآن مجید نے کمزور اقوام کے حقوق کی حفاظت اور طاقت ور اقوام کی استبدادیت کا خاتمہ کرنے کے لئے نہایت ہی اعلےٰ تعلیم دی کہ ظلم کرنے والی طاقت

Marfat.com

کے خلاف تمام دنیا کی اقوام متحد ہو جائیں۔ اور اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیں۔ اور اس کے ظلم کی سزا دیں قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (۴۹: ۹)

اگر مومنوں میں سے دو گروہ آپس میں لڑائی کریں تو ان میں صلح کرا دو پس اگر ایک دوسرے پر زیادتی کرتا ہے تو اس میں سے جو زیادتی کرتا ہے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں پس اگر وہ رجوع کرے تو ان کے درمیان عدل سے صلح کرا دو اور انصاف کرو کیوں کہ اللہ تعالےٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے

اس آیت کریمہ میں بین الاقوامی امن اور صلح کے قیام کے لیے حسب ذیل اصول بیان ہوئے ہیں

۱۔ جب دو قوموں کے درمیان لڑائی شروع ہو جائے، تو ان کے درمیان صلح کروا دینی چاہیے

۲۔ اگر ایک قوم صلح پر رضامند نہ ہو۔ اور لڑائی پر تل جائے۔ تو دنیا کی تمام اقوام باغی قوم کے خلاف ہتھیار اٹھا لیں۔

۳۔ جب باغی قوم دوبارہ صلح پر رضامند ہو جائے۔ تو عدل اور انصاف سے دونوں متحارب قوموں کے درمیان صلح کرا دیں۔

اس آیت میں عدل اور انصاف پر خاص طور پر زور دیا ہے۔ تاکہ فساد کی بیخ کنی ہو جائے۔

اگر تمام اقوام عالم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر حق کی حمایت اور ظلم و تعدی کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں تو دنیا سے بے چینی اور اضطراب کی مسموم فضا ختم ہو جائے گی اور امن کا دور دورہ شروع ہو جائے گا۔

میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اسی نقطۂ نگاہ سے لکھی ہے کہ اس دور کے تمام مسائل اور ضرورتوں کا علاج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم میں مضمر ہے۔ اگر دنیا آپ کی تعلیم کو اپنا لے تو سب مسائل حل ہو جائیں گے اور دنیا امن کے کنارہ پر آ کھڑی ہو گی۔ اب تو یورپ کے مفکرین کی بھی یہی رائے ہے کہ بنی نوع انسان کی نجات صرف دین اسلام میں ہے چنانچہ مشہور فلسفی برنارڈ شاہ کہتا ہے

"میں نہایت ہی وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں۔ کہ بشریت اور انسانیت کا نجات دہندہ اگر کوئی دین ہو سکتا ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ مقالات برناڈ شاہ

غلام رسول

Marfat.com

عرب

وجہ تسمیہ

عرب کی وجہ تسمیہ کے متعلق مختلف آراء ہیں

اہل لغت کے نزدیک "عرب" اعراب سے مشتق ہے۔ جس کے معنی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں۔ چونکہ عرب نہایت فصیح اللسان اور زبان آور تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنا نام عرب رکھا۔ باقی دنیا کی اقوام کو عجم کے نام سے پکارا۔ عجم کے معنی ژولیدہ اور گونگے کے ہیں۔

اہل جغرافیہ کے نزدیک عرب کا پہلا نام عربۃ تھا۔ اور سامی زبانوں میں "عربہ" صحرا اور بادیہ کو کہتے ہیں۔ چونکہ عرب کا ملک زیادہ تر ایک بیابان اور ریگستان ہے اس لیئے اس کا نام عربۃ پڑ گیا۔ پھر آہستہ آہستہ وہاں کے رہنے والوں کو بھی عرب کہا جانے لگا۔

شعراء عرب کے کلام سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

اسد بن جاصل کہتا ہے۔

وعربۃ ارض جدّ فی الشر اہلہا
کما جدّ فی شرب النقاخ ظماء

ابوسفیان کلبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہتا ہے۔

ابونا رسول اللہ وابن خلیلہ
بعربۃ بوانا فنعم المرکب

علمائے انساب بھی ایک وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں۔ جو بالکل خلاف قیاس ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس ملک کا پہلا باشندہ یعرب بن قحطان تھا۔ جو یمنی عربوں کا جد اول تھا۔ اس کے نام کی نسبت سے اس ملک کے باشندوں اور ملک کا نام عرب پڑ گیا۔

اوّل تو یعرب اس ملک کا پہلا باشندہ تھا لفظ عرب زبان کے کسی قاعدہ کی رو سے یعرب کی طرف منسوب ہو سکتا ہے۔ اس وجہ سے یہ وجہ خلاف قیاس ہے۔

حدود و وسعت عرب

Marfat.com

عرب یا جزیرۃ العرب تین براعظموں یعنی ایشیا یورپ اور افریقہ میں مرکز کے طور پر ہے۔ اور تین طرف سے سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ مشرق میں خلیج فارس اور بحرِ عمان جنوب میں بحرِ ہند مغرب میں بحرِ احمر ہے۔

عرب خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔

عرب کی پیمائش حقیقی طور سے نہیں ہوئی۔ وہ ہندوستان سے بڑا ہے اور ملک جرمن اور فرانس سے چار گنا ہے۔ طول تقریباً چودہ سو میل اور عرض مختلف جنوب میں زیادہ اور شمال میں کم ہوتا گیا ہے۔ مجموعی رقبہ بارہ لاکھ مربع میل ہے۔

اس ملک کا ایک بڑا حصہ ریگستان ہے۔ شمالی حد میں شام اور عرب کے درمیان ایک ریگستان ہے۔ جس کو بادیہ شام یا بادیہ عرب کہا جاتا ہے۔ جنوبی حد میں بھی۔ عمان اور یامہ کے درمیان ایک وسیع صحرا ہے۔ جس کو الدھنا یا ربع خالی کہا جاتا ہے

اس ملک میں سب سے بڑا طویل السلسلہ پہاڑ جبل السراۃ ہے۔ جو جنوب میں یمن سے شروع ہو کر شمال میں شام تک چلا گیا ہے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ہزار فٹ ہے۔

اس طرح حجاز کا سب سے بڑا پہاڑ جبل الہدی طائف کا جبل الکرا۔ نجد کا جبل عارض وطریق یمامہ کا جبل سلمیٰ اور یمن کا جبل کوکبان ہے۔

ملک عرب میں کوئی دریا نہیں ہے۔ پہاڑوں سے چشمے جاری رہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ چشمے پھیل کر تھوڑی دور تک ایک مصنوعی دریا بن جاتے ہیں۔ پھر ریگستان میں جذب ہو جاتے ہیں یا سمندروں میں گر جاتے ہیں۔

عرب کے وہ حصے جو سواحل بحر پر واقع ہیں۔ وہ سرسبز و شاداب اور زرخیز ہیں۔ خاص طور پر یمن کا صوبہ بہت ہی زرخیز ہے۔

عمان ۔ حضرموت ۔ نجد اور حجاز میں طائف عرب کے شاداب و سرسبز علاقے ہیں۔

پیداوارِ عرب

عرب کی پیداوار زیادہ تر کھجور۔ سیب اور دوسرے ہر قسم کا پھل ہیں۔ کہیں کہیں

Marfat.com

زراعت بھی ہوتی ہے۔ چاندی اور سونے کی بھی کانیں پائی جاتی ہیں۔ علامہ ہمدانی نے صفۃ جزیرۃ العرب میں ایک ایک کان کا نشان دیا ہے۔

عربوں کے پیشے

عربوں کے پیشے تجارت۔ زراعت اور گلہ بانی تھے۔

اقطاع عرب

عرب کا ایران سے ملتا ہوا حصہ عراق عرب کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں بصرہ اور کوفہ کے مشہور اسلامی شہر آباد ہیں۔

شام سے ملتا ہوا حصہ عرب شام کہلاتا ہے۔ اور حلب تک چلا گیا ہے جو موجودہ تقسیم ملکی میں عرب سے الگ نظر آتے ہیں۔

اس کے علاوہ عرب حسب ذیل چار صوبوں میں منقسم ہے۔

عروض۔ نجد۔ یمن۔ اور حجاز۔ آگے ہر صوبہ متفرق چھوٹے چھوٹے حصوں میں منقسم ہے۔

عروض

مشرقی نجد اور حدود عراق سے سواحل خلیج فارس تک پھیلا ہوا ہے۔ اس صوبہ میں یمامہ۔ بحرین۔ عمان تین اقطاع ہیں۔

نجد

وسط عرب میں ایک سرسبز شاداب زرخیز اور بلند قطعہ ملک ہے۔ تین طرف سے صحراؤں سے محیط ہے۔ شمال میں صحرائے شام مغرب میں صحرائے حجاز مشرق میں صحرائے دہنا اور جنوب میں صوبہ یمامہ ہے۔

یہ صوبہ سطح سمندر سے ۱۲۰۰ میٹر بلند ہے۔

آج کل نجد شمر۔ قصیم اور عارض تین حصوں میں منقسم ہو کر دو شیوخ کے زیر حکومت ہو گیا ہے۔

نجد کے گھوڑے اور اونٹ بہت مشہور ہیں۔ ہر قسم کے میوے یہاں پیدا ہوتے ہیں۔ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں زراعت بھی ہوتی ہے۔

یمن

Marfat.com

عرب کا سب سے زیادہ زرخیز سرسبز اور آباد علاقہ ہے۔ جو اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد بھی علم و ہنر کا مرکز رہا۔ محققین آثار قدیمہ نے یہاں سے ایسے آثار پائے ہیں۔ جو قدیم تمدن کا پتہ دیتے ہیں۔

یمن کو مندرجہ ذیل اقطاع میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

حضرموت۔ احقاف۔ صنعاء۔ نجران۔ عسیر۔

جو علی الترتیب مشرقی جنوبی حدود یعنی حضرموت سے جنوبی مغربی حدود یعنی حجاز تک سواحل بحر احمر پر واقع ہیں۔

احقاف وہی حصہ ہے۔ جہاں کبھی عاد کی زبردست قوم آباد تھی۔ جس کی تباہی کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

حجاز

مغرب میں بحر احمر کے ساحل پر ایک مستطیل کی صورت میں حجاز کا مشہور پہاڑی علاقہ ہے۔ جس میں مکہ، مدینہ اور طائف کے مشہور شہر آباد ہیں۔ اس کی دو بڑی بندرگاہیں ہیں۔ **جدہ** جہاں سے مکہ معظمہ کو جاتے ہیں۔ **ینبوع** جہاں سے مدینہ منورہ کو جاتے ہیں۔

مکہ حجاز کا دارالخلافہ ہے یہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں واقع ہے۔ اس کے چاروں طرف خشک پہاڑیاں ہیں۔ اس کے تین نام ہیں۔ مکہ۔ امّ القریٰ۔ اور بلد اللہ۔ اس کی آبادی کی ابتداء حضرت اسماعیل کے زمانہ سے ہے۔ اسی شہر میں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں خانہ کعبہ ہے۔ جس کے معمار دو نبی حضرت ابراہیم علیہ السّلام اور حضرت اسماعیل علیہ السّلام ہیں۔ اسی سے دنیا کی روحانی پیاس کو بجھانے کے لیئے توحید کا چشمہ جاری ہوا۔ تا ابد جاری رہے گا۔ اور دلوں کی خشک کھیتیوں کو سیراب کرتا رہے گا۔

مکہ کی عزت ارض حرم کی وجہ سے بھی ہے۔

ارض حرم وہ پاک زمین ہے جو مکہ اور اس کے اردگرد کئی میلوں تک پھیلی ہوئی ہے۔ اس میں منیٰ اور عرفات کے مشہور مقامات ہیں۔ اس پاک زمین کے اندر لڑائی ممنوع ہے۔

Marfat.com

مدینہ

مدینہ کا پرانا نام یثرب ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے
یہاں تشریف لائے تو اس کا نام مدینۃ النبی پڑ گیا۔ بعد میں صرف مدینہ کہلانے لگا۔
بعض تاریخی قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کی تعمیر ۱۶۰۰ سنہ قبل مسیح اور ۲۲۰۰ سنہ
ق م کے درمیان ہوئی۔ سب سے پہلے یہاں اعمالیق آباد ہوئے۔ اعمالیق کے بعد
یہاں سب سے پہلے یہود آکر آباد ہوئے۔ اس کے بعد قبیلہ ازد کی دو شاخیں
اوس اور خزرج آباد ہوئیں۔
مکہ میں رسول کریمؐ نے تیرہ سال گزارے۔ اس کے بعد مدینہ تشریف لائے۔
اور اپنی زندگی کے آخری دس سال یہیں گزارے یہیں آپ نے وفات پائی۔
اسلام کا سب سے پہلا دارالخلافہ بنا۔ مدینہ مکہ سے ۲۷۰ میل شمال کی جانب
ہے۔ یہاں زراعت ہوتی ہے۔ میوہ دار درخت پائے جاتے ہیں۔

طائف

حجاز کی جنت ہے۔ بہت زرخیز اور شاداب علاقہ ہے۔ روساء حجاز عموماً
گرمیوں کا موسم یہیں بسر کرتے تھے۔ یہ مکہ معظمہ سے مشرق کی طرف قدرے جنوب کو
واقع ہے۔ ابتداءً قبیلہ عدوان کا مسکن تھا۔ بعد میں قبیلہ ثقیف کے قبضہ میں
آگیا۔ ہجرت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام لے کر یہاں تشریف
لائے۔ اہل طائف نے غرور کے نشہ میں بدمست ہوکر دعوت حق کو قبول نہ کیا۔
۸ھ ہجری میں آپ نے طائف کا محاصرہ کیا۔ ۹ھ میں سردار ثقیف عروہ
بن مسعود نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اسی سال وفد
ثقیف رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوا

Marfat.com

عرب کی قدیم اقوام

مورخین نے عرب کی اقوام کو تین طبقات میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) **عرب بائدہ**۔ عرب بائدہ سے مراد وہ قبائل ہیں جو سب سے پہلے عرب میں آباد ہوئے۔ جو اسلام سے قبل سب کے سب فنا ہو چکے تھے۔

(۲) **عرب عاربہ**۔ یہ طبقہ **قحطان** کی اولاد سمجھا جاتا ہے۔ ان کا اصلی اور قدیمی وطن یمن تھا۔ اس خاندان کی تین بڑی بڑی شاخیں ہیں۔

قضاعہ۔ کہلان۔ ازد۔ حمیر بھی اسی کی شاخ ہے۔

(۳) **عرب مستعربہ**۔ اس طبقہ سے مراد **بنو عدنان** یا اولاد حضرت **اسماعیل** علیہ السلام ہیں یہ لوگ عرب کے اصلی باشندے نہیں ہیں۔ اس لیئے ان کو عرب مستعربہ کا خطاب دیا گیا ہے۔

عدنانی قبائل میں **ایاد**۔ **ربیعہ** اور **مضر** مشہور ہیں۔ پھر ربیعہ اور مضر زیادہ شہرت کے مالک ہیں۔ مضر کے مشہور قبیلہ کنانہ میں **فہر بن مالک** تھے۔ جن کو قریش بھی کہتے تھے قریش کی اولاد میں سے بہت قبائل ہیں۔ جن میں بنی سہم۔ بنی مخزوم۔ بنی جمح۔ بنی تیم بنی عدی۔ بنی عبدالدار۔ بنی زہرہ۔ بنی عبد مناف بہت مشہور ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ عبد شمس۔ نوفل۔ مطلب۔ ہاشم۔ اور ہاشم کی اولاد میں سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔

Marfat.com

عرب میں آخری نبی کے آنے کی وجوہات

پہلی وجہ عربی زبان۔ خدا تعالیٰ نے بنی نوع انسان کے لیئے ایک مکمل ضابطہ حیات نازل فرمانا تھا۔ جس میں بعض ایسے ادق مضامین ہونے تھے۔ جن کو ادا کرنے کے لیئے وہی زبان متحمل ہو سکتی تھی۔ جو اپنے اندر بہت وسعت رکھتی ہو۔ پھر زیادہ سے زیادہ مضامین مختصر سے مختصر الفاظ میں بیان کیئے جا سکتے ہوں۔

اگر تمام السنہ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عربی زبان ہی وہ زبان ہے۔ جو اپنے اندر اتنی وسعت رکھتی ہے کہ ادق سے ادق مضمون بھی بخوبی ادا کیا جا سکتا ہے۔ پھر زیادہ سے زیادہ مضامین چند ایک الفاظ میں بیان کیئے جا سکتے ہیں۔

بعض محققین کا یہ بھی نظریہ ہے کہ عربی زبان ام الالسنہ ہے۔ اگر یہ تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اور باقی زبانیں اسی سے متفرع ہیں۔ تو یہ مسئلہ اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ آخری شریعت عربی زبان میں ہی نازل کی جانی چاہیئے تھی۔

آخری شریعت کو عربی زبان میں نازل کرنے کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے آخری نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب میں مبعوث فرمایا۔

(۲) معمورۂ عالم کے وسط میں ہونا

دوسری وجہ آخری نبی کو عرب میں نازل کرنے کی: یہ ہے۔ کہ عرب معمورۂ عالم کے وسط میں ہے۔ اس کی تصدیق تحقیق جدیدہ سے بھی ہوتی ہے کہ وہ درحقیقت دنیائے قدیم کے قلب میں واقع[1] ہے۔

عرب کے ایک طرف ایشیا دوسری طرف افریقہ۔ تیسری طرف یورپ کا راستہ اس سے قریب ہے۔ وہ خشکی اور تری دونوں راستوں سے دنیا کو اپنے دائیں اور بائیں ہاتھ سے ملا کر ایک کر رہا ہے۔

---

[1] بحوالہ ارض القرآن حصہ اول صفحہ ۹۳ مصنفہ مولانا سید سلیمان ندوی

Marfat.com

اس لیئے ضروری تھا کہ تمام دنیا کی ہدایت کے لیئے عرب کو ہی مرکز بنایا جاتا۔ تاکہ عرب کی آواز جلد تمام دنیا میں پہنچ سکے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے اندر زندگی کی روح پھونکی۔ تو وہ عرب سے نکل کر ایران ترکستان۔ خراسان۔ سیستان۔ کابل اور ہندوستان تک جا پہنچے۔ دوسری طرف شام ہو کر مصر۔ افریقہ۔ الجزائر۔ ٹیونس۔ مراکش اور اسپین تک جا پہنچے۔ اور بحری راستوں سے تمام جزائر۔ افریقہ۔ حبشہ۔ زنجبار پھر ادھر جزائر ہند جاوا سماٹرا اور چین تک جا پہنچے۔ تیسری طرف سائپرس۔ کریٹ اور سسلی تک ان کا گذر ہوا۔ ان تمام ملکوں تک آسانی سے جا پہنچنا صرف اس وجہ سے تھا کہ عرب معمورہ عالم کے وسط میں تھا اس وجہ سے عرب ہی اس دعوت کے لیئے موزون اور مناسب تھا۔

کرہ ارض پر آباد دنیا کو دیکھو کہ جنوب میں زیادہ سے زیادہ ۴۰ درجہ عرض بلد اور شمال میں زیادہ سے زیادہ ۸۰ درجے تک آبادی ہے۔ دونوں کا مجموعہ ۱۲۰ اور نصف ۶۰ ہوا۔ جب ۶۰ کو ۸۰ درجے شمالی سے تفریق کریں تب ۲۰ رہ جاتے ہیں۔ اور جب ۶۰ میں سے ۴۰ درجہ جنوبی کو تفریق کر دیں تو ۲۰ درجہ رہ جاتے ہیں۔ مکہ معظمہ ۲۱½ درجے پر آباد ہے۔ اس طرح مکہ معظمہ دنیا کے تقریباً وسط میں واقع ہوا۔

لغات کی کتب میں مکہ کا نام ناف زمین ہے۔ ناف انسان کے جسم میں ٹھیک وسط میں نہیں ہوتی۔ بلکہ قریباً وسط میں ہوتی ہے۔ مکہ بھی دنیا کے قریباً وسط میں ہے۔ ڈیڑھ درجہ کا تفاوت ہے۔

ملک عرب ۱۵ سے ۳۵ درجہ ہائے عرض بلد شمالی پر واقع ہے۔ انہی خطوط کے اندر دنیا کی تمام مشہور نسلیں آباد ہیں۔ اس لیئے ان نسلوں کو تبلیغ پہنچانے کے لیئے عرب کو مرکز قرار دیا جا سکتا تھا۔

تیسری وجہ

یہ ہے کہ خدا کی عبادت کے لیئے سب سے پہلا گھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے مکہ میں تعمیر کیا۔ قرآن کریم نے اسے صاف الفاظ میں اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ قرار دیا ہے۔

Marfat.com

یعنی سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیئے مقرر کیا گیا۔ اس کا نام بیت العتیق بھی رکھا۔ یعنی قدیم گھر اور بیت الحرام بھی یعنی عزت والا گھر بیت اللہ بھی یعنی اللہ تعالیٰ کا گھر حوادثات زمانہ سے یہ گھر منہدم ہو گیا۔ پھر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے خدا کے حکم سے انہی قواعد پر دوبارہ گھر کھڑا کیا اور تیسری مرتبہ رسولِ کریم صلعم کی بعثت سے کچھ پہلے قریش نے از سر نو تعمیر کیا۔

تاریخ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عرب میں بیت اللہ کی تکریم قدیم زمانہ سے چلی آ رہی ہے۔ اس سے خانہ کعبہ کی قدامت ثابت ہوتی ہے یہ غلط ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اس گھر کو تعمیر کیا تھا۔ یہ گھر زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے انہوں نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا۔

چنانچہ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں خانہ کعبہ کی قدامت اور ہر سال عربوں کا اس کا حج کرنے کے متعلق لکھتا ہے

"مکہ کے مذہب کی نمایاں خصوصیات کی ابتداء کے لیئے ایک نہایت ہی قدیم زمانہ تجویز کرنا پڑتا ہے۔ ڈایوڈورس سکولس سنہ عیسوی سے نصف صدی پیشتر لکھتا ہوا عرب کا ذکر کرتے ہوئے جو بحیرہ احمر پر واقع ہے لکھتا ہے کہ اس ملک میں ایک معبد ہے جس کی عرب لوگ بہت ہی عزت کرتے ہیں ان الفاظ میں یقیناً خانہ کعبہ کا جو مکہ میں ہے ذکر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اور کسی معبد کا عرب میں نام بھی نہیں۔ جس کی عزت عرب میں عام طور پر ہوتی ہو۔ زبانی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ترین زمانہ سے خانہ کعبہ کا حج عرب کے ہر گوشہ کے لوگ کرتے رہے ہیں۔ یمن اور حضرموت سے خلیج فارس کے کنارے سے شام کے صحراسے حیرہ اور عراق عرب سے لوگ ہر سال مکہ میں جمع ہوتے ہوئے پائے جاتے ہیں۔ اس قدر عام طور پر سارے ملک . . . کے اندر اس عزت کا حاصل ہونا یقیناً ایک ایسے قدیم زمانہ سے ہونا چاہیئے۔ جس کے پرے کوئی اور قدیم زمانہ تجویز نہیں ہو سکتا۔"

دنیا میں جس گھر کو سب سے پہلے خدا کی عبادت گاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

بحوالہ سیرت خیر البشر مولفہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی صفحہ ۱۲

Marfat.com

اور جس سے خدا کی توحید کا چشمہ پھوٹا۔ پیاسی دنیا کو سیراب کیا۔ وہ بیت اللہ ہے۔ اس وجہ سے ضروری تھا کہ جب حکمت ایزدی سے اس دنیا میں آخری نبی آتا۔ تو اسی جگہ میں پیدا ہوتا جس جگہ وہ معبد ہے۔ تاکہ وہ اس معبد کو تمام دنیا کے لیئے قبلہ اور توحید کا آخری مرکز مقرر کرے۔

چوتھی وجہ

یہ ہے کہ عرب کبھی بھی کسی غیر حکومت کے ماتحت نہیں رہے۔ شمالی عرب نے کبھی کسی کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر نہیں رکھا، اس آزادی سے ان کے دل و دماغ کی مخفی استعدادیں۔ آزادی کی روح اور فاتحانہ طاقت بدستور برقرار رہیں۔ تاکہ یہ مخفی خزانہ اسلامی حکومت کے قیام و بقا میں کارآمد ہو۔

پانچویں وجہ

یہ ہے کہ عربوں میں بعض اوصاف حمیدہ پائے جاتے تھے۔ وہ بڑے بہادر۔ پرجوش۔ حق گو۔ فراست مند۔ دانش مند۔ ذہین و فطین۔ فیاض و وفادار۔ مہمان نواز اور عملیت پسند تھے یہ وہ اخلاق ہیں جو ایک مبلغ کے لیئے ضروری ہیں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے ان کو آخری شریعت کا اہل سمجھا۔ اور ان کو اولین مخاطب ہونے کا شرف بخشا۔

یہ اوصاف اس زمانہ میں نہ ہندوستان کے رہنے والوں نہ ایران کے رہنے والوں نہ روم کے رہنے والوں نہ یورپ کے رہنے والوں نہ ترکی کے رہنے والوں نہ افریقہ کے رہنے والوں نہ چین کے رہنے والوں غرضیکہ دنیا کے کسی طبقہ کی قوم میں نہ پائے جاتے تھے۔

چھٹی وجہ

یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عربوں کو آخری شریعت کا اولین مخاطب اس لیے بنایا کہ وہ دوسرے مذاہب کی غلامی میں نہیں آئے۔ گو اس وقت عرب میں بڑے بڑے مذہب تھے۔ بعض مذاہب کے پیچھے شاہی قوت بھی تھی۔ لیکن پھر بھی سوائے چند قبائل کے دوسرے تمام عرب بدستور اپنی خالص حالت پر رہے۔ ان میں دوسرے مذاہب کی تنگ دلی تعصب نہ پیدا ہوا یہی وجہ ہے کہ جب رسول کریمؐ نے دعویٰ نبوت کیا۔ تو سب سے پہلے زیادہ ماننے والے وہی تھے۔ جو کسی مذہب میں شامل نہ تھے۔ یہودیت۔ عیسائیت وغیرہ سے بہت کم دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

ساتویں وجہ

Marfat.com

آخری نبی کے لیئے یہ ضروری تھا۔ کہ وہ ایسے گھرانے میں پیدا ہوتا۔ جو خدا کو سب سے پیارا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا؛

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کی اولاد میں سے اسماعیل کو پسند کیا۔ اور اسماعیل کی اولاد میں بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھ کو"

ایک اور روایت میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ

"میں عبدالمطلب کے بیٹے عبداللہ کا بیٹا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو پیدا کیا تو مجھے اس نے ان سب میں سب سے بہتر نسل میں رکھا۔ ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا تو مجھے اس حصہ میں بنایا جو سب سے بہتر تھا اس حصہ کو بھی قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے اس قبیلہ میں پیدا کیا جو سب سے بہتر تھا۔ پھر اس نے قبیلہ کو گھرانوں میں تقسیم کیا تو مجھے سب سے بہتر گھرانے میں پیدا کیا۔ پھر اس گھرانے کو افراد پر تقسیم کیا تو مجھے اس گھرانے کا سب سے بہتر فرد بنایا۔"[1]

ان احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بتا دیا ہے کہ آخری نبی کے لیئے یہ ضروری تھا کہ وہ دنیا کے ایسے گھرانے میں پیدا ہو۔ جو خدا کو بہت پیارا ہے۔ اور رسول کریمؐ نے یہ بھی بتا دیا کہ خدا کا محبوب ترین گھرانہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا گھرانہ ہے۔

خدا تعالیٰ کو حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں سے حضرت اسماعیلؑ کا گھرانہ سب سے زیادہ عزیز اس وجہ سے ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام وہ فرمانبردار اور مطیع بیٹا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔ تو فرمانبردار بیٹے نے کہا اے باپ وہی کر جس کا تجھے خدا کی طرف سے حکم ہوا ہے[2]۔

یہ ایک تمثیلی خواب تھی جس کی تعبیر خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ

---

[1] ترمذی باب المناقب [2] صافات ۱۰۳۔

سمجھائی کہ بیٹے کو کعبہ کی خدمت کے لیئے نذر چڑھائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی جب ذبح کرنے والی خواب کو **بیت اللہ** کی نذر چڑھانے کی شکل میں پورا کر رہے تھے۔ تو **فرشتہ** نے ندا دی۔

"خدا کہتا ہے کہ چونکہ تو نے ایسا کام کیا۔ اور اپنے اکلوتے بیٹے کو بچا نہیں رکھا۔ میں تجھ کو برکت دوں گا۔ اور تیری نسل کو آسمان کے ستاروں اور ساحل کی ریتی کی طرح پھیلا دوں گا۔ (توریت تکوین اصحاح ۲۲ آیت ۱۵)"

اسی طرح خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا۔

"اور اسماعیل کے حق میں میں نے تیری سنی دیکھو میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے آبرومند کروں گا۔ اور اُسے بہت بڑھاؤں گا اور اس سے بارہ سردار پیدا ہونگے۔ اور میں اُسے بڑی قوم بناؤں گا۔ (پیدائش ۱۷: ۲۰)

قرآن مجید سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ جب باپ بیٹا بیت اللہ کو از سر نو کھڑا کر رہے تھے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

"رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" (بقرہ)

اے ہمارے رب ان میں ایک عظیم الشان نبی پیدا کر۔

خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان کو برگزیدہ اور آبرومند کر کے اسی نسل سے نبی آخر الزمان پیدا کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آٹھویں وجہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایران، روم اور دوسری دنیا کے تمام خطے میں تہذیب۔ دولت و ثروت اور دوسرے تمدنی اثرات کی وجہ سے جدید طغرائے حق کو قبول کرنے کی صلاحیتیں مسخ ہو چکی تھیں۔ عرب کا خطہ ہی ان تمام اثرات سے بالکل محفوظ تھا۔ اور ان میں قبول حق کرنے کے لیئے صلاحیتیں محفوظ تھیں۔ اس وجہ سے خدا تعالیٰ نے اپنی امانت کی تفویض کے لیئے عرب کو ہی منتخب کیا اور ان میں **خاتم النبیین** حضرت محمد مصطفےٰ پیدا ہوئے۔

GIFT BOOK

Marfat.com

ظہورِ اسلام سے قبل

ایران ۔ روم ۔ مصر ۔ ہندوستان ۔ چین کی

مذہبی سیاسی حالت اور یہودیت کا بگاڑ

ظھر الفساد فی البر و البحر (الروم ۔ ۴۱)

بر و بحر میں فساد ظاہر ہو گیا ۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا پر جہالت اور گمراہی کے بادل چھائے ہوئے تھے ۔ توحید کا چراغ جو مختلف انبیاء علیہم السلام نے مختلف ادوار میں مختلف ممالک میں روشن کیا ۔ بجھ چکا تھا ۔ کہیں بھی صحیح عقیدہ موجود نہ تھا ۔ ہندوستان مصر ۔ یونان ۔ اور روم میں حجر شجر ، شمس ، قمر اور کواکب کی پرستش کی جاتی تھی ۔ انہیں کے معبد تھے ۔ جہاں بے گناہ انسانوں اور جانوروں کی قربانیاں چڑھائی جاتی تھیں ۔

ہندو مذہب میں تینتیس کروڑ دیوتا بن چکے تھے ۔ زرتشت کی شمع ہدایت بجھ چکی تھی ۔ بدھ مذہب میں خدا کی ہستی کا ہی تصور جاتا رہا ۔ عیسائی عقیدہ توحید کو چھوڑ کر تثلیث کی خارزار وادیوں میں بھٹک رہے تھے ۔ یہودی مذہب نے توحید کے عقیدہ کو ایک مدت تک قائم رکھا تھا ۔ لیکن وہ بھی عیسائیت کے نقش قدم پر چل کر عزیر کو ابن اللہ بنا بیٹھے تھے ۔

اخلاق کے معلم

تجرد اور رہبانیت کی تعلیم دیتے تھے ۔ اور ایسی سخت سنگدلانہ ریاضتوں کو اپنی عبادت کا حصہ بنا لیا ۔ جس کو پڑھ کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔

عدل و انصاف

تقویٰ و طہارت پاکبازی اور پارسائی وغیرہ جیسے اخلاق فاضلہ ناپید ہو چکے تھے ۔ غرضیکہ دلوں سے نیکی کے سوتے خشک ہو چکے تھے ۔ اور ہر قسم کی بدی کے چشمے پھوٹ پڑے تھے ۔ دنیا کے چاروں اطراف میں تو تاریکی ہی تاریکی نظر آتی تھی ۔

Marfat.com

یہ اس عہد کی دنیا کی حالت کا ایک اجمالی خاکہ ہے۔ اب ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے تاکہ قارئین یہ اندازہ لگا سکیں کہ کن حالات میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا نعرہ بلند کیا۔ اور پھر کس طرح اپنی زندگی میں ہی بت پرستی۔ اور بدی کے شجر خبیثہ کو جڑ سے اکھاڑ کر وحدانیت اور نیکی کے شجرہ طیبہ کو لگایا۔ جو بڑھا اور پھیلا اور بار آور ہوا۔ اور اپنے پھل سے کروڑوں انسانوں کو متمتع کیا۔

ایران کی حالت

ایران عرب کی ہمسایہ مملکت تھی۔ جس کا شمار دنیا کی عظیم سلطنتوں میں ہوتا تھا۔ یہ سلطنت بحر روم بلکہ مصر سے لے کر چین۔ منگولیا اور کوہ ہمالیہ و خلیج فارس سے بحیرہ خزر و کوہ الٹائی تک وسیع تھی۔ تمام براعظم ایشیا میں ان کا تمدن غالب تھا۔ ہر ایک اس کی پیروی کو قابلِ فخر اور قابلِ عزت تصور کرتا تھا۔ مگر آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے ڈیڑھ سو سال پہلے ایران کی جاہ و حشمت۔ برتری و عظمت کا چراغ ٹمٹماتا ہوا نظر آ رہا تھا جس کی وجہ توحید کا فقدان اور شرک اور بت پرستی کا ظہور تھا۔

زرتشت کو خدائی صفات سے متصف کر کے معبودان باطلہ میں شمار کر لیا تھا۔ نیکی اور بدی کے دو معبود یزدان و اہرمن کے نام سے پوجے جاتے تھے۔ سورج۔ چاند۔ تارے آگ۔ حجر و شجر کی پرستش کی جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کچھ صدیاں قبل مانی نے مسیحیت اور مجوسیت کی آمیزش سے ایک نیا مذہب بنایا۔ جس کے فلسفہ نور و ظلمت میں ایرانی قوم پھنس کر رہ گئی[1]۔ اس کی تعلیم یہ تھی کہ دنیا سے قطع تعلق کر کے جنگلوں اور ویرانوں میں زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ اور ترک ازدواج سے نسل انسانی کو منقطع کر دیا جائے تاکہ بدی کا خاتمہ ہو جائے[2]۔

ایران میں مزدک کی تعلیم کا زور تھا۔ جس نے عورتوں کو مشترکہ جائداد قرار دیا۔ اور ہر قسم کی بدی کے راستے کھول دیئے۔ باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا جائز تھا[3]۔

---

[1] کتاب الفہرست ابن ندیم ذکر مانی

[2] تاریخ غرر اخبار الفرس ثعالبی مطبوعہ پیرس صفحہ ۵۰۲

[3] تاریخ غرر اخبار الفرس ثعالبی مطبوعہ پیرس صفحہ ۲۷

89567

Marfat.com

یزدگرد ثانی جو پانچویں صدی عیسوی کے وسط میں ایران کا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی بیٹی سے شادی کی۔ اور پھر اس کو قتل کر ڈالا[1]۔

مشاہیر پرستی بھی رائج تھی۔ ان کی الوہیت کے گیت گائے جاتے تھے۔

ملک کو رومی عیسائیوں کی دائمی جنگ اور اندرونی بدنظمیوں اور باہمی آویزش نے تباہ و برباد کر دیا ہوا تھا۔ آفتاب رسالت کے ظہور سے قبل قباد اوّل بن فیروز بادشاہ تھا۔ اس کو رعایا نے قید کر دیا[2]۔ وہ قید خانے سے بھاگ کر تاتاریوں کے پاس چلا گیا۔ اور ان کی نصرت اور مدد سے دوبارہ تاج حاصل کیا۔

۵۳۱ء میں قباد کی جگہ خسرو نوشیرواں نے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ اس نے مزدکی فتنہ کو نوک تلوار سے دبا دیا۔ لیکن لوگوں کے دلوں کو شمع نور سے روشن نہ کر سکا۔ اس کا لڑکا نوشزاد عیسائیت کی طرف مائل تھا۔ باپ نے بیٹے کو قید میں ڈال دیا۔ اور وہ قید سے فرار ہوا اور ایک عیسائی لشکر لے کر زردشتیوں سے لڑا اور مارا گیا۔

۵۷۹ء میں خسرو نوشیرواں نے وفات پائی اور زمام حکومت ہرمز چہارم کے ہاتھ میں آئی۔ لیکن بیرونی حملوں کے ساتھ اندرونی بدنظمی باہمی آویزش بادشاہ امراء اور رؤساء کی عیش پرستی اور عوام کے اخلاقی تنزل نے ملک کو تباہی اور بربادی سے ہم کنار کر دیا ہوا تھا۔ آخر مسلمانوں نے ۶۳۶ء میں ایران فتح کر کے رہی سہی جاہ و حشمت اور وقار کو ختم کر دیا۔

سر جان میلکم فتح ایران کے متعلق حسب ذیل رائے دیتے ہیں۔

"یزدجرد ثالث کا عہد حکومت اس لیے یادگار ہے۔ کہ اسی زمانہ میں فارس کی قدیم شہنشاہی کا تختہ برہنہ تن "سوسمار خواروں" کے ایک دستہ نے الٹ دیا کہ اسی تحقیر آمیز لقب کے ساتھ عرب قبائل کے یہ مغرور ہمسایہ ان کا ذکر کرتے تھے۔ اس انقلاب عظیم کی علت کوئی معمولی سبب نہیں ہو سکتا۔ (مسلمان) فارسی مؤرخین کچھ تو اپنے حب وطن اور کچھ اپنی وہم پرستی کی بنا پر اس واقعہ کو ایک معجزہ عظیم خیال کرتے ہیں۔ جس کے ذریعہ سے خدا نے محمدؐ کی صداقت کو ظاہر کر دیا۔ لیکن جو لوگ دنیاوی حیثیت سے اس واقعہ پر غور کرتے ہیں انہیں فوراً

---

[1] مورخوں کی تاریخ عالم جلد ۸ صفحہ ۹۴
[2] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳

Marfat.com

نظر آجاتا ہے کہ فارس کی ایسی سلطنت جو عیش پرستی کے ہاتھوں لاغر و نحیف ہو چکی ہو۔ جس میں اندرونی مناقشات کے باعث بدنظمیاں پھیلی ہوئی ہوں۔ جو بیرونی محاربات سے یکسر خستہ و ناتوان ہو۔ اور جو اپنی کبر سنی اور نقاہت سے قعر زوال کی جانب خمیدہ پشت ہو۔ اس کے لیئے پُر جوش **"قزاقان عرب"** کی مدافعت کرنا سخت دشوار تھا[1]

روم

ایرانی سلطنت کے مقابل دنیا کی دوسری سب سے بڑی طاقت رومیوں کی حکومت تھی۔ جولیس سیزر اس ملک کا شہنشاہ تھا۔

۳۲۵ء میں رومی سلطنت کے مشرقی و مغربی دو حصے ہو گئے۔ مشرقی حصہ کا بادشاہ قسطنطین تھا۔ اس نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔

۳۳۷ء میں قسطنطین کی وفات پر مذہبی باہمی آویزش کے ساتھ ساتھ رومیوں کی خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ اعیان حکومت مختلف گروہوں میں بٹ گئے۔ اور قتل و غارت۔ خونریزی کا بازار گرم ہو گیا۔ سلطنت مختلف صوبوں میں تقسیم ہو گئی۔ نااہل اور خودغرض فرمانرواؤں کو دیکھ کر ایک طرف گوتھ وینڈال وغیرہ قوموں نے حملے کر دیئے۔ دوسری طرف خود دور افتادہ صوبوں کی رعایا نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس سیاسی غیر استحکامی کا یہ نتیجہ نکلا کہ پانچویں صدی عیسوی کے آخر میں سلطنت روم کا مغربی حصہ جو برطانیہ اور فرانس وغیرہ پر مشتمل تھا۔ بالکل الگ ہو گیا۔ اور حکومت کا دارالخلافہ دشمنوں کے حملہ سے محفوظ و مصئون نہ رہ سکا[2]

گبن سلطنت روم کے متعلق لکھتا ہے۔

"رومن حکومت مخالفین کی نظروں میں روز بروز زیادہ کمزور اور خود اپنی رعایا کی نظر میں ظالمانہ اور ناقابل برداشت ہوتی جاتی تھی۔ کفایت شعاری جتنی زیادہ ضروری ہوتی جاتی تھی۔ اسی نسبت سے اس کی جانب بے اعتنائی بڑھتی جاتی تھی۔ اور جس نسبت سے رعایا کے مصائب روز افزوں تھے۔ اسی نسبت سے ٹیکسوں میں اضافہ ہوتا جاتا تھا[3]

---

[1] منکم صاحب کی تاریخ ایران جلد اوّل صفحہ ۱۳۳ و ماخوذ سیرۃ النبی جلد چہارم مصنفہ سید سلیمان ندوی صفحہ ۲۱۷

[2] تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روم مصنفہ گبن جلد دوم باب ۳۶ ۳۸۶

[3] ایضاً صفحہ ۱۷۶

امراء و رؤساء نے اپنی عیش پرستی کے مصارف کا بوجھ رعایا کے ضعیف کندھوں پر ڈال دیا۔ رعایا غریب سے غریب تر ہوتی گئی۔ ان میں محصول کی ادائیگی کی بھی ہمت نہ رہی۔ حکومت محصول اور ٹیکس کی وصولی کے لیئے جبر و استبداد سے کام لیتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رعایا کے دلوں میں حکومت کے خلاف سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ چنانچہ گبن لکھتا ہے۔

ار اگر اس وقت روم کے تمام بیرونی وحشی مخالفین فنا بھی ہو جاتے تو ان کی مجموعی معدومیت بھی سلطنت کے مغربی بازو کو زوال و بربادی سے نہیں بچا سکتی تھی۔[1]

پانچویں صدی کے آخر پر مغربی حصّہ کے الگ ہو جانے کے بعد مشرقی صوبوں کی یعنی ڈینیوب سے لے کر دجلہ و نیل تک کی سرزمین روم کے تخت تک رہ گئی تھی۔ اس کی بھی حالت نازک اور ابتر ہوتی چلی جا رہی تھی۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ رومن فوج کی مجموعی تعداد جو ایک زمانہ میں ۶۴۵۰۰۰ تھی۔ اب شاہ جسٹینین کے زمانہ میں (۵۲۷ء) اس کے چوتھائی حصّہ سے بھی کم رہ گئی تھی یعنی کل ۱۵۰۰۰۰ رہ گئی تھی۔ ان میں بھی سپاہیانہ روح مفقود تھی۔ رعایا غربت کے چنگل میں پھنسی ہوئی تھی۔ امراء و رؤساء رشوت ستانی۔ عیش و عشرت میں مبتلا تھے۔ فوجی افسر باہمی آویزش و حسد میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس پر طرہ یہ کہ بیرونی دشمن سلطنت روم کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ روم اور ایران میں مدت سے جنگوں کا غیر متناہی سلسلہ جاری وساری تھا۔ پھر لومبارڈس گوتھس ونڈالس وغیرہ کے حملوں نے روم کی رہی سہی طاقت جاہ و حشمت اور بھی پامال کر دیا۔

اہل روم کی سیاسی اور اخلاقی حالت کا مطالعہ کرنے کے بعد جب ہم ان کے مذہبی پہلو پر نظر دوڑاتے ہیں۔ تو رعایا ستاروں۔ دیوتاؤں اور بتوں کی پوجا پاٹ میں مصروف تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے عیسائیت قبول کی تھی۔ وہ حضرت عیسیٰ کی الوہیت اور بشریت کی بحثوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ سنہ ۵۱۲ء میں خود عیسائیوں کے دو گروہوں میں مذہبی جنگ چھڑ گئی جس میں ۶۵۰۰۰ عیسائیوں کو شہید کر دیا گیا۔[2]

---

[1] تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روم مصنفہ گبن جلد ۲ صفحہ ۴۶۱

[2] گبن کی تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روم جلد ۳ صفحہ ۳۴۴

Marfat.com

عیسائیت کئی فرقوں میں بٹ گئی۔ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کے خون کا پیاسا تھا۔ پادریوں نے اپنے مذہبی منصب کو جاہ و حشمت کے حصول کا ذریعہ بنایا ہوا تھا۔ ہر پادری دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیئے ہر ممکن سعی کرتا۔ اور ان پادریوں میں ہر قسم کی برائی سرایت کر چکی تھی۔ ان کی سیاہ ترین بدکاریوں کا ایک عیسائی نے یوں نقشہ کھینچا ہے کہ کنواریاں پادریوں کے پاس اقرار گناہ کے لیئے جاتیں مگر کنواریاں واپس نہ آتیں۔

پادریوں کا ایک اسقف اعظم سینٹ سرل جو اپنی سنگ دلی اور سفاکیوں کی وجہ سے مشہور ہے ایک مرتبہ اس نے اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کر دیا۔ ان سب کو جلا وطن کر دیا۔ ان کا مال و اسباب لوٹ لیا۔ ان کے معابد پیوست خاک کر دیئے۔ سرل کا حریف ارسٹس نامی پادری تھا۔ ایک روز وہ ایک راستہ سے گزر رہا تھا۔ تو ۵۰۰ راہبوں کی جماعت نے اس پر دھاوا بول دیا۔ اور قتل کر دیا۔[1]

سرل کی ایک خاتون دوست ہیلشیا نامی تھی۔ ایک روز وہ اپنی درس گاہ سے واپس گھر لوٹ رہی تھی۔ راہبوں کی ایک جماعت نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کو برہنہ کر کے شہر کی گلی کوچوں میں گھسیٹا۔ پھر اسے کلیسا میں لائے۔ جہاں پادری پیٹر کے گرز سے قتل کر دیا گیا۔ پھر اس کے بعد اس کا گوشت ہڈیوں سے جدا کیا گیا۔ نعش کے ٹکڑے ٹکڑے کیئے گئے۔ اور بعد میں ان کو آگ میں ڈال دیا گیا۔[2]

یعقوبی۔ نسطوری اور دوسرے فرقے جو سرکاری عیسوی مذہب سے الگ تھے۔ وہ دور افتادہ صوبوں اور ملکوں میں پناہ ڈھونڈتے تھے۔ نائیس کی کونسل کے بعد ذریوس اور اس کے حریفوں میں ایک مستقل مذہبی جنگ چھڑ گئی۔ ایک بشپ اس زمانہ کی عیسائیت کے متعلق لکھتا ہے کہ اندرونی فسادوں کے سبب سے آسمانی سلطنت پوری ابتری بلکہ عین دوزخ کا نمونہ بن رہی تھی۔ سر ولیم میور لکھتا ہے کہ ساتویں صدی کی عیسائیت خود گری ہوئی اور بگڑی ہوئی تھی۔ اس کو باہم لڑنے جھگڑنے والے فرقوں نے نکما کر رکھا تھا۔ اور ابتدائی زمانہ کے پاک اور فراخ ایمان کی جگہ توہم پرستی کی بیہودگیوں نے لے لی تھی۔

---

[1] گبن جلد ۳ صفحہ ۲۲۷

[2] گبن جلد ۳ صفحہ ۲۲۰

Marfat.com

سیل صاحب ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ۔

"گرجا کے پادریوں نے مذہب کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تھے۔ اور امن محبت اور نیکی کو مفقود کر دیا تھا۔ اصل مذہب کو بھول گئے تھے۔ اور اس کے متعلق اپنی خیالی آرائیوں پر جھگڑتے تھے۔ اس تاریک زمانہ میں اکثر وہ توہمات جو رومن چرچ کے لیئے باعث ننگ ہیں مذہبی صورت میں قائم کیے گئے۔ مخصوص ولیوں اور مجسموں کی پرستش نہایت بے شرمی سے ہونے لگی۔ نائیس کی کونسل کے بعد مشرقی چرچ روزانہ کے مناظرات میں مشغول ہو گیا۔ اور ایرینس سبلینس نسطورینس اور یوٹیکینس کے جھگڑوں میں ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ انصاف علانیہ فروخت کیا جاتا تھا۔ اور ہر طرح کی بدعنوانیاں ہوتی تھیں ۔

مغربی چرچ میں ڈیمس اور ارسینی نس نے بشپ کی جگہ حاصل کرنے کے لیئے قتل تک نوبت پہنچا دی اور آخر ڈیمس کو فتح ہوئی۔ اس موقعہ پر کہا جاتا ہے کہ سی سی نینس (SiCiNiNUS) کے گرجا میں ایک روز ۱۳۷ آدمی قتل کیئے ہوئے پائے گئے۔ اور کوئی حیرت نہیں کہ یہ لوگ ان جگہوں کے اسقدر خواہاں ہوتے تھے۔ اس لیئے کہ اس ذریعہ سے ان کو گراں بہا تحفے ملتے تھے۔ اپنی گاڑیوں پر نہایت تزک و احتشام سے نکلتے تھے۔ اور ان کے دستر خوان پر بادشاہوں سے زیادہ شان و شوکت ہوتی تھی۔

ان مناقشات کا سبب زیادہ تر شہنشاہ ہوا کرتے تھے جسٹینین کے وقت یہ حالت اور زیادہ خراب ہو گئی۔ اس کے نزدیک اپنے عقیدہ کے مخالفوں کو مار ڈالنا کوئی جرم ہی نہ تھا۔

بادشاہوں اور پادریوں میں عقائد اور اخلاق کی جو خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ عوام کی حالت بھی متبذل ہو گئی۔ ان کا مقصد صرف روپیہ پیدا کرنا رہ گیا۔ خواہ کسی ذریعہ سے ہو۔ اور اس روپیہ کو وہ نفاست اور عیاشی میں اڑاتے تھے۔

عقائد کی خرابی کے علاوہ روم اور فارس کی سلطنتیں بھی کمزور ہو گئی تھیں۔ شہنشاہ قسطنطین کے بعد روم کی سلطنت روز بروز کمزور ہوتی گئی۔ عام طور پر اس کے جانشین بزدلی اور مظالم کے لیئے مشہور تھے۔ آنحضرت صلعم کے وقت تک ملک کا مغربی حصہ گاتھ لوگوں (GOTHS) نے روند ڈالا تھا .... یونانیوں کی عیش پسندی اور اخلاقی خرابیوں نے ان کی قوت کو زائل کر دیا تھا

Marfat.com

یہ تو روم کے مشرقی حصہ کی مذہبی حالت تھی۔ مغربی حصہ کی حالت اس سے بھی زیادہ خراب تھی۔ مذہبی مناصب کے حصول کے لیے کشت و خون جائز اور روا سمجھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک اعلیٰ مذہبی عہدہ کے لیے دو پادریوں کے درمیان لڑائی ہوئی۔ تو صرف ایک دن میں ۱۳۷ آدمی قتل ہوئے[1]

پادریوں کے دستر خوانوں پر جو اغذیہ رہتی تھیں وہ بادشاہوں کو بھی نصیب نہیں ہوتی تھیں[2]

بادشاہوں اور پادریوں کی بدکرداری اور بداخلاقی کا اثر عوام میں بھی سرایت کرنے لگا وہ بھی ہر قسم کی بدی میں مبتلا ہو گئے۔

مذہبی لوگ صرف اخلاق اور کردار میں ہی اسفل السافلین کی حالت تک نہیں پہنچے تھے۔ بلکہ لوگوں کے سامنے خدائی روپ میں جلوہ گر ہوئے۔

قرآن مجید میں اسی حالت کا ذکر اس آیت میں آتا ہے۔

"اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ"

یعنی انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا ہے۔

اس زمانہ کی عیسائیت میں دینداری کا سب سے اہم اور ضروری جزو رہبانیت تھی۔ ہر قسم کی تکلیف اور ایذا میں اپنے آپ کو تمام عمر مبتلا رکھنا بہترین ریاضت سمجھی جاتی تھی۔ اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ اعزہ و اقارب کو دینداری اور تقویٰ شعاری میں روک سمجھا جاتا تھا۔

مصر کی حالت

مصری تمدن کی عظمت اور تفوق اہرام مصری ابوالہول کے مجسمے اور موجودہ زمانہ میں آثار قدیمہ سے برآمد ہونے والی اشیاء ظاہر کرتی ہیں۔ مصر ایک زرعی ملک ہے۔ جب مصریوں کی سیاسی قوت میں ضعف اور کمزوری آئی۔ تو رومیوں۔ ایرانیوں اور یونانیوں نے پے در پے

---

[1] سیل صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن مقدمہ صفحہ ۲۶۔

[2] ایضاً

Marfat.com

چلے گئے۔ اور ملک مصر پر قابض ہو گئے۔ فاتحین رعایا کو چوپایوں سے زیادہ ذلیل سمجھتے تھے۔ جو عیوب حکمران طبقے میں موجود تھے۔ وہ سب محکوم طبقے میں بھی سرایت کر گئے تھے۔ انسانیت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔

مصر کا ایک بڑا طبقہ عیسائیت قبول کر چکا تھا۔ لیکن وہ عیسائیت کی اصل روح سے دور تھے۔ اور ایک طبقہ بتوں کے سامنے سجدہ ریز تھا۔

ہندوستان کی حالت

مؤرخین ہندوستان کی تہذیب و تمدن کو پانچ ادوار میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک ہندو ویدک کا دور جو دو ہزار سال قبل مسیح سے لیکر تقریباً چودہ سو سال قبل مسیح تک رہا۔ دوسرا دور وہ دور ہے۔ جس میں کوروؤں اور پانڈوؤں کی لڑائیاں لڑی گئیں۔ جو چودہ سو سال قبل مسیح سے لے کر تقریباً ایک ہزار سال قبل مسیح تک رہا۔ تیسرا دور علم و ہنر کا دور ہے۔ جس میں ہیئت ریاضی۔ فلسفہ وغیرہ علوم میں ہندیوں نے کمال دکھایا۔ جو ایک ہزار سال قبل مسیح سے لے کر تیسری صدی قبل مسیح کے نصف تک رہا۔ چوتھا دور بدھ مذہب کا ہے۔ جس میں اس مذہب کو عروج حاصل ہوا۔ اور دو سو پچاس سال قبل مسیح سے لے کر پانچویں صدی عیسوی کے خاتمہ تک رہا۔ پانچواں دور پیُرانک دور کہلاتا ہے یہ دور تقریباً پانچویں صدی کے اواخر سے لے کر مسلمانوں کی فتح ہند تک قائم رہا۔

مؤرخین کا بالاتفاق اجماع ہے کہ یہ دور ہندوستان کی تاریخ میں تاریک ترین دور تھا۔

اس دور کی نمایاں اور اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) ہر قسم کا شرک کمال پر تھا۔ چنانچہ وید میں ۳۳ دیوتاؤں کی تعداد تھی۔ اس دور میں بڑھتے بڑھتے دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ کروڑ ہو گئی[1]۔

(۲) اس دور میں ہندوؤں کے اندر بت پرستی عام تھی[2]۔ نیز سورج۔ چاند۔ ستاروں۔ پہاڑوں دریاؤں۔ حیوانوں کی پرستش کرنا اعتقادات میں شامل تھا۔

---

[1] آر سی دت کا "ہندوستان قدیم" جلد ۳ صفحہ ۲۷۶

[2] ایضاً صفحہ ۲۸۱۔

Marfat.com

(۳) ہندوؤں کے نگران و محافظین ہر قسم کی بداخلاقی میں مبتلا تھے۔ جو لاکھوں کروڑوں نا واقف پرستش کرنے والوں کو مذہب کے نام پر لوٹتے تھے[۱]

(۴) اس دور میں ذات پات کی تفریق شروع ہوئی۔ جو نظام معاشرت میں تباہ کن ثابت ہوئی[۲]

(۵) عورتوں کو اس دور میں غلام کی حیثیت دی جاتی تھی[۳]

(۶) ملک میں غیر منصف اور غیر معقول قوانین رائج تھے۔

الف۔ برہمن کو کسی بھی سنگین جرم میں سزائے موت نہ دی جا سکتی تھی۔

ب۔ کسی اونچی ذات کے مرد کا کسی نیچی ذات کی عورت کے ساتھ زنا کرنا جرم نہیں تھا۔

ج۔ اگر کوئی اچھوت ذات کا شخص کسی اعلیٰ ذات والے کو چھوئے تو اس کی سزا موت تھی۔

د۔ اگر کوئی نیچی ذات والا اپنے سے اونچی ذات والے کو مارے۔ تو اس کے اعضاء قطع کر دیئے جاتے تھے۔ اگر گالی دے۔ تو اس کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔ اگر اُسے تعلیم دینے کا دعوائے کرے تو گرم تیل اس کے منہ میں ڈالا جاتا تھا[۴]

ہ۔ شودر کے کان میں وید کی آواز پڑ جائے۔ تو اس میں سیسہ پگھلا کر ڈالنے کا حکم تھا۔

(۷) راجاؤں کے محلات میں شراب نوشی کثرت سے رائج تھی۔ رانیاں حالت نشہ میں ہی برہنہ ہو جاتی تھیں[۵]

(۸) شاہراہوں پر آوارہ گروہ اور جرائم پیشہ افراد جمع رہتے تھے[۶]

(۹) رہبانیت سب سے عمدہ عبادت تصور کی جاتی تھی۔ اور اپنے جسم کو سخت سے سخت ایذاء اور تکلیف دینا رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا تھا۔

۱؎ آر۔سی۔دت کی "ہندوستان قدیم" جلد ۳ صفحہ ۲۸۳ ۲؎ ایضاً صفحہ ۳۰۷
۳؎ ایضاً صفحہ ۳۳۱ ۴؎ ایضاً صفحہ ۳۴۳،۳۴۲ ۵؎ ایضاً صفحہ ۴۶۹
۶؎ ایضاً صفحہ ۴۶۹

Marfat.com

(۱۰) اخلاقی حالت سے ہندو قوم یہاں تک گر چکی تھی کہ ہر قسم کے افعال شنیعہ رشیوں اور بزرگوں بلکہ دیوتاؤں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اور کتب مقدسہ میں تحریف ہو کر یہ پلید اور ناپاک قصے ان میں داخل ہو گئے۔

(۱۱) شاکت مت جیسے فرقے پیدا ہو گئے۔ جس میں ماں بہن تک کی حرمت باقی نہ رہی۔ اور نیوگ کے رنگ میں اسے مذہب میں داخل کر لیا۔

(۱۲) مرد اور عورت کے مخصوص مقامات کی ننگی تصویریں مندروں میں رکھی جاتیں۔ اور مرد اور عورتیں انہیں دیکھتے اور عبادت کرتے۔

(۱۳) عورتیں قمار بازی میں ہاری جاتیں۔ ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے[۱]۔ وہ بیوہ ہو کر ہر لذت سے عمر بھر قانوناً محروم کر دی جاتی تھی۔ اور اسی لیئے خاوند کے مرنے پر بعض عورتیں زندہ آگ میں جل جانا پسند کرتی تھیں۔ لڑائی میں شکست کے خوف سے ان کو خود ان کے بھائی باپ اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتار دیتے۔

(۱۴) عورتیں فروخت کی جاتی تھیں۔

(۱۵) راجاؤں کی بیویوں کی کوئی مقدار قانوناً مقرر نہ تھی۔

(۱۶) دہم پرستی ان کے مذہب کا ایک جزو لاینفک بن چکی تھی۔

چین کی حالت

جن ممالک کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ یہ سب کے سب عرب کے ہر چہار سمت واقع ہیں۔ اور یہی متمدن اور ترقی یافتہ ملک سمجھے جاتے تھے۔ ان متمدن ممالک میں ملک چین کا بھی اضافہ ہو سکتا ہے۔ وہ بھی ایک سرسبز اور آباد علاقہ تھا۔ اگر اس زمانہ کے چین کی حالت کا مطالعہ کیا جائے تو اس ملک کی مذہبی، معاشرتی اور اخلاقی حالت مذکورہ ممالک سے بھی بدتر تھی۔ ترکستان۔ روس۔ یورپ میں بھی انسانی آبادی تھی۔ لیکن ان ممالک سے یا تو دنیا واقف نہ تھی۔ یا وہاں کے انسان حیوان نما تھے۔ جو ترقی سے کوسوں دور اور تہذیب و تمدن سے بالکل بے بہرہ تھے۔

---

[۱] مہابھارت کا قصہ کا آغاز مطالعہ کرو۔

Marfat.com

یہودیت

ہندو مذہب اور عیسائیت کے بگاڑ کا مختصر ذکر ہندوستان اور روم کے عنوان کے تحت آچکا ہے۔ یہودی قوم بھی دنیا کی عظیم اقوام میں سے ایک ہے۔ کیونکہ یہ خاص کی اولاد میں سب سے پہلے وحی الٰہی کی امانت دار بنی۔ پھر ان میں بے شمار نبی آئے۔ جنہوں نے حق اور صداقت کا پیغام دیا۔ اس وجہ سے ان کا ذکر بھی مناسب ہے کہ آفتاب رسالت سے قبل ان کی کیا حالت تھی۔ اور ان میں کیا کیا برائیاں سرایت کر گئی تھیں۔

(۱) یہودی علماء نے اپنے منشاء کے مطابق احکام الٰہی کو بدل دیا۔ اور اپنی تصنیفات اور اجتہادات کو کتاب الٰہی کا درجہ دیتے تھے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے۔

(ا) يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ (مائدہ ۶)

یعنی وہ الفاظ کو اپنی جگہ سے ہٹا دیتے ہیں۔

(ب) فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِندِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُم مِّمَّا يَكْسِبُونَ (بقرہ ۔ ۹)

پس ہلاکت ہو ان پر جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے۔ تاکہ وہ اس سے دنیا کا معمولی فائدہ اٹھائیں۔ تو ہلاکت ہے ان پر جو لکھتے ہیں اور ہلاکت ہو ان پر جو وہ کماتے ہیں۔

(۲) جاہل اور ان پڑھ سنے سنائے قصوں کو ہی روح مذہب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ۔ (بقرہ ۹)

اور ان میں سے بعض ان پڑھ ہیں۔ جن کو تورات کا علم تک نہیں۔ محض بناوٹی باتیں معلوم ہیں۔ وہ صرف ان کے خیالات ہیں۔

(۳) احکام خداوندی میں سے جو آسان اور ضرورت کے مطابق ہوتا۔ اس پر عمل کر لیتے۔ اور

Marfat.com

کے احکام کو پس پشت ڈال دیتے۔ قرآن مجید میں اس برائی کا ذکر اس طرح کیا گیا ہے۔

نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ (بقرہ ۱۲)

جن کو خدا کی کتاب دی گئی تھی۔ ان میں سے ایک فریق اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈالتا ہے۔ گویا کہ وہ جانتا ہی نہیں۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں یہود زنا کا مقدمہ لائے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تمہارے مذہب میں اس جرم کی کیا سزا ہے۔ یہود نے جواب دیا کہ ہماری شریعت میں مجرم کو کوڑے مارے جاتے ہیں۔ اور اس کی تشہیر کی جاتی ہے۔

آپ نے ان سے تورات طلب فرمائی۔ جب وہ لائے۔ اور اس جرم کے متعلقہ حکم کی آیات کو پڑھ کر سنانے لگے۔ تو درمیان سے سنگساری کا حکم چھپا دیا۔ مگر ایک نو مسلم یہودی عالم نے پڑھ کر بتا دیا۔ آپ نے فرمایا خداوندا میں پہلا شخص ہوں گا۔ جو تیرے مردہ حکم کو زندہ کردوں گا۔

(صحیح بخاری و مسلم۔ کتاب الحدود ابو داؤد باب رجم الیہودیین)

(۴) یہود نے مختلف زمانوں میں اپنے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب کی۔ ان کو ایذائیں دیں۔ اور بعض کو قتل تک کر ڈالا[1]۔ اسی وجہ سے ان کی ان زیادتیوں اور سرکشیوں کی وجہ سے بعض انبیاء علیہم السلام نے بد دعا کی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (مائدہ ۱۱)

بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا۔ ان پر داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور حد سے آگے بڑھتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے منع نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ کام کتنا برا ہے۔

---

[1] يقتلون النبيين بغير الحق ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون (بقرہ)
وہ ناحق انبیاء کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اس لیے کہ وہ نافرمان اور حد سے بڑھنے والے ہیں۔

Marfat.com

اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے زبور ۷۸ ، ۱۰۶ میں بنی اسرائیل کی نافرمانی کی وجہ سے بددعا کی ہے۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام نے انجیل متی ۲۳-۲۷-۳۲ میں بنی اسرائیل پر لعنت ڈالی ہے۔

(۵) ان کو یہ باطل وہم تھا کہ وہ خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اور قیامت کو ان کے گناہوں کی وجہ سے مواخذہ نہ ہوگا۔ اور جنت کی نعماء صرف انہیں کے لیئے ہیں۔ چنانچہ ان کے باطل وہم کے متعلق قرآن مجید میں آتا ہے۔

(ا) نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (مائدہ ۳)

ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

(ب) وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (بقرہ ۹)

اور کہا کہ ہم کو نار جہنم ہرگز نہیں چھوئے گی۔ لیکن چند روز

(ج) قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (بقرہ ۱۱)

کہدے کہ اگر آخرت کا گھر تمام لوگوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی لیئے ہے تو موت کی آرزو کیوں نہیں کرتے اگر تم سچے ہو۔

(۶) یہود نبوت کو اپنے لیئے ہی مختص کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن نے ان کے اس غلط عقیدہ کی تردید سورہ جمعہ میں کی ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (جمعہ ۱)

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دیتا ہے۔

(۷) یہود میں باہم آویزش اور مقاتلہ کا بازار گرم رہتا تھا۔ ناحق ایک دوسرے کی مدد کرتے تھے۔ پھر کوئی قیدی ہو جاتا۔ تو اس کو فدیہ دے کر چھڑا بھی لیتے تھے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (بقرہ ۱۰)

Marfat.com

پھر تم ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے۔ اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو۔ اور ان کے خلاف گناہ اور ظلم سے مدد کرتے ہو، اور گروہ تمہارے پاس قیدی بن کر آئے تو تم فدیہ دے کر چھڑاتے ہو۔ حالانکہ ان کا نکالنا تم پر حرام تھا۔ کیا تم کتاب کے بعض حکموں کو مانتے اور بعض کا انکار کرتے ہو۔

(۸) طمع و حرص میں حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ جس وجہ سے ہر قسم کی برائی اور اخلاقی کمزوری میں مبتلا ہو چکے تھے۔ اگر وہ کسی عرب سے لین دین کرتے تو کبھی بھی دیانتداری نہ برتتے تھے۔ چنانچہ قرآن نے ان کی اس اخلاقی کمزوری کو یوں بیان کیا ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران - ۸)

اہل کتاب (یہود) میں سے بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کو ایک دینار بھی امانت رکھنے کے لیئے دو۔ وہ تم کو اس وقت تک واپس نہ دیں گے۔ جب تک تم ان کے سر پر کھڑے نہ رہو۔ اس لیئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ان جاہل عربوں کا ہم پر کوئی حق نہیں اور وہ جان بوجھ کر خدا پر جھوٹ بولتے ہیں۔

اور اسی طرح قرآن مجید نے ان کی بعض اور برائیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

(مائدہ ۹)

اور ان میں بہتوں کو تو دیکھے گا کہ وہ گناہ اور ظلم کرنے اور حرام کھانے میں ایک دوسرے سے بڑھ جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کتنا ہی برا ہے۔ جو وہ کرتے ہیں۔

(۹) سونے ان کے دلوں کو سنگ دل بنا دیا ہوا تھا۔ اور کسی معصوم بچے کے زیور کو اتارنے کے لیئے اس کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ ...

Marfat.com

وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (نساء ۲۲)

اور ان (یہود) کے سود لینے کے سبب سے حالانکہ وہ اس سے روکے گئے ہیں اور لوگوں کا مال ناجائز طریقوں سے کھانے کی وجہ سے۔

(۱۰) وہم پرست تھے۔ تعویذ گنڈے کو بیچ سمجھتے تھے۔ لبید اعصم وغیرہ مدینہ میں بہت سے عامل تھے جو کنگھیوں اور بالوں میں منتر پڑھ کر پھونکتے تھے۔[1]

(۱۱) عیسائیوں کے نقش قدم پر چل کر یہود نے بھی عزیر کو خدا کا بیٹا بنا لیا تھا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ (توبہ ۵)

یعنی یہود نے کہا کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے۔

دراصل توحید ہی تمام نیکیوں کی جڑ ہے۔ جب یہ جڑ ہی خشک ہو جائے۔ تو نیکیوں کی شاخیں کیسے سرسبز رہ سکتی ہیں۔

یہود کی سیاسی حالت یہ تھی کہ ان کا مذہبی مرکز ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ عرب کے باہر مختلف سلطنتوں میں پراگندہ رہتے تھے۔ اور حصول زر ہی اپنا مطمح نظر بنایا ہوا تھا۔

---

[1] صحیح بخاری جلد دوم کتاب الطب باب السحر ۱۲

Marfat.com

عہدِ جاہلیت

ظہورِ اسلام سے قبل عرب کی مذہبی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی اور سیاسی حالت

عرب کی اس حالت کا نام جو ظہورِ اسلام سے قبل تھی۔ قرآن مجید نے زمانہ جاہلیت رکھا ہے کیونکہ انسانیت مردہ ہو چکی تھی۔ روحانیت معدوم تھی۔ اور علم ناپید تھا۔ ہر قسم کی برائی علی الاعلان کی جاتی تھی۔ اور اس کو فخریہ مجالس میں بیان کیا جاتا تھا۔ اس برائی کی داستان ہمیشہ یاد رکھنے کے لیئے اشعار میں بیان کر دی جاتی تھی۔ اور بڑے بڑے میلوں میں وہ اشعار پڑھے جاتے تھے۔ اگر وہ فصاحت و بلاغت کا اعلیٰ مقام پاتے تو خانہ کعبہ میں آویزاں کر دئے جاتے۔ جن کو بعد کے اوبا نے معلقات کا نام دیا ہے۔

معلقات میں سب سے پہلا قصیدہ امرء القیس کا ہے۔ جس میں شاعر نے اپنی چچا زاد بہن عنیزہ کا معاشقہ بیان کیا ہے۔ پھر بھی ایک عیسائی مسلمانوں کو اس زمانہ کا نام ایام جاہلیت رکھنے پر ملزم ٹھہراتا ہے اور کہتا ہے کہ عربوں میں فن تحریر کا علم رائج تھا۔ اور فن شاعری اپنے کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ عربوں میں لکھنے کا رواج بہت شاذ و نادر تھا۔ حتیٰ کہ شعراء اپنے کلام کو محفوظ رکھنے کے لیئے راوی رکھتے تھے۔ جو شاعر کا کلام زبانی یاد رکھتا۔ صرف وہ قصائد احاطہ تحریر میں آئے۔ جو خانہ کعبہ میں آویزاں کیئے گئے شعر گوئی کو کسی قوم نے بھی معیارِ تہذیب نہیں ٹھہرایا بلکہ ہر ابتدائی سوسائٹی میں یہ دلچسپی کا ذریعہ ہوتی ہے کیونکہ اس وقت دلچسپی کے دوسرے سامان پیدا ہی نہیں ہوتے۔

عرب کی مذہبی حالت

عرب ایک اللہ کو ضرور مانتے تھے۔ مگر عملی رنگ میں نہیں۔ آج کل عرب کے جو قدیم کتبات

Marfat.com

دستیاب ہوئے ہیں۔ ان پر اللہ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ البتہ اللہ کی بجائے ھلہ لکھا ہوا ہے۔
چنانچہ مذاہب و اخلاق کی انسائیکلوپیڈیا میں پروفیسر نولدیکی کا جو قول نقل کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔

"اللہ جو صنعا کے کتبوں میں "ھلہ" لکھا ہوا ہے۔ نباتی اور دیگر قدیم باشندگان عرب شمالی کے نام کا ایک جزو تھا۔

مثلاً "زید اللھی" نباتی کتبات میں اللہ کا نام بطور ایک علیحدہ معبود کے نہیں ملتا۔ لیکن صفعا کے کتبات میں ملتا ہے۔ متاخرین مشرکین میں اللہ کا نام نہایت مستعمل ہے ولیاسن نے عرب قدیم کے لٹریچر میں بہت سی عبارتیں نقل کی ہیں جن میں اللہ کا لفظ بطور ایک معبود اعظم کے مستعمل ہوا ہے۔ نباتی کتبات میں ہم بار بار کسی دیوتا کا نام پاتے ہیں جس کے ساتھ اللہ کا لقب شامل ہوتا ہے۔

رفتہ رفتہ مابعد میں صرف ایک عظیم ترین معبود کے لیئے بطور علم کے مخصوص ہو گیا۔[1]

قرآن مجید نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ط قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (لقمٰن - ۳)

اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے۔ تو وہ ضرور ضرور کہیں گے کہ خدا نے۔ تم کہو کہ خدا کا شکر ہے۔

یہ بنیادی اصول حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم تھی۔ جو نسلاً عربوں میں چلی آ رہی تھی۔ لیکن مرور زمانہ سے عربوں میں بت پرستی رائج ہو گئی تھی۔ اس کا بانی عمرو بن لحی بن حارثہ بن امرء القیس بن ثعلبہ بن مازن بن ازد بن کہلان بن بابلیون بن سبا تھا۔ اس نے لڑ کر جرہم کو مکہ سے نکال دیا تھا اور خود حرم کا متولی ہو گیا۔

وہ ایک دفعہ شام کے کسی شہر میں گیا۔ وہاں کے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو پوچھا کہ ان کو کیوں پوجتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا۔ یہ حاجات پوری کرتے ہیں۔ جنگوں میں فتح دلاتے ہیں امساک باراں میں پانی برساتے ہیں۔ عمرو نے چند بت ان سے لیئے۔ اور خانہ کعبہ میں لا کر رکھ دیئے عرب کعبہ کی بہت تکریم کرتے تھے۔ اس وجہ سے تمام عرب میں بت پرستی عام ہو گئی۔

یاقوت حموی نے معجم البلدان (ذکر مکہ) میں تحریر کیا ہے کہ عرب میں عام بت پرستی

[1] جلد اوّل صفحہ ۲۶۴

کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ قبائل عرب حج کے لیئے آتے۔ واپس جاتے ہوئے حرم کے پتھروں کو اٹھا لیتے تھے اوران کو اصنام کعبہ کی صورت پر گھڑ کر ان کی پرستش کرتے تھے۔

بتوں کے متعلق ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ ہر قسم کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مختلف کاموں کی انجام دہی مختلف بتوں کے سپرد کر رکھی ہے۔

جیسا کہ جب **ابوجہل** مسلمانوں سے پہلی لڑائی لڑنے کے لیئے نکلنے لگا۔ تو کعبہ میں گیا اور بتوں سے فتح کی دعا مانگی۔

دوسرا عقیدہ یہ تھا کہ ان کی عبادت سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر)

ہم ان بتوں کی صرف اس وجہ سے عبادت کرتے ہیں۔ کہ ہم کو خدا کے قریب کردیں۔

بتوں سے شگون بھی لیتے تھے۔ وہ اس طرح کہ بتوں کے سامنے فال کے تیر پڑے رہتے تھے۔ ان میں سے ایک پر "نعم" یعنی ہاں اور ایک پر "لا" یعنی نہیں لکھا ہوا ہوتا تھا۔ جو کام کرنا چاہتے فال نکالتے۔ اگر "ہاں" کا تیر نکل آتا تو کام کرتے ورنہ باز رہتے۔ چنانچہ مشہور شاعر **امرء القیس** کا مشہور قصہ ہے کہ جب اس کا باپ قتل کیا گیا۔ تو اس نے عربوں کے دستور کے مطابق بت کے سامنے جا کر فال نکالی کہ وہ اپنے والد کے خون کا قصاص لے یا نہیں جب اس نے تین مرتبہ فال نکالی تو ہر مرتبہ ہی "لا" والا تیر نکلا۔ تب اس نے غصے میں تیر کو پھینک دیا اور بت کو مخاطب ہو کر کہا۔ کم بخت اگر تیرا باپ مارا جاتا تو پھر قصاص کے لیئے "لا" کا حکم نہ دیتا۔ یہ تو عیاش آزاد منش شاعر تھا۔ ورنہ عربوں کی کیا مجال کہ بتوں کے سامنے دم بھی مار سکیں۔

بت پرستی کے عقیدہ میں یہ بھی رسم داخل ہوگئی تھی کہ بتوں کے نام پر جانوروں اور انسانوں کی قربانیاں دی جاتی تھیں۔ رسول کریم صلعم کے جدامجد **عبدالمطلب** نے جو اپنے صاحبزادہ عبداللہ کی قربانی کرنا چاہی تھی۔ اسی رسم کی تقلید تھی۔

بتوں کے نام پر بحیرۃ۔ سائبۃ۔ حام کے نام سے سانڈ چھوڑ دیئے جاتے تھے۔ جن پر سواری کرنا حرام سمجھا جاتا تھا۔

عرب بتوں کا حج اور ان کے پاس حلفیہ معاہدے بھی کرتے تھے۔ عبدالعزیٰ مزنی کہتا ہے

Marfat.com

اِنِّی حلفت بیمین صدقٍ برّۃ بمناۃ عند محل آل الخزرج
یعنی میں نے مناۃ کی سچی قسم کھائی اہل خزرج کے احرام اتارنے کی جگہ کے پاس

عرب میں ہر قبیلہ کا الگ الگ بت تھا۔ جس کی وہ پرستش کرتے تھے۔ خاص خانہ کعبہ اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت تھے[۱]۔ ان میں سے قرآن مجید میں چند ایک کے نام بتائے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔

لات۔ عزّیٰ۔ مناۃ۔ یغوث۔ یعوق۔ نسر۔ وُدّ۔ سواع۔ بعل۔

پرانے مؤرخوں نے بتوں کے بہت نام ذکر کیے ہیں۔ ہشام کلبی کی کتاب الاصنام میں جو اس موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ تقریباً تیس بتوں کے نام ہیں۔

علامہ زکی پاشا جنہوں نے کلبی کی اس کتاب کو ۱۹۲۴ء میں تحشیہ اور تکملہ کے بعد شائع کیا انہوں نے تکملہ میں چھیالیس[۴۶] نام اور بڑھائے ہیں

یمن اور حجاز میں آثار قدیمہ کے محققوں نے زمانہ جاہلیت کے جو کتبے معلوم کیے ہیں اور پڑھے ہیں۔ ان میں المقہ۔ عشتار۔ نکرہ۔ قینان وغیرہ بتوں کا پتہ لگایا ہے[۲]۔

ستارہ پرستی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے قبل عرب میں ستارہ پرستی بھی خوب رائج تھی۔ ان میں سب سے اہم سورج اور چاند تھے۔ اسی وجہ سے قرآن نے ان کی عبادت سے روکا ہے۔ فرمایا لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (حم السجدہ ۵) نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ اس کے بعد عربوں میں شعریٰ کی بڑی قدر تھی۔ اسی لئے قرآن مجید نے کہا۔

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰی (نجم ۳) اور وہی خدا شعریٰ کا رب ہے

---

[۱] صحیح بخاری باب فتح مکہ۔

[۲] مولانا سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن کی دوسری جلد میں ان معلومات کو جمع کیا ہے اسی طرح سیرۃ النبی کی جلد چہارم میں بتوں کے نام اور ان قبائل کا نام جو ان کو پوجتے تھے درج کیے ہیں۔

Marfat.com

صاعد اندلسی نے اپنی کتاب طبقات الامم میں۔ ان قبائل کے نام اور جن جن ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے نام بیان کیئے ہیں۔

قبیلہ حمیر سورج کو پوجتا تھا۔ کنانہ چاند کو تمیم دبران کو لخم اور جذام مشتری کو طیٔ سہیل کو قیس شعری العبور کو اور اسد عطارد کو پوجتے تھے۔

عرب میں بعض ایسے لوگ بھی تھے۔ جو خدا کے تو قائل تھے۔ لیکن روز جزا و سزا کے منکر تھے۔ ان کے جواب میں قرآن مجید نے فرمایا ہے۔

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ (یٰسین ۵)

کہدو کہ ہڈیوں کو وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ جس نے پہلی دفعہ پیدا کیا تھا

بعض عرب قیامت کے قائل تھے۔ لیکن نبوت کے منکر تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل)

کہتے ہیں کہ کیا خدا نے آدمی کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔

عرب میں ایک گروہ ایسا تھا جو خدا کو نہیں مانتا تھا بلکہ ان کے نزدیک زمانہ ہی سب کچھ تھا۔ ان لوگوں کے بارے میں قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَ

مَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ ۳)

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے۔ یہی ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں۔ اور ہم کو صرف زمانہ ہی مارتا ہے۔

ملائکہ کی الوہیت

اہل عرب ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ لَيُسَمُّونَ الْمَلَائِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنثَىٰ (سورہ نجم ۲)

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں۔

Marfat.com

اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى . تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى (سورہ نجم ۱)

یعنی تمہارے تو لڑکے ہوں۔ اور خدا کی لڑکیاں یہ تو کچھ اچھی تقسیم نہیں۔

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا

اور نہ خدا تم کو حکم دیتا ہے کہ فرشتوں اور نبیوں کو رب ٹھہراؤ (آل عمران ۸)

اسی طرح فرشتوں کے متعلق اہل عرب کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ وہ روز محشر کو اپنے پرستاروں کی سفارش کریں گے۔ خدا نے ان کے اس باطل عقیدہ کی تردید کی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا (نجم ۲)

اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں کہ ان کی سفارش خدا کی اجازت کے بغیر کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔

جنّات کی الوہیّت

اہل عرب جنّوں کو بھی خدا کا عزیز و قریب تصور کرتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا (صفّت)

اور مشرکوں نے خدا اور جنّوں کے درمیان رشتہ داری بنالی ہے۔

اسی وجہ سے وہ جنّات کو خدا کا شریک ٹھہراتے تھے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ (انعام)

اور انہوں نے جنّوں کو خدا کا شریک بنایا ہے۔ حالانکہ وہ خدا کی مخلوق ہیں۔

چنانچہ زمانہ جاہلیت میں اہل عرب جنات کی پوجا کرتے تھے۔

بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا ۵)

بلکہ وہ جنوں کو پوجتے تھے۔ اور ان میں سے اکثر انہیں پر ایمان رکھتے تھے۔

Marfat.com

جنات، شیاطین وغیرہ کے متعلق اعتقاد

جنات۔ شیاطین اور بھوت پ... کے متعلق ان کے عجیب و غریب خیالات تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مخلوق اپنی صورتیں ...اس بدل کر مسافروں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ان کا نام وہ غول رکھتے تھے۔ اور مؤنث کا نام ...لاۃ۔ اس سے مرد شادیاں بھی کرتے تھے۔ اور ان سے اولاد بھی ہوتی تھی۔ بلقیس ملکہ یمن ان کے زعم میں سجلاۃ کے بطن سے پیدا ہوئی تھی۔

زمانہ جاہلیت کے شعرا کے کلام سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ مخلوق صحرانشین بدوؤں کی مجلسوں میں شریک ہوتی۔ موسم سرما میں جب خانہ بدوش آگ جلا کر تاپتے تھے تو یہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ جاتی۔ لیکن ان کے ساتھ کھانے پر شریک نہیں ہوتی تھی۔ ان کے خیال کے مطابق بچوں اور جوانوں کو اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اس مخلوق کے اختلاف صورت اور اشتغال کی وجہ سے ان کے الگ الگ نام پڑ گئے تھے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے۔ کہ جو مسافروں کو صورت بدل کر دھوکا دیتے تھے۔ ان کا نام غول تھا۔ جو جنگلوں میں چھپے رہتے تھے۔ ان نام اجنتر تھا۔ جو آدمیوں کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے۔ ان کا نام عامر تھا۔ جو بچوں کو ستاتے اور تکلیف دیتے تھے۔ ان کو روح کہتے تھے۔ جو زیادہ شریر ہوتے ان کو شیطان کہتے۔ جو حد سے بڑھ کر شریر ضرر رساں ہوتے۔ ان کا نام عفریت رکھتے ہے۔

کہانت

عرب میں بے شمار کاہن ... کے جاننے اور غیب کی خبروں پر اطلاع رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے۔ جو ... کی خبر دے اس کو کاہن کہتے تھے۔ جو آیندہ حالات کے متعلق خبر دے اس ک... جاتا تھا۔ اہل عرب کا اعتقاد اور خود ان کاہنوں کا بھی دعویٰ تھا کہ ان ... ایک جن رہتا ہے۔ جو ان کو غیب کی خبریں بتاتا ہے۔

عرب کے کاہنوں میں۔ ... ی جذیمہ۔ ابرش۔ شق۔ سطیح۔ عزی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔

Marfat.com

یہ کاہن تمام مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ بھی کرتے تھے۔ اس وجہ سے تمام عرب پر ان کا اثر چھایا ہوا تھا۔

کاہن بڑے تکلف سے مقفی اور مسجع کلام کرتے۔ جب آئندہ کے متعلق کوئی پیشین گوئی کرنے لگتے تو اپنے اوپر ایک خاص کیفیت طاری کر لیتے مصائب اور بیماریوں کے دور کرنے کی تدابیر بتانے کی اپنی کہانت کی اجرت لیتے۔ اس کا نام **حلوان الکاہن** تھا۔

اسی طرح غیب دانوں کی ایک قسم **ناظر** کہلاتی۔ جو آئینہ یا پانی سے بھرے ہوئے طشت میں دیکھ کر غیب کی خبریں بتاتے۔ یا حیوانات کی ہڈیوں اور جگہ وغیرہ کو دیکھ کر غیب کا حکم لگاتے۔ انہیں میں سے ایک قسم **طارقین** حصی بھی تھے۔ جو سنگریزے یا گٹھلیاں پھینک کر کوئی حتمی فیصلہ کرتے۔

انہیں میں سے ایک قسم تعویذ گنڈے کرنے والوں کی تھی۔ یہ سب کاہنوں میں شمار ہوتے لیکن ان کا مقام عراف اور کاہن سے کم سمجھا جاتا تھا۔

اس طبقہ میں عورتیں بھی ہوتی تھیں۔ جو کاہنہ یا عرافہ کہلاتی تھیں۔

توہم پرستی وضعیف الاعتقادی

دیووں اور پریوں کے قائل تھے۔ ان کا خیال تھا کہ پریاں مردوں پر عاشق ہو جاتی ہیں۔ اور یہ عورتوں سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ دیووں اور پریوں کے انسانی مردوں اور انسانی عورتوں کے ساتھ ملاپ سے اولاد بھی پیدا ہوتی ہے۔ جرہم۔ ملکہ بلقیس اور عمر بن یربوع کے متعلق ان کا خیال تھا کہ وہ اسی ملاپ کے نتیجہ میں پیدا ہوئے تھے۔

سانپ کو قتل نہ کرتے تھے۔ ان کا یہ اعتقاد تھا کہ سانپ مارا جائے تو اس کا جوڑا آکر بدلہ لیتا ہے[1]۔

اہل عرب کا یہ اعتقاد تھا کہ مرنے [illegible] ایک پرندہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس کو ہامہ کہتے تھے۔

---

[1] ابو داؤد مطبوعہ مجتبائی جلد ۲ صفحہ ۳۱۶

Marfat.com

ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ہر انسان کے پیٹ میں ایک سانپ ہوتا ہے۔ جب وہ سانپ بھوکا ہوتا ہے تو پسلی کی ہڈیوں سے گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر کسی عورت کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں۔ اور وہ عورت کسی شریف مقتول آدمی کی لاش کو اپنے پاؤں تلے روندے۔ تو پھر اس کے بچے زندہ رہینگے

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جن خرگوش سے زیادہ دوڑتا ہے۔ اس لیئے جنوں کے ضرر سے محفوظ رکھنے کے لیئے خرگوش کی ہڈی بطور تعویذ بچوں کے گلے میں ڈال دیتے تھے۔

جب کسی اونٹ کو خارش کا مرض ہوتا۔ تو تندرست اونٹ کو داغ دیتے۔ اور یقین رکھتے کہ اس کے اثر سے خارشی اونٹ تندرست ہو جائے گا۔

اسی طرح جب کوئی گائے پانی نہ پیتی تو نر کو مارتے۔

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ بیلوں پر جن سوار ہو جاتا ہے۔ اور مادہ کو پانی پینے سے روکتا ہے۔

سفر میں جاتے۔ تو کسی درخت کی شاخ میں رسی باندھ جاتے۔ سفر سے واپس آکر دیکھتے۔ اگر رسی کھلی ہوتی۔ تو سمجھتے کہ بیوی نے بدکاری کی ہے۔

اگر سفر میں راستہ بھول جاتے۔ تو کپڑے الٹے کر کے پہن لیتے اور سمجھتے کہ اس سے راستہ مل جائے گا۔

جب قحط پڑ جاتا۔ تو گائے۔ بھیڑ وغیرہ کی دم میں گھانس باندھ کر آگ لگا دیتے۔ تو سمجھتے کہ اس لیئے مینہ برسے گا۔

ان کا اعتقاد تھا کہ اگر کوئی لات و عزیٰ کو گالی دے گا تو اس کو برص یا جذام ہو جائیگا۔

ہاتھوں میں پیتل کی انگوٹھی پہنتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اس سے ضعف جاتا رہتا ہے۔

جب کام کرنا چاہتے تھے تو پہلے تیروں سے فال نکالتے۔ اگر "لا" یعنی نہیں والا تیر نکل آتا۔ تو کام سے رک جاتے اگر "نعم" یعنی ہاں والا تیر نکل آتا۔ تو کام کرنا شروع کر دیتے۔

اسی طرح کام کرنے سے پہلے شگون بھی لیتے۔ مثلاً اس وقت کوئی پرندہ دائیں جانب سے اڑتا تو نیک شگون لیتے۔ اگر بائیں جانب اڑتا تو بدشگونی سمجھتے۔ اور کام سے رک جاتے

Marfat.com

جس اونٹنی کے پانچ بچے ہو چکے ہوں۔ اور پانچواں نر ہو۔ اس کو بحیرہ کہتے اور اس کا کان چھید کر چھوڑ دیتے۔ وہ چرتی پھرتی کوئی بھی اس سے تعرض نہ کرتا۔

اگر بکری کا نر بچہ پیدا ہوتا۔ تو اس کو بتوں پر چڑھا دیتے۔ مادہ ہوتا تو اپنے لیئے رکھ لیتے۔ اگر دو بچے نر و مادہ پیدا ہوتے تو اس کی قربانی نہ کرتے۔ اس کا نام وصیلہ رکھتے۔

جس نر اونٹ کی جفتی سے دس بچے پیدا ہو چکے ہوتے۔ تو اس کو چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر بوجھ لادتے۔ اور نہ خود سوار ہوتے۔ اس کا نام حام ہوتا۔

جب کسی کے پاس ایک ہزار اونٹ ہو جاتے۔ تو ایک اونٹ کی آنکھ نکال دیتے تاکہ نظر نہ لگ جائے۔

ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جب کوئی شخص کسی بستی میں جائے۔ اور وہاں وبا پھیلی ہوئی ہو۔ تو اس کے دروازے پر کھڑا ہو کر خوب زور سے گدھے کی سی دس آوازیں نکالے۔ تاکہ وبا سے محفوظ رہے۔

جب کوئی شخص مرجاتا۔ تو ایک اونٹنی کو قبر کے پاس باندھ دیتے۔ اور وہیں وہ مرجاتی ان کا عقیدہ تھا کہ مرنے کے بعد ہر شخص قبر سے اٹھے گا۔ تو اسی اونٹنی پر سوار ہو گا۔

Marfat.com

عرب کی اخلاقی حالت

جنگ جوئی

عرب میں ہر وقت جنگ و قتال کا بازار گرم رہتا۔ بہت ہی معمولی بات پر لڑائی برسوں جاری رہتی۔ کئی کئی نسلیں تباہ ہو جاتیں۔ ہر خاندان دوسرے خاندان سے برسرپیکار رہتا۔ اگر کسی خاندان کا آدمی قتل ہو جاتا۔ تو مقتول کے بیٹے اور رشتے دار قاتل سے انتقام لینے کے درپے رہتے۔ جونہی موقع پایا۔ قاتل کو تلوار کی ضرب سے ابدی نیند سلا دیا۔

اس طرح ایک لڑائی کا سلسلہ غیر متناہی ہو جاتا۔ ان لڑائیوں کو مورخین ایام العرب کے نام سے پکارتے ہیں۔ جن کی تعداد حد سے تجاوز کر گئی ہے۔ میدانی نیشاپوری المتوفی ۵۱۸ھ نے کتاب الامثال میں اور ابن عبد ربہ نے اپنی مشہور کتاب عقد الفرید جلد ۳ میں مفصل حالات درج کیے ہیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور لڑائی عبس و ذبیان کی ہے۔ اس لڑائی کی وجہ یہ ہوئی کہ ان دو قبیلوں کے دو گھوڑے داحس اور غبراء کا دوڑ میں مقابلہ ہوا۔ ایک فریق نے گھوڑ دوڑ کے قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی کی۔ آخر کار لڑائی کی آگ مشتعل ہو گئی۔ جس نے اپنی لپیٹ میں دونوں قبیلوں کو چالیس سال تک رکھا

دوسری لڑائی "حرب بسوس" ہے۔ اس لڑائی کے آغاز کا سبب یہ ہوا۔ کہ بسوس نامی ایک قبیلہ کی عورت کی اونٹنی کلیب بن وائل کی چراگاہ میں جا پڑی۔ کلیب نے تیر چلایا۔ تو اس اونٹنی کے تھن زخمی ہو گئے۔ اونٹنی کے ایک زخم نے کلیب بن وائل کی جان لی۔ پھر بکر اور تغلب میں وہ لڑائی کے شعلے اٹھے۔ جس نے دونوں خاندانوں کے ہزاروں افراد کو بھسم کر کے رکھ دیا۔

بکر اور تمیم میں ایک چراگاہ کے معاملہ میں ایک خونریز لڑائی لڑی گئی۔ سلیم و غطفان کے عروسا میں عکاظ کے میلہ میں کچھ جھگڑا ہوا۔ چند دن کے بعد ایک قتل کیا گیا۔ اس کا انتقام

Marfat.com

لینے کے لیے خون کی ندیاں بہادی گئیں۔ مدینہ کے دو قبیلے اوس و خزرج تھے ان میں بھی خوفناک لڑائیاں ہوئیں۔ ان میں سے سب سے زیادہ مشہور یوم بعاث ہے۔ قریش مکہ کی مشہور لڑائیوں کا نام ایام فجار ہے۔ ایک اور مشہور لڑائی کا نام ذی قار ہے۔

ان لڑائیوں میں سفاکی اور بے رحمی کی یہ حالت تھی کہ جب ایک فریق دوسرے فریق پر غلبہ پالیتا۔ تو اس کے جوان بوڑھے۔ عیال و اطفال گرفتار کر لیے جاتے اور بلا امتیاز اور بلا تکلف سب کو قتل کر دیا جاتا۔

لڑائی عربوں کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ گھوڑے اور تلوار کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ شہسواری تلوار زنی اور نیزہ بازی کی شہرت تمام عرب میں پھیل جاتی تھی۔

گھوڑوں کے نسب یاد رکھتے تھے۔ اور گھوڑے اور تلوار کے نام عربی زبان میں ہزاروں تک بتائے جاتے ہیں۔

عرب میں بعض افراد اور بعض قبائل فنون حرب اور اسلحہ جنگ کے استعمال میں شہرت رکھتے تھے۔

غارت گری

عرب میں دو قسم کے لوگ تھے۔ ایک حضری اور دوسرا بدوی۔ بدوی تو رہزنی اور غارت گری میں بہت مشاق تھے۔ اور انہوں نے رہزنی کو اپنا ذریعہ معاش بنا رکھا تھا بعض قبائل غارت گری کی وجہ سے بہت مشہور ہو گئے تھے۔ اور ان میں سے قبیلہ طے عام طور پر اسی وجہ سے مشہور و معروف تھا۔

اس قسم کے لوگوں کو "لصوص" یا "ذوبان العرب" (عرب کے بھیڑیے) کہا جاتا تھا۔ یہ لوگ مسافروں اور قافلوں کو لوٹتے تھے۔ معاش کی کمی اور اخلاق کی پستی کی وجہ سے ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ پر ڈاکہ ڈالنے کے لیے تیار رہتا تھا۔ تجارتی قافلے بغیر کسی بھاری انعام کے کسی سرزمین سے سلامتی سے گزر نہیں پاتے تھے۔

ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ کے بچوں عورتوں اور مویشیوں پر قبضہ پا لیتا۔ اور ان کو دوسرے

کے ہاتھوں فروخت کر دینا۔
راستے میں جو کنویں تھے ہوتے ان کو گھاس پھونس وغیرہ سے چھپا دیتے تاکہ مسافر کو پانی نہ دستیاب ہو۔ اور وہ مر جائے۔ اور مال بلا مزاحمت ہاتھ آ جائے۔
عرب حج کے صرف تین ماہ غارت گری سے باز رہتے۔

چوری

عربوں میں چوری کا بھی عام رواج تھا۔ لیکن بعض قبائل کے نوجوان چوری کرنے میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں سے سلیک بن السلکہ۔ اور تابط شرا خاص شہرت کے مالک تھے۔

چوری کا مرض صرف بدوی قبائل میں ہی نہ تھا۔ بلکہ قریش جو تجارت اور خانہ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے خاصے متمول تھے۔ ان میں بھی یہ مرض تھا۔ چنانچہ کلبی نے متعدد ممتاز قریشیوں کے نام بتائے ہیں۔ جنہوں نے خانہ کعبہ کے تحفوں اور نذرانوں کے خزانہ سے چوری کی تھی۔ ان میں سے خاص طور پر ابولہب کا نام لیا جاتا ہے۔[1]

چوری کی عادت عربوں میں اس قدر عام ہو چکی تھی کہ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب مرد اور عورتیں رسول کریم صلعم کے پاس بیعت کرنے کے لئے آتی تھیں۔ تو آپ دوسری باتوں کے ساتھ یہ عہد بھی لیتے تھے کہ آئندہ چوری نہ کریں گے۔[2]

قبائل میں سے اسلم۔ غفار۔ جہینہ چوری کی وجہ سے بہت بدنام تھے۔ یہ حاجیوں کے مال و اسباب کو لوٹتے تھے۔

چوری صرف بیگانوں کی ہی نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ چور کی زد سے ان کے اعزہ اقارب ہمسایہ دوست وغیرہ بھی نہیں بچتے تھے۔

عشق بازی

عربوں میں عشق کا مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ جو آدمی عشق نہیں کرتا تھا۔ وہ سوسائٹی میں ذلیل اور رذیل سمجھا جاتا تھا۔ اپنے عشق کو فخریہ بیان کرتے۔ شعراء اپنے عشق کے واقعات بڑے بڑے میلوں میں سناتے۔ امرء القیس نے اپنے قصیدہ میں اپنی چچازاد بہن کے ساتھ عشق بازی و فنال کا واقعہ بیان کیا ہے۔ وہ قصیدہ اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بلند ترین شمار کیا گیا۔ اس وجہ سے اس کو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔

---

[1] کتاب المعارف لابن قتیبہ [2] صحیح بخاری کتاب الحدود۔

Marfat.com

عرب کے بعض قبائل اپنی عشق بازی کی وجہ سے مشہور تھے۔ مثلاً بنی عذرہ یہ قبیلہ اپنے عشق کی وجہ سے اتنا مشہور ہوگیا۔ کہ "اعشق من بنی عذرۃ" کی مثل مشہور ہے یعنی وہ شخص بنی عذرہ سے بھی زیادہ عاشق مزاج ہے۔

ایک اعرابی سے کسی نے پوچھا کہ وہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ میں ایسے قبیلہ سے تعلق رکھتا ہوں کہ جب وہ عاشق ہوتے ہیں۔ تو ضرور مرجاتے ہیں۔ اس کلام کو ایک لڑکی سن رہی تھی۔ وہ کہنے لگی۔ "عذری ورب الکعبۃ" یعنی رب کی قسم تو عذری ہے۔

بادہ نوشی

بادہ نوشی جو اُم الخبائث ہے۔ عربوں میں اس قدر تھی کہ ہر گھر میکدہ بنا ہوا تھا۔ دوست و احباب ایک دوسرے کے گھروں میں جمع ہوتے۔ شراب پیتے۔ جوا کھیلتے صاحب خانہ بیجا فیاضی میں اپنے اونٹوں کو نحر کرتا۔ لوگ گوشت کھاتے۔ مغنّیہ عورتیں گاتیں بجاتیں۔

شعراء اپنی بادہ نوشی کا ذکر اپنے قصائد میں فخریہ بیان کرتے۔ عربی زبان میں شراب کے اتنے زیادہ نام تھے کہ علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ان ناموں پر ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

عربوں کا مدتوں سے بادہ نوشی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی۔ جب سورۃ مائدہ میں مکمل ممانعت کے بارہ میں آیات نازل ہوئیں، تو حضرت ابو عبیدہ اور ابی بن کعب۔ ابو طلحہ کے گھر میں مہمان تھے۔ اور شراب کے جام پر جام پیئے جا رہے تھے۔ اور اس وقت میں سب نشہ میں چور تھے۔ جب کانوں میں یہ آواز پڑی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی ممانعت کر دی ہے۔ تو بغیر کسی تصدیق کرنے کے فوراً شراب کے برتنوں کو توڑ دیا۔ یہ صرف حضرت ابو طلحہ کے گھر کا حال نہ تھا۔ بلکہ تمام مدینہ کے گھروں کا جہاں شراب نوشی ہو رہی تھی۔ اور مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب کی ندیاں بہ نکلیں۔ ان ندیوں کی روانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت عرب میں بادہ نوشی کی کثرت کی کیا حالت تھی

قمار بازی

عرب جاہلیت میں قمار بازی کا بھی بہت رواج تھا۔ قمار بازی کی کئی صورتیں تھیں۔ زیادہ تر

Marfat.com

جوا ازلام کے ذریعہ کھیلا جاتا تھا۔ ان کی تعداد دس تھی۔ ہر ایک تیر کا نام جدا جدا تھا۔ اور ان کے الگ الگ حصے مقرر تھے۔ تیروں کے نام بالترتیب یہ ہیں۔ فذ۔ توام۔ رقیب منافس۔ حلس۔ مسبل۔ معلی۔ سفیح۔ منیح۔ وغد۔

فذ کا ایک حصہ۔ توام کے دو۔ رقیب کے تین۔ منافس کے چار اسی طرح ایک ایک حصہ بڑھتا جاتا اور معلی کے سات تھے۔ باقی آخری تین تیروں کا کوئی حصہ نہ تھا۔ سب تیروں کو ایک ترکش میں ڈال کر ایک منصف کے ہاتھ میں پکڑا دیتے۔ وہ منصف جواری کا نام لے کر تیر نکالتا جس جواری کے جس حصہ کا تیر نکل آتا وہ جواری اس حصہ کا مالک ہوتا۔ یہ جوا خاص کعبہ کے اندر ہبل بت کے سامنے کھیلا جاتا تھا۔

ایک طریقہ قمار بازی کا یہ تھا کہ تھوڑی سی ریت جمع کر کے کوئی چیز اس میں چھپا دیتے اس کے بعد اس ریت کی دو ڈھیریاں بنا دیتے۔ اور دریافت کرتے کہ بتاؤ پوشیدہ چیز کس ڈھیری میں ہے۔ جو شخص ٹھیک بتا دیتا۔ وہ جیت جاتا۔ جو غلط بتاتا وہ ہار جاتا۔

جوئے کا ایک طریقہ جس کو رہان کہتے تھے۔ عرب میں رائج تھا۔ کسی شرط پر بازی لگاتے۔ جب وہ شرط پوری نہ ہوتی۔ تو جس چیز پر بازی لگائی ہوتی تھی۔ تو وہ دوسرا جیت جاتا۔

جوا صرف اونٹوں۔ بکریوں۔ مال و دولت پر ہی . . . . کھیلا نہیں جاتا تھا۔ بلکہ اپنا مال و منال ہارنے کے بعد اپنی بیویوں اور اولاد پر بھی بازی لگا دیتے تھے۔ بعض دفعہ اس قمار بازی سے جنگ کے شعلے بھڑک اٹھتے تھے۔ عبس و ذبیان کی جنگ گھوڑ دوڑ ہی کی قمار بازی کا نتیجہ تھا۔

جو لوگ قمار بازی کی مجلسوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ان کو بخیل تصور کیا جاتا تھا۔ وہ سوسائٹی کی نظر میں گرے ہوئے انسان ہوتے تھے۔ ان سے عورتیں شادی وغیرہ نہیں کرتی تھیں۔ ان کو "برم" کا خطاب دیا جاتا تھا۔

سود خواری

ملک عرب میں سود خواری کا عام رواج تھا۔ تمام صاحب ثروت سود پر لین دین کرتے تھے۔ حضرت عباس اور حضرت عثمان اور خالد بن ولید سود ہی کا کاروبار کرتے تھے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلعم نے سود کی حرمت کا اعلان فرمایا۔ تو سب سے پہلے

Marfat.com

حضرت عباسؓ کے ہی سود کو باطل قرار دیا۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں میں سودی کاروبار ختم ہو گیا۔

طائف ایک زرخیز علاقہ تھا۔ اس وجہ سے وہاں کے لوگ بہت امیر تھے۔ وہ بہت زیادہ سودی کاروبار کرتے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے جن شرائط پر مصالحت کی ان میں سے ایک یہ شرط بھی تھی کہ وہ لوگ سودی کاروبار نہیں کریں گے۔[1]

سود نے ملک عرب میں نہایت ہی ظالمانہ صورت اختیار کر لی تھی۔ اگر مقروض مدت مقررہ پر رقم واپس نہ کرتا۔ تو قرض خواہ مدت کو بڑھا دیتا۔ لیکن اس کے معاوضہ میں راس المال میں اضافہ ہو جاتا۔ بعض اوقات یہ اضافہ بڑھتے بڑھتے دوگنی چوگنی مقدار تک پہنچ جاتا۔ اس طرح مدیون قرض کے بوجھ کے تلے اتنا دب جاتا کہ ساری عمر بوجھ کے نیچے سے نکل نہ سکتا تھا۔ قرآن مجید میں اس طریقہ سود کو ختم کرنے کے لیئے یہ حکم نازل ہوا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (آل عمران ۱۴)

مسلمانو! دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ اور خدا سے ڈرو۔ یقین ہے کہ تم ہی کامیاب ہو جاؤ گے۔

کینہ پروری

اہل عرب بہت کینہ پرور تھے۔ اگر اپنے دشمن سے کسی زندگی میں بدلہ نہ لیتے تو اس کے بیٹے پوتے اور رشتہ داروں سے بدلہ لیتے تھے۔ جب تک بدلہ نہ لے لیتے آرام سے نہ بیٹھتے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ مقتول کی کھوپڑی سے ایک پرندہ نکلتا ہے جس کا نام ہامہ ہے۔ جب تک انتقام نہ لے لیا جائے۔ وہ برابر چیختا رہتا ہے۔ اسقونی اسقونی۔ یعنی مجھے پلاؤ۔ مجھے پلاؤ۔

بعض اوقات ایک نسل گذر جانے کے بعد عداوت کا سبب یاد نہیں رہتا تھا لیکن اس بات کو یاد رکھتے تھے کہ وہ فلاں قبیلہ یا شخص سے دشمنی ہے۔ اسی دشمنی کی وجہ سے ہی مخالف کو قتل کر دیتے۔ لیکن یہ نہیں بتا سکتے تھے۔ کہ ان سے کیوں دشمنی ہے۔ اور

---

[1] فتوح البلدان بلاذری فتح طائف ۱۲

Marfat.com

کس وجہ سے قتل کیا ہے۔

تکبر

تکبر وہ وصف ہے جس سے تمام برائیوں اور مظالم کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ اس مرض میں عرب کے لوگ بُری طرح سے مبتلا تھے۔ بعض آدمیوں یا قبائل کا تکبر ضرب المثل بن گیا تھا۔ جذیمہ ابرش کے تکبر کی یہ حالت تھی کہ وہ کسی کو اپنا ہم نشین نہیں بناتا تھا۔ وہ کہتا تھا کہ فرقدین کے ستارے ہی اس کے ہم مجلس اور ہم صحبت ہو سکتے ہیں۔ بنی مخزوم تکبر کی وجہ سے بہت شہرت کے مالک تھے۔ صحیح بات یہ ہے کہ عرب کے تمام قبائل ہی تکبر اور نخوت کے نشہ میں چور رہتے تھے۔ اسی رذیل صفت نے عرب کے امن کے خرمن کو بھسم کر رکھا ہوا تھا۔

زنا

قوموں اور ملکوں کو تباہی و بربادی اور تنزل کے گڑھے میں دھکیلنے کا سب سے بڑا سبب زنا اور فواحش ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے۔ جو اقوام قعر مذلت میں گری ہیں۔ ان سب میں زنا کا مرض بہت عام تھا۔ عرب کے لوگ اس مرض خبیثہ سے نہیں بچے تھے۔ زنا اور فسق و فجور عام تھا۔ شعراء فخریہ اپنے قصائد میں زنا کے واقعات بیان کرتے اور وہ قصائد بچوں، جوانوں اور بوڑھوں کی زبان پر جاری رہتے۔ امرء القیس عرب کا سب سے بڑا شاعر تھا۔ وہ اپنی عم زاد بہن عنیزہ پر عاشق تھا۔ اس نے اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں عنیزہ اور دوسری عورتوں کے ساتھ جو افعال شنیعہ اور بے حیائیاں کیں بیان کرتا ہے فاحشہ عورتیں گھروں کے سامنے جھنڈیاں لگا کر بیٹھتی تھیں۔ اور وہ صاحب الرایات کہلاتی تھیں۔ ان میں سے ایک عناق نامی عورت تھی۔ مرثد غنوی نے اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنے کی اجازت طلب کی۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ[۱] (نور - ۱)

اور زانیہ عورت سے زانی یا مشرک ہی نکاح کرتے ہیں۔

عرب کے رؤساء کے گھروں میں لونڈیاں ہوتی تھیں۔ ان سے پیشہ کروا تے تھے عبداللہ

---

[۱] صحیح بخاری کتاب النکاح جلد ۲ صفحہ ۷۶۹

Marfat.com

بن اُبی رئیس مدینہ کی دو لونڈیاں تھیں۔ وہ ان دونوں سے بدکاری کرواتا۔ اور ان کی کمائی کھاتا۔

عرب میں نکاح کی بعض ایسی صورتیں بھی تھیں۔ جو دراصل زنا ہی تھا۔
صحیح بخاری کتاب النکاح میں یہ صورتیں درج ہیں۔
ایک صورت یہ تھی کہ کسی بہادر آدمی کے پاس اپنی عورت کو بھیج دیتا۔ اور کہتا کہ اس سے ہمبستر ہو۔ بچہ پیدا ہوتا تو سمجھتے تھے کہ اس میں بھی وہی اوصاف آجائیں گے۔ جس کا یہ نطفہ ہے۔

نکاح کی دوسری صورت یہ تھی کہ چند آدمی ایک وقت میں ایک عورت کے پاس جاتے سب اس سے ہم بستر ہوتے۔ جب وہ حاملہ ہو جاتی۔ اور بچہ جنتی تو سب کو کہلوا بھیجتی۔ اور کسی ایک سے کہتی کہ یہ بچہ تمہارا ہے۔ اور اس کو قبول کرنا پڑتا۔ پھر وہ اس کا بیٹا خیال کیا جاتا۔
تیسرا طریقہ یہ ہوتا کہ جب کسی فاحشہ عورت کے بطن سے کوئی لڑکا پیدا ہوتا۔ تو وہ قیافہ شناس کو بلوا بھیجتی۔ وہ شکل دیکھ کر بتاتا کہ یہ لڑکا فلاں شخص کے نطفہ سے ہے۔ پھر وہ فاحشہ عورت اس مرد کو کہلوا بھیجتی۔ تو اس کو کہتی کہ یہ لڑکا تیرا ہے۔ تو اس کو قبول کرنا پڑتا
ایک اور قسم عارضی نکاح کی تھی۔ جو اوائل اسلام میں وقتی طور پہ جائز قرار دیا گیا۔ پھر حرمت کی آیات نازل ہوئیں۔

اس نکاح کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی مرد کسی عورت سے مقررہ مدت کے لئے نکاح کر لیتا۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد اس کی اجرت دے دیتا۔ اور پھر اس کو الگ کر دیتا۔ اس کو متعہ کہتے تھے۔

بے شرمی و بے حیائی

جس ملک میں زنا کی یہ کثرت ہو تو وہاں شرم و حیا کا وجود مفقود ہو جاتا ہے۔ عرب میں بے شرمی اور بے حیائی کی کوئی حد ہی نہیں تھی۔
بیت اللہ کا حج کرنے کے لئے لاکھوں آدمی جمع ہوتے۔ سوائے قریش کے سب ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے۔ اسی طرح عورتیں بھی ننگا طواف کرتیں۔
نہانے اور پاخانہ پیشاب کے وقت پردہ نہیں کرتے تھے۔ مجلسوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کے واقعات لطف لے لے کر بیان کرتے۔

Marfat.com

سفاکی وظلم

شب و روز کی لڑائیوں اور جنگوں نے اہل عرب میں درندگی اور بربریت پیدا کر دی تھی لڑائیوں میں جو عورتیں قیدی ہوتیں۔ اگر وہ حاملہ ہوتیں۔ تو ان کے پیٹ چاک کر دیتے مقتولوں کے ناک کان کاٹ لیتے۔ اور عورتیں ان کا ہار بنا کر پہنتیں۔ جیسا کہ ہندہ نے جنگ احد میں سید الشہدا حضرت حمزہؓ کی لاش سے کیا۔ منت مانتے کہ جب دشمن پر قابو پائیں گے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پئیں گے۔

سزا دینے کے بھی عجیب عجیب سنگدلانہ طریقے تھے۔ کہ مجرم کو دو اونٹوں سے باندھ دیتے پھر ان کو مخالف سمتوں میں چلانے تو مجرم کا بدن چر جاتا۔ اسی طرح دو درختوں کی ٹہنیاں جھکا کر باندھ دیتے۔ پھر ٹہنیوں کو چھوڑ دیتے تو مجرم کا جسم چر جاتا۔

کبھی کبھی گھوڑے کی دم سے باندھ دیتے اور سرپٹ دوڑا دیتے۔ تو آدمی کے جسم کے ٹکڑے اڑ جاتے۔

کبھی آدمی کو کسی تاریک کوٹھڑی میں قید کر کے کھانا پینا بند کر دیتے وہ بیچارہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتا۔

زندہ جانوروں کو درخت کے ساتھ باندھتے۔ تو اس پر نشانہ کی مشق کرتے۔ زندہ اونٹ اور دنبوں کی کوہان اور چکیاں کاٹ لیتے۔ اور کباب بناتے۔

مردہ کی قبر پر اونٹ باندھ دیتے۔ اس کو چارہ نہ ڈالتے۔ وہ اونٹ چند دن بلبلا کر مر جاتا۔ خیال کرتے کہ جب یہ مردہ اٹھے گا تو اس اونٹ پر سوار ہوگا۔

غرضیکہ بے رحمی، سفاکی، سنگدلی اتنی تھی کہ کسی آدمی کے دل میں رحم و شفقت کا جذبہ پیدا ہونا محال ہو چکا تھا۔

تہذیب وتمدن

تہذیب و تمدن کے لحاظ سے عرب کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک، وہ حصہ جہاں کسی زمانہ میں تہذیب و تمدن انتہائی درجہ تک ترقی کر چکی تھی۔ مثلاً یمن میں کسی زمانہ میں تہذیب و تمدن عروج پر تھی۔ یورپ کے محققین آثار قدیمہ جنہوں نے یمن کے آثار قدیمہ کی تحقیقات کی ہے اور پرانے کتبوں کو پڑھا ہے۔ وہ یمن کی تہذیب اور تمدن کا اعتراف کرتے ہیں۔

Marfat.com

علامہ ہمدانی نے اکلیل میں تمام آثار قدیمہ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ صفۃ جزیرۃ العرب[1] میں لکھتے ہیں۔

"یمن کے مشہور قدیم قصر اور ایوان جن کا ذکر اہل عرب نے اپنے اشعار اور امثال میں کیا ہے ۔۔۔۔ کثرت سے ہیں۔

اور ان کے متعلق اشعار کا ایک دفتر ہے۔ اکلیل کے آٹھویں باب میں ان سب کو جمع کر دیا ہے۔

اس کے بعد مصنف صرف ان کے نام گنا دیتا ہے۔

وہ یہ ہیں۔

غمدان۔ تلغم۔ ناعط۔ صرداح۔ سلحین۔ ظفار۔ ہکر۔ حزم۔ شبام۔ غیمان۔ بینون۔ ریام۔ براقش۔ معین۔ روثان۔ ارباب۔ ہند۔ ہنیدہ۔ عمران۔ تلجیر[2]۔

بعض قلعوں کا ذکر معجم البلدان[3] میں تفصیل سے ہے۔

آج کل یورپ کے محققین نے ان مقامات پر جا کر تحقیقات کی ہیں۔ وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہاں کسی زمانہ میں تمدن عروج پر تھا۔ فلپا چر صاحب اپنے آرٹیکل میں لکھتے ہیں۔ "جنوبی عربستان میں جہاں حضرت عیسیٰ سے صدیوں پہلے ایک ترقی یافتہ تمدن موجود تھا قلعوں اور شہر پناہوں کے آثار اب تک موجود ہیں۔ ان کا ذکر متعدد سیاحوں نے کیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یمن اور حضر موت میں یہ آثار کثرت سے ہیں۔ اور اکثروں پر اب تک کتبے موجود ہیں ۔۔۔ صنعاء کے قریب ایک قلعہ تھا۔ جس کو قزوینی نے آثار البلاد میں دنیا کے عجائب ہفت گانہ میں سے ایک قرار دیا ہے۔

دیگر قلعوں کے لئے دیکھو جنرل جرمن اورنٹیل سوسائٹی جلد ا صفحہ ۲۰ سے آگے[4]۔

---

[1] جلد ا ص ۲۰۱ بحوالہ سیرت النبی حصہ اول ص ۱۱۵ مصنفہ مولینا شبلی نعمانی۔

[2] سیرت النبی جلد اول ص ۱۱۵ مصنفہ مولینا شبلی

[3] انسائیکلو پیڈیا عرب بحوالہ سیرت النبی حصہ اول ص ۱۱۶

اسی طرح صنعاء قیس کے ذکر میں یاقوت حموی نے معجم قدیم میں قدیم آثارات عجیبہ کا ذکر کیا ہے۔

اسی طرح عرب کے وہ حصے جو ایران اور شام کی حدود سے متصل تھے۔ مثلاً حیرہ جو آل نعمان کا دارالسلطنت تھا۔

اور حوران جو خاندان غسان کا پایہ تخت تھا۔ یہاں تہذیب و تمدن اپنے کمال پر تھا۔

لیکن عرب کے اندرونی مقامات پر تہذیب و تمدن کا نام و نشان نہ تھا۔ اندرونی حصوں میں عرب کے قبائل کی دو قسمیں تھیں۔

ایک حضری۔ جو کسی مقام پر مستقل مکانوں میں بود و باش رکھتے تھے۔ عرب کے بڑے بڑے شہر۔ مکہ۔ یثرب۔ طائف۔ صنعاء۔ یمامہ۔ عدن وغیرہ ان قبائل کے مسکن تھے۔

دوسرے بدوی تھے یعنی خانہ بدوش۔ ان کا کوئی مستقل ٹھکانہ نہ ہوتا تھا۔ جہاں اپنے مویشیوں کے لیئے گھاس پانی پایا۔ وہیں خیمے نصب کر لیئے۔ جب گھاس پانی ختم ہوا۔ تو وہاں سے اپنا اثاثہ اونٹوں وغیرہ پر لادا اور کسی اور مقام پر جا ڈیرہ لگایا۔

اندرونی حصہ میں تہذیب و تمدن نہ پایا جانے کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ عربی ایک نہایت وسیع زبان ہے۔ لیکن عربی زبان میں ان چیزوں کے نام ہی نہیں جن کا تمدن وغیرہ سے تعلق ہو۔ بلکہ اہل عرب نے ان چیزوں کے نام ایران یا روم سے مستعار لیئے ہیں۔ سکہ کے لیئے کوئی نام نہیں درہم اور دینار دونوں غیر زبان کے الفاظ ہیں۔ کوزہ کے لیئے کوئی لفظ نہیں۔ کوزہ کو کوز بنا لیا۔ جب ایسی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے نام عربی زبان میں نہیں ہیں۔ تو بڑی بڑی اشیاء جن سے تہذیب و تمدن کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کیلئے کہاں سے لفظ آتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اگر اندرونی حصہ میں کچھ معمولی تہذیب و تمدن کا نشان پایا جاتا تھا۔ تو وہ بیرونی مہذب ممالک کے اثرات تھے۔

احادیث سے بھی یہ واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک عیش و نعمت کے سامان بہت کم تھے۔ نہ گھروں میں چراغ جلتے تھے۔ اور نہ چھلنیاں ہوتی تھیں نہ کوئی اور سامان عیش۔

حرام و حلال کی کوئی تمیز نہ تھی۔ عرب حشرات الارض کھا جاتے تھے۔ مردہ جانور کا گوشت

Marfat.com

کھانا عام بات تھی۔ چمڑے کو آگ میں بھون کر کھاتے۔ درندوں کا مارا ہوا ڈنڈے کی ضرب سے مارا ہوا۔ گردن توڑ کر مارا ہوا سب کھاتے تھے۔ خون کو جما لیتے۔ پھر اس کی قاشیں تراش تراش کر کھاتے۔

عربوں میں تمدن پیدا بھی کیونکر ہو سکتا تھا۔ عرب لوگ شب و روز ایک دوسرے سے برسرپیکار رہتے۔ ایک لمحہ بھی اطمینان کا سانس نہ لیتے تھے۔ نہ علم تھا۔ نہ اتفاق اور نہ مضبوط حکومت۔ اور نہ کوئی قانون۔ ہر ایک قبیلہ یا قوم کا الگ الگ سردار ہوتا۔ اس قسم کے حالات میں تہذیب و تمدن کیسے ترقی کر سکتا ہے۔

شکار کا شوق

عربوں کو شکار کا بہت شوق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں شکار کے متعلق بہت زیادہ اصطلاحیں ہیں۔ جو شکار سامنے سے آتا۔ اس کا نام ناطح اور جو پیچھے سے آتا۔ اس کا نام قعید تھا۔ جو شکار داہنی طرف سے آکر بائیں طرف چلا جاتا۔ اس کو سانح۔ اور جو بائیں طرف سے آکر داہنی طرف چلا جاتا۔ اسے بارح کہتے تھے۔ کمین گاہ کا نام قرہ۔ شکار کی طرف پیٹ کے بل زمین پر رینگتے ہوئے جانے کا نام تلبد۔ اور شکار سے محروم واپس آنے کا نام اخفاق تھا۔

لباس

اہل عرب کا لباس بہت سادہ ہوتا تھا۔ گاڑھے کے کرتے میں چمڑے کے پیوند لگا کر پہنتے تھے۔ بعض اشخاص چمڑے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو ٹانکوں سے جوڑ کر چادر بنا لیتے تھے۔ اونٹ اور بھیڑ کے بالوں سے بھی کپڑے بنے جاتے۔ زیادہ انہیں کمبلوں کے خیمے اور فرش بنائے جاتے۔ تہبند اور سر پہ رومال یا عمامہ کا عام رواج تھا۔

عود۔ عنبر۔ لوبان۔ کافور وغیرہ خوشبویات سے وہ واقف تھے۔ یہ خوشبویات صرف امراء اور رؤسا ہی استعمال کرتے تھے۔

معاشرت

جس ملک میں نہ مذہبی حالت اچھی ہو۔ نہ اخلاقی حالت اور نہ تمدنی حالت تو اس ملک میں معاشرت کا درخت کیسے سرسبز ہو سکتا ہے۔ عرب میں معاشرت کا پہلو بھی بہت تاریک تھا۔ جیسا کہ زنا کے عنوان کے تحت عورت کی حالت بیان کی گئی۔ کہ وہ کس حد تک

Marfat.com

ذلیل اور محکوم سمجھی جاتی تھی۔ اس عنوان کے تحت وہ نا گفتہ بہ حالات بیان کی جاتی ہے۔
ایک عورت کے کئی خاوند ہوتے تھے۔ ایک مرد جس قدر چاہتا۔ شادیاں کر لیتا۔ غیلان بن سلمہ ثقفی جب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں۔ وہب نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی آٹھ بیویاں تھیں۔

دو حقیقی بہنوں سے ایک ساتھ نکاح کرنے کا عرب میں رواج تھا۔ باپ مرجاتا تو اس کی کل بیویاں سوائے حقیقی ماں کے بیٹے کے تصرف میں آتیں۔ اور اس کی جائز بیویاں سمجھی جاتیں۔

لونڈیوں سے پیشہ کروا کر روپیہ کماتے۔ اگر لڑائیوں میں مفتوحہ قبیلہ کی عورتیں ہاتھ آجاتیں۔ تو ان کی عزت و ناموس محفوظ نہیں رہ سکتی تھی۔ فاتحین اس تصرف پر فخر کرتے اور اشعار میں بیان کرتے۔

عرب میں استبضاع کی رسم تھی۔ جس کی تشریح اہل لغت نے یہ کی ہے کہ عورت صرف خواہش اولاد کے لیئے اپنے خاوند کے سوائے دوسرے سے تعلق پیدا کرے۔ بلکہ لکھا ہے۔ کہ مرد خود اپنی عورت یا لونڈی کو کہہ دیتا تھا۔ اَرسلی اِلی فلان فاستبضعی منہُ۔ یعنی فلاں کو کہلا بھیجو۔ اور اس سے اولاد حاصل کرنے کے لیئے تعلق پیدا کرو۔

طلاق دینے کے بھی ظالمانہ طریقے رائج تھے۔

اگر ایک مرد چاہتا تو ایک عورت کو ہزار مرتبہ بھی طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر لیتا۔

بعض دفعہ مرد یہ قسم کھا لیتا کہ میں اپنی بیوی کے قریب نہیں جاؤں گا۔ تو وہ عورت نہ مطلقہ کے حکم کے تحت آتی اور نہ منکوحہ کے۔ بعض اوقات خاوند اپنی بیوی کو ماں کہہ دیتا تو اسے اس طرح معلقہ کی حالت میں چھوڑ دیتا۔

شعراء اپنے معاشقے کو اپنے اشعار میں بیان کرتے اور ان قصائد کو بڑے بڑے میلوں میں پڑھا جاتا۔ بچے جوان اور بوڑھے ان کو یاد کر لیتے۔ اگر وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بلند درجے پر پہنچتے تو ان کو خانہ کعبہ میں بھی لٹکا دیتے۔ سبعہ معلقات اسی قسم کے سات قصائد کا مجموعہ ہے۔ جو اپنی فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے عرب میں بے مثل شمار کیئے

Marfat.com

جاتے تھے۔ سب سے پہلا قصیدہ امرء القیس کا ہے۔ جس میں اس نے اپنی عم زاد بہن عنیزہ سے معاشقہ کا قصّہ بیان کیا ہے۔

ہر بلند خاندان کی خواتین سے تشبیب کرنا یعنی ان کو مخاطب کر کے عشقیہ اشعار میں ان کا ذکر کرنا عرب میں عام رواج تھا۔

اسی طرح جس کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی۔ اس کو سخت رنج ہوتا۔ اور شرم کے مارے گھر سے باہر نہ نکلتا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝ يَتَوَارَىٰ مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ ۔ (سورہ نحل ۔ ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی کی خبر سنائی جاتی تو اس کا منہ سیاہ ہو جاتا۔ اور غصّہ کے گھونٹ پی کر رہ جاتا۔ اس خبر کے رنج سے لوگوں سے منہ چھپائے پھرتا۔

آخر کار دختر کشی کی رسم جاری ہوگئی یہ وحشیانہ پن میں انتہاء کو پہنچا ہوا فعل تھا۔ ایک صاحب نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ سے آٹھ لڑکیاں زندہ دفن کی ہیں۔ بعض اوقات نکاح کے وقت ہی یہ معاہدہ کر لیا جاتا کہ جو لڑکی پیدا ہوگی۔ اسے مار دیا جائیگا۔

عورت وراثت میں حصہ دار نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ وہ شوہر کے وارثوں کی ملک تصوّر کی جاتی تھی۔

ایام حیض میں عورتوں کو الگ کر دیتے۔ اور ان کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دیتے عورت جب بیوہ ہو جاتی تو وہ خراب اور خستہ کپڑے پہن کر گھر سے باہر ایک تاریک کوٹھری میں رہتی۔ ایک سال کے بعد وہ واپس گھر آتی۔ اور قدیمی حالت پر قائم ہوتی۔

کسی قوم اور ملک کی ترقی میں عورت کا بہت بڑا حصّہ ہوتا ہے۔ کیونکہ پہلے اسی کی گود سے بچّے نے عزت نفس ذہنی بلند پروازی اور خدمت قوم کا سبق لینا ہوتا ہے۔ جب معاشرہ میں عورت کو ہی یہ ذلیل درجہ دیا جائے گا۔ تو اس نے اپنے بچّہ کی کیا پرداخت

Marfat.com

کرتی ہے۔

جب رسول کریم صلعم دنیا میں آئے تو سب سے پہلے انہوں نے سوسائٹی میں عورت کا ایک بلند مقام متعین کیا۔ اور عورت کی عزت کو کمال تک پہنچا دیا۔

عرب کے جاہلی معاشرہ میں نہ ہمسائیگی کے حقوق کا خیال رکھا جاتا تھا اور نہ غریب بیکس یتیم کے حقوق کی حفاظت ہوتی تھی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں آئے اور ایک ایسا معاشرہ قائم کیا۔ جس میں ہر ایک کے حقوق متعین کر دئیے۔ پھر اپنے عملی نمونہ سے ان کی ادائیگی کا سبق دیا۔

اقتصادی حالت

ملک عرب کی اقتصادیات اور معاشیات کا تمامتر دارومدار زراعت، تجارت اور مویشیوں پر تھا۔

ملک عرب کا زیادہ حصہ غیر آباد اور ریگستان ہے۔ اس لیے وہاں زراعت سے زیادہ تجارت کو فروغ حاصل تھا۔ اس کے آباد حصے ملک کے تین طرف بحری سواحل پر واقع ہیں مغرب کی طرف بحرین اور عمان خلیج فارس پر شمال میں حضرموت اور یمن بحر عرب پر اور مشرق میں حجاز اور مدین بحر احمر پر واقع ہیں۔

اس جغرافیائی تحدید سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عرب کے ساحلی صوبے دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے آمنے سامنے واقع ہیں

عمان اور بحرین ایران اور عراق سے تعلق رکھتے ہیں۔ یمن اور حضرموت افریقہ اور ہندوستان کے سامنے واقع ہیں۔ حجاز مصر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور شام کا ملک اسی بازو پر واقع ہے۔

سامان تجارت

عرب تاجر اپنے ملک سے عموماً تین چیزیں باہر لے جاتے تھے۔

(۱) کھانے کا مسالہ اور خوشبودار اشیاء۔

(۲) سونا جواہرات اور لوہا۔

(۳) چمڑا کھال زین پوش بھیڑ بکری

بائبل پیدائش ۲۷ - ۲۶) . زبور ۲ - ۷ . ملوک ۹ - ۲۷ - اشعیا ۲۷-۱۹ اور حزقیال نبی کے ستائیسویں باب سے عرب کی تجارت کے متعلق بہت سی مفید معلومات

Marfat.com

حاصل ہوتی ہیں۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ آیا یہ تجارتی اشیاء عرب میں پیدا ہوتی تھیں۔ یا یہ سب مال باہر سے لایا جاتا تھا۔ یونانی تحریروں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اکثر خوشبودار چیزوں کی کاشت یمن میں ہوتی تھی۔ موتی تو خاص سواحل عرب کی پیداوار ہے۔

بحرین و عمان کے دریاؤں میں قیمتی موتی پائے جاتے ہیں۔

عرب میں سونے کی بہت بڑی بڑی کانیں ہیں جس کا ذکر ہمدانی نے اپنے جغرافیہ میں معادن عرب کے تحت کیا ہے[1]۔

برٹن نے مدین کی طلائی معادن پر ایک کتاب لکھی ہے[2]۔

سونے کے علاوہ چاندی تانبا اور عقیق کی بھی کانیں ہیں۔

عرب کی کھالیں مشہور تجارتی سامان تھا۔ اس کے لیے طائف بہت مشہور تھا۔ چنانچہ اس کا نام ہی بلد الدباغ پڑ گیا تھا[3]۔

درآمد

عرب تجار غیر ملکوں سے حسب ذیل چیزیں لاتے تھے۔

کپڑا۔ غلہ۔ شراب۔ ہتھیار۔ آئینہ اور سامان آرائش وغیرہ

عرب کے تجارتی میلے

عرب میں مختلف جگہوں پر تجارتی بازار لگتے تھے۔ اور خرید و فروخت کا بازار گرم رہتا یعقوبی نے اپنی تاریخ کے خاتمہ پر عرب کے تجارتی بازاروں پر ایک پورا باب لکھا ہے اسی طرح امام مرزوقی نے کتاب الازمنہ والامکنہ میں مفصل حالات قلمبند کیے ہیں۔

عرب کے ۱۳ مقامات پر بڑے بڑے میلے لگتے تھے۔

دومۃ الجندل۔ مشقر۔ صحار۔ دبا۔ شجرہ۔ عدن۔ صنعاء۔ حضرموت۔ عکاظ۔ ذوالمجاز

---

[1] صفۃ العرب باب المعادن

[2] The Gold mines of Midian

[3] ہمدانی صفحہ ۱۲۰

منیٰ۔ خیبر۔ یمامہ۔

ان تجارتی بازاروں کے انعقاد سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عربوں کو تجارت کے ساتھ بہت شغف تھا۔

قریش کی تجارت

قدیم عرب کی تجارت کے مختصر حالات لکھنے کے بعد قریش کی تجارت پر کچھ لکھا جاتا ہے یہ ایک تاجر قبیلہ تھا۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے سو سوا سو سال پہلے یمن اور شام میں بے شمار سیاسی انقلابات آتے رہے۔ اہل حبش یمن پر مسلط ہو گئے۔ اور شام رومیوں کے قبضہ میں چلا گیا، قصیٰ اور ہاشم نے قریش کی تجارت کو منظم کیا۔ اور ہاشم نے نجاشی اور قیصر سے یہ فرمان حاصل کر لیا کہ قریش ان کے ملکوں میں بے روک ٹوک تجارت کے لیئے آجا سکتے ہیں۔

یہ لوگ جاڑوں میں یمن کی طرف سامان تجارت لے کر جاتے اور گرمیوں میں شام کی طرف لے جاتے

زراعت

عرب میں زراعت کا پیشہ بہت ہی کم تھا۔ عرب کے وہ مقامات جو ساحل بحر پر واقع ہیں عموماً سرسبز اور زرخیز ہیں۔ خصوصاً یمن کا صوبہ۔ جو بحر ہند اور بحر احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ نہایت زرخیز ہے۔ یونانی اس کو "زرخیز عرب" کے نام سے پکارتے تھے۔ اس کے علاوہ یمامہ۔ نجد۔ اور یثرب و خیبر وغیرہ جو عرب کے زرخیز علاقے تھے۔ یہاں کاشتکاری ہوتی تھی۔ علاوہ دوسرے فواکہ کے کھجور عرب میں کثرت سے اگتی ہے۔ جو عرب کی مرغوب غذا ہے۔

حیوانات

حیوانات کے لحاظ سے بھی عرب بہترین ملک ہے۔ عرب کے گھوڑے خوبصورتی اور تیز رفتاری کی وجہ سے مشہور ہیں۔ گھوڑوں کے علاوہ اونٹ بھیڑ۔ بکریاں۔ عرب میں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ بھیڑ بکری۔ اونٹ کے بالوں سے کمبل اور کپڑے بنا لیتے۔ اسی طرح ان کا گوشت کھانے میں استعمال کرتے۔

عرب کی سیاسی حالت

Marfat.com

۵۷۰ء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ تمام عرب قبائل میں بٹا ہوا تھا۔ ان قبائل کی باہمی شیرازہ بندی نسب اور اتحاد خون کے رابطہ سے ہوتی تھی۔

قبیلہ کی حکومت۔ جمہوری طرز پر ہوتی تھی۔ ہر قبیلہ کا رئیس اعلیٰ اہل قبیلہ میں سے ہوتا جمہوری اصول کے مطابق وہی شخص منصب سیادت کا اہل ہوتا تھا۔ جس کے حامی سب سے زیادہ ہوں۔ اور وہ شجاعت۔ مہمان نوازی۔ فیاضی وغیرہ میں ممتاز حیثیت رکھتا ہو۔

قبیلہ کا رئیس اعلیٰ کنبوں کے دوسرے سرداروں کو جمع کرتا۔ جن سے مجلس شیخ القبیلہ کی قسم کی ایک کمیٹی تشکیل پاتی تھی۔ اس میں جنگ و صلح یا دوسرے اہم امور کے متعلق گفتگو ہوتی۔ قبیلہ کا کوئی خاص قانون نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ حکومت کی بنیاد موروثی روایات پر مبنی ہوتی۔ انہی کے مطابق فیصلے کیئے جاتے تھے۔

عرب میں مرکزی حکومت کے فقدان کی وجہ سے نہ کوئی محکمہ عدلیہ تھا۔ نہ نظم امن کو قائم رکھنے کے لیئے محکمہ پولیس تھا۔ اور نہ خارجی خطرات کے دفاع کے لیئے فوجی نظام تھا۔ نہ ان کے پاس اپنا کوئی سکہ یا ٹیکسال تھی۔

معمولی معمولی باتوں پر شعلہ حرب بھڑک اٹھتا تھا۔ جو قبائل کے امن کو خاکستر کر دیتا تھا۔ وہ لڑائی پشتوں تک جاری رہتی۔ ان میں سے ایک جنگ بسوس کے نام سے مشہور ہے۔ جو قبیلہ بکر اور قبیلہ تغلب کے درمیان لڑی گئی۔ اس کی وجہ صرف ایک اونٹنی تھی۔ اس لڑائی نے اپنے شعلوں کے اندر دونوں قبیلوں کو چالیس سال تک رکھا۔ اسی طرح ایک اور جنگ گھوڑدوڑ کی وجہ سے ہوئی۔ جو ایام العرب میں جنگ داحس و غبراء کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں بنو عبس اور بنو ذبیان فریقین تھے۔

بسوس

حرب فجار بھی انہی لڑائیوں میں سے ایک ہے۔ جس میں عرب کے بے شمار قبائل شریک تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ عرب میں کوئی مرکزی حکومت نہ تھی۔ جس کے ہاتھ میں قوت تنفیذیہ کی زمام ہو۔ اور مجرموں کو ان کے جرم کی پاداش میں سخت سزا دے سکے۔ اس وجہ سے ایک قبیلہ بغیر کسی وجہ کے دوسرے قبیلہ پر حملہ کر دیتا۔ مظلوم قبیلہ کے مردوں کو بے دردی سے تہ تیغ اڑا، عورتوں کو قیدی بنا کر ساتھ لے جاتا۔ مال مویشی لوٹ لیئے جاتے۔ پھر مظلوم

Marfat.com

قبیلہ اپنے ظلم کا بدلہ لینے کے لیے اس قبیلہ پر حملہ کرنے کی تاک میں رہتا۔ جب موقع پاتا۔ حملہ کر دیتا۔ انسانی خون سے دھرتی کے سینہ کو سرخ کرتا۔ عورتوں کی عصمت کو چاک چاک کرتا۔ مال مویشی کو اپنا جائز حق سمجھ کر ساتھ لے جاتا۔ یہ تھا ان قبائل کا ہر روز کا محبوب مشغلہ۔

البتہ صوبہ حجاز اور اس کی امارت کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اس کی مختصر تاریخ یہ ہے۔

کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خدا کے فرمان کے مطابق اپنی زوجہ محترمہ حضرت ہاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ایک بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ آئے۔ بعد ازاں باپ بیٹے نے وہاں بیت العتیق کی بنیادوں کو از سر نو کھڑا کیا۔ یہی وہ توحید کا پہلا گھر ہے جہاں سے ہدایت اور نور کے چشمے پھوٹے۔ اور پیاسی دنیا کو سیراب کیا۔

اس مبارک گھر کا سب سے پہلا متولی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مقرر کیا۔ اور خدا سے اس گھر کی آبادی۔ مرکزیت اور نسل اسماعیل کی عزت و توقیر کے لیے دعا کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا پایۂ قبولیت کو پہنچی۔ آہستہ آہستہ لوگ اس جگہ پر آباد ہونے شروع ہو گئے۔ سب سے پہلے قبیلہ جرہم آباد ہوا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قبیلہ کے سردار مضاض کی لڑکی سے شادی کی اس سے بارہ اولادیں ہوئیں۔ ان میں ثابت اور قیدار کی نسل نے بہت دنیاوی عروج حاصل کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے لڑکے ثابت بیت اللہ کے متولی بنے۔ اور دو پشتوں کے بعد آل اسماعیل میں اتنی کثرت ہوئی کہ وہ طلب معاش کے لیے مکہ سے باہر چلے گئے۔ ان کے مکہ سے باہر چلے جانے کے بعد بنی جرہم نے کعبہ کی تولیت پر قبضہ کر لیا۔ آل اسماعیل نے ننھیالی رشتہ کی وجہ سے ان کا کوئی مقابلہ نہ کیا۔ لیکن بنی جرہم تولیت کے غرور اور گھمنڈ میں اتنے بدمست ہوئے کہ ان سے ہر قسم کی بدعنوانیاں شروع ہو گئیں۔ آخر کار آل اسماعیل نے دوبارہ مکہ میں آ کر ان کو مکہ سے باہر نکال پھینکا۔ اور منصب تولیت پر قبضہ کر لیا[1]۔ اور یہ تولیت نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہوئی فہر تک پہنچی۔ اس کا لقب قریش تھا۔ اس نسبت سے ان کی نسل قریشی کہلاتی ہے۔ اس کی پانچویں پشت میں قصی پیدا ہوا۔ یہ شخص [2]۔ بڑا حوصلہ مند۔ عاقل

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول صـ ۱۲۴، ۱۲۵۔ [2] بر حاشیہ صـ ۶۶ پر دیکھو

Marfat.com

فرزانہ تھا۔ جب اس نے ہوش سنبھالا۔ تو اس وقت قریش کی حالت بہت ابتر تھی۔ اور ملک کے گوشوں میں وہ منتشر ہو چکی تھی۔ حرم کی تولیت پر بنو خزاعہ کا قبضہ تھا۔ قصی نے بنی کنانہ کی مدد سے بنی خزاعہ سے حرم کا قبضہ لے لیا۔ اور تمام قریش کو مکہ میں آباد کیا۔ ان کی تنظیم کر کے ایک چھوٹی سی ریاست کی بنیاد ڈالی۔ اس دن سے قریش کو حجاز میں سیاسی و اجتماعی اہمیت حاصل ہو گئی۔

قصی نے اس ریاست کی بنیاد جمہوری طرز پر رکھی۔ اس کے کئی شعبہ جات تھے جو مختلف قبائل میں تقسیم تھے۔ بڑے شعبے تین تھے، فوجی۔ عدالتی۔ مذہبی۔ پھر یہ تینوں شعبے کئی شعبوں میں تقسیم تھے۔ فوجی میں (۱) عقاب یعنی قومی نشان کی علمبرداری۔ (۲) قبہ فوجی کیمپ کا نظم و انصرام (۳) اعنہ سواروں کے رسالے کی سپہ سالاری۔ (۴) سفارہ دوسری حکومتوں اور قبائل سے سفارتی تعلقات۔ عدالتی شعبہ میں (۱) ندوہ عدالت اور قومی جلسہ گاہ کا انتظام (۲) مشورہ اہم امور میں صلاح و مشورہ (۳) اشناق جرمانہ اور مالی تاوان کی نگہداشت۔ (۴) حکومت مقدمات کے فیصلہ کے لئے۔ مذہبی شعبہ میں۔ (۱) سقایہ۔ حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام۔ (۲) عمارۃ خانہ کعبہ کا انتظام۔ (۳) رفادہ حاجیوں کی مالی امداد (۴) سدانہ خانہ کعبہ کی کلید برداری (۵) ایسار بتوں سے استخارہ کی خدمت (۶) اموال المحجرہ۔ بتوں کے چڑھاووں کا انتظام۔

یہ تمام شعبہ جات قریش کی مختلف شاخوں میں منقسم تھے۔ اسلام سے قبل ان کی تقسیم حسب ذیل تھی۔

(۱) عقاب کا عہدہ بنی امیہ میں (۲) قبہ اور اعنہ کا بنی مخزوم میں (۳) سفارت بنی عدی میں۔ (۴) ندوہ بنی عبد دار میں (۵) مشورہ بنی اسد میں (۶) اشناق بنی تیم میں (۷) حکومت بنی سہم میں۔ (۸) سقایہ اور عمارہ بنی ہاشم میں (۹) رفادہ بنی نوفل میں (۱۰) سدانہ بنی عبد دار میں (۱۱) ایسار بنی جمح میں اور (۱۲) اموال المحجرہ بنی سہم میں[۱]۔

قصی سے پہلے حاجیوں کے آرام و آسائش کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ اس کی طرف قصی نے توجہ

بقیہ صفحہ ۹۹ سے قصی کا باپ بچپن میں فوت ہو گیا۔ اس کی ماں نے قبیلہ بنی عذرہ میں دوسری شادی کر لی اس لئے قصی نے اپنا بچپن قبیلہ بنی عذرہ میں گزارا۔ جب جوان ہوا تو اس کو اپنے اصلی خاندان کا علم ہوا تو بنی عذرہ کو چھوڑ کر مکہ آ گیا وہاں والوں نے خوب قدر و منزلت کی۔

[۱] عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۴۱ پر ان مناصب کی پوری تفصیل ہے۔

Marfat.com

کی۔ اور قریش سے کہا کہ حجاج صدہا کوس کی مسافت طے کر کے حرم کی زیارت کے لیئے آتے ہیں۔ ان کی میزبانی ہمارا فرض ہے[1]۔

اس تحریک پر قریش نے سالانہ ایک رقم مقرر کر دی جس سے منیٰ میں حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام کیا جاتا۔ اور قصی نے چرمی حوض بنا کر پانی کا معقول انتظام کیا۔

قصی کے چھ لڑکے تھے۔ عبد دار۔ عبد مناف۔ عبد العزیٰ۔ عبد۔ تخمر۔ برہ۔ مرتے وقت قصی نے حرم کے تمام منصب عبد دار کو تفویض کر دیئے۔ عبد مناف کے لڑکے ہاشم نے بنی عبد دار کی نااہلی کی وجہ سے ان سے سقایہ اور رفادہ کے منصب لے لیئے۔ ہاشم نے مفوضہ خدمات کو نہایت ہی خوش اسلوبی سے ادا کیا۔ حاجیوں کی بڑی فیاضی سے خدمت کرتے جس وجہ سے قریش میں ان کی بڑی عزت و منزلت تھی۔ انہوں نے مدینہ کے خاندان بنی نجار میں شادی کی۔ شادی کے بعد شام جاتے ہوئے فوت ہو گئے۔ وفات کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام شیبہ رکھا۔ ان کے بھائی مطلب کو علم ہوا۔ تو وہ مدینہ گئے۔ اپنے پیارے بھائی کی نشانی کو مکہ لے آئے۔ بعض لوگوں نے غلطی سے شیبہ کو مطلب کا غلام سمجھا۔ چنانچہ شیبہ عبد المطلب کے نام سے پکارا جانے لگا۔

عبد المطلب کا زمانہ

عبد المطلب جب جوان ہوئے تو اپنے باپ کی جگہ کعبہ کی تولیت پر قابض ہو گئے۔ ان کے زمانہ میں قریش کی عزت و شہرت تام عروج تک پہنچ گئی۔ زمزم کا کنواں جو پٹ کر گم ہو گیا تھا۔ عبد المطلب نے اس کا سراغ لگایا۔ اور اسے صاف کرایا۔ عبد المطلب کے زمانہ میں ہی ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کے لیئے فوج کشی کی تھی۔ لیکن خدا نے انکو تباہ و برباد کر دیا[2]۔

عرب کی حکومتیں

قبائلی نظام کے علاوہ بعض حکومتوں کے قیام کا بھی کچھ پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے اکثر

---

[1] طبری صفحہ ۱۰۹۶

[2] یہ باتیں پہلے بھی بیان کی جا چکی تھیں۔ لیکن سلسلہ مضمون کو جاری رکھنے کے لیئے دوبارہ واقعات دہرا دیئے ہیں۔

Marfat.com

دوسری بڑی حکومتوں کے ماتحت تھیں۔ اور انہیں خراج ادا کرتی تھیں۔ ان حکومتوں کا مختصر حال بیان کر دیا جاتا ہے۔

ملوکِ حیرہ

مشہور یونانی فاتح سکندر اعظم نے جب ۳۲۳ھ ق۔م میں ایرانیوں کو شکست دی۔ اور دارا قتل کر دیا گیا۔ تو سلطنت کی طاقت پارہ پارہ ہوگئی۔ اور اس کے بعد ایران میں چھوٹی چھوٹی حکومتیں قائم ہوگئیں۔ تو اس ایرانی طوائف الملوکی کے زمانہ میں جو سب سے پہلا بادشاہ بنا وہ مالک بن فہم تھا۔ اس کی قیام گاہ انبار کے متصل تھی۔ اس کے بعد اس کا بھائی عمرو بن فہم بادشاہ ہوا اس کے بعد وقتاً فوقتاً عربوں کے مختلف قبائل حیرہ کے علاقہ پر حکمران رہے۔ ان بادشاہوں میں جذیمہ۔ عمرو بن عدی۔ امرؤ القیس۔ نعمان بن امرؤ القیس الحارث الکندی۔ اسعود بن منذر۔ نعمان بن منذر۔ ایاس بن قبیصہ طائی مشہور بادشاہ گذرے ہیں۔

"ہشام ابن الکلبی کے نزدیک نصر بن ربیعہ کے خاندان کے حکمرانوں کی تعداد بیس اور ان کی کل مدت حکومت پانچ سو بیس ۵۲۰ سال ہے۔ مسعودی کے نزدیک اس خاندان کے تیئس ۲۳ بادشاہ ہوئے ہیں۔ جن کی مدت حکومت چھ سو بیس ۶۲۰ سال ہے[1]۔"

شہر حیرہ

حیرہ کا شہر پانچ سو برس تک آباد رہا۔ مگر جب کوفہ آباد ہوا۔ تو حیرہ ویران ہونے لگا۔ اس کی آبادی اور رونق خلیفہ المعتضد عباسی کے زمانہ تک گھٹتی رہی۔ آخر کار یہ شہر بالکل ہی تباہ و برباد ہوگیا۔

ملوکِ شام

ابن خلدون لکھتا ہے۔ کہ "جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ عربوں میں سے سب سے پہلے جس قوم نے ملک شام میں اپنی حکومت قائم کی وہ عمالقہ تھے۔

پھر بنو ارم بن سام آئے جو ارمانیوں کے نام سے معروف ہیں[3]۔"

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول اردو ایڈیشن صہ ۱۵۰

[2] ایضاً

[3] ایضاً صہ ۱۶۸

Marfat.com

اس عبارت کے ساتھ حمزہ اصفہانی کی عبارت ملائیں ارمانی شام کے نبطیوں کا نام ہے۔ اور دوئی عراق کے نبطی کا

ان دونوں عبارتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ارمانی اور نبطی ایک ہی قبیلہ کے نام ہیں۔

عمالقہ کا آخری بادشاہ سمیدع بن ہوبر تھا۔ یوشع بن نون کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کے قتل کے بعد حکومت بنو ظرب بن حسان کی طرف منتقل ہوئی۔ جو عمالقہ کی شاخ بنو عاملہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس خاندان کی آخری حکمران ملکہ زباء تھی۔ زباء کی موت کے بعد بنو ظرب بن حسان تباہ و برباد ہو گیا۔ تو قضاعہ کی شاخ تنوخ کے ہاتھ زمام حکومت آئی

مسعودی کے قول کے مطابق تنوخ میں تین حکمران ہوئے ہیں۔ نعمان بن عمرو۔ اس کا بیٹا عمرو بن نعمان۔ پھر اس کا بھائی حوار ابن عمرو۔ جب ان کی حکومت کی ہوا بگڑ گئی۔ تو قضاعہ قبیلہ کی ایک اور شاخ سلیح غالب آگئے۔ پھر ضجاعمہ کا خاندان جو سلیح کی نسل سے تھا۔ غالب آیا۔

ابن سفیر لکھتا ہے کہ بنو سلیح کے دو حکمران خاندان تھے۔ بنو ضجعم اور بنو عبید۔ بنو ضجعم کا دور حکومت جاری رہا یہاں تک کہ غسان نے آکر ان کی سلطنت چھین لی۔ ان کا آخری حکمران زیاد بن ہبولہ تھا۔ جو اپنی باقی ماندہ قوم کے ساتھ حجاز کی طرف چلا گیا مگر حجر آکل المرار نے اسے قتل کر دیا۔ جو تبابعہ کی طرف سے حجاز کا والی تھا۔

غسان کی آمد شام میں

عام علمائے انساب کی تشریح کے مطابق آل غسان قحطانی سبا کے خاندان کہلان سے تھے۔ دوسری صدی کے وسط میں غسانی تہامہ میں مقیم تھے۔ بعد ازاں حدود شام میں منتقل ہو گئے۔

انہوں نے قبیلہ قضاعہ کی شاخ سلیح (ضجعم) کے اقتدار کو ختم کیا۔ ان کا پہلا فرمانروا ثعلبہ بن عمرو ہوا ہے۔

جرجانی کا بیان ہے کہ ثعلبہ بن عمرو کے بعد اس کا بیٹا حارث بن ثعلبہ حکمران ہوا۔

سلہ تاریخ ابن خلدون حصہ اول صفحہ ۱۶۹ اردو ایڈیشن

Marfat.com

جس کی ماں ماذیہ تھی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا منذر بن حارث۔ پھر اس کا بیٹا نعمان پھر ابو بشر بن حارث۔ بعض نسابوں نے اس کا نسب یوں ہی بیان کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ عوف بن حارث بن عوف کا بیٹا ہے۔ پھر حارث اعرج فرمانروا ہوا۔ پھر عمرو بن الحارث اعرج پھر منذر بن حارث اعرج پھر ایہم بن جبلہ پھر اس کا بیٹا جبلہ[1]

عرب مؤرخین کی تفصیل کی بناء پر غسانیوں کی مدت حکومت میں اختلاف ہے۔

حمزہ اصفہانی کے نزدیک غسانی حکومت کی مدت ۶۰۰ برس ہے۔ اس بناء پر ان کا ابتدائی زمانہ پہلی صدی عیسوی ہوگا۔ یہ غلط ہے۔ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ آل غسان دوسری صدی عیسوی تک تہامہ میں موجود تھے۔

ابو الفداء نے طویل مدت ۴۰۰ برس قرار دی ہے۔ یہ تقریباً صحیح مدت ہے۔ اس بناء پر غسانی حکومت کا ابتدائی زمانہ تیسری صدی عیسوی کا اوائل ہوگا۔

ملوک یمن۔ سرزمین یمن میں قحطانی قبائل پھیلے ہوئے تھے۔ اس سرزمین کے مختلف اقطاع میں۔ عمالیق۔ اہل معین۔ عاد۔ سبا۔ حمیر کی مشہور سلطنتیں قائم ہوئی ہیں۔ ارباب اقتدار قبائل کی تعداد ۴۸ تھی۔

ان حکومتوں نے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کیں۔ ترقی زراعت کے لئے وادیوں میں بڑے بڑے بند بنائے۔ جن میں سے سب سے زیادہ مشہور سد مارب ہے۔ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

عاد

عاد ارم کا وجود ۲۲۰۰ ق م سے شروع ہوتا ہے۔ انتہائی مدت کی تعیین کی یہ صورت ہے کہ ۱۵۰۰ ق م میں یمن میں ایک دوسری طاقت ابھر آئی تھی۔ اس سے کچھ قبل حضرت موسیٰ کا زمانہ تھا۔ حضرت موسیٰ کے عہد سے قبل قوم عاد پردہ فنا میں جا چکی تھی۔ ان وجوہ کی بناء پر عاد کی ترقی و عروج کا زمانہ ۲۲۰۰ ق م سے ۱۷۰۰ ق م تک ہے۔

عاد کا مقام

عاد کی مرکزی آبادی یمن حضرموت میں سواحل خلیج فارس سے حدود عراق تک پھیلی تھی[2]

---

[1] تاریخ ابن خلدون حصہ اول صد ۱۷۳ اردو ایڈیشن

[2] معارف ابن قتیبہ صفحہ ۱۰ مصر

Marfat.com

دراصل حکومت کا مرکز ملک یمن تھا۔ لیکن خلیج فارس کے کنارے کنارے وہ عراق تک وسیع تھی۔

اہل معین

یمن کے درمیان معین نام ایک بستی ہے اس کے مشرق میں حضرموت اور جنوب مغرب میں سبا واقع ہے۔ معین جگہ کا نام تھا۔ باشندوں کا قومی نام نہیں۔

اہل معین کا زمانہ

جرمن علمائے آثار کی رائے ہے کہ خاندان حکومت ۱۴۰۰ ق م سے ۷۰۰ ق م تک موجود تھا۔ فرنچ ماہرین اثریات ۸۰۰ ق م سے شروع کرتے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم میں یہ تحریر ہے۔

"آخر زمانہ کے کتبات کو چھوڑ کر زمانہ قدیم کے کتبوں میں کوئی سنہ یا تاریخ درج نہ ہونے کی وجہ سے اور نیز اس لیے کہ کتبات کی تعداد کم ہے۔ علماء میں زمانہ تاریخ عرب قبل اسلام کی نسبت بہت سے اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ لیکن تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ ان کتبات کی تاریخ ۹۰۰ اق م تک پہنچتی ہے۔ اور بعضوں کا قول ہے کہ صرف ۶۰۰ اق م تک پہنچ سکتی ہے اور ان سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں کم از کم چار متمدن حکومتیں (۱) معین (۲) سبا (۳) قتاب (۴) حضرموت قائم تھیں۔[1]

اہل معین کی حکومت کے زوال کے بعد سبا کی حکومت کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بلاشک وشبہ ۸۰۰ یا ۹۰۰ ق م سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا معین کا پورا زمانہ یا کم از کم عہد عروج ۸۰۰ یا ۹۰۰ ق م سے قبل ہونا چاہیے۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مضمون نگار "عرب" مشہور جرمن فاضل ہومل نے بھی متعدد دلائل و براہین سے یہ ثابت کیا ہے کہ معین کا تمام زمانہ یا کم از کم زمانہ عروج سبا سے پیشتر تھا۔

شاہان معین

---

[1] ملخص عرب (تاریخ)

Marfat.com

دنیا کے علماء آثار قدیمہ نے تقریباً ۲۵ بادشاہوں کے نام دریافت کیے ہیں جن میں سے ۲۰ باہم ایک دوسرے سے رشتہ دار ہیں۔ یہ تعداد زمانہ حکومت کے لحاظ سے بہت کم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ متعدد نام ایسے ہوں گے جن کے نام کے کتبے ہم کو نہیں ملے اور بہت سے ایسے ہوں گے جن کے نام کے کتبے سرے سے تحریر ہی نہ ہوں گے۔ اس لیے زمانہ حکومت کی وسعت کے مطابق کم از کم دس بارہ نام اور فرض کیے جا سکتے ہیں۔ کل ۳۵ نام ہوتے ہیں۔[1]

سبا

یہ امم قحطانیہ کی سب سے بڑی شاخ ہے۔ ان کی شہرت کے واقعات روایات عرب۔ حکایات یونان۔ توراۃ، زبور، انجیل۔ قرآن اور آثار قدیمہ میں پائے جاتے ہیں۔ جنوبی اور شمالی عرب دونوں اس کی حکومت کے مرکز تھے۔ لیکن اس کی حکومت کو زیادہ وسعت جنوبی عرب میں حاصل تھی۔ اس کا دارالخلافہ شہر مارب تھا۔

عرب روایات کے مطابق اس قبیلہ کے جد امجد کا نام عمر یا عبد شمس تھا۔ اور لقب سبا تھا۔ محققین جدید یہی لقب خیال کرتے ہیں۔ ماہرین لغت سبا کا لقب ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ یہ "سبی" سے مشتق ہے جس کے معنی غلام بنانے کے ہیں چونکہ عبد شمس بہت بڑا فاتح تھا۔ اس نے بے شمار لوگوں کو غلام بنایا۔ اسی وجہ سے اس کا لقب سبا پڑ گیا۔ تحقیق جدید کی رو سے سبی اور سبا اس معنی سے ماخوذ ہے جس کا مفہوم تجارت ہے۔ کتبات میں عموماً سبا کا مادہ تجارتی سفر کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔[2] عربی زبان میں اب تک یہ لفظ شراب کی خرید و فروخت۔ تجارت اور اس کے لیے سفر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ سبا چونکہ تاجر قوم تھی اس لیے اس کا لقب سبا پڑ گیا۔

زمانہ

واقعات اور کتبات کے حوالہ جات کی مدد سے علماء آثار نے سبا کے زمانہ کی تحدید

---

[1] تفصیل ملاحظہ ہو۔ ارض القرآن حصہ اول مصنفہ سید سلیمان ندوی ص ۲۱۶، ۲۱۷

[2] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا حصہ ۲۳ صفحہ ۹۵۵

Marfat.com

کر فی چاہی ہے۔ یہ متفقہ طور پر ثابت ہے۔ کہ از روئے کتبات ۱۱۵ سنہ ق م سبائی آخری تاریخ ہے۔ ابتدائی تاریخ کی نسبت بھی اتفاق ہے کہ وہ نویں صدی ق۔م سے پیچھے نہیں۔ اور بعضوں کی رائے ہے کہ اکیسویں صدی ق م سے پیچھے نہیں[1]۔

مؤرخ اسلام زبدۃ العلماء مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے یہ ہے۔

"چونکہ حضرت داؤد کی زبور میں جس کا زمانہ تصنیف دسویں صدی ق۔م کا وسط حصہ ہے۔ شاہان سبا کا ذکر صریح موجود ہے۔ اس لیے سبا کا ابتدائی زمانہ عروج ۱۱۰۰ سنہ ق م سے کسی حال میں کم نہیں ہو سکتا[2]"

حمیر

علمائے انساب کے نزدیک حمیر سبا کے جانشین فرزند کا نام ہے۔ اس لئے سبا کی تمام تاریخ میں وہ بجائے سبا کے ہر جگہ حمیر بولتے ہیں۔ لیکن اب تک جو کتبات دستیاب ہوئے ہیں۔ ان میں لفظ حمیر کہیں نظر نہیں آیا۔ خود حمیر کے بادشاہ اپنے آپ کو ملک سبا وذو ریدان[3] لکھتے تھے۔

تحقیق سے یہ بات ثابت ہے کہ حمیر سبا کا ہی ایک طبقہ ہے۔ جب سبا تباہ و برباد ہوئے۔ تو حمیر نے مارب پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت ان کا لقب شاہی "ملک سبا وذو ریدان" نظر آتا ہے۔ ایک عرصہ کے بعد ان کے القاب میں "شاہ حضرموت" کا بھی اضافہ ہوتا ہے پھر تمام یمن۔ نجد۔ اور تہامہ کی حکومت ان کے القاب میں نظر آتی ہے۔

حمیر کا زمانہ

سبا نے حمیر کے کتبات میں مبہود بن ابہد کے نام سے ایک غیر معلوم تاریخ کے سنین کا ذکر ہے۔

۳۸۵ سنہ، ۵۷۴ سنہ، ۵۸۲ سنہ، ۶۴۰ سنہ، ۶۵۸ سنہ، ۶۵۷ سنہ، ۶۶۹ سنہ ان میں سے ۶۴۰ سنہ کے کتبہ میں حبش کے حملہ یمن اور ذونواس کی موت کا ذکر ہے۔ یہ واقعہ

---

[1] انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا حصہ دوم صفحہ ۲۶۴

[2] ارض القرآن حصہ اول صفحہ ۲۳۵

[3] ذو کے معنی امیر کے ہیں۔ ریدان قلعہ کا نام ہے۔ جو ان کا مسکن تھا۔

Marfat.com

عرب کی روایات اور رومی تصریحات کے مطابق ۶۲۹ء کا ہے۔ اس بناء پر یہ بات بالکل واضح ہے کہ ۶۲۵ء ۶۴۰ سنہ حمیری کے مطابق ہے۔ اس لیئے سنہ حمیری کی ابتداء ۱۱۵ ق م قرار دی جائے گی [1]

سید سلیمان ندوی کی تحقیق اور رائے کے مطابق سبائے حمیر کی تاریخ پہلی صدی ق م کے اوسط سے شروع ہوتی ہے اور ذونواس کی موت پر ۵۲۵ء میں ختم ہوتی ہے۔ اس بناء پر حمیر کی کل مدت حکومت تقریباً ۵۰۰ برس قرار پائے گی [2]

عمالیق

عمالیق کی لفظی حقیقت کیا ہے؟ عمالیق خود السنہ سامیہ کے قواعد پر عملوق کی جمع ہے۔ عملوق دو لفظوں سے مرکب ہے۔ عم جس کے معنی عبری میں قوم کے ہیں۔ اور یہی لفظ عربی میں اصلہ ہے۔ اور ملوق عام وادی کو کہتے ہیں۔ لیکن قدیم زمانہ میں شمالی عرب کا نیم خلیج فارس تا حدود سینا جن کو رومی و یونانی عربیا ڈزرٹا یعنی عرب ریگستان یا عرب الوادی کہتے ہیں نام تھا۔

دوسرا حصہ کہ یعنی مغربی و شمالی عرب کو جو از سینا تا حدود مصر "معان" کہتے تھے مالوق اور معان ان ہی ممالک کے نام کی حیثیت سے بابلی کتبہ میں ۲۰۰۰ ق م مستعمل ہوئے ہیں [3]۔

مستشرقین کی تحقیق کی رو سے سامی قومیں ایک مدت کے اتحاد کے بعد عرب ملک سے باہر نکل نکل کر دوسرے ممالک میں جا آباد ہوئیں۔ وہیں انہوں نے جاکر اقتدار حاصل کیا۔ عرب لوگ بھی اس واقعہ سے نابلد نہ تھے۔ چنانچہ ابن قتیبہ اولاد سام کی تقسیم و تفریق کے بعد لکھتا ہے۔

" ان ہی میں سے عمالیق ہیں۔ جو متعدد قوموں کے مجموعے تھے۔ جو ممالک میں متفرق ہو کر پھیلے پھر منجملہ ان میں سے مصر اور بابل کے بادشاہ ہیں [4]۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۳ ص ۹۵۶

[2] ارض القرآن حصہ اول ص ۲۷۷

[3] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام حصہ اول ص ۲۷۷

[4] کتاب المعارف ص ۱۰

Marfat.com

عمالیق کی بادشاہت کی تفصیل پردۂ کتمان میں ہے۔ صرف مؤرخین کی کتب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمالیق عرب سے نکل کر ہمسایہ ممالک میں پھیل گئے اور وہاں حکومتیں قائم کیں اور یہودی لٹریچر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک جبار قوم تھی۔

عمالقہ کا آخری بادشاہ سمیدع بن ہوبر تھا۔ وہ یوشع بن نون کے ہاتھوں قتل ہوا جس پر حکومت عمالقہ کی دوسری شاخ بنو ظرب بن حسان میں منتقل ہو گئی۔

نابتی حکومت

نابتی حکومت شام کی حدود سے متصل تھی۔ اس کی نسبت فاسٹر اپنے جغرافیہ میں لکھتا ہے۔

"ان مختصر بیانات سے معلوم ہوگا کہ زمانہ قدیم میں نابت کا نام اور اثر نہ صرف ریگستانی اور صحرائی عرب پر مشتمل تھا۔ بلکہ حجاز و نجد کے صوبہائے عظیمہ پر بھی حاوی تھا۔ نابتی جہاں ایک طرف منافع تجارت سے بہرہ اندوز ہونے میں کمال رکھتے تھے۔ وہاں دوسری طرف بطور سچے بنو اسماعیل کے خطرات جنگ کے لیے بالکل مستعد رہتے تھے فلسطین و شام میں ان کی غارت گریوں اور خلیج عرب میں مصری جہازات پر ان کی راہزنی نے بار ہا تاجران مقدونیہ کو اس کی دشمنی پر آمادہ کر دیا۔ لیکن روما کی مجموعی قوت سے پیشتر کوئی شے انہیں روک نہ سکی۔ اور روما کی اطاعت بھی انہوں نے اسٹرابیو کے زمانہ میں بالکل مجبور اور مشتبہ انداز سے قبول کی[1]۔"

---

[1] بحوالہ سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۱۳

ظہورِ اسلام سے قبل

عرب میں مستند مذاہب کی تبلیغ اور اس کا اثر

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنفَكِّينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۔ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً (البینۃ)

جو لوگ اہلِ کتاب میں سے کافر ہیں اور مشرک آزاد ہونے والے نہ تھے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آ جائے۔ یعنی اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل عرب میں پانچ مستند مذاہب یہودیت عیسائیت۔ صابئیت۔ مجوسیت۔ حنفیت پائے جاتے تھے۔ ہر ایک مذہب نے اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ لیکن عربوں کی گری ہوئی حالت کو نہ اٹھا سکے اب ہر ایک مذہب کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

یہودیت

جب پانچویں صدی قبل مسیح میں بخت نصر یہودیوں کو تباہ و برباد کرنے کے درپے ہوا۔ تو وہ عرب کی طرف چلے آئے۔ بنو اسماعیل نے اپنے چچازاد بھائیوں کا خیر مقدم کیا دوسری وجہ۔ یہودیوں کی عرب میں آمد کی وجہ یہ بھی تھی کہ یہودیوں میں آخری نبی کے ظہور کی پیشگوئیاں عام مشہور تھیں۔ ان کی کتب کی پیشگوئیوں کی رو سے وہ عرب میں ظاہر ہونے والا تھا۔ اس وجہ سے انہوں نے عرب کو اپنا مسکن بنا لیا۔ تاکہ آخری نبی ان کو آسمانی اور زمینی نعمتوں کے وارث بنیں۔

حمیر۔ بنو کنانہ۔ بنو حرث بن کعب۔ کندہ یہ یہودی قبائل تھے۔ یثرب سے شام تک

Marfat.com

عرب کے اکثر زرخیز اور سرسبز مقامات پر وہ قابض تھے۔ اہل خیبر تمام کے تمام دائرہ یہودیت میں شامل ہو چکے تھے۔ یثرب میں بنو قریظہ بنو قینقاع قبائل یہودی تھے۔ اور یثرب پر ان کا پورا غلبہ تھا۔ تورات کی درس و تدریس کے لیئے متعدد درس گاہیں قائم تھیں۔ جن کو بیت المدارس کہتے تھے۔ یثرب میں ان کے مذہبی تقدس کا اتنا اثر تھا کہ جب اوس اور خزرج کے قبائل اپنے بچوں کے متعلق نذر مانتے تھے کہ اگر زندہ رہے تو وہ ان کو یہودی بناوینگے

جب یہود کی قوت زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے اپنا مذہب پھیلانے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ حضرت مسیحؑ سے کوئی ساڑھے تین سو سال قبل یمن کے بادشاہ ذونواس نے یہودی مذہب اختیار کر لیا۔ اس زمانہ میں عرب پر یہودیت کا کافی غلبہ رہا۔ مگر ساری کوشش کے باوجود عربوں کی اخلاقی معاشرتی۔ مذہبی حالت کو وہ سنوار سکے۔ اور عرب کا قومی مذہب وہی رہا۔ جو ان کا یہودیوں کی آمد سے قبل تھا۔

دراصل یہودیوں کی ناکامی کا سبب ان کی اپنی مذہبی اور اخلاقی حالت کی پستی تھی۔

قرآن مجید نے یہودیوں کے خرابئ اخلاق کو کھول کھول کر بیان کیا ہے۔ اسی طرح ان کے غلط عقیدہ کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللهِ (توبہ)

یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے۔

جو قوم خود شرک کی تاریک وادی میں بھٹکتی پھرتی ہو۔ وہ ملک میں کیسے صحت مند انقلاب لا سکتی ہے۔

عیسائیت

عیسائی عرب میں تقریباً تیسری صدی میں آنا شروع ہوئے تھے۔ سب سے پہلے جنوبی عرب میں نجران ایک مقام ہے۔ وہاں سکونت اختیار کی۔ اپنی تبلیغی کوششوں سے وہاں کے لوگوں کو عیسائی بنا لیا۔ وہاں کلیسا بھی تھا۔ جہاں راہب رہا کرتے تھے۔

عیسائیوں کی تبلیغ کو دو طرف سے بڑی قوت پہنچی تھی۔ ایک شاہ حبش کی طرف سے جن کا قومی اور شاہی مذہب عیسائیت تھا۔ دوسرے شمال میں رومی سلطنت کی طرف سے

لہ ابوداؤد

Marfat.com

جن کا شاہی مذہب عیسویت تھا۔ اسی لیئے شمالی عرب کے وہ قبائل جو حدود شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ وہ عیسائی ہو گئے تھے۔ چنانچہ لخم جذام۔ عاملہ۔ مذحج۔ بہرا۔ سلیح وغیرہ قبائل نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔

حمیر۔ ربیعہ اور غسان بھی حلقہ عیسویت میں آچکے تھے۔ حدود عراق کی طرف تغلب اور تنوخ کے قبائل نے عیسائیت اختیار کر لی تھی۔

اندرون عرب میں بھی قبائل کے خال خال آدمیوں نے عیسائیت قبول کر لی تھی۔ قبیلہ قریش کے خاندان بنو اسد میں چند آدمی عیسائی ہو گئے تھے۔ جن میں ورقہ بن نوفل کا نام مشہور ہے۔ عثمان بن حویرث بھی اسی خاندان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔ اسی طرح اوس اور خزرج کے قبائل میں چند ایک آدمی دائرہ عیسائیت میں داخل ہو گئے تھے۔

اس مذہب کو شاہی امداد بھی حاصل تھی۔ لیکن ملک عرب میں اصلاح کے کام میں بکلی ناکام ثابت ہوا۔ اس کی وجہ بھی مشرکانہ عقائد تھے۔ جس کی تردید قرآن مجید نے کئی ایک مقامات پر کی ہے۔

(۱) یَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ۔ (نساء)

اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور نہ خدا کی نسبت حق بات کے سوا کچھ اور منہ سے نہ نکالو۔ مریم کے بیٹے عیسیٰ مسیح صرف خدا کے رسول اور اس کے حکم تھے جو مریم تک پہنچایا گیا۔ اور اس کی طرف سے ایک روح تھے پس خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا نہ کہو۔ اس سے باز آجاؤ۔ یہی تمہارے لیئے بہتر ہے۔ خدا تو ایک ہی معبود ہے۔ اور اس سے پاک ہے کہ اس کے کوئی لڑکا ہو۔

یہ آیت عیسائیت کے ان تثلیث پرست فرقوں سے تعلق رکھتی ہے جو باپ بیٹے

Marfat.com

اور روح القدس تینوں کو خدا مانتے ہیں۔

(۲) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

وہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ یہی مسیح ابن مریم خدا ہیں۔ (مائدہ)

اس آیت کریمہ میں عیسائیت کے یعقوبی فرقہ کی تردید ہے۔ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح کی ایک ہی ذات خود خدا ہے۔

(۳) لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (مائدہ)

وہ لوگ کافر ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ خدا تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ ایک معبود کے سوا کوئی اور معبود نہیں۔

یہ آیت نسطوری اور ملکانی (کیتھولک) فرقہ کی تردید میں ہے۔

جن کا یہ عقیدہ ہے کہ باپ اِلٰہ کامل ہے۔ بیٹا لاہوتی و ناسوتی دونوں سے مرکب ہے اور روح القدس الوہیت کا تیسرا عنصر ہے۔

(۴) يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (مائدہ)

اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھ کو اور میری ماں کو بھی دو معبود مانو۔

اس آیت کریمہ میں عیسائیت کے اس فرقہ کی تردید ہے۔ جو اقانیم ثلاثہ کے ساتھ مریم کو بھی لائق پرستش جانتے تھے۔

ابن حزم نے لکھا ہے کہ ان میں بربرانی فرقہ تھا۔ جو مسیحؑ اور مریمؑ دونوں کو خدا سمجھتا تھا۔[1]

صابئیت

قرآن مجید میں صابئینؑ[2] کا نام تین دفعہ آیا ہے۔ لیکن نام کے علاوہ کچھ اور حقیقت

---

[1] فصل فی الملل والنحل جلد ۱ صفحہ ۴۸ بحوالہ ارض القرآن مصنفہ مولانا سید سلیمانؒ ندوی حصہ دوم صفحہ ۱۹۱

[2] سورۃ بقرہ۔ مائدہ اور حج

Marfat.com

واضح نہیں کی گئی۔ ارباب علم میں صابیت کی تعین حقیقت میں بہت اختلاف ہے۔ سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن جلد ۲ (صفحہ ۱۹۴ تا ۱۹۸) میں ارباب علم کی مختلف آراء بیان کر دی ہیں۔

داستانِ صابئیت

صابئین کا اصل مولد بابل تھا۔ متواتر سیاسی انقلابات کی وجہ سے ان میں یہودیت مجوسیت، یونانی فلسفہ۔ اور عیسائیت کے اجزاء شامل ہو گئے تھے۔ ایک خدا پر اعتقاد رکھتے تھے۔ ستاروں اور بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ ستاروں کی ارواح کو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان وسیلہ سمجھتے تھے۔ تین وقت ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ صبح کو تا طلوع آفتاب دوپہر کو زوال کے وقت تک۔ شام کو غروب آفتاب تک۔ ہر نماز کے وقت غسل کرتے تھے ان کا قبلہ قطب شمالی تھا۔ اسی کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔ کہ تمام ستارے اپنی جگہ سے ہٹتے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن قطب کا تارا ہمیشہ ایک ہی جگہ قائم رہتا ہے اور تمام ستاروں کا مرکز قطب شمالی ہے۔

صابئین میں روزوں کے دن بھی مقرر تھے۔ لیکن روزہ کے دن کے معنی صرف آرام کے دن کے ہیں۔ کیونکہ فاقہ ان کے ہاں ممنوع ہے۔ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ روزہ کے ایام میں مرد و زن سب سفید کپڑے پہنیں۔ اور تین وقت غسل کریں۔ کسی جانور کو نہ ماریں۔ نہ گوشت کھائیں۔ سہ شنبہ کا دن ان کا مقدس دن تھا۔ مذہبی عقائد کو چھپانا ان کا اولین فرض تھا۔ ان کے مذہبی عقائد بنی اسرائیل کے عقائد کے بالکل ضد ہیں۔ تورات کے تمام انبیاء کو حضرت ابراہیمؑ سے لے کر آخر تک سب کو کاذب اور مفتری سمجھتے تھے۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابل فرعون کو اچھا سمجھتے تھے۔ اور اس کو اپنا پیشوا جانتے تھے۔ اسی زمانہ کا مذہب صحیح خیال کرتے تھے۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ جو مصری فرعون کے ساتھ ڈوبنے سے بچ گئے ہیں۔ وہ قطب شمالی کی جنت میں آرام کر رہے ہیں۔

صابئین صرف حضرت یحییٰ بن زکریا کو سچا نبی مانتے تھے۔ جن کو یہودیوں نے قتل کیا تھا اور حضرت ابراہیم کی جائے ولادت دوزخ کا نام ہے[1]

---

[1] تفصیل کے لیے انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۱۷ صفحہ ۵۵۵ ملاحظہ کریں

Marfat.com

حضرت ابراہیمؑ اور ان کی نسل کے دیگر انبیاء علیہم السلام سے عداوت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش بابل کا شہر آذر اور منشا شہر حران تھا۔ یہی دو مقامات ہیں۔ جو صابئیت کے مرکز ہیں۔ اس قوم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی اور ستارہ پرستی سے روکا۔ لیکن انہوں نے ان کی دعوت حق کو ٹھکرا دیا اور دشمن بن گئے۔ یہی عداوت نسلاً بعد نسل ان کی خمیر میں چلی آ رہی ہے۔ اسی وجہ سے عرب جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بے حد تکریم کرتے تھے۔ صابی کے لفظ کو مرتد اور بے دین کے معنوں میں استعمال کرتے تھے۔

اس مذہب سے اہل عرب کو شدید نفرت تھی۔ اس وجہ سے اس مذہب کے پیروکار عرب میں نہ بڑھ سکے۔ اور نہ کوئی اصلاحی کام کر سکے اور نہ کر سکتے تھے۔ ان کی مذہبی حالت اسی طرح خراب تھی جس طرح یہود اور نصاریٰ کی۔ بلکہ ان سے بھی ابتر۔

مجوسیّت

ایران کا قدیم مذہب ہے جس کا بانی زرتشت ہے۔ مجوس یزدان اور اہرمن دو خداؤں کے قائل تھے۔

یزدان خیر کا اور اہرمن شر کا خدا تصور کرتے تھے۔ اسی طرح یزدان کو نور اور اہرمن کو ظلمت سے بھی تعبیر کرتے تھے۔ قرآن مجید نے ان کے اعتقاد کو بھی رد کیا ہے چنانچہ کہتا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَیْنِ اثْنَیْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

یعنی خدا نے فرمایا کہ دو خدا نہ بناؤ۔ وہ تو ایک ہی خدا ہے۔

قبیلہ تمیم مجوسی تھا۔ زرارہ تمیمی نے اسی وجہ سے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ بعد میں اس پر بہت نادم ہوا۔ اقرع بن حابس بھی مجوسی تھا۔[1]

گویا ایران کا شاہی اور قومی مذہب تھا۔ لیکن پھر بھی عربوں کے دلوں کو اپنی طرف نہ کھینچ سکا۔ اور ایک قبیلہ کا اس مذہب کو قبول کر لینا کامیابی کی دلیل نہیں۔ لیکن جس قبیلہ

---

[1] معارف ابن قتیبہ

Marfat.com

نے یہ مذہب قبول بھی کیا۔ ان میں بھی کوئی اندرونی انقلاب برپا نہ ہوا۔ اس کی بھی وجہ وہی ہے کہ یہ مذہب بھی اپنے نور کو ضائع کر چکا تھا۔ جو ماننے والوں کی اندرونی بصیرت کو روشنی دیتا ہے۔

یہ مذہب نہ صرف اپنے نور کو ہی ضائع کر چکا تھا۔ بلکہ اس کے اندر وہ عقائد داخل ہو گئے تھے۔ جو انسان کی طبعی استعدادوں کو فنا کر دیتے تھے۔

حنفیت

حنیف۔ حَنَفٌ سے مشتق ہے، عربی زبان میں اس کے معنی مڑنے اور جھکنے کے ہیں۔

اس لئے حنیف وہ ہوگا۔ جو ایک طرف جھک جائے۔ یہ لفظ اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

مثلاً اگر کوئی اچھی بات چھوڑ کر بری بات اختیار کرے تو حنیف کے وہ معنی ہوں گے جس میں عبرانی اور سریانی میں وہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی کافر و منافق کے۔ کیونکہ سریانی میں اس کے معنی کافر کے ہیں۔ اور عبرانی میں منافق کے ہیں[1]۔

اگر کوئی برے کام ترک کر کے اچھے کام اختیار کر لیتا ہے تو اس کے معنی وہ ہوں گے جو اہل عرب لیتے ہیں۔ یعنی خدا پرست اور دین دار۔

ابتدا میں حنیف کا استعمال "لام" کے صلہ کے ساتھ دین اور اللہ کی تخصیص کے ساتھ استعمال ہوتا تھا۔ بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے دین اور اللہ کے الفاظ حذف کر دیے گئے۔ صرف حنیف کا لفظ ہی مروجہ معنوں میں اکیلا استعمال ہونے لگا۔

قرآن مجید میں دونوں طرح سے استعمال ہوا ہے۔ سورۃ حج میں ہے حُنَفَاءَ لِلّٰہِ۔ سورۃ بیّنہ میں بغیر صلہ کے استعمال ہوا ہے، مخلصین لہ الدین حُنَفَاءَ یہاں حُنَفَاءَ لِلّٰہِ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے (یعنی اپنے اعتقاد کو خدا کے لیے خالص کر کے مڑنے والے بن کر)

قرآن مجید سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ حنیف کے معنی اول یعنی خدا پرست اور

---

[1] لائف آف محمدؐ مارگولیوتھ صفحہ ۱۱۶

Marfat.com

دین دار کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا۔ (یونس)

یعنی سچے دین کی طرف اپنا منہ کرو۔ باطل پرستی سے منہ موڑ لو۔

اسی طرح قرآن مجید کی بعض دوسری آیات پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ لفظ حنیف مشرک کے مقابل پر ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

حَنِيْفًا وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔ (انعام)

حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ۔ (حج)

ان آیات میں حنیف کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ہی مشرک کی نفی کی گئی ہے۔

دراصل حنیف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی مذہب تھا۔ جس میں خالص توحید پائی جاتی تھی۔ اسی مذہب پر تمام انبیاء علیہم السلام آئے۔ اور سب کی یہی دعوت ہوتی تھی۔ دین دار اور خدا پرست بنو۔ دلوں کو ہر قسم کے شرک کی ملونی سے پاک کرو کیونکہ توحید سے ہی تمام نیکیاں پھوٹتی ہیں۔ اور بدیاں ناپید ہوتی ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل ایک اندرونی تحریک شرک سے بیزاری کی اٹھی تھی۔ وہ لوگ اپنے آپ کو حنیف کہتے تھے۔ وہ صرف ایک خدا کے پرستار تھے۔ ان کو نہ نصرانیت سے تعلق تھا اور نہ یہودیت سے۔ اور نہ وہ عرب کی غلط رسومات اور رواج کی اصلاح کرنا چاہتے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض حنفاء نے عیسائیت کی آغوش میں اطمینان قلب ڈھونڈا۔ مثلاً ورقہ بن نوفل جو حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی تھے۔ اور عبداللہ بن جحش جو حضرت حمزہ کے بھانجے تھے۔ مگر حنفاء کے بڑے طبقہ کو عیسائیت اور یہودیت طمانیت کی دولت نہ بخش سکی۔ ان میں سے زید بن عمرو بن نفیل جو حضرت عمر کے چچا تھے۔ اور امیہ بن ابی الصلت جو عرب کا مشہور شاعر تھا۔ تاریخ سے اس بات کی شہادت ملتی ہے کہ ان کے علاوہ اور بھی اشخاص تھے۔ مثلاً قیس بن ساعدہ۔ عثمان بن حویرث۔ قیس بن نشبہ۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ اس تحریک کا صرف یہ مقصد تھا کہ بت پرستی کی جگہ توحید الٰہی کو فروغ دیا جائے۔ لیکن اس تحریک سے بھی عرب کی فضا میں کوئی تغیر نہ تھا

Marfat.com

نہ ہوا۔

مذاہب کی ناکامی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامیابی۔

عرب کی تاریک فضا میں کوئی مذہب بھی صحت مند اور خوشگوار انقلاب پیدا نہ کر سکا۔ یہودی اور عرب دو بھائیوں کی اولاد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے رشتہ دار اور تعلق دار تھے۔ ان کی زبانیں ان کے عادات بہت کچھ ملتے جلتے تھے۔ دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ مزید برآں یہودیت کو یمن کے بادشاہ نے بھی قبول کر لیا تھا۔ ان تمام ظاہری اسباب کے ہوتے ہوئے یہودیت کو سارے عرب نے قبول نہ کیا۔ اور نہ ہی یہودیت عربوں کو گناہ کی غلامی سے نجات دلا سکی۔ یہودی خود ہی اس قسم کے ذمائم اخلاق میں مبتلا تھے۔ انہوں نے عربوں کو گناہوں سے کیا نجات دلانی تھی۔

عیسائیت کو شاہ حبش اور سلطنت روما کی طرف سے بھی قوت پہنچی تھی۔ کیونکہ ان کا شاہی مذہب عیسویت تھا۔ پھر عیسائیت میں شریعت کی کوئی پابندی بھی نہ تھی۔ اہل عرب شرعی قیود کی پابندی کو پسند ہی نہ کرتے تھے۔ اس وجہ سے عرب کے لوگوں کے لیے عیسائیت سہل ترین مذہب تھا۔ یہ وہ نہایت ہی قوی اسباب تھے۔ جو کسی مذہب کو میسر نہ تھے۔ ان اسباب کی وجہ سے عرب کا عیسائیت کو قبول کر لینا کوئی بعید امر نہ تھا۔ مگر اہل عرب نے عیسائیت کو بھی اپنا قومی مذہب نہ بنایا۔ اور نہ عیسائیت ملک عرب میں کوئی روحانی انقلاب رونما کر سکی۔ ہاں ان کی شراب خوری۔ قمار بازی۔ زناجیسی روحانی امراض کا اثر ملک عرب پر ضرور رہا۔

عیسائی مؤرخین کے نزدیک عرب اسلام سے قبل تمام مذاہب میں سب سے زیادہ عیسائیت سے متاثر تھے۔ تاہم اس اثر کا جو نتیجہ نکلا۔ وہ ایک عیسائی مورخ کے قلم سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو یہ ہے :۔

"عیسائیوں نے عرب کو پانچ سو برس تعلیم و تلقین کی۔ اس پر بھی خال خال عیسائی نظر آتے تھے۔ یعنی بنو حارثہ نجران میں۔ بنو حنیفہ یمامہ میں اور کچھ بنی طے میں عیسائی تھے۔ باقی خیریت . . . بالآخر عرب کو من حیث المذہب دیکھیئے تو اس کی سطح پر عیسائیوں کی ضعیف کوششوں کی کچھ خفیف سی موجیں لہراتی نظر آتی تھیں۔ اور یہود کی قوت بھی کبھی بڑی شدت

Marfat.com

سے طغیانی کرتی نظر آتی تھی۔ لیکن بت پرستی اور بنو اسماعیل کے بے ہودہ اعتقادات کا دریا ہر سمت سے جوش مارتا ہوا کعبہ سے آکر ٹکراتا تھا۔[1]

اس اقتباس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عیسائیت اور یہودیت ملک عرب میں ناکام تحریکیں ثابت ہوئیں۔

اسی طرح مجوسیت اور صابئیت بھی ملک عرب میں انقلاب پیدا کرنے میں ناکام ثابت رہیں۔

حنیفیت جو ایک اندرونی تحریک تھی۔ وہ بھی عرب کے رسوم و روایات میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ بلکہ یہ تحریک سب سے کمزور ثابت ہوئی۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی پشت پر کوئی حکومت نہ تھی۔

جب **فخرِ کونین**۔ سید الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کی آواز کو وادیٔ مکہ میں بلند کیا تو اس آواز نے بیس سال کے عرصہ میں ملک عرب کی زمین اور آسمان کو بدل دیا۔ ایک ایسا انقلاب رونما ہوا جس کی نظیر پہلے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جس کا اعتراف دشمن بھی کرتے ہیں۔

سر ولیم میور لکھتا ہے۔

"نہایت قدیم زمانہ سے جس کا انسانی حافظہ احاطہ نہیں کر سکتا۔ مکہ اور تمام جزیرہ نمائے عرب روحانی جمود میں غرق تھا۔ گویا اس پر ایک موت وارد تھی۔ یہودیت عیسویت اور فلسفی تحقیقات کا ہلکا اور عارضی اثر عربوں کے دماغ پر ایسا ہی تھا۔ جس طرح کسی جھیل کی سطح پر کسی وقت تھوڑا سا تموج پیدا ہو جائے۔ مگر اس کی تہہ میں وہی جمود قائم رہے لوگ توہمات بدی اور ظلم میں مبتلا تھے۔ ان کا مذہب بدترین قسم کی بت پرستی تھا۔ اور ان کے ایمان کی بنا ان دیکھی چیزوں کے خوف پر تھی۔ جس کی حیثیت تاریک توہمات سے زیادہ نہ تھی۔ ہجرت سے تیرہ سال قبل مکہ ذلیل حالت میں مردہ پڑا تھا۔ لیکن ان تیرہ سالوں نے کیسی کیسی عظیم الشان تبدیلی پیدا کر دی۔ ۔ ۔ ۔ یہودی صداقت مدت سے مدینہ کے لوگوں کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ لیکن وہ اس وقت جاگے۔ جبکہ نبی عربی کے روح پرور نغمہ ان

---

[1] لائف آف محمد۔ ر میور جلد ۱ دیباچہ

Marfat.com

کے کانوں تک پہنچے۔ اور ان کے اندر زندگی کی حرارت پیدا ہو گئی[1]

"اس سے زیادہ منتشر اور پراگندہ قوم کہیں ملنی مشکل تھی۔ حتیٰ کہ دفعتہً ایک معجزہ ظہور میں آ گیا ایک انسان اٹھا جو اپنی زبردست شخصیت اور براہ راست خدا سے ہدایت کے دعوے کے ساتھ ناممکن بات کو عالم مشہود میں لے آیا۔ یعنی اس انسان نے بر سرِ نفاق اور درون رقابت خانہ جنگی کرنے والے قبائل کے اندر اتفاق اور اتحاد کی روح پھونک دی[2]"

"کوئی قوم دنیا میں تہذیب کے بام پر اس قدر سرعت سے نہیں پہنچی۔ جس طرح عرب لوگ اسلام کے ذریعہ پہنچ گئے[3]"

ایک متعصب آدمی اس عظیم الشان انقلاب کی وقعت کو گرانے کے لیے کہہ سکتا ہے کہ اس وقت عرب ایک بھاری تبدیلی کے لیے تیار تھا۔

اول تو اس متعصب آدمی کے خیال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کے مختلف مذاہب جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ہی رد کرتے ہیں کہ باوجود تمام ظاہری اسباب ہونے کے تمام مذاہب عربوں میں انقلاب پیدا کرنے میں ناکام رہے۔

دوم۔ سر ولیم میور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ رسول کریم صلعم سے قبل عرب اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنے کو تیار نہ تھا۔

"(آنحضرت صلعم) کی بعثت سے پہلے عرب کی حالت مذہبی تبدیلی کے قبول کرنے سے ایسی ہی دور پڑی ہوئی تھی جیسے باہمی اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے سے دور تھی۔ عربوں کے مذہب کی بنیاد ایسی سخت بت پرستی پر تھی جس کی جڑیں نہایت گہری لگ چکی تھیں۔ جس نے صدیوں تک مصر اور شام کے عیسائیوں کی تمام کوششوں کا ایسا مقابلہ کیا تھا گویا ان کا اس پر کچھ اثر ہی نہیں تھا[1]"

پس رسول کریم صلعم نے عربوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا۔ جس کی نظیر تاریخ پیش کرنے سے عاجز و قاصر ہے۔ یہی دلیل آپ کی صداقت کی ہے۔

---

[1] میور۔ لائف آف محمدؐ صفحہ ۱۵۵-۱۵۶

[2] انٹرا پنڈ اولٹس آف میسوپوٹیمیہ [3] ہرٹس فیلڈ نیو ریسرچ صفحہ ۵

[1] لائف آف محمدؐ۔

Marfat.com

نسلِ ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ کے والد آذرؔ[1] عراق میں لکڑی کے بت تراش کر بسر اوقات کرتے تھے۔ اس بچہ کی آنکھ اس بت پرستی کے ماحول میں کھلی۔ جب سن رشد کو پہنچے۔ تو آپ کی فطرت سلیمہ نے بتوں کی تقدیس و تحریم کو برا جانا۔ اور اپنے والد سے ہی استفسار کیا۔

---

[1] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کے نام "آزر" کے بارہ میں اختلاف ہے توریت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے۔ اور اسی طرح عرب کے نساب بھی اس بات پر متفق ہیں، اور اندرقانی نے بھی تارخ لکھا ہے۔ عربی میں آکر نام کی صورت بدل جاتی ہے۔ بعض مفسرین[2] کا خیال ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی بزرگ کا نام ہے۔ کیونکہ اب کا لفظ باپ کے علاوہ چچا دادا وغیرہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ اسی طرح معلم پر بھی "وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلیٰ اُمَّۃٍ" میں آباءنا سے مراد علماء لیئے گئے ہیں۔ پھر قرآن مجید کی دوسری آیات سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں یہ دعا کی تھی۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔ یعنی اے ہمارے رب میری حفاظت فرما اور میرے ماں باپ کی اور مومنوں کی جس دن حساب ہو (ابراہیم) حالانکہ اس اب کے متعلق ہے "وما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ وعدھا ایاہ فلما تبین لہ انہ عدو للہ تبرا منہ (توبہ) اور ابراہیم کا اپنے اب کے لیئے استغفار صرف ایک وعدہ کے سبب سے تھا۔ ....

....

... جو اس سے کیا تھا پھر جب اس پر کھل گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے۔ تو اس نے اس سے محبت کی۔ پس اس اب کے لیئے بڑھاپے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا نہ کر سکتے تھے۔ اس وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی بزرگ کا نام ہے۔

میں نے قرآن مجید کی آیت "قال ابراھیم لابیہ آزر الخ" کے ظاہری اور فوری معنی مدنظر رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر تحریر کیا ہے۔ لیکن میری طبیعت اس طرف مائل ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کسی بزرگ کا نام ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[2] مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی۔

Marfat.com

کہ وہ بت جو تراش کر فروخت کرتے ہیں معبودیت کے قابل کیسے ہو سکتے ہیں۔ لیکن والد کے جواب نے اطمینان قلب نہ بخشا۔ اسی طرح ہر وہ پجاری جو بتوں کے سامنے سرنگوں ہوتا تھا۔ اس سے بھی سوال کرتے کہ یہ تمہارے ہی ہاتھوں کے بنائے ہوئے بت تم کو کیا فائدہ دے سکتے ہیں۔ اور تمہاری کیا حاجت روائی کر سکتے ہیں۔ اس طرح شہر کے تمام مشرکین میں حضرت ابراہیم کو نفرت اور حقارت کی آنکھ سے دیکھا جانے لگا۔ ایک دن ایک موقعہ حاصل کیا۔ وہ لوگوں سے آنکھ بچا کر مندر میں تشریف لائے۔ اور مندر کے بڑے بت کے سوا تمام بتوں کو توڑ دیا۔ جب پجاری مندر میں گئے۔ تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پایا۔ اور یہ خبر تمام شہر میں پھیل گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مجمع کے سامنے لاکر استفسار کیا گیا۔

"قَالُوٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَآ اِبْرٰهِيْمُ" (۲۱: ۶۲)

انہوں نے کہا اے ابراہیم کیا تو نے ہمارے معبودوں سے یہ کام کیا ہے۔

آپ نے جواب میں فرمایا۔

"قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْــَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ" (۲۱: ۶۳)

اس نے کہا۔ کیا (جس نے کیا)، ان کا یہ بڑا ہے۔ سو ان سے پوچھو، اگر وہ بولتے ہیں۔

اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مورتیوں اور بتوں کی بے بسی و بے کسی و بے بضاعتی لوگوں پر واضح کرنا مقصود تھا۔

لیکن وہ قوم جس کے خون میں شرک اور بت پرستی رچ چکی تھی۔ اور توحید سے نا آشنا اور بیگانہ تھی۔ وہ ان لطیف اشاروں سے کب راہ ہدایت پر آسکتی تھی۔ اور بتوں کی بے حرمتی برداشت کر سکتی تھی۔ اس پر لوگوں نے برافروختہ ہو کر آگ کے الاؤ میں ڈالا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں صحیح و سلامت بچا لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف عداوت اور نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ تو خدا تعالیٰ کے فرمان کے تحت حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ سارہ کو ہمراہ لے کر مصر پہنچ گئے۔ اس وقت مصر میں عمالقہ کی حکومت تھی۔ اور بادشاہ کا نام رقیون[1] تھا۔ شاہان عمالقہ عیش پرستی میں یہاں تک آگے گذر گئے تھے کہ دعایا کی شوہر دار حسین ازواج کو ان کے خاوندوں سے چھین کر اپنے حرم میں داخل کر

---

[1] خطبات احمدیہ ص ۱۰۹

لیتے تھے۔ بی بی سارہ کو بھی بادشاہ نے اپنے لیئے پسند کیا۔ لیکن خدا تعالٰی نے شب کو رویاء میں بتا دیا کہ وہ ایک برگزیدہ نبی کی زوجہ ہے۔ وہ اپنے ناپاک ارادہ سے باز رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قدر و منزلت کی۔ اور رضا جوئی کے لیئے اپنی صاحبزادی ہاجرہ کو بھی ساتھ کر دیا۔ حضرت سارہ نے اولاد سے محروم ہونے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ وہ حضرت ہاجرہ کو اپنی زوجیت میں لے لیں۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اس کے بعد حضرت سارہ کے بطن سے بھی حضرت اسحاق متولّد ہوئے۔

حضرت ابراہیمؑ کی مکّہ کی طرف ہجرت

توریت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں چھوڑنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے محبت اور شفقت گوارہ نہ تھی۔ حضرت سارہ کے گمان میں حضرت اسماعیلؑ خدمت گار عورت کا لڑکا ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے قسم کھالی کہ وہ حضرت ہاجرہ کے ساتھ نہیں رہیں گی۔ اس وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ وہ حضرت ہاجرہ اور اس کے بیٹے کو نکال دیں۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ساتھ لیا اور جنوب کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور اس جگہ لا کر چھوڑ دیا جو آجکل مکہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس وقت وہاں کوئی مستقل آبادی نہ تھی۔ صرف شام و یمن سے آنے جانے والے قافلے آرام کرنے کے لیئے پڑاؤ ڈال لیا کرتے تھے۔

حضرت ہاجرہ نے وہاں جھونپڑی وغیرہ بنالی۔ جو کچھ تھوڑا سا سامان معیشت ساتھ لایا ہوا تھا۔ وہ ختم ہو گیا۔ جب بچہ کو سخت پیاس لگی۔ تو حضرت ہاجرہ نے ماں کی مامتا میں پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں پر سات مرتبہ چکر لگائے۔ لیکن پانی کا نشان تک نہ پایا۔ مایوسی کے عالم میں واپس اپنے ننھے بچے کو دیکھنے کے لیئے لوٹیں تو دیکھا کہ بچہ پیاس کے مارے زمین پر ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔ اس کی ایڑیاں پانی سے شرابور ہیں۔ اور صاف شفاف پانی بہہ نکلا ہے۔ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پانی پلایا اور چشمہ کے اردگرد منڈیر بنادی۔

بائبل کا یہ بیان سراسر غلط اور بے بنیاد ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت

Marfat.com

سارہ کے کہنے پر حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو گھر سے نکالا تھا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بہت بڑا بہتان ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

"رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (ابراہیم: ۳۷)

اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد کا ایک حصہ تیرے عزت والے گھر کے پاس اس وادی میں لا بسایا ہے۔ جہاں کھیتی نہیں۔ (مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی)

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماعیلؑ اور حضرت ہاجرہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ کو چھوڑ کر واپس جانے لگے تھے۔ تو حضرت ہاجرہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کیا آپ اللہ کے حکم سے ہمیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اشارہ سے فرمایا۔ ہاں۔ تب حضرت ہاجرہ نے فرمایا۔ اگر آپ ہمیں خدا کے فرمان کے تحت یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں تو وہ رازق اور قدرت کاملہ والا خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔

دراصل منشائے الٰہی یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ کے گھرانے کی بڑی شاخ سب سے بڑھ کر نعمتوں کی وارث ہو۔ اسی سے وہ نبی پیدا ہو۔ جس کے متعلق تمام سابقین انبیاء علیہم السلام نے بشارت دی ہوئی تھی۔ اور اس نے بیت محرم کے پاس آباد ہو۔ جس سے توحید کا آخری چشمہ پھوٹنا تھا۔ اور پیاسی دنیا کو سیر کرنا تھا۔ سو حکم خداوندی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت ہاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آئے۔ اور انجیل کی وہ پیش گوئی پوری ہوئی "وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کا سرا ہوا۔[1]"

اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا۔

انا ھذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔

میں وہ پتھر ہوں اور خاتم النبیین ہوں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر

حضرت سارہ کی وفات کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام مکہ میں تشریف لائے۔

---

[1] متی ۲۱: ۴۲

حضرت اسماعیل علیہ السلام سن بلوغت کو پہنچ چکے تھے۔ دونوں باپ بیٹا نے فرمان خداوندی کے تحت ایک گھر کی بنیاد ڈالی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ

اور جب کہ ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے۔ (البقرہ)

تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

وَطَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (سورۃ الحج)

یعنی میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع (اور) سجدہ کرنے والوں کے لیئے۔ پاک کر اور لوگوں میں حج کے لیئے ندا کر دے۔ وہ تیری طرف آئیں گے۔ (کچھ) پیدل اور کچھ ہر طرح کی دبلی سواریوں پہ۔ جو ہر دور کے رستہ سے آتی ہوں گی۔

بیت اللہ کی برکت سے لوگ آس پاس آباد ہونے لگے۔ ان آباد ہونے والوں میں سے قبیلہ جرہم بھی تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس قبیلہ کے ایک ممتاز شخص مضاض بن عمرو نامی کی دختر سے عقد فرمایا۔ اس نیک خاتون کے بطن سے بارہ اولادیں ہوئیں جس پر توریت کی شہادت ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قیدار بہت نامور ہوا ہے۔ اس کی اولاد مکہ میں آباد رہی۔ بیت التوحید کے حقوق کی پوری نگہداشت کی۔

قیدار کی اولاد میں عدنان اوّل ایک اولوالعزم اور صاحب ہمت شخص گزرا ہے۔ اس نے اپنے مقدس باپ کے مقدس ورثہ کی پوری حفاظت کی۔

بنو جرہم کا غلبہ

عدنان کی وفات کے بعد قبیلہ بنو جرہم غالب آگیا۔ اور کعبہ کی تولیت بنو اسماعیل سے نکل کر جرہم کے خاندان میں آگئی۔ مدت تک یہ قبیلہ صاحب اقتدار اور جاہ و حشمت کا مالک رہا۔ بنو اسماعیل نے اپنے آبائی ورثہ کے حصول کی سعی نہ کی۔

قصیٰ کی سیاحت

Marfat.com

آخرکار قصیؔ نے بنو عدنان دوم سے پندرھویں پشت میں ہے۔ اپنا آبائی ورثہ حاصل کر لیا۔ اور مکہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک مشترکہ حکومت کی بنیاد ڈالی۔ اور مندرجہ ذیل عہدے قائم کیئے۔

(۱) حجابت کعبہ۔ (۲) سقایت۔ (۳) رفادت (۴) صدارت۔ (۵) لواء۔ (۶) قیادت۔

قصیؔ نے بڑے بڑے کام سرانجام دیئے۔ جو ایک مدت تک یادگار رہے۔ عقد الفرید کی تصریح ہے کہ قریش کا لقب انہی کو ملا ہے۔ قصی کی کچھ اولاد تھی عبد الدار، عبد مناف، عبد العزیٰ، عبد بن قصی، تخمر، برہ۔

قصیؔ نے مرتے وقت کلید کعبہ کے ساتھ دیگر تمام اعزازات عبد الدار کو تفویض کر دیئے۔ کہ وہ اپنے بھائیوں میں سب سے نا اہل تھا۔ لیکن کچھ نہ کچھ فرائض سرانجام دیتا رہا۔

بنو عبد الدار اور بنو عبد مناف میں اختلاف

عبد الدار کے بعد اسکے فرزند اور عبد مناف کے بیٹوں کے درمیان مناقشت پیدا ہو گئی۔ عبد الدار کے بیٹے سے کعبہ کی کلید لینے پر اصرار کیا گیا۔ اس مناقشہ پر قریش کے دو گروہ ہو گئے۔

قریب تھا کہ ایک ایسی لڑائی شروع ہو جاتی جو دونوں گروہوں کی تباہی اور پامالی کا سبب بنتی۔ لیکن چند دور اندیش اشخاص کی وجہ سے مصالحت ہو گئی۔ بنو عبد مناف کو سقایت اور رفادت کے اعزازات اور بنو عبد الدار کو کلید برداری علم اور ندوہ کی صدارت کے فرائض سونپے گئے۔

ابنائے عبد مناف میں سے ہاشم سب سے بڑے تھے۔ دولت کی چہل پہل میں کھیلتے تھے۔ اور ساتھ ہی غربا، مساکین اور زائرین مکہ کے لیئے اپنا دسترخوان وسیع کر دیا تھا جس کی وجہ سے ہاشم کی شہرت اطراف مکہ میں پھیل گئی۔ مکہ کی تجارت کو فروغ دینے کے لیئے ہاشم نے قیصر روم، حبشہ کے بادشاہ نجاشی، تا جدار ان یمن فارس سے باہمی امن وسلامتی کے معاہدے کیئے۔ اور یہ بھی معاہدہ کیا کہ اگر قریش ان ممالک میں سامان تجارت لے کر آئیں۔ تو

سلہ عدنان سے نویں پشت میں نضر بن کنانہ ہیں جنکے سانھ خاندان قریش کی بنیاد پڑی اور اس گھرانے کا اعزاز پہلے سے بھی دو چند ہو گیا۔ (سیرت خیر البشر صلا۔ مصنفہ مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی

سلہ طبقات ابن سعد جلد ا ص۴۱۔

Marfat.com

اُن سے کوئی ٹیکس نہ لیا جائے۔ اس طرح مکہ کی تجارت کا سورج نصف النہار تک پہنچ گیا۔

ہاشم کی شادی

ہاشم ان تجارتی سفروں کے دوران ایک مرتبہ مدینہ آئے وہاں قبیلہ خزرج کی ایک باعصمت خاتون سلمٰی نام سے عقد کر لیا جو اپنے شوہر کے ہمراہ مکہ آگئیں۔ پھر جلد ہی ہاشم تجارت کی غرض سے فلسطین چلے گئے۔ وہاں سے ہاشم کے مرنے کی خبر آئی۔ تو سلمٰی واپس میکے چلی گئیں۔ حاملہ تھیں۔ مدینہ میں ہی ان کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا۔ اسکا نام شیبہ رکھا۔ جو بعد میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوا۔

مطلب کی سیادت

ہاشم کی وفات کے بعد تمام مناصب اور اعزازات مطلب کو تفویض ہو گئے۔ اپنی سخاوت اور دریادلی کی وجہ سے عرب میں "الفیض" کے نام سے مشہور تھے۔ اپنے فرائض نہایت ہی اعلیٰ طور پر سرانجام دئے۔ کچھ عرصہ کے بعد مطلب اپنے بھائی کی نشانی کو دیکھنے کے لئے مدینہ گئے۔ اور بھتیجا جوانی کی بہاریں دیکھ رہا تھا۔ چچا سے رہا نہ گیا۔ کہ اپنے پیارے بھائی کی نشانی کو مدینہ میں چھوڑ آتے۔ ان کی والدہ کی بشاشت مندی سے شیبہ کو مکہ لے آئے۔ لوگوں نے شیبہ کو مطلب کا غلام جان کر عبدالمطلب کے نام سے پکارنا شروع کر دیا۔ اور اسی نام سے تاریخ کے صفحوں میں مشہور ہوئے۔

عبدالمطلب کی قیادت

جب مطلب فوت ہوگئے۔ تو تمام مناصب اور فرائض قومی عبدالمطلب کو تفویض ہوئے۔ عبدالمطلب کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ یہ ہے کہ چاہ زمزم ایک مدت سے اٹ کر گم ہوگیا تھا۔ جس کی وجہ سے زائرین کعبہ کو پانی کی فراہمی کے لئے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

عبدالمطلب نے جگہ کا پتہ لگا کر چاہ زمزم کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کروایا۔ اس کھدوائی میں قریقین میں سے کوئی بھی معاون و مددگار نہ تھا۔ عبدالمطلب کو اس کا بہت ہی احساس ہوا

عبدالمطلب کی نذر

عبدالمطلب نے نذر مانی۔ کہ دس بیٹوں کو اپنے سامنے جوان دیکھ لیں تو ایک کو

Marfat.com

خدا کی راہ میں قربان کردیں گے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ عبدالمطلب کے ہاں دس بیٹے ہوئے۔ انہی کی زندگی میں عنفوانِ شباب کی بہاریں دیکھیں۔ تب عبدالمطلب دس بیٹوں کو لے کر کعبہ میں آئے۔ اور قرعہ اندازی کی۔ تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبدالمطلب ان کو قربان گاہ کی طرف لے کر چلے۔ ہمشیرگان عبداللہ ساتھ تھیں۔ انہوں نے رونا شروع کردیا۔ اور کہا کہ ان کے بدلے دس اونٹ قربان کردیں پھر دوبارہ دس اونٹوں اور عبداللہ پر قرعہ اندازی کی گئی۔ اور قرعہ عبداللہ پر نکلا۔ حتیٰ کہ قرعہ اندازی کرتے کرتے اونٹوں کی تعداد سو تک پہنچ گئی۔ تو قرعہ اونٹوں پر نکلا۔ اسی طرح عبدالمطلب نے سو اونٹ کی قربانی دی[1]

عبداللہ کی تزویج

جب عبداللہ قربانی سے بچ گئے تو عبدالمطلب نے ان کی شادی وہب بن عبد مناف کی صاحبزادی آمنہ نام سے کردی[2]۔ اس وقت عبداللہ کی عمر ۲۴ سال ہو گئی تھی[3]۔ عرب کے دستور کے مطابق سیدنا عبداللہ مسلسل تین دن تک حضرت آمنہ کے گھر پر ہی فروکش رہے۔ چوتھے روز عبداللہ اپنی عروس کو لے کر عبدالمطلب کے گھر تشریف لائے۔

شادی کے کچھ عرصہ بعد عبداللہ تجارت کے لیے شام گئے۔ واپس آتے ہوئے مدینہ میں قیام کیا۔ اور بیمار ہو گئے۔ عبدالمطلب نے خبر لانے کے لیے حارث کو مدینہ بھیجا۔ حارث کے مدینہ پہنچنے سے قبل عبداللہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ یہ صدمہ نو عروس کے لیے کوئی کم نہ تھا۔

ترکہ

عبداللہ نے ۵ اونٹ۔ بکریوں کا ایک ریوڑ اور ام ایمن کو بطور کنیز کے چھوڑا[4]

---

[1] محمد حسین ہیکل حیات محمد کے صفحہ ۲۹ پر یہ بیان کرتے ہیں کہ یثرب کی مشہور عرافہ نے اونٹوں کے معاوضہ کی تدبیر بتائی۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رؤسائے قریش نے معاوضہ کی یہ تدبیر بتائی۔

[2] سیرت ابن ہشام

[3] زرقانی جلد اول صفحہ ۱۴۲ پر فرماتے ہیں کہ ان کی عمر تقریباً سترہ سال تھی

[4] حیات محمد صفحہ ۳۳ مصنفہ محمد حسین ہیکل۔ طبقات ابن سعد حصہ اول قسم اول صفحہ ۶۲

Marfat.com

یہ اثاثہ البیت رسول کریم کو ترکہ میں ملا۔

ولادت مبارک اور نام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاول ۲۰ اپریل ۵۷۱ء[1] میں ہوئی تھی۔

"آپؐ کی پیدائش سے پیشتر آپؐ کی والدہ کو رویا میں سردار دوجہاںؐ کی آمد کا نظارہ دکھایا گیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ دادا نے آپؐ کا نام محمد صلعم اور والدہ نے احمدؐ نام رکھا۔ یہ دونوں نام رویا کی بنا پر تھے۔ دونوں کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے۔ دونوں نام آپؐ کے صحیح احادیث میں آپؐ کی زبان مبارک سے ثابت ہیں اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ۔ آپؐ کے دونوں نام اشعار میں بھی آئے ہیں۔ گو زیادہ مشہور نام محمد صلعم ہی تھا۔ آپؐ اسم بامسمّٰی تھے۔ دنیا میں وہ انسان جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی۔ آپ ہی ہیں۔ آپ کے اخلاق نے آپ کے کمالات نے دشمنوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا ہے۔ پس آپؐ محمد کہلائے۔ اور سب سے زیادہ حمد کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ جس قدر حمد الٰہی آپ نے کی۔ دنیا میں اور کسی انسان نے نہیں کی۔ یہاں تک کہ آپ کے ہر بچہ کے منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد کم از کم چالیس مرتبہ روز نکلتی ہے۔ پس احمد کہلائے[2]"

عجیب نشانات کا ظہور

جس سال ظہور قدسی ہوا۔ اسی سال یمن کے حاکم نے اپنے دارالخلافہ صنعاء میں ایک گرجا بنا کر یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ خانہ کعبہ کو پیوند خاک کر کے گرجا کو لوگوں کے لیے روحانی مرجع وماویٰ بنائے گا۔ ابرہہ ایک عظیم الشان لشکر لے کر بیت الحرام کو مسمار کرنے کے لیے روانہ ہوا اور تین منزل پر ڈیرہ ڈالا۔ اہل مکہ کو پیغام بھیجا کہ میرا ارادہ صرف خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کا ہے۔ ابرہہ کے لشکر نے عبدالمطلب کے اونٹ پکڑ لیے۔ اور عبدالمطلب خود ابرہہ کے پاس گئے۔ ابرہہ عبدالمطلب کی وجاہت سے بہت متاثر ہوا۔ اور پوچھا کہ تم کیا درخواست لے کر آئے ہو۔ عبدالمطلب نے نہایت ہی اطمینان اور سکون قلب سے کہا کہ آپ کا لشکر

---

[1] تاریخ ولادت میں مورخین میں اختلاف ہے۔ طبری اور ابن خلدون نے ۱۲ اور ابوالفداء نے ۱۰ ربیع الاوّل لکھی ہے۔

[2] سیرت خیر البشر صہ۲۲ مصنفہ مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی۔

Marfat.com

میرے اونٹ پکڑ لایا ہے۔ وہ واپس لینے آیا ہوں۔ ابرہہ اس سوال پر بہت ہی متحیر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ "آپ سے بڑھ کے مجھے آپ کی فراست پر تعجب آیا ہے کہ میں آپ کے کعبہ کو نیست و نابود کرنے آیا ہوں۔ آپ کو کعبہ کے نہ گرانے کی درخواست کرنا چاہیے تھی"۔

عبدالمطلب زیر لب تبسم لا کر کہنے لگا۔ "میرے اونٹ ہیں مجھے ان کی فکر کرنا ہے۔ کعبہ کا مالک کعبہ کی فکر آپ کرے گا"۔

ابرہہ نے لشکریوں کو اونٹ واپس کر دینے کا حکم دے دیا۔ اہل مکہ نے ابرہہ کے عظیم الشان لشکر کے مقابلہ کی طاقت نہ رکھتے ہوئے مکہ کو خالی کر دیا۔ اور ارد گرد کی پہاڑیوں پر ڈیرے لگا دیئے۔ کہتے ہیں کہ چلتے وقت عبدالمطلب نے **بیت الحرام** کے پردوں کو پکڑ کر یہ دعا کی۔ اے خدا یہ تیرا گھر ہے۔ تیرے فرمان کے تحت تیرے پیارے نبی ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا۔ اور اپنے لخت جگر اسماعیل کو بیت التوحید کی خدمت کے لیئے وقف کر دیا۔ اس وقت سے اس گھر کی حفاظت اور خدمت ہمارے ذمہ آ رہی ہے۔ آج میں اپنی بے کسی و بے بسی و ناتوانی۔ کمزوری کا اقرار کرتا ہوں۔ تو ہی تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ اب تو ہی اس کی حفاظت اور مدافعت فرما۔

تاویل۔ اہل تاریخ کہتے ہیں کہ اس اثناء میں ابرہہ کے لشکر میں چیچک کی خطرناک وبا پھوٹی۔ فوجوں کا ایک کثیر حصہ وہیں لقمۂ اجل ہو گیا۔ اور باقی بدحواس ہو کر واپس بھاگ گئے۔ اس واقعہ کا ذکر خدا تعالیٰ نے سورۂ فیل میں کیا ہے۔ اور یہ واقعہ بیان کر کے یہ لطیف اشارہ کیا ہے کہ جس خدا نے کعبہ کی ظاہری تکریم و تحریم کی حفاظت کی ہے اس کی باطنی تقدیس یعنی بتوں سے پاک کرنے کا سامان بھی مہیا کرے گا۔

اب وہ وقت قریب آ گیا ہے۔ جب توحید کے چرخ کہن سے شرک اور بت پرستی کے بادل چھٹ جائیں گے۔ اور شیشہ شب کے فصل پر خزاں کا ظہور ہو گا۔

تواریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ ظہور قدسی کے وقت **ایوان کسریٰ** کے ۱۴ کنگرے گر گئے۔ اور آتشکدہ فارس بجھ گیا۔ اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا"۔ اگر بطور نشان واقع ہوں۔ تو کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایوان کسریٰ نہیں۔ بلکہ کسریٰ کی حکومت کا زوال و انحطاط۔ اور آتش کدہ فارس نہیں بلکہ عقیدہ آتش پرستی کا بطلان مراد ہے۔

Marfat.com

حالات قبل از بعثت

رضاعت

آنحضرت صلعم کی پیدائش پر آپ کی والدہ نے دو تین روز دودھ پلایا۔ اس کے بعد ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے دودھ پلایا۔ پھر حضرت حلیمہ نے دودھ پلایا۔ اس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ شہر کے رؤساء اور شرفاء اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیئے دیہات اور قصبات میں بھیج دیا کرتے تھے۔ تاکہ جسمانی لحاظ سے صحت مند اور زبان کے لحاظ سے فصیح ہو جائیں[1]۔

غرض دستور مذکور کی بناء پر سال میں دو دفعہ عورتیں شہر میں آتیں۔ اور بچوں کو لے جایا کرتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے چند دن قبل ہوازن قبیلہ کی عورتیں مکہ میں آئیں۔ ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ بھی تھیں۔ بی بی آمنہ نے اپنے لخت جگر کو حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ وہ ہر چھٹے ماہ مکہ لا کر ان کی والدہ کو دکھا جاتی تھیں۔ دو سال کے بعد دودھ چھڑا دیا اور حضرت حلیمہ مائی آمنہ کے پاس لائیں۔ چونکہ ان ایام میں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے آنحضرتؐ کو ان کی والدہ ماجدہ نے حضرت حلیمہ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ جب چار سال کے ہوئے تو دوبارہ حضرت حلیمہ مکہ لائیں۔ تو والدہ مکرمہ نے آنحضرتؐ کو اپنے پاس رکھ لیا[2]۔

حضرت حلیمہ کے ساتھ رسول کریمؐ کو والہانہ محبت تھی۔ جب عہد نبوت میں آپ کے پاس آئیں۔ تو حق رضاعت ادا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ احترامًا اٹھے ساتھ لپٹے

---

[1] امام سہیلی نے روض الانف جلد اول میں ایک حدیث رقم کی ہے کہ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ میں اس لیئے فصیح ہوں کہ بنی سعد کے قبیلہ میں پلا ہوں۔" (طبقات ابن سعد جلد ا صفحہ ا) [2] مورخین میں اختلاف ہے کہ آپ حضرت حلیمہؓ کے پاس کتنے برس رہے۔ ابن اسحاق ۶ برس کی مدت لکھتے ہیں۔ محمد حسین ہیکل حیات محمد صد ۲۵۲ پانچ برس۔ لاہق مصنف سیرت خیر البشر ۷ برس

Marfat.com

اور اپنی چادر مبارک بچھائی۔ اور بٹھایا۔[۱]

رضاعی رشتے

آپ کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبد العزیٰ ہے۔ وہ عہد نبوت میں مکہ آئے اور ایمان لائے۔[۲]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چار رضاعی بھائی بہن تھے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ عبد اللہ۔ انیسہ۔ حذیفہ۔ حذافہ۔ جو شیماء کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان میں سے عبد اللہ اور شیماء کا اسلام لانا ثابت ہے۔ باقیوں کا حال معلوم نہیں۔[۳]

والدہ مکرمہ کا انتقال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چھ برس ہوئی۔ تو آپ کی والدہ ماجدہ اپنے شوہر کی قبر کی زیارت کرنے کے لیے مدینہ ساتھ لے گئیں۔ ایک ماہ وہیں مقیم رہیں اس سفر میں ام ایمن رض ساتھ تھیں۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابواء میں پہنچیں۔ تو آپ کی والدہ مکرمہ کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں مدفون ہوئیں۔ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ لے کر آئیں۔

دادا کی تربیت اور ان کا انتقال

حضرت آمنہ کی وفات کے بعد حضور کو عبد المطلب نے اپنی پرورش اور نگرانی میں لے لیا۔ اور ہمیشہ آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ جب حضور کی عمر آٹھ برس اور دس دن کی ہوئی۔ تو عبد المطلب نے بیاسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابو طالب کی کفالت اور شام کا سفر

عبد المطلب کے دس بیٹے مختلف ازواج سے تھے۔ ابو طالب اور عبد اللہ ایک زوجہ کے بطن سے تھے۔ اس وجہ سے عبد اللہ کی بے وقت موت کے بعد عبد المطلب نے

---

[۱] حضرت حلیمہ کے ایمان لانے کے متعلق اختلاف ہے۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ نبوت سے قبل حضرت حلیمہ کی وفات ہو گئی تھی۔ ابن حجر، ابن جوزی نے ایمان لانے کی تصریح کی ہے۔

[۲] سیرت النبی ص ۱۷۴

[۳] سیرت النبی ص ۱۷۵

Marfat.com

ابوطالب کے سپرد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی اور ساتھ ہی وصیت کی کہ یہ تمہارے مرحوم بھائی عبداللہ کی نشانی ہے۔ اس پیاری نشانی کو دل و جان سے عزیز رکھنا۔

ابوطالب نے عبدالمطلب کی وصیت کو جس رنگ میں پورا کیا۔ تاریخ اس کی شاہد ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بچپن سے ہی ایسی موہنی پیاری تھی کہ جس شخص کا بھی آپ سے تعلق پڑتا۔ وہی آپ سے الفت اور محبت کرنے لگتا تھا۔ چنانچہ ابوطالب آپ کو اپنے ساتھ ہی سلاتے اور باہر جاتے تو ساتھ ہی لے جاتے تھے۔

جب بارہ سال کے ہوئے۔ تو آپ نے بکریاں چرائیں۔

بخاری نے کتاب الاجارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ہے کہ "میں قراریط[1] پر مکہ والوں کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارہ سال کی عمر تھی کہ جب ابوطالب نے تجارت کے لیے شام کو سفر کیا۔

سفر کی صعوبت اور تکلیف کی وجہ سے آپ کو ساتھ لے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن حضور کو ابوطالب سے اتنی محبت تھی کہ جب ابوطالب جانے لگے تو رسول کریم جذبہ محبت میں ابوطالب کے ساتھ چمٹ گئے۔ انہوں نے اپنے ساتھ لے لیا۔ تمام روایتوں کے مطابق بحیرہ راہب کا واقعہ اس سفر میں پیش آیا[2]۔

---

[1] قراریط کے معنی میں اختلاف ہے۔ سوید بن سعید کی رائے ہے کہ قراریط قیراط کی جمع ہے اور قیراط ایک سکہ ہے۔ ابراہیم حربی کا قول ہے کہ ایک مقام کا نام ہے۔ جو اجیاد کے قریب ہے۔ ابن جوزی نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ عینی بھی ابن جوزی کے قول کو صحیح مانتے ہیں عینی جلد ۶ صفحہ ۶۳۱ نورالنبراس میں یہ بحث اور زیادہ تفصیل سے ہے۔ اور اسی رائے کو ترجیح دی ہے۔

تلخیص حاشیہ سیرت النبی جلد اول صفحہ ۱۰۷

[2] ترمذی میں یہ روایت ہے کہ جب ابوطالب جرف پہنچے تو ایک عیسائی راہب بحیرہ کی خانقاہ میں اترے تو راہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر کہنے لگا کہ "یہ سید المرسلین ہیں"۔ لوگوں نے پوچھا۔ تم نے کیونکر جانا۔ اس نے جواب دیا جب تم لوگ پہاڑ سے اترے تو تمام درخت اور پتھر سجدہ میں گر گئے تھے۔ یہ روایت اصول روایت اور درایت کے خلاف ہے۔

بقیہ صفحہ ۱۰۰ پر

Marfat.com

حرب فجار

۵۸۶ء اور ۵۹۰ء کے درمیان قریش اور قیس کے قبیلوں کے درمیان وہ مشہور لڑائی ہوئی۔ جو حرب فجار[1] کے نام سے مشہور ہے۔

قریش کے تمام خاندانوں نے اس میں حصہ لیا۔ سپہ سالار اعظم حرب بن امیہ تھا آل ہاشم کے علمبردار زبیر بن عبدالمطلب تھے۔ چونکہ قریش برسرِحق تھے۔ اس لیے آپ نے ان کا ساتھ دیا۔ لیکن کسی پر تلوار نہیں اٹھائی۔[2] صرف چچا کو تیر وغیرہ پکڑاتے رہے

حلف الفضول میں شرکت

عرب قبائل کی متواتر خانہ جنگیوں کی وجہ سے ہزاروں گھرانے تباہ و برباد ہو چکے تھے۔ حجاز کا خوبصورت امن نارِ حرب سے بھسم ہو چکا تھا۔ قتل و سفاکی نے رستوں کو پُرخطر بنا دیا ہوا تھا۔ غرباء رؤساء و امراء کے تختۂ مشق بنے ہوئے تھے۔

حرب فجار کے بعد لوگوں کو ان تباہ کن نتائج کا احساس پیدا ہو گیا۔ تو زبیر بن عبدالمطلب نے یہ تجویز پیش کی کہ ایک ایسی انجمن کا انعقاد ہو۔ جو ملک میں امن و سلامتی کو قائم رکھے۔ چنانچہ اس تحریک پر خاندان ہاشم۔ زہرہ۔ تیم۔ عبداللہ بن جدعان کے گھر اکٹھے ہوئے۔ یہ

بقیہ صفحہ ۹۹ اولاً اس کے راوی ضعیف ہیں۔ دوم۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ ابوطالب نے آنحضرتؐ کو ابوبکر اور بلال کے ساتھ واپس مکہ بھیج دیا۔ اسوقت تو بلال کا وجود ہی نہ تھا۔ اور ابوبکر صغیر السن ہونے کی وجہ سے گھر میں ہوں گے۔ مستشرقین نے ضعیف روایت کے ہونے کے باوجود اس کو بہت اچھالا ہے۔ اور اس سے یہ استنباط کیا ہے کہ رسول کریم نے دین کے تمام اصول اور رموز اسی سفر میں بحیرا راہب سے سیکھے۔ اور بڑے ہو کر ایک مذہب کی بنیاد رکھی۔ حالانکہ اس روایت میں یہ کوئی ذکر نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راہب سے کوئی علمی استفادہ کیا ہو۔

علامہ شبلی نے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۱ پر اس کی مفصل تردید لکھی ہے۔

---

[1] اس لڑائی کو فجار اس لیے کہتے ہیں کہ ان مہینوں میں لڑی گئی۔ جن میں لڑنا ناجائز تھا

[2] روض الانف جلد اول صفحہ ۱۲۰

معاہدہ ہوا کہ اس انجمن کے ممبر مندرجہ ذیل عہد و اقرار کریں۔

(۱) ہم ملک سے بے امنی دور کریں گے۔

(۲) ہم غریبوں کی اعانت کریں گے۔

(۳) مسافروں کی حفاظت کریں گے۔

(۴) مظلوموں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑائیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس معاہدہ میں شریک ہوئے۔ آپ اپنے نبوت کے زمانے میں بھی فرمایا کرتے تھے "اگر اس معاہدہ کے بدلے مجھے سرخ اونٹ بھی دئے جاتے تو میں ہرگز قبول نہ کرتا۔ اگر آج بھی اس قسم کا معاہدہ ہو۔ تو میں شرکت کرنے کو تیار ہوں"[1]۔

حلف الفضول کی وجہ تسمیہ

اس معاہدہ کے عنوان کی وجہ تسمیہ میں دو قول ہیں۔

الف۔ قریش سے پہلے بھی قبیلہ جرہم اور قطورہ نے مل کر اس قسم کا معاہدہ کیا۔ جس میں تین شخص داخل تھے۔ ان کے ناموں میں فضیلت کا مادہ داخل تھا۔ یعنی فضیل بن حرث۔ فضیل بن وداعہ اور مفضل[2]۔

ب۔ امام سہیلی نے مسند میں حارث بن اسامہ سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ نام اس لیے پڑا۔ کہ اس معاہدہ میں یہ الفاظ تھے۔ "تردو الفضول علی اهلها"

امین کا لقب ملنا

اسی زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی۔ تقوٰی۔ دیانت داری اور راست بازی مکہ میں زبان زد خلائق بن چکی تھی۔ جس آدمی کا بھی واسطہ حضور پرنور سے پڑا۔ آپ کو کھرا پایا۔ اس وجہ سے لوگ آپ کو نام سے نہیں بلاتے تھے۔ بلکہ الامین کے نام سے یاد کرتے تھے۔

تعمیر کعبہ

بیت الحرام نشیب میں واقع تھا۔ بارش کے زمانہ میں تمام مکہ کا پانی حرم میں داخل ہو جاتا تھا۔ پانی کی روک تھام کے لیے بالائی حصہ پر بند و بند ھوایا تھا۔ لیکن وہ ٹوٹ جاتا تھا۔

---

[1] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۲۲۰

[2] ملخص از سیرۃ النبی شبلی نعمانی جلد اول صفحہ ۱۸۳

Marfat.com

اور عمارت کو نقصان پہنچا تھا۔ اور امتداد زمانہ کی وجہ سے کعبہ کی عمارت بھی کمزور ہو گئی تھی۔ آخرکار قریش میں بالاتفاق یہ طے پایا کہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر از سر نو تعمیر کیا جائے۔ تمام قریش نے کعبہ کی تعمیر میں حصہ لیا تاکہ کوئی بھی اس شرف سے محروم نہ رہ جائے۔ جب حجر اسود کے رکھنے کا موقعہ آیا۔ تو آپس میں شدید اختلاف پیدا ہو گیا۔ کہ کونسا قبیلہ حجر اسود کو اس کی جگہ پر رکھے تمام اس شرف کو حاصل کرنے کے لیئے بے تاب تھے۔ آخرکار قبائل کی تلواریں میانوں سے باہر آ گئیں۔ ابو امیہ بن مغیرہ نے یہ رائے دی کہ کل سویرے جو شخص کعبہ میں سب سے پہلے داخل ہو۔ وہی اس جھگڑے کے فیصلہ کا حکم مقرر کر دیا جائے۔ تمام قبائل اس بات پر متفق ہو گئے۔ تمام لوگوں نے رات بے تابی سے گزاری۔ کہ دیکھئے صبح کون خوش قسمت سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہوتا ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی تمام قبائل کے معزز آدمی موقع پر پہنچ گئے۔ حکمت الٰہی سے بیت اللہ میں سب سے پہلے داخل ہونے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے سب لوگ بیک زبان پکار اٹھے۔ "ھذا الامین" یہ امین آ گیا۔ اگر آپ چاہتے تو خود ہی یہ کام سرانجام دے دیتے۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ اتفاق و اتحاد پیدا کرنے کے لیئے ایک حسین تدبیر سے کام لیا۔ آپ نے اپنی ردار مبارک بچھائی۔ اس پر حجر اسود رکھ دیا اور قبائل کے روساء کو چادر کے چاروں کونے پکڑا دئے۔ جب چادر اس جگہ آ گئی تو آپ نے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اٹھا کر نصب کر دیا[1]

اس واقعہ میں کچھ اشارات ہیں (۱) دنیا میں صحیح امن وسلامتی کی عمارت آپ کے ہاتھوں سے مکمل ہوگئی (۲) آپ دین و دنیا کے تمام جھگڑوں کے حکم بنائے جانے والے ہیں۔ اور وہی فیصلہ صحیح ہوگا۔ جس پر آپ کی مہر ثبت ہوگی۔ (۳) دین الٰہی کی عمارت کا آخری پتھر بھی آپ کے ہی دست مبارک سے نصب ہوگا۔

چنانچہ رسول کریمؐ نے خود فرمایا ہے۔ انا ھذہ اللبنۃ وانا خاتم النبیین آپ کی حسن تدبیر سے ایک خونریز جنگ رک گئی اس وقت حضورؐ عمر کی ۳۵ ویں بہار سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

خدیجہ سے نکاح

---

[1] مستدرک حاکم جلد اوّل صفحہ ۸ ۵۴

آپ کی راست بازی کی شہرت کی وجہ سے مکہ کی ایک معزز خاتون خدیجہؓ نام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ ان کے مال سے تجارت کریں۔ جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں۔ اس سے دوگنا آپ کو دوں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا۔ چنانچہ آپ مال تجارت لے کر بصریٰ چلے گئے۔ خدیجہ کا ذاتی نوکر میسرہ بھی ہمراہ تھا۔ اس تجارتی سفر میں رسول کریمؐ کی معرفت حضرت خدیجہؓ کو بہت ہی نفع آیا۔ میسرہ غلام نے حضرت خدیجہؓ کو آپ کے اخلاق حمیدہ کے متعلق بہت کچھ بتایا۔ اور حضرت خدیجہ بہت ہی متاثر ہوئیں۔ چنانچہ واپس آنے کے تین ماہ بعد حضرت خدیجہ نے شادی کا پیغام بھیج دیا۔ اس وقت حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال تاریخ مقررہ پر ابو طالب اور تمام روسائے خاندان حضرت خدیجہ کے مکان پر آئے اور ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا[1]۔ اور پانچ سو طلائی درہم مہر مقرر کیا۔

آپ کی اولاد

حضرت خدیجہ کے بطن سے چار صاحبزادیاں اور دو صاحبزادے تولد ہوئے۔

آپ کا سب سے بڑا بچہ قاسم تھا۔ جس سے آپ کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ جس نے دو سال کی عمر میں وفات پائی

سب سے بڑی صاحبزادی زینب تھیں۔ جن کا عقد ابوالعاص سے ہوا۔ یہ سیدہ خدیجہ کے ہمشیرہ زاد تھے اور مکہ کے معزز تاجر۔

زینب سے چھوٹی رقیہ تھیں۔ ان سے چھوٹی ام کلثوم ان دونوں کا عقد عتبہ اور عتیبہ سے ہوا۔ یہ دونوں ابولہب کے فرزند تھے۔ لیکن ابولہب کی اسلام دشمنی کی وجہ سے دونوں

---

[1] خطبہ نکاح کے وقت حضرت خدیجہ کے والد زندہ تھے۔ یا وفات شدہ۔ اس بارہ میں مورخین کا اختلاف ہے امام سہیلی کی تحقیق کی رو سے حضرت خدیجہ کے والد جنگ فجار میں فوت ہو چکے تھے۔

حیات محمد مترجم صفحہ ۲۷۴ پر یہی لکھا ہے کہ اس وقت تک بی بی کے باپ خویلد بن اسد حرب الفجار سے پہلے فوت ہو چکے تھے جن کے بارہ میں کذب پیشہ راوی کہتے ہیں کہ خویلد زندہ تھے مگر وہ اس پر خوش نہ تھے۔ اور صاحبزادی نے باپ کو شراب پلا کر نشہ کی حالت میں اجازت حاصل کر لی تھی۔" سیرۃ النبی جلد ا صفحہ ۱۸۸ پر علامہ شبلیؒ نے تحریر کیا ہے واپس آنے کے تقریباً تین ماہ کے بعد حضرت خدیجہ نے آپ کے پاس شادی کا پیغام بھیجا۔ ان کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔ لیکن ان کے چچا عمرو بن اسد زندہ تھے"

Marfat.com

رشتے منقطع ہو گئے۔ دونوں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان کے نکاح میں آئیں۔
سب سے چھوٹی لڑکی حضرت فاطمۃ الزہرا تھیں۔ جن کی اولاد سے خاندان سیادت چلا۔
حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔

حضرت خدیجہ کی اولاد میں سے سب سے چھوٹا لڑکا صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا۔
حضرت خدیجہؓ کو آپؐ سے اور آپؐ کو حضرت خدیجہؓ سے بہت ہی محبت تھی آپ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد بھی اپنی ازواج.. مطہرات سے اس محبت کا اظہار فرمایا کرتے تھے
ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے فرمایا کہ "یارسول اللہ" اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے بہتر بیوی نہیں دی۔ وہ بوڑھی تھیں۔ تو آپ نے جواب دیا نہیں۔ اس نے مجھے اسوقت قبول کیا جبکہ تمام دنیا مجھے رد کر رہی تھی۔ آپ حضرت خدیجہؓ کے حسن اخلاق کے گرویدہ تھے۔
آپؐ نے حضرت خدیجہ کا مال فی سبیل اللہ دل کھول کر خرچ کیا۔

آنحضرتؐ کی زندگی کا یہ زمانہ حضرت خدیجہ کی مہر و وفا کی وجہ سے بہت ہی خوشگوار تھا۔ آپ نے یاد الٰہی اور ریاضت کے لیے غارِ حرا کو پسند کیا۔ یہ غار مکہ سے دو میل کے فاصلہ پر ہے۔ آپؐ ہر سال رمضان کا پورا ماہ اس غار میں یاد الٰہی اور فکر و تعمق میں ڈوبے رہتے تھوڑا سا توشہ ہمراہ لے جاتے۔ اسی پر تمام مہینے کا گذران ہوتا۔ رمضان کا مہینہ ختم ہونے پر رسول مقبولؐ (فدائی ابی و امی) واپس گھر تشریف لے آتے۔ لیکن ریاضت کے تصورات آپ کے ذہن پر ہمیشہ مرتسم رہتے۔

غارِ حرا کی ریاضت کس مسلک پر تھی۔

آنحضرت صلعم غار حرا میں کس معین شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟ اس معاملہ میں علماء کی مختلف آراء ہیں۔ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں متعدد اقوال نقل فرمائے ہیں
(۱) حضرت نوحؑ کی شریعت کے مطابق (۲) حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے مطابق۔
(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق (۴) حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے مطابق
(۵) اپنی مقرر کردہ شریعت کے مطابق"

ان پانچوں اقوال میں سے دوسرا قول یعنی حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے مطابق ریاضت اور عبادت کیا کرتے تھے۔ زیادہ قرین قیاس ہے۔ عینی شرح بخاری میں ہے۔
قیل ما کان صفۃ تعبدہ اجیب بان ذلک کان بالتفکر

ل حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل صفحہ ۲۹۲

Marfat.com

والاعتبار۔

یہ سوال کیا گیا کہ آپ کی عبادت کیا تھی۔ جواب میں فرمایا۔ غور و تعمق اور مظہر قدرت سے عبرت پذیری۔

یہ وہی عبادت ہے۔ جو حضور کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے نبوت سے پہلے کی تھی۔ مظہر قدرت سے خدا تعالیٰ کی ہستی کا راز معلوم کیا۔ اور راز معلوم کرنے کے بعد فرمایا تھا۔

اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔

بت پرستی سے نفرت

ملک کی تمام توہم پرستیوں۔ برائیوں اور بدیوں سے آپ کو فطرۃً نفرت تھی۔ یہ بالکل سچ ہے کہ آپ کا سینہ بچپن ہی سے ہر قسم کی آلائش سے صاف کر دیا گیا تھا۔ وہ کشفی نظارہ جس میں فرشتے آپؐ کے سینہ کو دھوتے ہوئے دکھائی دئیے گئے تھے۔ وہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔

آپ کی طبیعت بت پرستی سے نفور تھی۔ ایک دفعہ آپ کی مجلس میں لات، منات، عزیٰ کا ذکر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ مجھے جتنی ان بتوں سے نفرت ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ آپ نے کبھی ذبیحہ تک نہیں کھایا۔ جو اصنام پر چڑھایا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل ہی بت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی۔

آپ کے احباب خاص

آپؐ کی نبوت سے قبل جو آپؐ کے خاص احباب اور رفقاء تھے۔ وہ بھی اخلاق فاضلہ اور بلند رتبہ کے مالک تھے۔ ان میں سب سے مقدم ابوبکرؓ تھے۔ جو دعویٰ نبوت سنتے ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

حضرت حکیم بن حزام حضرت خدیجہؓ کے چچیرے بھائی تھے۔ حرم کا منصب رفادہ انہی کے ہاتھ میں تھا اور قریش کے معزز رئیس تھے۔ فتح مکہ کے بعد حلقہ اسلام میں داخل ہوئے حضرت ضماد بن ثعلبہ آپ کے خاص احباب میں سے تھے۔ ازد قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا پیشہ کرتے تھے۔ نبوت کے زمانہ میں مکہ آئے

سلہ سیرت خیر البشر مصنفہ مولوی محمد علی ایم۔اے ایل ایل بی صفحہ ۵۰

Marfat.com

۰۰۰۰ تو راستہ میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک آدمی ہے اور اس کے پیچھے شہر کے لونڈے ہیں۔ اور اس آدمی کو تضحیک کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور اہل مکہ مجنون کے نام سے پکارتے ہیں۔ لونڈوں کا غول دیکھ کر وہاں گئے تو دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ضماد نے کہا۔ اے محمدؐ میں جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ آپ نے حمد و ثنا پڑھی اور اس کے بعد چند تبلیغی کلمات کہے۔ وہ پہلے ضماد کے دل میں میخ کی طرح گڑھ گئے۔ اور وہیں مسلمان ہو گئے[1]

مخزومی قیس بن سائب مخزومی ان احباب میں سے ہیں۔ جو تجارت کے کاروبار میں شریک تھے۔

ورقہ بن نوفل۔ حضرت خدیجہؓ کے برادر عم زاد تھے۔ عیسائی ہو گئے تھے۔ بہت نیک اور خدا ترس تھے۔ آپؐ کے ورقہ سے خاصے مراسم تھے۔ ان کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔

نبوت کا دیباچہ

احادیث سے یہ عیاں ہے کہ نبوت سے قبل خواب میں آپ پر اسرار منکشف ہوتے تھے۔ جو کچھ خواب میں دیکھتے تھے۔ صبح کی سپیدی کی طرح وہ پورے ہو جاتے تھے[2]

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۳۰۲

[2] مشکوٰۃ صفحہ ۵۱۳

Marfat.com

بعثت و نبوّت

جب آپ چالیس سال کے ہوئے اور آپ حسب معمول غار حرا میں مصروف عبادت تھے رمضان کا مہینہ تھا۔ ایک مبارک رات میں جبرائیل آپ کے سامنے آئے۔ آپ سے فرمایا۔ اقرأ یعنی پڑھ۔ آپ نے جواباً فرمایا۔ ما انا بقاری۔ میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو سینے سے لگا کر زور سے دبایا۔ اور کہا اقرأ یعنی پڑھ۔ اور جواب وہی پایا۔ پھر دوبارہ آپ کو جبرائیل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر زور سے دبایا اور فرمایا اِقرأ جواب وہی ما انا بقاری پایا۔ غرض تیسری بار کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے یہ پانچ آیات پڑھیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ
عَلَقٍ ۚ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝
عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[1] (علق)

یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ۔ جس نے پیدا کیا۔ انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب سب سے بڑھ کر عزت والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے علم دیا۔ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ (محمد علی ایم اے ایل ایل بی)

یہ وہ پہلا دن تھا۔ جب نبوت کا بار گراں آپ پر ڈالا گیا۔ وہ راستہ جس کی خاطر آپ دن رات متلاشی اور جویاں تھے۔ مل گیا۔ وہ آب زلال جس کے لیئے آپ کا کام و دہن پیاسا تھا۔ دست یاب ہو گیا۔ وہ نور ہدایت جس کے لیئے آپ کی باطنی بینائی جستجو میں تھی حاصل ہو گیا۔ وہ سکون قلب جس کے لیئے حیران و سرگرداں تھے۔ نصیب ہو گیا۔

یہ پیغام الٰہی صرف ایک قوم کے لیئے نہیں تھا۔ بلکہ ایک عالمگیر پیغام تھا جس کی

---

[1] بخاری باب بدء الوحی۔

Marfat.com

یہ گراں ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی تھی۔ جس کو آپ نے نبھانا تھا۔

انسان بڑا ہی کمزور ہے[1]۔ جب اس پر کوئی اہم ذمہ داری ڈالی جاتی ہے۔ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے سامان بھی موجود ہوں۔ تو بھی وہ کانپ جاتا ہے۔ اصلاح عالم کی ذمہ داری تو بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جب ایک قوم کی اصلاح کا بوجھ ڈالا گیا۔ فوراً خدا سے ملتجی ہوئے۔ اے خدایا میرے بھائی ہارون کو بھی میرا مددگار بنا[2]۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری دنیا کی اصلاح کا بارِگراں ڈالا جا رہا تھا۔ آپ کا قلب جلال الٰہی سے اتنا مضبوط تھا کہ خدا سے کسی مددگار کی درخواست نہیں کرتے۔ بلکہ اکیلے ہی اس ذمہ داری کو اپنے کندھے پر اٹھا کر میدان عمل میں آگئے۔ (اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ)۔

اصلاح عالم کی ذمہ داری کا احساس اپنے دل میں لیتے ہوئے گھر لوٹے۔ حضرت خدیجہؓ سے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ اس پاک اور مقدس بیوی نے ان الفاظ میں تسلی دی۔ کہ خدا آپ کو کبھی رسوا نہیں ہونے دے گا۔ اور کبھی ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھنے نہیں دے گا۔ اس کی وجہ یہ بیان کی کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ بے کسوں کے معاون و مددگار ہیں۔ مہمان نوازی کا پورا حق ادا کرتے ہیں۔ مظلوموں کی جائے پناہ ہیں۔ مسافروں کا ملجا و ماویٰ ہیں۔ مصائب میں حق کے مددگار ہیں۔ جس آدمی میں یہ اوصاف ہوں۔ بھلا وہ کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔

ذرا طبیعت سنبھلی۔ تو حضرت خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جن کا پہلے ذکر آچکا ہے۔ وہ حضرت خدیجہؓ کے عم زاد بھائی تھے۔ بت پرستی سے متنفر اور دین حق کے متلاشی تھے۔ آخرکار وہ آغوش نصرانیت میں آگئے تھے۔ وہ عبرانی زبان جانتے تھے۔ تورات اور انجیل کے خوب ماہر تھے۔ انہوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام واقعہ سنا۔ سننے کے بعد فرمایا۔ یہ وہی ناموس ہے۔ جو موسیٰ پر اترا تھا۔ اس میں مثیل موسیٰ والی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔ پھر ورقہ بن نوفل نے آرزو کی کہ کاش میں بھی اس وقت تک زندہ ہوتا۔ جب کہ آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکال دے گی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعجب ہو

---

[1] خلق الانسان ضعیفا (القرآن)
[2] واجعل لی وزیرا من اھلی ھرون اخی۔ (طٰہٰ)

Marfat.com

کر پوچھا۔ کیا میری قوم مجھ کو یہاں سے نکال دے گی۔ ورقہ نے جواب دیا۔ ہاں۔ ہر نبی کے ساتھ ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے اس کے بعد ورقہ جلد فوت ہو گئے۔ اسی اظہار ایمان کی وجہ سے ورقہ بن نوفل کو صحابہ میں شامل کیا گیا ہے [1]

زمانہ فترت الوحی

پہلے پیغام کے بعد کچھ مدت تک وحی کا آنا رک گیا۔ بعض لوگوں نے اس مدت کو لمبا بیان کیا ہے۔ اور تین سال کی مدت تک بڑھا دیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس کی روایت میں ایاماً کا لفظ آیا ہے۔ یعنی وحی صرف چند دن رکی تھی۔ واقعات تاریخی اس بات کے مؤید ہیں کہ یہ زمانہ چھ ماہ سے زیادہ نہیں تھا۔

ایک روایت ہے۔ کہ فترت الوحی کے زمانہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑوں پر چلے جاتے تھے۔ اور اپنے آپ کو گرا دینے کا ارادہ کر لیتے۔ دفعتہً جبرئیلؑ سامنے آجاتے۔ اور کہتے تھے۔ اے محمدﷺ تم واقعی نبی ہو۔

یہ حدیث اصول روایت کی بنا پر صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ روایت امام زہری کے بلاغات میں سے ہے۔ یعنی اس کا سلسلہ سند زہری تک ختم ہو جاتا ہے۔ وہ تابعین میں سے ہیں۔ انہوں نے کسی ایسے صحابی کا ذکر نہیں کیا۔ جس نے یہ کہا ہو کہ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود دیکھا کہ وہ اپنے آپ کو ہلاک کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لیئے سند مقطوع کافی نہیں ہے۔

اگر کسی نے دیکھا بھی ہو۔ تو یہ ایک معمولی واقعہ ہے۔ آپ غار حراء میں عبادت الٰہی کی غرض سے جایا ہی کرتے تھے۔ پہاڑ پر جاتا دیکھ کر گمان کر لینا کہ آپ اپنے کو ہلاک کرنے کے لیئے پہاڑ پر گئے ہیں۔ سراسر خلاف عقل اور باطل خیال ہے۔ فترت الوحی میں بھی حکمت الٰہی تھی۔ وحی نبوت کی شدت اتنی ہوتی تھی کہ سردی کے موسم میں بھی جبین مبارک پر پسینہ

---

[1] مخالفین نے حضرت ورقہ بن نوفل کے پاس جانے کے عجیب و غریب قصے بتائے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت رسول کریم کو وحی نبوت پر شک وتردد تھا۔ اس وجہ سے گئے کہ پوچھیں کہ یہ پیغام کیسا ہے۔ انبیاء کو پہلے دن ہی اپنی وحی پر کامل یقین ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے وہی ایمان لانے والے ہوتے ہیں۔ حضرت رسول کریم ورقہ بن نوفل کے پاس پیغام حق پہنچانے کی خاطر گئے تھے۔ جس کی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی تھی۔ جو احادیث میں گھبراہٹ کا ذکر آتا ہے۔ وہاں بھی لوگوں نے غلطی کھائی ہے۔ دراصل وہ گھبراہٹ اور اضطراب جلال الٰہی اور نبوت کے بارگراں کا عظمت کا احساس تھا۔

Marfat.com

آجاتا تھا۔

ایک صحابی کی روایت ہے کہ ایک دفعہ ایسی حالت میں وحی کا نزول شروع ہو گیا کہ اس صحابی کی ران رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کے نیچے تھی۔ صحابی کہتے ہیں۔ وحی کی اتنی شدت تھی کہ میں یوں محسوس کرنے لگا کہ میری ران پس جائے گی۔ اسی وجہ سے یہ نہایت ضروری تھا کہ وحی چند ایام کے لیئے رک جاتی تاکہ جسمانی طاقت وحی کی شدت کا مقابلہ کر سکے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے۔ تاکہ رسولِ کریمؐ کا مزید اشتیاق بڑھے۔

تیسرا بتانا یہ مقصود تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کلام کا اختراع نہیں کر رہے۔ بلکہ علیم وحکیم ہستی کی طرف سے پیغام آیا ہے۔ جو موقع اور حکمت کے تحت پیغام کو بھیجتا ہے۔

دوسری وحی جو رسولِ کریم صلعم پر نازل ہوئی۔ وہ یہ تھی۔

يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ۔ اے لباس نبوت کے اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا

اس پیغام میں خدا نے یہ فرمایا ہے۔ کہ خلوت میں بیٹھ کر صرف عبادت الٰہی کرنے کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ بلکہ لوگوں کو ظلمات سے نکال کر حلقۂ نور میں لانے کا وقت آ گیا ہے۔ اس وجہ سے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا کہ جس نے اس شمع ہدایت سے منہ پھیرا۔ وہ دین و دنیا میں خسران اور گھاٹے میں رہے۔ سو اس حکم کو پاتے ہی رسول کریمؐ میدان عمل میں آ گئے۔

السّابقون الاوّلون

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دور اوّل میں جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان میں چند خصائص مشترک تھے۔

(۱) اکثر وہ لوگ تھے۔ جو نیک اور پاکیزہ اخلاق کے مالک اور صوفی منش آدمی تھے۔

(۲) بعض ایسے صحابہ تھے۔ جو اسلام سے قبل ہی بت پرستی ترک کر چکے تھے۔ اور اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیرو کہتے تھے۔

(۳) اکثر صحابہ وہ تھے۔ جو غریب اور مفلس تھے۔ اور دولت و ثروت نے ان کے صافی قلوب کو زنگ آلود نہیں کیا تھا۔ اور غرور و تکبر کے مرض سے پاک تھے۔ اکثر تکبری حق کے قبول کرنے میں مانع

Marfat.com

ہوتا ہے[1]۔

انبیاء علیہم السلام پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اس قسم کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ تاکہ لوگوں پر یہ آشکار ہو جائے کہ نبی کی کامیابی و کامرانی کا راز خدا تعالیٰ کی نصرت میں مضمر ہے نہ کہ امراء و روساء کی طاقت اور ان کی دولت پر۔

بالکل ابتدائی زمانہ نبوت میں پیغام حق پہنچانے میں بڑا رازداری اور احتیاط سے کام لیا جاتا تھا۔ رسولِ کریمؐ انہی لوگوں کو پیغام پہنچاتے تھے۔ جو آپ کے حرکات و سکنات سے واقف تھے۔ اور آپ کے حلقہ احباب میں داخل تھے۔ جب نماز وغیرہ کا وقت آتا تھا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ کی گھاٹی پر چلے جاتے تھے۔ اور وہاں نماز ادا کرتے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لانے والی آپ کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجہؓ ہیں۔ سب لوگوں سے بڑھ کر یہی بیوی رازدار تھیں۔ رسول کریمؐ کی زوجیت میں آئے ہوئے پندرہ سال گذر چکے تھے۔ آپ کی کوئی بات حضرت خدیجہؓ سے نہاں نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ پاک بیوی نبوت سے قبل ہی آپ کے غموں کی گھڑیوں میں موجب تسکین ہوتی تھیں۔ آپ کے قلب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی۔ امانت داری اور دیانت داری کا بہت گہرا اثر تھا۔ جونہی رسول کریمؐ غار حرا سے پیغام ہدایت لے کر باہر نکلے اور گھر تشریف لائے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے اس پیغام کا ذکر کیا۔ تو آپ نے اس پیغام کو حق سمجھا اور ایمان لے آئیں۔ اور ساتھ یہ کہہ اٹھیں۔

کہ آپؐ جیسا راست باز شخص کبھی ناکام نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد حضرت خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس رسول کریمؐ کو لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل کے اعضاء پیری کی وجہ سے مضمحل اور آنکھیں سفید ہو چکی تھیں۔ اور موت کے دروازے کو دستک دے رہے تھے۔ ورقہ پیغام سنتے ہی امنتُ وصدّقتُ کہہ اٹھے۔ اور السابقون الاولون میں شمار ہوئے۔

حضرت ابوبکرؓ دولت مند۔ صاحب الرائے اور ماہر انساب تھے۔ آپ کی ہتھیلی سے فیاضی کا دریا بہتا تھا۔ اور غرباء و مساکین۔ ابن سبیل۔ وغیرہ کے لیے رحمت کا موجب بنتے

---

[1] مصطفی سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۰۹،۲۰

تھے۔ اس وجہ سے مکہ میں بہت ہی ہردلعزیز تھے۔ بعثت سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت ہی دوستانہ مراسم تھے۔ ان کے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابوبکر باہر سے گھر تشریف لائے تو ان کی لونڈی نے کہا۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے دوست محمد صلعم نے کیا دعویٰ کیا ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ نہیں۔ لونڈی نے کہا آپ کا دوست محمد صلعم کہتا ہے کہ میں نبی ہوں۔ اور مجھ پر خدا کا پیغام آتا ہے۔ ابوبکرؓ نے جواب دیا اگر وہ یوں کہتے ہیں۔ تو ٹھیک کہتے ہیں۔ جبکہ پہلی عمر میں راست بازی کے راستہ پر گامزن رہے۔ کسی شخص پر جھوٹ نہیں بولا۔ اب وہ شخص خدا کی ذات پر اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتا۔ سیدھے گھر سے نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پہنچ گئے۔ دستک دی . . . . حضور باہر آئے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا۔ کیا آپؐ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دعویٰ نبوت کی دلیل دینا چاہی۔ حضرت ابوبکرؓ نے ٹوک کر کہا۔ میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا آپ نے اس قسم کا دعویٰ کیا ہے۔ رسول کریمؐ نے پھر دلیل دینے کی کوشش کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں آپ سے دلیل نہیں مانگتا۔ صرف یہ بتائیے کہ آپ نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بغیر کسی تامل کے فوراً ایمان لے آئے۔ مردوں میں اوّل المؤمنین ہوئے۔ اور صدیق اکبر کا لقب پایا۔

حضرت علیؓ ابوطالب کے فرزند تھے۔ آپ بچپن سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تھے۔ اور وہ بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔

زید بن حارث رسول کریمؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ رسول کریمؐ کے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے عاشق جانثار تھے۔ ان کے باپ کو علم ہوا کہ اس کا لڑکا مکہ میں فلاں آدمی کے پاس ہے تو مکہ پہنچا۔ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واپس لے جانے کی اجازت چاہی۔ رحمتہ للعالمین کا قلب شفیق کب گوارہ کر سکتا تھا کہ بیٹا باپ کی جدائی میں رہے۔ اور باپ بیٹے کے فراق میں گھلے۔ مگر یہ انسان کامل زید کو زبردستی اپنے سے الگ کرنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔

آپؐ زید کے باپ سے گویا ہوئے کہ اپنے لڑکے سے دریافت کر لیں۔ اگر وہ جانا

Marfat.com

پسند کرے تو چلا جائے۔ باپ نے زید سے واپس جانے کو کہا۔ زید نے انکار کر دیا۔ باپ کہہ گیا کہ اچھا کہ زید کو غلامی سے آزاد ہے۔ لیکن رسول کریم کے اوصاف حمیدہ کی مضبوط زنجیروں میں مقید ہو چکا ہے اب رسول کریم کی صحبت سے موت ہی جدا کر سکتی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کا لوگوں کے ساتھ بہت میل ملاپ تھا۔ ان کی تبلیغ سے عثمان غنیؓ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ طلحہؓ۔ سعد بن ابی وقاصؓ مسلمان ہوئے۔

پھر ابو عبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح۔ عبدالاسد بن بلال۔ عثمان بن مظعون۔ عامر بن فہیرہ ازدی۔ ابوحذیفہ بن عتبہ۔ سائب بن عثمان مظعون ارقم۔ عمار۔ یاسر۔ خباب بن الارت۔ سعید بن زید۔ عبداللہ بن مسعود۔ صہیب رومی۔ بلال۔ ابوذر غفاری حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔[۱]

عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت عباسؓ کی بیوی ام الفضل۔ اسماء بنت عمیس۔ اسماء بنت ابو بکرؓ۔ سمیہ۔ فاطمہ خواہر عمر فاروق نے اسلام قبول کیا۔[۱]

اوائل زمانہ میں حضرت ارقمؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان کا گھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغی کوششوں کا مرکز بن گیا تھا۔ اور تین سال میں تقریباً چالیس پاک نفوس حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اس سے اس بات کی بھی تردید ہوتی ہے جو فترۃ الوحی کا زمانہ تین سال گردانتے ہیں کیونکہ اس صورت میں چھ سال محض ابتدائے دعوت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک اسلام میں ایک جماعت داخل ہو چکی تھی۔ اور مخالفت کا آغاز ہو چکا تھا۔

کفار مکہ کی ایذا رسانی کا آغاز

تین سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رازداری اور احتیاط و حزم سے فریضہ تبلیغ کو سرانجام دیتے رہے۔

آخر کار کھل کر میدان عمل میں آنے کا صاف حکم آ گیا۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ (حجر۔ ۶)

جو تم کو حکم دیا گیا ہے اسکو واشگاف کر دو۔

پھر حکم آیا۔ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (شعراء)

اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا۔

---

[۱] اصابہ فی احوال الصحابہ میں ہر ایک کا تذکرہ ... ۔ ... طبقات ... ۔ ... حالات ... حافظ ...

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو بلایا۔ جب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک بڑا لشکر آ رہا ہے۔ تو تم یقین کرو گے۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا۔ ہاں۔ کیونکہ آپ ہمیشہ جادۂ راست پر گامزن رہے ہیں۔ اور ہم سے الامین کا لقب پایا ہے۔ ہم کیسے آپ کی بات کو جھٹلا سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے۔ تو تم پر عذاب الیم نازل ہوگا۔ یہ سن کر سب لوگ جن میں ابو لہب بھی تھا۔ سخت برافروختہ ہوئے اور برا بھلا کہتے ہوئے چلے گئے۔

چند روز کے بعد حضرت علیؓ سے کہا کہ ایک دعوت کا انتظام کرو۔ یہ تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا۔ اس دعوت میں تمام خاندان عبدالمطلب مدعو تھا۔ ابو طالب۔ حمزہ۔ عباس سب شریک تھے۔ رسول کریم صلعم نے کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ میں وہ چیز لایا ہوں۔ جو اس کو قبول کرے گا۔ وہ دین و دنیا میں فلاح پا جائیگا اور اس بار گراں کے اٹھانے میں میرا کون ساتھ دے گا۔ تمام حاضرین محفل خاموش رہے۔ دفعتاً ایک کونے سے ایک تیرہ سال کا بچہ کھڑا ہوا اور کہا۔ گو میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں۔ پتلی ٹانگوں والا ہوں اور مجھے آشوب چشم ہے اس بار گراں کے اٹھانے میں آپ کا معاون و مددگار رہوں گا۔ حاضرین محفل کو بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ اور رخصت ہو گئے[1]

عرب میں عکاظ اور مجنہ اور ذوالمجاز کے میلے بہت مشہور تھے۔ عرب کے ہر کونے سے وہاں لوگ آتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جاتے اور ان کو وعظ کرتے۔

وعظ کی بڑی بڑی باتیں

خدا کو ایک مانو۔ اسی کے سامنے سر جھکاؤ۔ وہی ذات قابل عبادت ہے۔ وہ تمام عیوب سے منزہ اور تمام خوبیوں کی جامع ہے۔ زمین آسمان۔ چاند۔ سورج۔ ستارے وغیرہ سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان کے سامنے سر نہ جھکاؤ۔ جوا نہ کھیلو۔ جسمانی اور قلبی پاکیزگی اختیار کرو۔ وعدہ کی پابندی کرو۔ چوری۔ زنا سے باز آ جاؤ۔ لین دین میں کسی سے دغا نہ کرو

قریش کی مخالفت کی وجوہات

(۱) قریش کی گھٹی میں بت پرستی رچ چکی تھی۔ ان کے نزدیک بت ہر قسم کے خیر و شر کے

---

[1] الوافہ ذ صفحہ ۱۱۱

Marfat.com

مالک تھے۔ وہی لڑائیوں میں فتح دلاتے تھے۔ پانی برساتے تھے۔ اولادیں دیتے تھے۔ حاجتیں پوری کرتے تھے۔ اس وجہ سے وہ بتوں کی برائی سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ جو ان کی تنقیص کرے گا۔ وہ قریش کا سب سے بڑا دشمن ہوگا۔

(۲) اکثر قبائل بنو ہاشم سے مخالفت رکھتے تھے۔ مخالف قبیلے کے ایک شخص کے پیچھے چلنا انہیں عار معلوم ہوتا تھا۔ ابوجہل کی ایک تقریر سے اس بیان کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ ایک دفعہ اخنس بن شریق ثقفی ابوجہل کے پاس گیا۔ اور کہا کہ محمد صلعم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے۔ ابوجہل نے جواب دیا۔ ہم اور بنو عبد مناف (آل ہاشم) ہمیشہ ایک دوسرے کے حریف اور مقابل رہے ہیں۔ انہوں نے مہمانداریاں کیں تو ہم نے بھی کیں۔ انہوں نے خون بہا دیئے۔ تو ہم نے بھی دیئے۔ انہوں نے فیاضیاں کیں۔ تو ہم نے بھی اپنی فیاضیوں کی بارش سے غرباء کے دلوں کی خشک زمین کو سیراب کیا۔ اب بنو ہاشم میں سے ایک نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ خدا کی قسم ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے[1]

(۳) مخالفت کا ایک بڑا سبب قریش کی بد اخلاقیاں تھیں۔ قریش زنا، جوئے، رہزنی، عہد شکنی، آوارگی، جھوٹ، چغل خوری کے عادی تھے۔ قرآن مجید اُن عادات قبیحہ کا سخت دشمن تھا۔ علانیہ ان بدکاریوں کی مخالفت میں آیات نازل ہوئیں۔ رسول کریم خود بھی ان برائیوں پر سخت سرزنش کرتے تھے۔

(۴) وہ خاندان اور شرافت بزرگان پر مغرور تھے۔ انہیں اسلامی مساوات کا قبول کرنا ایک قسم کی ذلت محسوس ہوتی تھی۔

اسلام کے نزدیک خاندانی وجاہت باعث تکریم نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے "اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ" اللہ کے حضور سب سے زیادہ معزز وہی ہے۔ جو متقی ہے۔ چنانچہ ابن ام مکتوم کے واقعہ نے اس نکتہ کو خوب واضح کیا ہے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اشراف قریش کو تبلیغ اسلام کر رہے تھے کہ ابن ام مکتوم مجلس میں پہنچے۔ تو نابینائی کی وجہ سے نہ جان کر کہ آنحضرتؐ کن

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۱۶۸۔

Marfat.com

سے اور کیا کلام کر رہے ہیں۔ پہنچتے ہی چند سوال کر دئے۔ آنحضرت ؐ نے زبان سے کچھ نہیں کہا۔ بلکہ کلام جاری رکھا۔ صرف بتقاضائے بشریت آپ کی پیشانی پر شکن آیا۔ ابن ام مکتوم تو دیکھ نہ سکے۔ نہ ان پر کوئی اثر پڑ سکتا تھا۔ مگر وہ خدا جس نے آپ کو مساوات کا معلم اعظم بنا کر بھیجا تھا۔ اسکو آپ کی پیشانی پر شکن پسند نہ آیا۔ آپ پر وحی نازل ہوئی۔ عبس و تولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ۔ اس وحی خداوندی نے ہمیشہ کے لیئے یہ مہر ثبت کر دی کہ خاندانی وجاہت اور شرافت وجہ کمال نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ اور پاکیزگی قلب وجہ کمال ہے۔

(۵) قریش کو عیسائیت سے بالطبع نفرت تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابرہہ نے بیت الحرام کو ڈھانے کے لیئے فوج کشی کی تھی۔ اسلام اور عیسائیت میں بہت سی باتیں مشترک تھیں۔ اس زمانہ میں اسلام کا قبلہ بھی بیت المقدس تھا۔ قریش نے خیال کیا کہ رسول کریم ؐ عیسائیت کو قائم کرنا چاہتے ہیں [1]

(۶) وہ نبوت کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھے۔ اور بعید سمجھتے تھے کہ خدا کے حکم سے کوئی انسان انسانوں کو سمجھانے کے لیئے آئے [2]

(۷) وہ جزاء و سزائے اعمال کے قائل نہ تھے۔ اس لیئے یہ تعلیم کہ موت کے بعد اعمال کی جواب دہی ہوگی۔ ان کے نزدیک بالکل قابل تمسخر تھی [3]

اس لیئے قریش مکہ نے آنحضرت صلعم کی مخالفت پر کمر باندھی۔ اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کا تہیہ کر لیا۔

مؤمنین کو دکھ دیئے جانے میں حکمت

اول۔ مومنین سے اخلاص پرکھا جائے۔ اور یہ ظاہر ہو جائے کہ دنیوی لالچ سے لوگ رسول ؐ کے اردگرد جمع نہیں ہوئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیئے ایمان لائے ہیں۔

---

[1] سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۱۶

[2] رحمۃ للعالمین مصنفہ محمد سلیمان منصور پوری صفحہ ۶۲

[3] ایضاً

Marfat.com

دوئم۔ انسان کے اخلاق کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک وہ مصائب اور آلام کی بھڑکتی ہوئی بھٹی میں نہیں ڈالا جاتا۔

تیسرا اللہ تعالیٰ اپنی یہ قدرت دکھانا چاہتا ہے کہ انسانی طاقتیں اس شجرۂ طیبہ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ جسے خدا نے خود لگایا ہے۔

چوتھا یہ کہ مومن اور منافق میں تمیز ہو جائے۔ خدا تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۔ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ ۔ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۔ أَوْ كَصَيِّبٍ مِنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۔ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۖ كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۔

ان کی مثال ایسی ہے جیسے اس شخص کی مثال جس نے آگ جلائی۔ پھر جب اس (آگ) نے جو کچھ اس کے ارد گرد تھا۔ روشن کر دیا۔ اللہ ان کے نور کو لے گیا۔ اور ان کو سخت تاریکی میں چھوڑ دیا وہ کچھ نہیں دیکھتے۔ بہرے گونگے اندھے ہیں۔ پس رجوع نہیں کرتے یا جیسے مینہ (جو) بادل سے (برسا) اس میں سخت تاریکی اور کڑک اور بجلی ہے۔ ہولناک آوازوں سے اپنی انگلیاں موت کے ڈر سے اپنے کانوں میں دیتے ہیں۔ اللہ کافروں کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے جائے۔ جب کبھی وہ ان کو روشنی دیتی ہے۔ اس میں چلنے لگتے ہیں۔ اور جب ان پر تاریکی ہو جاتی ہے۔ ٹھہر جاتے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو ضرور ان کی شنوائی اور ان کی آنکھوں کو لے جاتا۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (محمد علی ایم اے ایل ایل بی)

اللہ تعالیٰ ان آیات میں یہ بیان فرما رہے ہیں کہ وحی نازل ہوتی ہے تو اس کے ساتھ مصائب اور آلام بھی ہوتے ہیں۔ منافق ان آلام اور مشکلات میں ثابت قدم نہیں

Marfat.com

رہتا۔ بلکہ ان ایذاؤں اور دکھوں کو اپنی موت سمجھتا ہے۔ اس کے برعکس مومن ان تکالیف کو اپنی روح کی بالیدگی کے لیئے خوراک سمجھتا ہے۔ عزم استقلال اور ثبات کا مجسمہ ہوتا ہے اس کی زبان پر شکوہ اور گلہ نہیں آتا۔

ایذارسانی میں تدریجاً ترقی

جب رسول کریمؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ تو ابتداء میں لوگوں نے تکلیف نہیں دی۔ صرف تضحیک استہزا اور تمسخر سے کام لیا۔ کبھی شاعر کے نام سے پکارا۔ کبھی مجنوں کہہ دیا۔ کبھی کاہن بنا دیا۔ مگر جب فہمیدہ اور صاحب اخلاق رسول کریمؐ کی غلامی میں آنا شروع ہوئے۔ تو کفار نے ایذارسانی شروع کر دی۔ جب رسول کریمؐ کعبہ میں عبادت کے لیئے جاتے۔ سجدہ کی حالت میں اونٹنی کی غلیظ بچہ دانی آپ پر رکھ دیتے۔[۱] آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے تھے۔ مٹی پھینکتے۔ پتھر مارتے۔ ایک دفعہ عقبہ بن ابی معیط نے چادر آپ کے گلے میں ڈال کر اس زور سے مروڑا کہ دم گھٹ گیا۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا۔ وہ آئے۔ یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ[۲] ۔ کیا تم ایک ایسے آدمی کو مارتے ہو۔ کہ وہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے۔ اور تمہارے پاس کھلے نشانات لایا ہے۔

جب کفار مکہ نے دیکھا کہ متفرق کوششیں رسول کریم صلعم کی آواز کو دبانے میں ناکافی ہیں۔ تب انہوں نے اجتماعی مخالفت کی ٹھانی۔ ایک کمیٹی قائم ہوئی۔ جس کا امیر ابولہب تھا۔ اور پچیس[۲۵] روساء اس کے ممبر تھے۔

اس کمیٹی کے سامنے یہ سوال پیش ہوا کہ جو لوگ دور دراز سے مکہ آتے ہیں۔ انھیں محمدؐ کی نسبت کیا کہیں۔ حاضرین مجلس میں سے ایک کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ ہم بتلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔

ولید بن مغیرہ بولا کہ میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں۔ کہاں کاہنوں کی تک بندیاں اور کہاں محمدؐ کا کلام۔ ہم کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیئے۔ جس سے آنے والے یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔

---

[۱] صحیح بخاری عن ابن مسعود۔ کتاب الجہاد والسیر صحیح مسلم [۲] صحیح بخاری عن ابن عمرو العاص باب مالقی النبی من المشرکین

Marfat.com

ایک اور بولا اور کہا ہم اس کو دیوانہ کہہ دیں گے

ولید بن مغیرہ پھر بولا۔ محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت؟

ایک اور بولا ہم شاعر کہہ دیں گے۔

ولید بن مغیرہ پھر بولا کہ عرب اصنافِ سخن کو خوب جانتے ہیں۔ محمدؐ کے کلام کو شعر سے کوئی مشابہت و مناسبت نہیں ہے۔

ایک بولا کہ ہم ساحر کہہ کر لوگوں کو واپس پھیر دیں گے۔

ولید نے جواب دیا۔ جس پاکیزگی اور طہارت سے محمدؐ رہتا ہے۔ وہ جادوگروں کو کہاں نصیب۔ ساحروں کی تو عادات ہی مختلف ہوتی ہیں۔

سب نے عاجز ہو کر ولید سے کہا۔ اے چچا پھر آپ ہی کوئی تجویز پیش کریں۔ تب ولید بن مغیرہ نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں شیرینی اور حلاوت ہے۔ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ محمدؐ ایک ایسا کلام پیش کرتا ہے۔ جس سے باپ بیٹے۔ بھائی بھائی۔ شوہر و زن میں افتراق پیدا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے[1]

آخر اس مجلس نے مندرجہ ذیل ریزولیشن پاس کیا۔ "محمدؐ کو ہر طرح سے ستایا جائے تمسخر کیا جائے۔ سخت ایذائیں دی جائیں۔ محمدؐ کے ماننے والوں کو سخت تکالیف دی جائیں۔

چنانچہ اس ریزولیشن کے بعد ایمان لانے والوں کے لیئے مصائب کا دروازہ کھل گیا۔ اور ان کے ایمان کی آزمائش کا وقت آگیا۔

اسلام لانے والوں پر جور و ستم

سنگدل کفار نے بے بس مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ان کو احاطہ تحریر میں لانا مشکل ہے۔ مختصر طور پر چند نہ کہ ہستیوں اور ان کو عذاب دینے کے طریقے بہر قلم کیئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت خبابؓ بن ارت قبیلہ تمیم سے تھے۔ اور زمانہ جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے۔ قریش نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ ایک دفعہ کوئلے جلا کر زمین

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۹۰

Marfat.com

پر بچھائے گئے۔ ان پر چت لٹایا گیا۔ ایک آدمی ان کی چھاتی پر چڑھ گیا۔ تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت خبابؓ نے مدت کے بعد حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا۔ اور پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح سفید تھی[1]

بلالؓ حبشی تھے۔ اور امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ ان کو علم ہوا کہ بلالؓ مسلمان ہو گیا ہے تو ان کے لیے گوناگوں عذاب تجویز کیے۔ عرب کے موسم گرما کی چلاتی دھوپ میں ان کو باہر لے جاتا جلتی ریت پر لٹا دیتا۔ سینہ پر ایک بھاری سل رکھ دیتا۔ تاکہ جنبش نہ ہونے پائے۔ ان سے کہتا کہ محمدؐ کو چھوڑ اور اسلام سے باز آجا۔ ورنہ اسی طرح ان تکالیف اور ایذاؤں سے دم دے دو گے۔ اس وقت بھی ان کی زبان سے احدٌ احدٌ لفظ نکلتا۔ کبھی گردن میں رسی ڈال کر لڑکوں کے ہاتھ میں دے دی جاتی۔ وہ مکہ کی پہاڑیوں میں لیے پھرتے۔ کبھی مشکیں باندھ کر کوڑوں سے پیٹا جاتا۔ بھوکا رکھا جاتا۔

حضرت عمارؓ نے جب اسلام قبول کیا تھا۔ تو ان سے پہلے صرف تین اشخاص دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ قریش ان کو بھی تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیتے تھے۔ ساتھ سخت سزائیں دی جاتیں تو وہ بے ہوش ہو جاتے تھے۔

حضرت سمیہؓ جو حضرت عمارؓ کی والدہ ماجدہ تھیں۔ سنگ دل ابوجہل نے ان کی فرج پر برچھا مار کر شہید کر دیا۔[2]

حضرت یاسرؓ حضرت عمارؓ کے والد تھے۔ یہ بھی کفار مکہ کے ظلم و جور اٹھاتے اٹھاتے شہید ہو گئے۔

حضرت صہیبؓ اور عمار بن یاسر ایک ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے قریش اس قدر ان کو تکلیف اور اذیت پہنچاتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ جب انہوں نے مدینہ ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا۔ اپنا سارا سامان چھوڑ جاؤ تو جا سکتے ہو۔ حضرت صہیبؓ نے خوشی سے مان لیا۔

حضرت ابوفکیہہ صفوان بن امیہ کے غلام تھے۔ جب صفوان کو ان کے اسلام

---

[1] طبقات ابن سعد جلد سوم تذکرہ خبابؓ

[2] مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۵۰

Marfat.com

کا علم ہوا۔ تو اس کے پاؤں میں رسّی باندھی لوگوں سے کہا کہ اس کو گھسیٹ کر تپتی ہوئی ریت پر لٹائیں۔

ایک گبریلا راہ میں جا رہا تھا۔ صفوان نے کہا کہ "تیرا خدا ہی تو نہیں ہے" ابو فکیہہ نے جواب دیا۔ "میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے۔ اس پر صفوان نے زور سے منہ پر طمانچہ مارا اور زور سے گلا گھونٹا۔ لوگوں نے سمجھا کہ دم نکل گیا ہے۔

حضرت لبینہؓ ایک کنیز تھیں۔ حضرت عمرؓ ان کو اتنا مارتے کہ خود تھک جاتے تو کہتے کہ میں نے رحم کی بنا پر مارنا ترک نہیں کیا۔ بلکہ تھک گیا ہوں۔ وہ جواب دیتیں "اگر تم ایمان نہ لاؤ گے۔ تو خدا اس کا انتقام لے گا۔

حضرت زنیرہ حضرت عمرؓ کے گھر کی کنیز تھیں۔ ظالم اور سنگ دل ابوجہل نے اُن کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔

حضرت نہدیہؓ اور ام عبیسؓ یہ بھی دونوں کنیز تھیں۔ کافران کو سخت ایذائیں دیا کرتے تھے۔

حضرت بلال۔ لبینہ۔ زنیرہ۔ نہدیہ۔ ام عبیس سب کو حضرت ابوبکرؓ نے آزاد کیا تھا۔

جو لوگ بڑے بڑے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ بھی سنگ دل کفار کے ہاتھ سے محفوظ و مصئون نہ تھے۔ ان کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا گیا۔ جو غلاموں اور ضعفاء کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان جب اسلام لائے۔ تو ان کے چچا نے رسّی سے باندھ کر مارا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بہنوئی اور بہن کو مار مار کر لہو لہان کر دیا۔

حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کی والدہ نے گھر سے باہر نکال دیا۔

حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیا گیا۔

لیکن یہ جور و ستم یہ جلاد انہ بے رحمیاں اور یہ عبرت ناک سفاکیاں ایک مسلمان کو صراط مستقیم سے متزلزل نہ کر سکیں۔ جبکہ پہلی امتوں نے اپنے انبیاء کو چند کوڑیوں سے کم گرفتار کرا دیا۔ اور ان کے منہ پر تھوکا۔

ایک عیسائی مؤرخ نے لکھا ہے۔

Marfat.com

"عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مسائل نے وہ درجہ نشۂ دینی کا آپ کے پیروؤں میں پیدا کیا۔ جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے۔ جبکہ عیسیٰ کو سولی پہ لے گئے۔ تو ان کے پیرو بھاگ گئے۔ ان کا نشۂ دینی جاتا رہا وہ اپنے مقتدا کو موت کے پنجہ میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے۔ برعکس اس کے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو اپنے مظلوم کے گرد آئے۔ آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرہ میں ڈال کر کل دشمنوں پر آپ کو غالب کیا۔"[1]

---

[1] اپالوجی گاڈفری ہیگنس ترجمہ اردو صفحہ ۷۲ - ۷۶ مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء
سیرت النبی جلد اول صفحہ ۲۳۳

ہجرت حبش

ہجرت حبش ۵ نبوی

بعثت کا پانچواں سال تھا۔ آنحضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد تقریباً پچاس آدمی سے زائد جمع ہو چکے تھے۔ کفار مکہ کے مظالم اور ایذاؤں نے ان کے تصرانحاد کو اور زیادہ مرصوص بنا دیا تھا۔ یہ جتھہ روز بروز ترقی پر تھا اور رسول کریمؐ کی تقویت کا باعث بن سکتا تھا۔ لیکن صحابہ کرام کے ساتھ کفار کی بے رحمی دیکھ کر رؤف و رحیم انسان نے اجازت دے دی کہ وہ ارض حبش کی طرف ہجرت کر کے چلے جائیں۔ حبش عربوں کی قدیم تجارت گاہ تھی۔ اور وہاں کا بادشاہ نجاشی[1] عدل و انصاف سے خوب واقف تھا۔ وہ مذہباً عیسائی تھا۔

جاں نثاران اسلام ہر قسم کی تکلیف برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن ان کے لیئے مکہ میں رہ کر فرائض اسلامی کا ادا کرنا ناممکن تھا۔ کوئی شخص کعبہ میں اونچی آواز سے قرآن مجید کی تلاوت نہیں کر سکتا تھا حضرت عبد اللہ بن مسعود ایمان لائے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں بیت اللہ میں جا کر ضرور قرآن مجید کی تلاوت کروں گا۔ حرم میں گئے۔ اور مقام ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر سورۃ رحمٰن پڑھنی شروع کر دی۔ چاروں طرف سے کفار ٹوٹ پڑے۔ اور بے تحاشہ مارنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ پڑھتے رہے۔ جب وہ سورۃ پڑھ چکے تو واپس آئے تو ان کے چہرہ پر ضربوں کے نشان تھے۔

ہجرت کا ایک فائدہ یہ تھا کہ مسلمان وہاں جا کر آزادی سے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

اس کے علاوہ ہجرت سے ایک بڑا فائدہ یہ تھا کہ جب مسلمان ارض حبشہ کی طرف

---

[1] نجاشی کا اصلی نام اصحمہ تھا۔

Marfat.com

ہجرت کر کے جائیں گے ۔ تو وہاں تو اسلام پھیلنا شروع ہو جائیگا۔ اور لوگ اسلام کی تعلیم سے آشنا ہو جائینگے ۔ سو ایسا ہی ہوا کہ جب نجاشی نے اپنے دربار میں مسلمانوں کو بلا کر دین اسلام کے متعلق پوچھا۔ تو حضرت جعفرؓ نے ایک مختصر اور جامع تقریر کی۔ جس میں اسلام کی تعلیم کا خلاصہ بیان کر دیا۔ اس کا ذکر آگے آئے گا۔

غرض رسول کریم صلعم کی اجازت سے اول بارہ مرد اور چار عورتوں کا ایک مختصر سا قافلہ رات کی تاریکی کے پردہ میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کی طرف روانہ ہو گیا۔[1]

ان کے نام حسب ذیل ہیں ۔

(۱) حضرت عثمانؓ بن عفان ۲ حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ ۳ حضرت زبیرؓ بن العوام ۴ حضرت مصعبؓ بن عمیر ۵ حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف ۶ حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد ۷ حضرت عثمان بن مظعون ۸ حضرت عامر بن ربیعہ ۹ حضرت ابو سبرۃ بن ابی رہم ۱۰ حضرت ابو حاطب بن عمرو ۱۱ حضرت سہیلؓ بن بیضا ۱۲ حضرت عبد اللہ بن مسعود ۔

عورتوں کے نام یہ ہیں

(۱) حضرت رقیہ زوجہ محترمہ حضرت عثمانؓ ۲ حضرت سہلہ بنت سہیل زوجہ حضرت ابو حذیفہ ۳ ام سلمہ زوجہ محترمہ ابو سلمہ ۴ حضرت لیلیٰ بنت ابی حثمہ زوجہ عامر بن ربیعہ۔

اس قافلہ کے سردار حضرت عثمان بن عفانؓ تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ رقیہ (بنت النبی صلعم) ان کے ساتھ تھیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا تھا۔ لوط و ابراہیم علیہما السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے۔ جنہوں نے خدا کے راستے میں ہجرت کی ہے۔[2]

مہاجرین کے اسماء کی فہرست سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قافلہ میں ہر قسم کے لوگ تھے۔ بے بس بھی تھے۔ اور صاحب اقتدار بھی تھے۔ اس وجہ سے مورخین کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ حبش کی طرف ان لوگوں نے ہجرت کی۔ جن کا کوئی معاون و مددگار نہ تھا۔ مورخین کا یہ خیال اسی وجہ سے بھی سراسر غلط ہے کہ اس فہرست میں بعض ایسے مظلوم

---

[1] زاد المعاد جلد اول ص ۲۴

[2] آدلی حاکم ۱۲

Marfat.com

صحابہ کا ذکر ہی نہیں۔ جنہیں تپتی ہوئی ریت جلتے ہوئے انگاروں پر لٹایا جانا۔ جوع وعطشان کے عذاب میں مبتلا کیا جاتا۔ یعنی بلال۔ عمار۔ یاسر وغیرہ علامہ شبلی نعمانیؒ۔۔۔ سیرۃ النبیؐ حصہ اول صفحہ ۲۳۷ پر فرماتے ہیں۔ "یا تو ان کی بے سروسامانی اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ سفر کرنا بھی ناممکن تھا۔ یا یہ کہ درد کی لذت سے آشنا تھے اور اس لطف کو چھوڑ نہ سکتے تھے۔"

کچھ عرصہ کے بعد ان کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں) حبش کی طرف روانہ ہوئے۔ ان میں حضرت جعفرؓ بھی تھے۔ کفار مکہ کو ان کی ہجرت کی خبر ہوئی۔ تو تعاقب کیا لیکن جب بندرگاہ تک پہنچے۔ تو جہاز جا چکے تھے۔ مایوس ہو کر واپس لوٹے۔ وہ یہ نہ چاہتے تھے کہ اسلام کی شعاعیں کہیں پھیلیں اور مسلمان آزادی سے اپنے فرائض ادا کر سکیں۔ اور امن کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس وجہ سے مشورہ کر کے یہ رائے قرار پائی کہ نجاشی کے پاس ایک سفارتی وفد بھیجا جائے۔ وہ جا کر یہ کہے کہ وہ ان لوگوں کو جو عرب سے بھاگ کر آئے ہیں۔ سفیروں کے سپرد کر دے۔

چنانچہ اس غرض کے لیے عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو بن العاص اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ بڑے بڑے قیمتی تحفے ساتھ لیے۔ پہلے درباریوں سے ملے۔ ان کو تحائف پیش کیے اور کہا کہ ان نادان لوگوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ جو عیسائیت کے بھی مخالف ہے۔ اس طرح ان کی تائید حاصل کی۔ چنانچہ اگلے دن یہ سفیر دربار میں پہنچے۔ درخواست کی کہ مہاجرین ہمارے مجرم ہیں۔ ان کو واپس کیا جائے۔ بادشاہ کو یہ کہہ کر اکسایا کہ ان لوگوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کر لیا ہے۔ چنانچہ بادشاہ نے مسلمانوں کو جواب دینے کے لیے طلب کر لیا۔ تب نبی کریم صلعم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر طیار نے دربار میں یہ تقریر کی۔

"اے بادشاہ ہم ایک جاہل قوم تھے۔ جو بتوں کو پوجتے۔ مردار کھاتے۔ بے حیائی کے کام کرتے۔ قریبیوں کے حقوق ادا نہ کرتے۔ ہمسایوں سے برا سلوک کرتے۔ اور ہم میں سے مضبوط کمزور کو کھا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف ایک رسول مبعوث کیا۔ جس کے نسب صدق امانت اور پرہیزگاری کو ہم خوب پہچانتے ہیں۔ اس نے ہم کو بلایا۔ کہ خدا کو ایک مانو۔ اسی کی عبادت کرو۔ پتھروں اور بتوں کی پرستش کو چھوڑ دو۔ اور اس نے ہم کو حکم دیا کہ بات سچ کہو۔ امانت کو ادا کرو۔ صلہ رحمی کرو۔ ہمسایوں سے اچھا سلوک کرو۔ حرام باتوں اور خونریزیوں سے بچو۔ اس نے ہم کو بے حیائی کے کاموں سے جھوٹ بولنے سے

Marfat.com

اور یتیم کا مال کھانے سے۔ عورتوں پر جھوٹے الزام لگانے سے روکا۔ پس ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کی۔ اور اس کی باتوں کو مانا۔ اس پر ہماری قوم نے ہم پر ظلم شروع کیا۔ اور ہم کو دکھ دیا کہ ہم اپنے دین کو ترک کر دیں۔ اور بت پرستی کی طرف لوٹ آئیں۔ پس جب ان کا ظلم انتہا کو پہنچ گیا۔ تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے۔ اور ہم امید رکھتے ہیں کہ آپ کے ہاں ہم پر ظلم نہیں ہوگا"[1]

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا کہ جو کلام آپ کے نبی پر نازل ہوتا ہے۔ وہ بھی سناؤ۔ حضرت جعفر طیار نے سورۃ مریم کی چند آیات پڑھ کر سنائیں۔ نجاشی کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا آئیں۔ پھر کہا۔ خدا کی قسم یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چشمہ ہدایت سے نکلے ہیں اور یہ تو وہی نبی ہے جس کی یسوع مسیح نے خبر دی تھی۔ الحمد للہ کہ مجھے اس رسول کا زمانہ ملا ہے۔" سفراء قریش کو دربار سے نکال دیا۔

اگلے دن سفراء نے ایک اور تدبیر سوچی کہ نجاشی کو اکسایا جائے کہ یہ حضرت عیسٰی کو نہیں مانتے۔ عمرو بن العاص دوبارہ دربار میں پہنچے۔ اور نجاشی سے کہا کہ حضور آپ کو معلوم ہے کہ یہ حضرت عیسٰی کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔ بادشاہ نے دوبارہ مسلمانوں کو بلا کر کہا کہ تم حضرت عیسٰی کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو۔ حضرت جعفرؓ نے کہا۔ کہ ہم حضرت عیسٰی کو خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول مانتے ہیں۔ خدا نہیں مانتے۔

یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین پر سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ حضرت عیسٰی اس سے جو مسلمانوں نے بیان کیا ہے۔ اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں[2]۔

پادری بہت برہم ہوئے۔ لیکن نجاشی نے کوئی پرواہ نہ کی۔ قریش کے سفراء کو ناکام و نامراد واپس لوٹا دیا۔

حبش میں مسلمانوں کا طریق عمل

اسی اثناء میں کسی دشمن نے حبش پر حملہ کر دیا۔ نجاشی خود محاذ پر گیا۔ چونکہ مسلمانوں کو اس ملک میں ہر قسم کا امن اور آرام میسر تھا اس لیئے انہوں نے نجاشی کی مدد کی۔ اور فتح کے لیئے دعائیں

---

[1] سیرت خیر البشر مصنفہ محمد علی ایم اے ایل ایل بی۔ صفحہ ۶۵۔ یہ تقریر سیرت ابن ہشام جلد اول صفحہ ۱۱۶ پر درج ہے۔

[2] مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۲۱۰

Marfat.com

بھی مانگیں۔ سو خدا نے نجاشی کو فتح دی۔[۵]

غرانیق کا جھوٹا قصہ

ہجرت حبش سے متعلق ایک خاص واقعہ قابل ذکر ہے۔ حبشہ میں یہ مشہور ہوگیا کہ اہل مکہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ یہ سن کر اکثر مہاجرین نے مکہ کا رخ کرلیا۔ جب شہر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ واقعہ سراپا غلط اور بے بنیاد ہے۔ بعض تو چھپ چھپکر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور بعض واپس حبشہ چلے گئے۔ ان کے ہمراہ اہل مکہ میں سے کئی اور مسلمان بھی ہجرت کر گئے۔

سوال یہ ہے کہ مہاجرین کا حبشہ میں قیام کے تین ماہ بعد واپس مکہ آنے کا پس منظر کیا ہے۔

ابن سعد اور طبری دونوں نے طبقات اور تاریخ الرسل والملوک میں علی الترتیب ایک واقعہ نقل کیا ہے اور مستشرقین نے بھی یہ واقعہ رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ واقعہ یہ ہے۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ اور آپ نے سورۃ نجم سنانا شروع کی۔ جب یہ آیت "افرء یتم اللّٰت والعزّٰی ومنوۃ الثالثۃ الاخری۔ یعنی "اے مشرکو! کیا تم نے لات وعزی اور وہ تیسری دیوی مناۃ ہے ان کی بے بسی پر بھی غور کیا۔"

پڑھی تو آپ نے بجائے۔ الکم الذکر والہ الانثی تلک اذا قسمۃ ضیزی کے یہ الفاظ پڑھ دیئے۔ "تلک الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" یعنی یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں۔ اور ان کی شفاعت کی امید رکھی جاتی ہے۔

اس جملہ کے تداخل کے ساتھ آپ نے کفار میں پوری سورۃ نجم پڑھی۔ سورۃ ختم کرنے کے بعد جب آپ نے سجدہ کیا۔ تو آپ کے ساتھ مشرکین بھی سجدہ میں گر گئے۔ سجدہ سے فارغ ہونے کے بعد کفار نے کہا اے محمدؐ! آج آپ نے ہمارے معبودوں کی شفاعت کا اعتراف کرلیا ہے اب آپ سے کوئی مناقشہ نہیں رہا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام عرب میں پھیل گئی۔ مہاجرین

---

[۵] مسند احمد ابن حنبل جلد ا صفحہ ۲۰۲ پر تمام واقعات مذکور ہیں۔

Marfat.com

حبشہ نے بھی یہ خبر سُنی تو وہ حبشہ سے چل پڑے ۔ جب وہ مکہ کے چند میل ادھر تک پہنچے ۔ تو صحرا میں ان کی کنانہ کے ایک کارواں سے ملاقات ہوئی ۔ جنہوں نے دریافت کرنے پر کہا ۔ بے شک آپ کے صاحب نے ہمارے بتوں کی تعریف کی تھی جس پر قریش نے ان سے صلح کر لی تھی ۔ مگر محمد نے اب انحراف کر لیا ہے اور پہلے کی طرح ہمارے بتوں کی مذمت شروع کر دی ہے اس پر اہل مکہ بھی پہلے کی طرح ان سے برگشتہ ہیں ۔

یہ سن کر مہاجرین نے مشورہ کیا ۔ اور طے پایا کہ اپنے اپنے اعزہ و اقرباء سے ملاقات کر کے واپس لوٹ جائیں گے ۔ اور وہ شہر میں پہنچے ۔

قرآن مجید جیسی پر حکمت کتاب کی طرف اس قسم کی خرافات منسوب کرنا سراسر نادانی اور کم علمی کا ثبوت ہے ۔ اس سورت کے متعلق یہ مسلم امر ہے کہ علی الاعلان کفار کو پڑھی گئی ۔ ابن مسعود رض کہتے ہیں یہ پہلی سورت ہے کہ جو آپ نے علی الاعلان کفار کو سنائی ۔ اور یہ پہلی سورت ہے ۔ جس میں سجدہ نازل ہوا ۔ اور سجدہ کے موقعہ پر نبی کریم صلعم نے سجدہ کیا ۔ آپ کے ساتھ سب سامعین نے بھی کیا جن میں مشرکین بھی تھے ۔ لیکن سوال یہ ہے ۔ جو خیال مخالفین نے رسول کریم صلعم کی طرف منسوب کیا ہے ۔ اس کو سورت کا ایک ایک لفظ جھٹلا رہا ہے ۔ اگر بالغرض وہ آیتیں چھوڑ کر ان کی بجائے یہ لفظ رکھے بھی جائیں ۔ اگلی تمام آیات پھر اس خیال کی تردید کرتی ہیں کہ لات عزیٰ اور منات اپنی وضع و قطع کے اعتبار سے بھی اس قدر حقیر ہیں کہ تم ہی نے خود انہیں تراشا ہے ۔ اور ان کے نام اپنے بزرگوں سے سن سنا کر رکھ لیے ہیں ۔

غرانیق پر شیخ محمد عبدہٗ کا مواخذہ

شیخ محمد عبدہٗ کہتے ہیں کہ عرب نے اپنے اشعار اور خطبوں میں لفظ غرانیق اپنے معبودوں کے متعلق استعمال نہیں کیا ۔ کیونکہ غرانیق اور غرنوق دونوں لفظ سیاہ و سفید رنگت حسین آبی پرندہ کے لئے مستعمل ہے یہ الفاظ سفید رنگ حسین نوجوان کے لیئے آتے ہیں ۔

لیکن بتوں کے ساتھ ان لفظوں کی مطابقت غیر متعلق ہے (حیات محمد ص ۳۶۹)

رسول کریم صلعم کی نبوت سے قبل کی زندگی اس بات پر شاہد ہے ۔ کہ آپ شرک اور بت پرستی سے طبعی طور پر متنفر تھے ۔ چہ جائیکہ دعویٰ نبوت کے بعد اس قسم کا خیال آپ کے دل میں آئے ۔ تاریخ تو ہمیں یہ بتاتی ہے کہ کفار آپ کے چچا کے پاس گئے کہ وہ اپنے بھتیجے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

کو بتوں کی تنقیص اور تحقیر سے باز رکھیں۔ لیکن آپ بتوں کو برا بھلا کہنے سے باز نہ آئے اس کے بعد آپ کو ہر قسم کا لالچ دیا گیا۔ لیکن آپ لالچ کے دام میں نہیں پھنسے بلکہ جس پیغام حق کو لیکر آئے متواتر لوگوں تک پہنچاتے رہے۔

کسی محقق نے اس روایت کو قبول نہیں کیا اور حدیث کی کسی کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔ ابن اسحاق سے اس کی صحت کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

انه من وضع الزنادقة یہ واقعہ زنادقہ کا وضع کیا ہوا ہے۔

اگر واقعہ کی جدید علمی رنگ میں تنقید کریں۔ تو ان روایات میں لفظاً بھی تطابق نہیں پایا جاتا۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں تلك الغرانیق العلا وان شفاعتهن لترتجی

دوسری روایت کے الفاظ ہیں تلك الغرانقة العلا وان شفاعتهن ترتجی۔

تیسری روایت کے الفاظ ہیں تلك الغرانقة العلا وان شفاعتهن ترتجی

چوتھی روایت کے الفاظ ہیں انها لهي الغرانیق العلا وان شفاعتهن ترتجی

پانچویں روایت کے الفاظ ہیں وانهن الغرانیق العلا وان شفاعتهن لهي التي ترتجی[1]

متن کا اختلاف اس بات پر کافی شاہد ہے کہ یہ روایت وضعی ہے۔ مندرجہ بالا امور یہ ثابت کرتے ہیں کہ واقعہ غرانیق کا کوئی وجود نہیں۔ مخالفین اسلام نے محض دشمنی کی بناء پر یہ قصہ گھڑا ہوا ہے۔

---

[1] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۶۹

Marfat.com

مہاجرین کی حبشہ سے مراجعت کی وجہ

مہاجرین کی حبشہ سے مراجعت کی اصل وجہ حضرت عمرؓ کا اسلام لانا ہے۔ حضرت عمرؓ جب کفر میں تھے تو کفر کی سخت حمایت کرتے تھے۔ جب ان کا سینہ حق کے لئے کھل گیا تو اسلام کی حمایت میں استقامت کے ساتھ سربکف ہو کر نکل پڑے۔ جس کو سن کر مہاجرین حبشہ سے واپس مکہ آنے شروع ہو گئے۔

Marfat.com

تبلیغ اسلام سے روکنے کی کوشش

رسول کریم صلعم نے ابتداء میں جب دعوت الی الاسلام کا کام شروع کیا تھا۔ تو عام وعظ کے طور پر نہ تھا۔ بلکہ بڑی احتیاط اور رازداری سے کام لیتے تھے۔ نمازیں چھپ کر کوہ صفا کے دامن میں حضرت ارقم کے گھر میں ادا کی جاتی تھیں۔ ادھر رسول کریم کو حکم ہوا۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَر۔ یعنی اب وقت آگیا ہے کہ پیغام خداوندی کو خلانیہ طور پر بیان کیا جائے۔ تو نبی کریم صلعم نے حکم خداوندی کے تحت اعلانیہ دعوت الی الاسلام دینا شروع کر دی۔ تو عدو ان اسلام کے قلوب دشمنی کی آگ سے جل اٹھے۔ اور مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں دینی شروع کر دیں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفار کے ہاتھوں وہ تکالیف برداشت کیں۔ جن کو پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ حبش کو ہجرت کر جاؤ۔ مسلمان رسول کریم کے فرمان کے مطابق حبش ہجرت کر گئے۔ تو کفار نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ تو پھر مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ اور یہ طے پایا کہ اشراف قریش کا ایک وفد ابوطالب کے پاس جائے۔ اور ان سے جا کر کہے کہ وہ اپنے بھتیجے کو بتوں کی مذمت کرنے سے منع کرے۔ اگر وہ باز نہ آئے۔ تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے سپرد کر دے۔

چنانچہ ایک وفد ابوطالب کی خدمت میں گیا۔ جن میں ابوجہل اور بڑے بڑے سرداران قریش تھے۔ ابوطالب سے جا کر کہا کہ آپ کا بھتیجا ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتا ہے۔

Marfat.com

ہمارے دین میں عیب لگاتا ہے۔ ہمیں بیوقوف گردانتا ہے۔ اور ہمارے آباء اجداد کو گمراہ ٹھہراتا ہے۔ یا تو تم خود اس کو سمجھا دو۔ یا اس کو ہمارے سپرد کر دو۔ ہم اس سے نپٹ لیں۔
ابوطالب نے نرمی سے سمجھا کر واپس لوٹا دیا۔

دوسرا وفد

پھر رؤسائے قریش نے مشورہ کیا۔ اور وفد کی صورت میں پھر ابوطالب کے پاس گئے۔ اور اپنے ساتھ عمارہ بن ولید کو لے گئے۔ یہ نوجوان شجاعت اور حسن و زیبائی میں بے مثال تھا۔ ابوطالب سے کہا کہ اس نوجوان کو اپنا بیٹا بنا لو۔ اور محمدؐ کو ہمارے سپرد کر دو۔ ابوطالب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ میں تمہارے بیٹے کی پرورش کروں۔ اور آپ میرے بیٹے کو موت کے گھاٹ اتار دیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ابوطالب کا جواب سن کر کفار قریش واپس ناکام و نامراد لوٹ آئے۔

تیسرا وفد

پھر مشورہ ہوا۔ اور ایک وفد سہ بارہ ابوطالب کے پاس گیا۔ اور کہا۔ اے ابوطالب! آپ ہم سے عمر میں زیادہ ہیں۔ مرتبہ اور وجاہت میں بھی سربلند ہیں۔ پہلے بھی آپ سے دوبار درخواست کی تھی کہ آپ اپنے بھتیجے کو بتوں کی مذمت سے منع کریں۔ لیکن آپ نے اس کو اس کام سے نہیں روکا۔

اے ابوطالب! اب ہمارا صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ اگر اب اس نے ہمارے بتوں کو برا بھلا کہا۔ ہمارے آباء و اجداد کی تذلیل کی ہمیں گمراہ اور وقود النار کہا۔ تو ہم آپ سے جنگ کریں گے۔ تاکہ معاملہ ختم ہو جائے۔

ابوطالب نے اپنے پیارے بھتیجے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر قوم کا ایک ایک حرف کہہ سنایا۔ اور کہا کہ ہم اس قابل نہیں کہ قوم کا مقابلہ کر سکیں۔ اس وجہ سے مجھے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالئے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ابوطالب کے دل پر قوم کی دھمکی کا بہت اثر ہوا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے چچا۔ اگر آپ قوم کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو بے شک میری معاونت سے دست کش ہو جائیں۔ پھر فرمایا

یا عم واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی

Marfat.com

یساری علی ان اترك هذا الامر حتی یظهره الله او اهلك فیه ما ترکته۔

اے مہربان چچا! قسم بخدا اگر کفار مکہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں پہ چاند رکھ دیں اور کہیں کہ اس کے عوض میں تبلیغ اسلام کو ترک کر دوں۔ مجھے منظور نہ ہوگا۔ اگر مجھے اس راہ میں ہلاکت نظر آئے۔ تو میں پیچھے نہیں لوٹوں گا۔

ابوطالب کی استقامت

ابوطالب کے قلب پر رسول کریمؐ کے یہ الفاظ بجلی کا سا اثر کر گئے۔ اور پیارے بھتیجے سے کہا کہ جو بات تمہیں لوگوں سے کہنا ہو کہہ دیجئے۔ بخدا میں آپ کی ہر قدم پر مدد کرونگا۔ اور آپ کی تکلیف گوارا نہ کروں گا۔

رسول کریمؐ کے حضور قریش کی سفارت

قریش مکہ نے ایک منصوبہ بنایا۔ شاید اسی سے رسول کریمؐ دعوت الی الاسلام سے رک جائیں۔ وہ منصوبہ یہ تھا کہ اس دفعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طمع دو۔ یہ مشورہ کر کے عتبہ بن ربیعہ کو اس سفارت پر مقرر کیا۔ وہ رسول کریمؐ کے پاس آیا اور کہا۔

"یا ابن اخی! انك منا حیث قد علمت اتیت من المكان فی النسب وقد اتیت قومك بامر عظیم فرقت به جماعاتهم فاسمع منی اعرض علیك امورًا لعلك تقبل بعضها۔

(۱) ان کنت انك ترید بهذا الامر مالًا جمعنا لك من اموالنا حتی تکون اکثرنا مالًا

(۲) وان کنت ترید تشریفا سوّدناك علینا فلا نقطع امرًا دونك۔

(۳) وان کنت ترید ملكًا ملكناك علینا۔

(۴) وان كان الذی یاتیك رئیًا تراه لا تستطیع رده عن نفسك طلبنالك الطب وبذلنا فیه اموالنا حتی تبرأ"

Marfat.com

اے برادر زادہ من! آپ تمام قریش میں عالی النسب تو ہیں مگر آپ نے قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کر رکھا ہے۔ میں چند تجاویز پیش کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ ان میں سے کوئی ایک منظور فرمالیں گے۔

(۱) اگر اس قسم کی تبلیغ سے آپ کا منشا مال سمیٹنا ہو۔ تو ہم لوگ آپ کے لیئے اتنی دولت جمع کر سکتے ہیں کہ عرب میں آپ سے بڑا کوئی تونگر نہ ملے گا۔

(۲) اگر یہ نیت ہو کہ آپ تمام عرب کے سردار بن جائیں۔ تو ہم برضا و رغبت آپ کی سیادت قبول کرنے کے لیئے حاضر ہیں۔

(۳) اگر آپ بادشاہت کے طلب گار ہوں۔ تو ہمیں یہ بھی منظور ہے۔

(۴) اگر آپ آسیب زدہ ہیں۔ اور اس کے معالجہ سے معذور ہیں۔ تو فرمائیے ہم لوگ از خود طبیب اور اس کا معاوضہ مہیا کر سکتے ہیں[1]"

رسول کریم کا جواب

جب عتبہ بن ربیعہ یہ کہہ کر خاموش ہوا۔ تو رسول کریم صلعم نے جواب دیا کہ مجھے مال عزت دولت۔ حکومت۔ سیادت۔ قیادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور نہ میرے دماغ میں خلل ہے میری حقیقت تو قرآن کریم کی ان آیات سے واضح ہو گی۔ تو آپ نے حٰمٓ السجدہ کی ابتدائی ۱۴ آیات تلاوت فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حٰمٓ۔ تنزیل من الرحمن الرحیم۔ کتاب فصلت ایاتہ قرآنا عربیا لقوم یعلمون۔ بشیرًا ونذیرًا فاعرض اکثرھم فھم لا یسمعون۔ وقالوا قلوبنا فی اکنۃ مما تدعونا الیہ وھم لا یسمعون۔

(اللہ بے انتہا رحم والا ہے۔ کتاب کا نازل کرنا اللہ بے انتہا رحم والے بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے ہے یہ کتاب جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں قرآن عربی ان لوگوں کے لیئے جو علم رکھتے ہیں۔ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا ہے پر ان میں سے بہتوں نے منہ پھیر لیا۔ سو وہ نہیں سنتے۔ اور کہتے ہیں۔ ہمارے دل اس بات سے پردوں میں ہیں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے (محمد علی ایم اے۔ ایل ایل بی)

[1] حیات محمد ترجمہ مصنف محمد حسین ہیکل صفحہ ۱۵۳

Marfat.com

قرآن مجید کے پاکیزہ اور مقدس الفاظ نے عتبہ کے دل پر وہ اثر کیا کہ نہایت خاموشی سے اٹھا۔ اور اپنے رفقاء کے پاس آیا۔ اور کہا۔ اے معشر قریش میں ایک ایسا کلام سن کر آیا ہوں۔ جو نہ کہانت ہے۔ نہ شعر ہے نہ جادو نہ منتر۔ میرا کہنا مانو۔ محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا۔ تو عتبہ بن ربیعہ پر بھی محمد صلعم کا سحر چل گیا ہے[1]

معجزہ طلبی

قریش مکہ جب ان تدابیر میں ناکام ہوئے تو پھر انہوں نے رسول کریم صلعم سے مندرجہ ذیل معجزات طلب کیئے۔

(۱) اہل مکہ عسرت میں ایام کاٹ رہے ہیں۔ پانی کی قلت ہے۔ خدا سے سوال کرو۔ کہ وہ ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تا کہ شہر کا میدان کھل جائے۔ ہمارے لیئے ایسی ہی نہریں جاری ہو جائیں جیسی شام و عراق میں جاری و ساری ہیں۔ ہمارے آباؤ اجداد زندہ ہو جائیں ان میں قصی بن کلاب ضرور ہو۔ وہ ہمارا سردار تھا۔ صدق پہ قائم رہتا تھا۔ صاحب فراست تھا ہم اس سے تیری بابت دریافت کر لیں گے۔ اگر اس نے تیری باتوں کی تصدیق کر دی۔ اور تو نے ہمارے دوسرے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم تجھے سچا مان لیں گے"۔

رسول کریمؐ نے جواب دیا۔ "میں ان امور کے لیئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا۔ میں نے خدا کے پیغامات سنا دیئے ہیں۔ اگر تم نے اس تعلیم کو قبول کر لیا۔ تو دین و دنیا میں فلاح ہے اگر رد کر دو گے۔ تو خدا تمہارے اور میرے درمیان فیصلہ کر دے گا"۔

(۲) قریش نے کہا۔ "اچھا اگر تم ہمارے لیئے کچھ نہیں کر سکتے۔ تو خود اپنے لیئے ہی خدا سے سوال کرو کہ ایک فرشتہ نازل کرے۔ وہ یہ کہتا پھرے کہ یہ شخص سچا ہے۔

"اپنے لیئے یہ بھی سوال کرو کہ تمہارے لیئے باغ لگ جائیں۔ محل بن جائیں۔ سونا اور چاندی وافر ہو جائے۔ جو تمہاری ضروریات کو پورا کرے"۔

آپ نے جواب دیا۔ "میں ایسا نہ کروں گا۔ میں ان باتوں کے لیئے مبعوث نہیں کیا گیا۔ مجھے تو اللہ نے بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ تم مان لو گے۔ تو اس میں تمہاری ہی بھلائی ہے۔ ورنہ صبر کروں گا۔ اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔

قریش نے کہا کہ تم آسمان ہی کا ٹکڑا توڑ کر ہم پہ گرا دو"۔

رسول کریمؐ نے جواب دیا "یہ خدا کے اختیار میں ہے۔ وہ اگر چاہے تو ایسا کرے"

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۔

Marfat.com

قریش نے کہا: "محمدؐ! کیا تمہارے خدا نے تمہیں یہ خبر دے دی ہے کہ ہم تم سے یہ سوال کرنے والے ہیں۔ اور ان کے یہ جواب ہیں"۔

چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا۔ اسلیئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے۔ وہ بالکل صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص ہے اس کا نام رحمٰن ہے۔ وہی تجھے ایسی باتیں سکھاتا ہے ہم تو رحمٰن پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر کہا۔ محمدؐ! آج ہم نے اپنے سب عذرات آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ اب آپ کو واضح الفاظ میں کہتے ہیں کہ ہم آپ کو اسلام کی اشاعت کی اجازت نہیں دیں گے"۔

ایک ان میں سے بولا "ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں۔ جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔ دوسرا بولا" محمدؐ! ہم تیری بات پر ایمان نہیں لائینگے۔ جب تک خدا اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے نہ آجائیں۔

نبی کریمؐ ان باتوں کو سن کر اور جواب دے کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ نبی کریمؐ کے ساتھ پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا محمدؐ دیکھو! تمہاری قوم نے کچھ چیزوں کا تم سے سوال کیا۔ وہ بھی تم نے نہ مانا۔ پھر انہوں نے چاہا کہ تم خود اپنے لیئے ہی ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمہاری قدر و منزلت ثابت ہو جائے اسے بھی تم نے رد کر دیا۔ پھر انہوں نے عذاب کا مطالبہ کیا۔ تم نے اس کا بھی اقرار نہیں کیا۔ اب میں تم پر کبھی ایمان نہیں لاؤنگا۔ خواہ تم میرے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ۔ اور میرے سامنے ہی اترو اور تمہارے ساتھ چار فرشتے ہوں وہ آپ کی صداقت کی شہادت بھی دیں۔ تب بھی آپ پر ایمان نہیں لاؤنگا۔[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رد و انکار کے باوجود اہل مکہ کو دعوت الی الاسلام دیتے رہے۔ اور اپنی صداقت کے ثبوت میں قرآن پیش کرتے رہے۔ اور سعید روحیں دائرہ اسلام میں داخل ہوتی رہیں۔

حضرت حمزہؓ کا اسلام لانا

حضرت حمزہؓ رسول کریمؐ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی۔ دونوں نے ثوبیہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

کا دودھ پیا تھا۔ وہ آپ سے صرف دو تین سال بڑے تھے۔ اور بچپن میں اکٹھا کھیلا کرتے تھے رسول کریمؐ نے جب دعویٰ نبوت کیا۔ تو حضرت حمزہ نبوت کے چھٹے سال تک آپ پر ایمان نہ لائے۔ لیکن آپؐ سے خاص محبت رکھتے تھے۔

حضرت حمزہ کو شکار، اور سپہ گری کا بہت شوق تھا۔ صبح منہ اندھیرے کمان ہاتھ میں لے کر باہر نکل جاتے۔ تمام دن شکار میں مصروف و مشغول رہتے۔ شام کو واپس آتے۔ پہلے بیت اللہ کو جاتے۔ طواف کرتے۔ رؤسا سے ملتے۔ اور پھر گھر واپس آتے۔

ایک دن حسب معمول ابوجہل نے رسول کریمؐ سے گستاخی کی۔ حضرت حمزہ کی لونڈی دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت حمزہ واپس گھر لوٹے تو لونڈی نے کہا۔ اتنے شہ سوار اور شہ زور بنے پھرتے ہو۔ آپ کو معلوم ہے کہ آج آپ کے بھتیجے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوجہل کس طرح پیش آیا۔

حضرت حمزہؓ قرابت کے جوش میں حرم میں ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اور زور سے کمان ابوجہل کے سر پر دے ماری۔ اور مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا جب گھر واپس لوٹے تو متردد تھے کہ آبائی دین کو دفعۃً چھوڑ دینا ٹھیک نہیں ہے۔ تمام دن سوچتے رہے۔ آخر کار اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام ہی درست دین ہے۔

حضرت عمرؓ کا اسلام

دوسرے عظیم الشان انسان جو حضرت حمزہ سے تین دن کے بعد حلقہ اسلام میں آئے۔ وہ حضرت عمرؓ تھے[1]۔ توحید کی آواز سے ان کے کان ناآشنا نہ تھے۔ ان کے چچا زید حنفاء میں سے تھے۔ ان کی وجہ سے ان کے گھرانے میں توحید کی آواز پہنچ چکی تھی۔ زید کے بیٹے سعید اسلام لا چکے تھے۔ ان کے عقد میں حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہ تھیں۔ وہ بھی مسلمان ہو چکی تھیں۔ ان کے خاندان کا ایک اور آدمی نعیم بن عبداللہ بن نعیم ایمان لا چکا تھا حضرت عمرؓ اسلام سے بیگانہ تھے۔ اور جو بھی اسلام قبول کرتا تھا۔ ان کو سخت ایذائیں دیتے تھے۔

ایک دن خود نبی کریم کو قتل کرنے کی نیت سے گھر سے نکلے۔ ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ بازار میں سے جا رہے تھے۔ راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ ملے۔ اور حضرت عمرؓ سے پوچھا

---

[1] مولانا شبلی نعمانی نے سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۲۲۲ پر حضرت عمرؓ کی عمر ۲۷ سال بیان کرتے ہیں مصنف حیات محمد اسلام کے وقت ان کی عمر ۲۵ سال تحریر کرتے ہیں۔

Marfat.com

ہاتھ میں برہنہ تلوار لے کر کدھر کا رخ ہے۔ حضرت عمرؓ نے غیظ و غضب میں جواب دیا۔ کہ محمد صلعم کو قتل کرنے جا رہا ہوں۔ نعیم نے جواب دیا پہلے اپنے گھر کی خبر تو لو۔ تمہارے بہنوئی اور بہن دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔ حضرت عمرؓ غصے کی حالت میں بہن کے گھر پہنچے۔ تو حضرت خباب ان کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے۔ حضرت عمرؓ کی آواز سن کر قرآن مجید کے اوراق چھپا دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ نے جلالی آواز میں کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم مرتد ہو گئے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت سعید کو پکڑا اور مارنا شروع کر دیا۔

بہن اپنے شوہر کو بچانے کے لیے آگے بڑھیں تو ان کو بھی چوٹیں آئیں۔ اور لہولہان ہو گئیں۔ اور بولیں۔ عمر! جو تمہارا جی چاہتا ہے کرو۔ لیکن اسلام کی محبت دل سے نہیں نکل سکے گی۔ بہن کے استقلال، ثابت قدمی۔ اور عزم نے بھائی کے تمام غصے کو فرو کر دیا۔ اور فرمایا بہن جو کچھ تم پڑھ رہے تھے۔ مجھے بھی سناؤ۔ پہلے بہن ڈریں مبادا کہ اوراق قرآن کی بے حرمتی کریں۔ عہد لے کر وہ اوراق دیئے۔ یہ حصہ سورہ طٰہٰ کا تھا۔ سنتے ہی حضرت عمرؓ کے دل میں اسلام کی صداقت کی میخ گڑ گئی۔ اور اس سوچ میں پڑ گئے کہ کس صداقت کی مخالفت کے درپے ہیں۔

حضرت خبابؓ بھی جو حضرت عمرؓ کے ڈر سے چھپ گئے ہوئے تھے۔ باہر نکلے۔ تبلیغ کا موقع دیکھا۔ تو تبلیغ کرنا شروع کر دی۔ آخر حضرت عمرؓ اسلام کی صداقت کے قائل ہو گئے حضرت خبابؓ سے رسول کریمؐ کا پتہ پوچھ کر حضرت ارقم کے گھر تشریف لائے۔ صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار دیکھی۔ صحابہؓ کو تردد ہوا۔ لیکن حضرت حمزہؓ نے کہا آنے دو۔ نیک نیت سے آیا ہے۔ تو بہتر ہے ورنہ اسی کی تلوار سے سر قلم کر دونگا۔ حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا۔ رسول کریمؐ اٹھے۔ اور حضرت عمرؓ کی طرف بڑھے۔ اور فرمایا۔ عمر! کس ارادہ سے آئے ہو۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ یا رسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتا ہوں۔ رسول کریم صلعم بے ساختہ اللہ اکبر پکار اٹھے۔ ساتھ ہی تمام صحابہ کرام نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بعد مسلمانوں کو بہت تقویت ہوئی۔ انھوں نے علانیہ اسلام کا اظہار کیا۔ اور مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بیت اللہ میں نماز ادا کی۔

Marfat.com

محرم ۷ نبوی شعب ابی طالب میں محصور ہونا

قریش نے اسلام کی دعوت کو دبانے کے لیے ہر قسم کا حربہ استعمال کیا۔ ایذائیں دیں لالچ و طمع دیا لیکن اسلام کا دائرہ پھیلتا چلا گیا۔ اسلام کی شعاعیں تاریک قلوب کو منور کرتی چلی جا رہی تھیں۔ اس لیے کفار نے یہ معاہدہ کیا کہ بنی ہاشم سے مکمل سوشل بائیکاٹ کیا جائے یعنی ان سے ناطہ رشتہ کرنا چھوڑ دو۔ گلی بازار میں پھرنے سے روک دو۔ کوئی ان سے خرید و فروخت نہ کرے۔[۱]

یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا۔ ۔ اور کعبہ میں آویزاں کیا گیا۔[۲]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا قبیلہ شعب ابی طالب میں محصور و محبوس ہو گئے۔ اور تین سال تک وہیں رہے۔ یہ ایسا زمانہ تھا کہ محصورین درختوں کے پتے اور چھال کھا کر گزارہ کرتے تھے۔

حضرت سعد وقاص رضی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آ گیا۔ میں نے صاف کیا گرم پانی میں اُبال کر کھایا۔

مؤرخین نے لکھا ہے کہ بچے بھوک سے بلبلاتے تھے۔ ان کی آواز باہر جاتی تھی تو سنگ دل کفار سن کر خوش ہوتے تھے۔ لیکن رحم دل آدمیوں کو ترس بھی آتا تھا۔ کچھ لوگ خفیہ طور پر غلہ وغیرہ اندر پہنچانے کی کوشش کرتے۔ مگر ابو جہل نگرانی کرتا۔ چنانچہ حکیم بن حزام نے جو رشتہ میں حضرت خدیجہؓ کا قریبی رشتہ دار تھا۔ کچھ سامان خوراک اندر پہنچانا چاہا۔ تو ابو جہل مخل ہوا۔ ابوالبختری نے ابو جہل سے کہا۔ ایک شخص اپنے رشتہ دار کی کچھ اشیاء خوردنی اندر بھیجنا چاہتا ہے۔ تو اسے کیوں روکتا ہے۔

بالآخر مخالفین ہی کو رحم آیا۔ اس معاہدہ کو ختم کرنے کی کوشش کی۔ ہشام ایک دفعہ زہیر[۳] کے پاس گیا۔ اور اس کو اس معاہدہ کو ختم کرنے کی تحریک کی۔ زہیر رضامند ہو گیا۔ تو دونوں مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ پھر زمعۃ بن الاسود کے پاس گئے۔

---

[۱] زاد المعاد ص ۲۹۹ جلد ۱ ، اس معاہدہ کا ذکر طبری اور ابن سعد نے تفصیل سے کیا ہے۔

[۲] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۲۴۵

[۳] ابو طالب کے نواسے تھے۔

Marfat.com

انھوں نے باہم معاہدہ کرلیا۔ کہ اس معاہدہ کو پھاڑ دیں گے۔ اتنے میں ایک اور واقعہ خدا کی طرف سے رونما ہوا کہ معاہدہ کا کاغذ جو بیت اللہ میں آویزاں تھا۔ اس کو دیمک کھا گئی۔ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو بتادیا۔ تو آپ نے ابو طالب کو بتادیا۔ ایک دن ابو طالب باہر نکلے تو انھوں نے قریش مکہ کو ان کے ظلم و ستم کی طرف توجہ دلائی۔ اور ساتھ یہ بھی کہا جس معاہدہ کی بنا پر یہ جور و ستم کر رہے ہو۔ اس کو تو دیمک کھا چکی ہے۔ یہ ایک نشان ہے۔ تم اپنے معاہدہ سے دست بردار ہو جاؤ۔ چنانچہ یہی فیصلہ ہوا کہ اگر کاغذ کرم خوردہ ثابت ہوا۔ تو اسے کالعدم سمجھا جائے گا۔ جب اقرار نامہ دیکھا گیا۔ تو کرم خوردہ ثابت ہوا۔ ادھر وہ لوگ ہتھیار بند ہو کر شعب ابی طالب کے دروازہ پر آ گئے۔ محصورین کو باہر نکالا اور ان کو نکال کر اپنے اپنے گھروں میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ بعثت نبوی کے دسویں سال کا ہے۔

سنہ ۱۰ نبوی ابو طالب اور حضرت خدیجہ رضی کی وفات

شعب ابی طالب سے نکلنے کے چند دن بعد ابو طالب وفات پا گئے۔ ابو طالب کی وفات کے وقت آنحضرت صلعم ان کے پاس گئے۔ ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ پہلے ہی سے پاس تھے آپ نے فرمایا۔ اے چچا! اگر آپ کلمہ توحید پڑھ لیں تو میں قیامت کے دن آپ کے ایمان کی شہادت دوں گا۔ ابو جہل فوراً بولا۔ کیا تم عبدالمطلب کے دین سے منحرف ہو جاؤ گے۔ بالآخر ابو طالب نے کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر مرتا ہوں۔ اور آنحضرت سے کہا کہ میں ضرور کلمہ کہہ دیتا۔ لیکن یہ لوگ کہیں گے کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں آپ کے لیئے دعائے مغفرت کروں گا جب تک خدا مجھے منع نہ کر دے[1]۔

ابو طالب کی وفات کے چند دن بعد حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت خدیجہؓ نے رمضان سنہ ۱۰ نبوی میں وفات پائی۔ اس وقت عمر ۶۵ سال کی تھی۔ اس سال کو رسول کریم صلعم نے عام الحزن فرمایا۔

معراج اور اسراء

اسراء کے معنی رات کو چلانے یا لے جانے کے ہیں۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزانہ سفر رات کو ہوا اسلیئے اسکو اسراء کہتے ہیں۔ قرآن مجید نے اسی لفظ سے اس

[1] یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ ابو طالب کا آخری فقرہ مسلم میں ...

کو تعبیر کیا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا الخ

معراج "عروج" سے مشتق ہے۔ جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ چونکہ احادیث میں آپ سے عُرِجَ بِیْ مروی ہے۔ اس لیے اس کا نام معراج ہے۔

معراج نبوی کا وقت اور تاریخ اور تعدد وقوع میں اختلاف

اس بارہ میں اختلاف ہے کہ معراج کب اور کس تاریخ کو ہوئی۔ ایک دفعہ ہوئی یا کئی دفعہ جمہور علماء کی رائے کے موافق معراج صرف ایک ہی دفعہ ہوئی ہے[1]۔

بعض لوگ تعدد معراج کے قائل ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ روایتوں میں جزئیات معراج کے بارہ میں اختلاف ہے۔ اس اختلاف کو رفع کرنے کے لیے انہوں نے متعدد دفعہ معراج کا وقوع تسلیم کر لیا ہے۔

معراج کے وقت اور زمانہ تعین میں بڑی دشواری ہے۔ یہ ہجرت کے پہلے کا واقعہ ہے جبکہ سن اور تاریخ کی تدوین نہیں ہوتی تھی۔ اس وجہ سے صحیح دن اور تاریخ کا پتہ لگانا مشکل ہے۔ تاہم اتنی بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آغاز وحی کے بعد اور ہجرت سے پہلے کا واقعہ ہے

اگر متاخرین کے نقول قیاسات۔ استنباطات پر غور کر لیا جائے۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ راجح پہلو کس طرف ہے

ابن سعد۔ موسیٰ بن عقبہ۔ زہری۔ عروہ بن زبیر۔ قتادہ مقاتل۔ ابن جریج۔ ابراہیم بن اسحاق کے اقوال کے مطابق ہجرت سے ایک سال قبل معراج شریف ہوئی۔

مسلم بن قتیبہ کے نزدیک ہجرت سے ۸ ماہ پیشتر۔ سُدی کے نزدیک ہجرت سے ۱۶ یا ۱۷ ماہ پیشتر معراج ہوئی۔

ابن اثیر نے ہجرت سے تین سال پہلے معراج کا وقوع تسلیم کیا ہے۔

---

[1] علامہ زرقانی نے شرح مواہب جلد اوّل صفحہ ۳۵۵ پر یہ تصریح کی ہے کہ یہی جمہور محدثین متکلمین اور فقہاء کی رائے ہے۔ اور روایات صحیحہ کا تواتر بھی بظاہر اسی پر دلالت کرتا ہے۔ اس سے عدول نہیں کرنا چاہیے۔ ابن کثیر کا بھی یہی مذہب ہے۔

Marfat.com

بعض اصحاب نے تین سال یا پانچ سال قبل ہجرت کا زمانہ متعین کیا ہے۔ اسکی بناء حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث قرار دی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے وفات پا چکی تھیں۔ نماز بالاتفاق معراج میں فرض ہوئی۔ پھر بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی۔ بعض دوسرے راویوں نے بیان کیا ہے کہ ہجرت سے پانچ سال پہلے وفات ہوئی۔

ان روایات کو یکجا جمع کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے تین سال یا پانچ سال قبل ہوا ہے۔

ہمارے زمانہ کے مشہور مورخین قاضی محمد سلیمان صاحب سلیمان منصورپوری۔ علامہ شبلی نعمانی۔ محمد حسین ہیکل نے معراج کے وقوع کا تعین نبوت کا دسواں سال قرار دیا ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری ایم اے ایل ایل بی نے نبوت کا چوتھا یا پانچواں سال متعین کیا ہے اس کی بناء وہ سورۃ بنی اسرائیل کا زمانہ نزول قرار دیتے ہیں۔ جس میں معراج شریف کا واقعہ ہے اور یہ سورۃ نبوت کے چوتھے یا پانچویں سال میں نازل ہوئی۔

معراج کے متعلق امت میں دو گروہ

احادیث معراج کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے بیت المقدس تشریف لے جاتے ہیں۔ وہاں انبیاء علیہم السلام کی امامت کراتے ہیں۔ وہاں سے آسمانوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ حضور سان تمام مقامات سے آگے نکل جاتے ہیں۔ جہاں انبیاء سابقین نہ پہنچ سکے تھے۔ اور یہ بات بھی بالاتفاق ثابت ہے کہ پانچ نمازیں بھی معراج کی رات کو ہی فرض کی گئی تھیں۔

سب سے پہلے سوال یہ ہے کہ آیا معراج جسد عنصری کے ساتھ تھا۔ یا روحانی۔ اس بارہ میں امت کے دو گروہ ہیں۔ کثیر گروہ جسم عنصری کے ساتھ مانتا ہے قلیل گروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ حسن رضی اللہ عنہ سے رؤیا مانتے ہیں۔

سلہ بیان القرآن جلد دوم صفحہ ۱۱۰۶

Marfat.com

قرآن مجید اور احادیث سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ معراج نبوی جسد عنصری کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ نورانی جسم کے ساتھ ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کو عالم روحانی کی سیر کے لیے عطا کرتا ہے۔

قرآن مجید میں پہلی دلیل سورۃ بنی اسرائیل کی یہ آیت ہے۔ "جعلنا الرءیا التی ارینٰک" یہاں صاف الفاظ میں رویاء قرار دیا ہے اور رویاء کا لفظ عام خواب سے مخصوص ہے۔

دوم۔ جب کفار مکہ نے رسول کریمؐ سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ اس جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جائیں (او ترقی فی السماء) تو آپؐ نے اس کا جواب دیا۔

قل سبحان ربی هل کنت الا بشرًا رسولًا

یعنی یہ تقاضائے بشریت کے خلاف ہے کہ انسان اس جسد عنصری سے زمین کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جائے۔

سوم حدیث بخاری میں صاف یہ الفاظ ہیں :-

"فیما یری قلبه وتنام عینه ولا ینام قلبه"

یعنی معراج اس حالت میں ہوا کہ آپ کا قلب دیکھ رہا تھا۔ آنکھیں سو رہی تھیں۔ اور دل نہیں سوتا تھا۔

اسی حدیث کے آخر میں ہے۔

استیقظ وهو فی المسجد الحرام۔ آپؐ جاگ اٹھے اور آپؐ مسجد حرام میں تھے۔

دوسری روایت بھی بخاری کی ہے جہاں معراج کی حالت کو بین النوم و الیقظان یعنی حالت مکاشفہ کی بیان کیا ہے۔

چہارم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ معراج میں دیکھا تھا۔ وہ اس زمین پر بھی حالت کشف میں دیکھنا احادیث سے ثابت ہے۔

اول حدیث میں ہے کہ جب کفار کو اس بات کا یقین نہ ہوا تو انہوں نے بیت المقدس کے حالات دریافت کیے۔ تو رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو ان کے سامنے کر دیا۔ اور جو کچھ دریافت کرتے تھے۔ آپؐ بیت المقدس کو دیکھ کر بیان کرتے جاتے تھے۔

Marfat.com

دوم حدیث کسوف میں ذکر ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ مجھے یہاں سب کچھ دکھایا گیا ہے یہاں تک کہ دوزخ اور جنت بھی۔

سوم جسطرح معراج کی حدیث میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر ہے۔ اسی طرح ایک اور حدیث ہے۔ جس میں رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ آپ رات کو تہجد کے لیئے اٹھے۔ نماز پڑھی تب ناگہاں اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا۔

اسی طرح اور بھی بے شمار احادیث ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ رسول کریمؐ نے کشفی حالت میں مردوں کی کیفیت بیان کی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان سے گزر رہے تھے۔ فرمایا کہ ان دو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے یہ عذاب کسی کبیرہ گناہ کی پاداش میں نہیں ہے۔ ایک پیشاب کے چھینٹوں کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ دوسرا اس وجہ سے عذاب میں مبتلا ہے کہ وہ لوگوں کی چغلی کھایا کرتا تھا۔[1]

حضرت ابو ایوب انصاری کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؐ دوپہر کو گھر سے نکلے تو آپ کے کانوں میں ایک آواز آئی۔ فرمایا کہ یہ یہودیوں کی قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔[2]

ایک جہاد میں مسلمانوں کی طرف سے ایک آدمی مارا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ وہ شہید ہوا ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا نہیں۔ میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا ہے۔ کیونکہ اس نے مال غنیمت میں سے ایک چادر چوری کی تھی۔[3]

احادیث میں ایسے امور کا ذکر ہے کہ جن کو عالم بیداری میں حضورؐ کی روحانی آنکھ نے نعرانی جسم کا لبادہ اوڑھ کر مشاہدہ کیا۔ ان ظاہری آنکھوں کا کوئی دخل نہیں ہوتا تھا۔ اگر ظاہری آنکھیں دیکھ سکتی ہوتیں۔ تو صحابہ کرامؓ بھی ساتھ ہوتے تھے۔ لیکن ان امور کو صحابہؓ کی آنکھیں دیکھ نہیں سکتی تھیں۔

معراج کی بھی یہی کیفیت ہے کہ اس وقت رویت وسماعت کے تمام دنیاوی قوانین منسوخ کر کے قیود زمانی و مکانی کی تمام فرضی بیڑیاں کاٹ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] صحیح بخاری کتاب الجنائز

[2] کتاب الجنائز [3] جامع ترمذی باب ما جاء فی الغلول

Marfat.com

روح مقدس کو ایک ایسا نورانی جسم دیا گیا جس کے ساتھ تمام روحانی مدارج طے کرتے ہوئے حریم خلوت گاہ قدس میں جا پہنچے۔ اور قاب قوسین سے بھی نزدیک تر ہو گئے۔ اور اسرار علوم حاصل کر کے واپس اسی دنیا میں آ گئے۔

معراج کی غرض

اوّل۔ معراج میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات غیر متناہی کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ آپ اس مقام ارفع پر کھڑے ہیں۔ جہاں کسی انسان اور فرشتے کی رسائی نہیں۔

دوم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔

سوم۔ آنحضرت صلعم کے مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے جانے میں یہ اشارہ تھا کہ بیت المقدس کی خدمت گذاری مسلمانوں کے سپرد کی جائے گی۔ اور انبیائے بنی اسرائیل کی برکات کا وارث رسول کریم کو کیا جائے گا۔

چہارم۔ اسراء سے ایک وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ آپ ہی وہ نبی موعود ہیں جس کی پہلے انبیاء علیہم السلام نے پیشگوئی فرمائی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم کی اقتدا میں تمام انبیاء علیہم السلام کا نماز پڑھنا دکھایا گیا ہے۔

مکہ کے آخری ایام

جب کفار مکہ کی حد سے زیادہ ہٹ دھرمی۔ ضد۔ مخالفت دیکھی۔ تو آپ نے طائف کا رخ کیا۔ حضرت زیدؓ آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں عمیر کا خاندان رئیس القبائل تھا۔ عبد یالیل۔ مسعود۔ حبیب تین بھائی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے۔ دعوت اسلام دی ان تینوں نے نہایت ہی گستاخانہ جواب دیا۔ ایک بولا "اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہے تو میں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی منڈوا دوں گا۔ دوسرا بولا۔ "کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی رسول بنانے کو نہ ملا"۔ تیسرے نے کہا۔ "میں تجھ سے کلام نہیں کروں گا۔ اگر تو خدا کا سچا نبی ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف ادب ہے۔ اگر جھوٹا ہے تو گفتگو کے قابل نہیں"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں تجھ سے صرف یہ کہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے پاس ہی رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسروں کی گمراہی اور ٹھوکر کے موجب بنیں۔

Marfat.com

نبی کریمؐ نے دعوتِ اسلام دینا شروع کر دی تو ان بدبختوں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھایا کہ وہ آپؐ کی ہنسی اڑائیں۔ تمام شہر کے اوباش آپؐ پر ٹوٹ پڑے۔ پتھر پھینکنے شروع کر دئیے۔ یہاں تک کہ آپؐ کی جوتیاں خون سے بھر گئیں۔ جب آپؐ زخموں سے نڈھال ہو کر بیٹھتے تو شہر کے اوباش بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیتے۔ اور جب چلتے تو پتھروں کی بارش برساتے۔ آخر کار آپؐ نے ایک باغ میں پناہ لی۔ یہ باغ ایک کافر عتبہ بن ربیعہ کا تھا۔ اس نے آپؐ کو اس خستگی کی حالت میں دیکھا۔ اپنے غلام عداس نام کے ہاتھ ایک انگور کا خوشہ بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر انگور کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ غلام نے حیران ہو کر دیکھا اور کہا کہ یہ ایسا کلام ہے کہ جو یہاں کے لوگ بولا نہیں کرتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے غلام نے جواب دیا کہ میں نینویٰ کا باشندہ ہوں اور میرا مذہب عیسائیت ہے۔ نبی کریم نے فرمایا کیا تم یونس بن متیٰ کے شہر کے رہنے والے ہو۔ غلام نے کہا کہ آپ کو کیا خبر ہے۔ کہ یونس کون تھا۔ رسول کریم نے جواب دیا۔ وہ میرا بھائی تھا۔ وہ بھی نبی تھا اور مجھے بھی خدا نے نبی بنا کر بھیجا ہے۔ غلام سنتے ہی سرنگوں ہوا اور ہاتھ پاؤں چومنے شروع کر دیئے۔

دور سے آقا دیکھ رہا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ غلام ہمارے ہاتھوں نکل گیا۔ جب نوکر واپس لوٹا۔ تو آقا نے کہا کہ تم اس شخص کے ہاتھ پاؤں کیوں چوم رہے تھے۔ نوکر نے آقا کو جواب دیا۔ کہ اس شخص سے بہتر کوئی شخص بھی روئے زمین پر نہیں ہے۔

اس نے نوکر کو ڈانٹا۔ اور کہا دیکھنا اپنے دین کو نہ چھوڑ دینا۔ تمہارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔

بے کسی میں دعا

جب اہل طائف کی یہ سنگدلی اور سیاہ باطنی دیکھی۔ تو آپؐ خدا کی طرف متوجہ ہوئے۔ مگر اس حال میں بھی آپ کے اندر کوئی مایوسی پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کی محبت سے دل معمور تھا۔ اس دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

اللھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلة حیلتی وھوانی
علی الناس یا ارحم الراحمین انت ارحم الراحمین۔ وانت
رب المستضعفین الی من تکلنی الی عدو بعید یتجھمنی ام

Marfat.com

الیٰ صدیق قریب ملکتہ امری ان لم تکن غضباناً علی فلا ابالی غیر ان عافیتک اوسع لی۔ اعوذ بنور وجہک الذی اضاءت لہ السموات واشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ ان ینزل بی غضبک او یحل بی سخطک ذلک العقبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک

اے میرے خدا اپنی کمزوری اور اپنی طاقت کی کمی اور لوگوں کی نظر میں ہیچ ہونے کی تیری طرف شکایت کرتا ہوں۔ اے رب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والے تو ہی کمزوروں کا رب ہے اور تو ہی میرا رب ہے۔ تو کس کی طرف مجھے سپرد کرے گا۔ کسی اجنبی دشمن کی طرف جو مجھ سے ترش روئی کے ساتھ پیش آتا ہے یا قریب دوست کی طرف جس کے قبضہ میں تو نے میرا معاملہ دیا ہے۔ اگر تیری ناراضگی مجھ پر نہیں۔ تو ان تمام باتوں کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ لیکن تیری حفاظت میرے لیئے بہت وسیع ہے۔ میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کے ساتھ ساری تاریکیاں پاش پاش ہو کر روشن ہو جاتی ہیں۔ جس سے دنیا اور آخرت کے امور اصلاح پذیر ہوتے ہیں اس بات سے میں تیرے منور چہرے کی پناہ میں آتا ہوں کہ مجھ پر تیری ناراضگی ہو۔ یا تیرا غصہ ہو۔ تیرے حضور عذر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے۔ اور کوئی طاقت اور قوت نہیں مگر تیرے ساتھ[1]

رسول کریمؐ نے طائف میں پھر کر چند روز نخلہ میں قیام کیا۔ پھر حرا میں تشریف لے گئے مطعم بن عدی کو کہلا بھیجا۔ مطعم آیا۔ اور آپؐ نے فرمایا کیا آپ مجھ کو اپنی حمایت میں لے سکتے ہو۔ مطعم نے منظور کر لیا۔ مطعم اونٹ پر سوار ہو کر حرم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے محمد (صلعم) کو اپنی پناہ دی ہے۔ رسول کریمؐ حرم میں آئے۔ نماز ادا کی پھر واپس گھر گئے۔

مختلف قبائل کا دورہ

مطعم بن عدی کی حمایت میں آنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فریضہ تبلیغ کو ادا کرنے میں اور زیادہ جوش و خروش سے کام لیا۔ جب حج کا موسم آتا۔ تو مختلف قبائل

---

[1] سیرت خیر البشر مصنفہ محمد علی ایم اے ایل ایل بی صفحہ ۱۷۵، ۱۷۶

Marfat.com

مکہ کے آس پاس اترتے۔ رسول کریمؐ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے۔ دعوت اسلام دیتے اسی طرح آپؐ میلوں میں جاتے اور اسلام کی تبلیغ فرماتے ان میلوں میں عکاظ۔ مجنہ۔ ذوالمجاز مشہور ہیں۔

قبائل عرب میں بنی عامر۔ بنی فزارہ۔ غسان مرہ۔ حنیفہ۔ سلیم۔ عبس۔ بنو نصر۔ کندہ کلب۔ عذرہ۔ حضارمہ۔ مشہور قبائل ہیں۔ ان کے پاس تشریف لے گئے[۱] عدو اسلام ابولہب ہر وقت سائے کی طرح ساتھ رہتا۔ جب آپ تقریر کرتے تو ابولہب کہتا کہ "یہ دین سے پھر گیا ہے۔ اور جھوٹ کہتا ہے"۔ اس کی باتیں نہ سنو[۲]"

قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا۔ آپؐ کی تقریر سن کر کہا اگر یہ شخص میرے ہاتھ میں آجائے۔ تو میں تمام عرب پر قبضہ کر لوں۔ پھر آپؐ سے پوچھا اگر ہم تمہارا ساتھ دیں اور تم اپنے مخالفوں پر غالب آجاؤ تو کیا تمہارے بعد ریاست ہم کو ملے گی۔

نبی کریمؐ نے جواب دیا۔ یہ تو خدا کا اختیار ہے۔ جسے چاہے میرے بعد اُسے مقرر کر دے۔ بحیرہ بولا۔ خوب۔ دشمنوں کا مقابلہ تو ہم کریں۔ جب غلبہ حاصل ہو جائے تو حکومت غیروں کے ہاتھ آئے۔ جاؤ ہم آپؐ پر ایمان نہیں لائیں گے۔

قبیلہ بنی ذہل بن شیبان کے پاس گئے۔ ان کا رئیس مفروق تھا۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے حضرت ابوبکرؓ نے مفروق سے کہا۔ تم نے کسی نبی کا تذکرہ سنا ہے۔ وہ یہی ہے۔ مفروق رسول کریمؐ کی طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا۔ تم کیا تبلیغ کرتے ہو۔ تو رسول کریمؐ نے سورۃ انعام کی آیات تلاوت کیں۔ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (انعام ۱۹)

---

[۱] زرقانی جلد اول صفحہ ۲۰۳، ۳۰۴، ۳۰۷۔ ابن سعد نے بھی ان قبائل کا ذکر کیا ہے۔

[۲] مستدرک حاکم جلد اول صفحہ ۱۵

Marfat.com

مفروق اور دوسرے تمام لوگوں نے کلام کی تحسین کی اور کہا " مذہب کا خاندانی مذہب چھوڑ دینا زود اعتقادی ہے۔ اس کے علاوہ کہا کہ ہم کسریٰ کے زیر اثر ہیں۔ ہمارا اس سے معاہدہ ہے کہ ہم اور کسی کے زیر اثر نہیں ہونگے۔

قبیلہ بنی عبداللہ کے پاس گئے۔ انہیں فرمایا کہ آپ کے باپ کا نام عبداللہ تھا۔ تم بھی اسم بامسمی بن جاؤ۔

بنی حنیفہ نے شدت سے انکار کیا۔

قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے ان کے سردار کا نام بلیح تھا۔

صوید بن صامت کا ایمان لانا

انہی ایام میں آپ صوید بن صامت سے ملے اسے دعوتِ اسلام دی۔ صوید نے کہا شاید آپ کے پاس بھی وہی ہے۔ جو میرے پاس ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ آپ کے پاس کیا ہے اس نے جواب دیا۔ حکمت لقمان۔ نبی کریمؐ نے فرمایا۔ بیان کرو۔ صوید نے اپنے چند حکیمانہ اشعار سنائے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا میرے پاس قرآن ہے۔ جو اس سے افضل ہے۔ صوید نے کہا۔ سناؤ۔ رسول کریمؐ نے قرآن کا ایک حصّہ سنایا۔ صوید وجد میں آگیا۔ اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا جب یثرب واپس گیا۔ تو خزرج نے اسے قتل کر دیا۔[1]

ضماد ازدی کا ایمان لانا۔

ضماد ازدی مکہ آیا عرب کا افسوں گر تھا۔ اس نے سنا کہ محمدؐ پر جنات کا اثر ہے اس نے قریش سے کہا کہ میں جنتر منتر سے محمدؐ کا علاج کر سکتا ہوں۔ نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا۔ محمدؐ آؤ۔ تمہارا منتر سے علاج کردوں۔ نبی کریم صلعم نے جواب دیا۔ مجھ سے پہلے کچھ سن لیجیے۔ پھر نبی کریمؐ نے سنایا

الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ من یھدہ اللہ فلا مضل لہ۔ من یضللہ فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ اما بعد۔

---

[1] طبری صد ۲۳۲

Marfat.com

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے ہی لیئے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں۔ اسی سے اعانت طلب کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے۔ اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے خدا رستہ نہ دکھائے۔ اس کی کوئی راہبری نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اس کے بعد مدعا یہ ہے۔

ضماد نے جب یہ کلمات طیبات سنے۔ تو بے ساختہ بول اٹھا۔ انہی کلمات کو پھر دہرایئے اس طرح دو تین دفعہ یہ کلمات سنے۔ پھر بے اختیار بول اٹھا۔ بہتیرے کاہن اور ساحر دیکھے ہیں۔ شاعروں کا کلام سنا ہے۔ لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے نہیں سنا۔ یہ تو مطالب اور معانی کا اتھاہ سمندر ہے۔ محمدؐ اپنا دست مبارک بڑھائیے۔ اور میری بیعت لیجئے۔[1]

ایاس بن معاذ کا ہدایت پانا

انس بن رافع بنی عبد الاشہل کے چند نوجوانوں کے ساتھ خزرج قوم کی طرف سے قریش کے ساتھ معاہدہ کرتے آیا۔ نبی کریمؐ اس وفد کے پاس گئے۔ اور فرمایا کہ میرے پاس ایک ایسی چیز ہے۔ اگر تم اس کو مان جاؤ تو اس میں تمہاری بہبودی ہے۔ وہ بولے وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کی طرف سے مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور دعوت دیتا ہوں کہ خدا کی ہی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ۔ اور مجھ پر اس کی وحی نازل ہوتی ہے۔ پھر آپ نے ان کو اصول اسلام بتائے۔ قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ بے اختیار بول اٹھے۔ اے میری قوم جس مقصد کے لیئے تم یہاں آئے ہو یہ اس سے بہتر ہے۔ انس بن رافع نے خاک کی مٹھی ایاس بن معاذ کے منہ پر پھینک ماری۔ اور کہا۔ بس چپ رہو۔ اس مقصد کے لیئے ہم نہیں آئے۔ رسول کریمؐ اٹھ کر چلے گئے۔

ایاس واپس جا کر جلد انتقال کر گیا۔ کہتے ہیں کہ مرتے وقت اس کی زبان پر تسبیح و تحمید تہلیل و تکبیر جاری تھی۔[2]

---

[1] مسلم

[2] طبری صد ۱۲۳۲

Marfat.com

طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا

طفیل بن عمرو دوسی مکہ میں آیا۔ نواحی یمن میں ان کے خاندان کی حکومت تھی۔ طفیل شاعر اور دانشمند آدمی تھا۔ اہل مکہ نے شہر سے باہر جا کر طفیل کا استقبال کیا۔ اور کہا کہ ایک شخص ہم میں سے نکلا ہے۔ اسے سحر آتا ہے۔ جس کے ذریعہ باپ بیٹے زن و شوہر بھائی بھائی میں افتراق پیدا کر دیتا ہے۔ ہماری ساری جمعیت کو پریشان کر دیا ہے۔ اس وجہ سے آپ کو ہماری طرف سے یہ نصیحت ہے کہ اس سے بچنا اس کے پاس نہ جانا اور نہ بات سننا۔

طفیل کا اپنا بیان ہے کہ انہوں نے اس ملمع سازی سے یہ باتیں میرے ذہن میں بٹھا دیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں میں روئی ڈال لیتا۔ تاکہ محمد صلعم کی آواز کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز میں کعبہ میں گیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں محو تھے۔ چونکہ خدا کو یہی منظور تھا کہ ان کی آواز میرے کانوں تک پہنچے۔ اس وجہ سے میں نے سنا کہ ایک نہایت لطیف کلام پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت میں نے اپنے آپ کو ملامت کی کہ میں شاعر بھی ہوں۔ صاحب علم بھی ہوں۔ اچھے برے کی تمیز کر سکتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ میں خود ان سے بات نہ کروں۔ تو جب رسول کریمؐ نماز سے فراغ ہو کر گھر کی طرف چلے۔ تو طفیل کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا جب مکان پر حاضر ہوا تو اپنا تمام واقعہ کہہ سنایا اور رسول کریمؐ سے درخواست کی کہ اپنی بات سنائیں۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کا ایک حصہ پڑھ کر سنایا۔ تو بے ساختہ کہہ اٹھا۔ بخدا میں نے کبھی بھی ایسا کلام نہیں سنا۔ جس میں اس قدر نیکی اور عدل کی تعلیم ہو۔ اسی وقت اسلام میں داخل ہو گیا۔ قریش کو ایسے آدمی کا مسلمان ہو جانا بہت ہی ناگوار گزرا[1]

ابوذر غفاری کا ایمان لانا

ابوذرؓ غفاری کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا علم ہوا۔ تو انہوں نے اپنے بھائی انیس کو مکہ بھیجا کہ وہ مکی سے مل کر آئے۔ انیس ایک مشہور فصیح شاعر تھا۔ وہ مکہ میں آیا نبی کریمؐ سے ملا۔ پھر واپس لوٹ کر بھائی کو جا بتایا کہ محمدؐ ایک ایسا شخص ہے۔ جو خیر کے کرنے اور شر سے مجتنب رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔

ابوذرؓ بولے کہ اتنی بات تو قلب کو اطمینان نہیں بخشتی آخر وہ خود پیدل مکہ کی طرف

---

[1] زاد المعاد جلد اول صہ ۹۳ ۱۹۴

Marfat.com

چل دیئے۔ مکہ پہنچے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی کسی سے دریافت کرنا بھی پسند نہ کیا۔ چاہ زمزم کا پانی پی کر کعبہ میں لیٹ گئے۔ حضرت علی مرتضیٰ تشریف لائے اور پاس کھڑے ہو کر کہا۔ یہ کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ ابوذر بولے ہاں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میرے ساتھ چلیں۔ اور وہیں رات بسر کرنا حضرت ابوذر غفاریؓ حضرت علیؓ کے ساتھ چل دیئے۔ انہی کے ہاں رات گزاری۔ اگلے دن پھر کعبہ میں تشریف لے آئے اور لیٹ گئے اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش تھی۔ حضرت علیؓ کعبہ آئے تو پھر اپنے مہمان کو وہیں لیٹا ہوا پایا۔ اور کہا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اپنا ٹھکانہ نہیں ملا۔ ابوذر بولے ہاں حضرت علی پھر اپنے ساتھ لے آئے۔ اب انہوں نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو۔ کون ہو۔ ابوذرؓ نے کہا کہ اگر تم اس راز کو پردہ کتمان میں رکھو۔ تو بتا دیتا ہوں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے وعدہ کیا۔ تو حضرت ابوذر غفاریؓ نے کہا کہ میں نے سنا ہے۔ اس شہر میں ایک شخص ہے۔ جو اپنے آپ کو نبی کہتا ہے۔ ہم نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا۔ لیکن وہ تسلی بخش بات لے کر نہیں گیا تھا۔ اس لیئے خود آیا ہوں۔

حضرت علیؓ نے کہا۔ تم خوب آئے ہو۔ ابھی ان کی خدمت میں لے جاتا ہوں۔ حضرت علیؓ نبی کریمؐ کی صحبت میں لے گئے۔ تو ابوذر غفاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا۔ آپؐ نے اسلام کی بابت بیان فرمایا۔ حضرت ابوذرؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوذر ابھی تم اپنے ایمان کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کا علم ہو تو تب آجانا۔ حضرت ابوذرؓ نے کہا۔ بخدا میں تو ان عدوان اسلام میں اپنے اسلام کا اعلان کر کے جاؤں گا۔ ابوذرؓ کعبہ میں آگئے۔ قریش جمع تھے۔ سب کو سنا کر کلمہ شہادت پڑھا۔ سب قریش حضرت ابوذر پر پل پڑے۔ اور مارنا شروع کر دیا۔ اتنے میں عباسؓ آگئے۔ انہوں نے جھک کر دیکھا اور کہا۔ کم بختو یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کرنے جاتے ہو۔ اور کھجوریں لاتے ہو۔ لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن پھر حرم میں آئے۔ کلمہ شہادت پڑھا۔ لوگوں نے مارنا شروع کر دیا۔ اور عباسؓ نے آکر چھڑایا۔ اور حضرت ابوذرؓ غفاری حلیہ ایمان سے آراستہ ہو کر شمع نور ہدایت سے اپنے قلب کو منور کر کے واپس یثرب لوٹ گئے۔

کچھ انصار کے متعلق

Marfat.com

انصار اصل میں یمن کے رہنے والے اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ جب یمن میں سیل عرم آیا۔ تو یہ لوگ یمن سے نکل کر یثرب میں آباد ہو گئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ اوس۔ اور خزرج تمام انصار ان دو ہی کے خاندان سے ہیں۔ یہ خاندان جب یثرب میں آیا۔ تو یہود صاحب اقتدار اور با اثر تھے۔ مال و دولت کی ان گھروں میں بہتات تھی۔ اس پاس کے مقامات پر ان کا قبضہ تھا۔ ان کی بستیاں دور دور تک پھیل چکی تھیں۔ ایک زمانہ تک تو انصار یہودیوں سے الگ تھلگ رہے۔ بالآخر ان کے حلیف ہو گئے۔ اور انصار کا خاندان پھیلتا اور اقتدار حاصل کرتا چلا گیا۔ یہود نے ان کے اقتدار کی وجہ سے معاہدہ توڑ دیا۔

یہودیوں کا رئیس فطیون بہت عیاش اور بدکار تھا۔ مالک بن عجلان نے اس کو قتل کر دیا۔ اور خود شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں غسانیوں کی حکومت تھی۔ ان کا حکمران ابو جبلہ تھا۔ مالک ابو جبلہ سے ملا۔ ایک سازش کر کے یہود کے رؤسا کو ایک دعوت میں بلا کر قتل کر دیا۔ اس طرح یہود کی قوت ٹوٹ گئی اور انصار نے نئے سرے سے اقتدار حاصل کر لیا۔ اور انہوں نے مدینہ اور حوالی مدینہ میں کثرت سے قلعے تعمیر کر لیئے ایک مدت تک تو متحد رہے۔

جنگ بعاث

یہود کی دسیسہ کاری کام آ گئی۔ اوس اور خزرج کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ ایک دوسرے کے اتنے شدید مخالف تھے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کا نام و نشان مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ ایک سے ایک حملہ پہلے سے بڑھ کر شدت میں ہوتا۔

قبیلہ اوس کے ایک دستے پر ابو اُسید بن حضیر کمان کر رہے تھے۔ اوس کے قدم اکھڑ گئے۔ اور نجد کی طرف بھاگے۔ خزرج نے ان کا تعاقب کیا۔ اُسید بن حضیر سواری سے نیچے اتر آیا۔ اور اپنا نیزہ اپنی ران میں گاڑ دیا۔ اور کہا۔ اب میں اس جگہ سے ہٹ نہیں سکتا۔ یا تو مجھے خود قتل کر دو یا مجھے خزرج کے سپرد کر دو۔

اوس نے جب اپنے کمانڈر کے یہ الفاظ سنے۔ تو عزم و ثبات اور استقلال کا نشہ پی کر واپس لوٹے۔ اور خزرج پر حملہ آور ہوئے۔ اور ان کو مار بھگایا۔ وہ بدحواسی میں یثرب کی طرف بھاگے۔ اُسید نے اعلان کر دیا کہ خزرج کے باغات کو جلا دو۔ ان کے گھروں کو پیوند خاک کر دو۔ لیکن ابو قیس ابن اسلت نے کہا "یہ تمہارے بھائی ہیں۔ یہود سے بہتر ہیں"۔ ان الفاظ نے اوس کی تلواروں کو میانوں میں لوٹا دیا۔

Marfat.com

اس باہمی لڑائی کی وجہ سے یہود کی کھوئی ہوئی عظمت اور یثرب کی قیادت واپس لوٹ آئی۔ دونوں قبیلوں نے اپنے ماضی پر نگاہ ڈالی۔ تو شر ساری سے سر نیچے کر لیے۔ اور پھر دونوں قبیلوں نے سر جوڑ کر ایک شخص کو اپنا سردار بنانے کا معاہدہ کر لیا۔ لیکن سیادت و قیادت کی زمام کسی اور ہی مقدس ہاتھوں میں آنے والی تھی۔ بنی اسرائیل یا اوس و خزرج کسی کی ریاست کی گنجائش نہیں تھی؟

مدینہ میں اشاعت اسلام

ایام حج میں جب آپؐ مختلف قبائل کو دعوت اسلام دیتے پھرتے تھے تو آپ خزرج کے چند آدمیوں کے پاس آئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ خزرج آپؐ نے فرمایا۔ یہودیوں کے حلیف انہوں نے کہا۔ ہاں۔ آپ نے ان سے کہا۔ اگر بیٹھ جاؤ۔ تو میں کچھ باتیں آپ لوگوں کو سناؤں۔ وہ بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ اسلام کی تعلیم نے ان کے قلوب پر بہت اثر کیا۔ انہوں نے یہودیوں سے سنا ہوا تھا کہ عنقریب ایک نبی آنے والا ہے۔ اسلام کی تعلیم اور پیشگوئی سے ان کو یقین ہو گیا کہ یہ وہی نبی ہیں۔ جس کا ذکر یہودی کیا کرتے ہیں۔ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ابوالہیثم بن تیہان (۲) ابو امامہ اسعد بن زرارہ (۳) عوف بن حارث (۴) رافع بن مالک بن عجلان (۵) ثعلبہ بن عامر بن حدیدہ۔ (۶) جابر بن عبداللہ[۱،۲]

یہ گیارھویں سال کا واقعہ ہے۔ جب یہ لوگ یثرب پہنچے تو اسلام کا چرچا گھر گھر میں ہونے لگا۔ اور ہر ایک کی زبان پر رسول کریمؐ کے اسم مبارک کا ورد تھا۔

بیعت عقبہ اولیٰ

اگلے سال ۱۲ھ نبوت میں یثرب کے بارہ آدمی مکہ میں حاضر ہوئے۔ اور رسول کریمؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ یہ بیعتِ عقبہ اولیٰ۔۔۔ کے نام سے مشہور ہے۔

---

[۱] اس کا نام عبداللہ بن محمد تھا۔ اور قبیلہ خزرج کا فرد تھا۔

[۲] بعضوں نے ابوالہیثم بن تیہان کی جگہ عقبہ بن عامر کا نام لیا ہے۔ اور جابر کی جگہ عبادہ بن صامت کا ذکر کیا ہے۔

Marfat.com

بیعت کی شرائط

(۱) ہم خدائے وحدہٗ کی عبادت کریں گے۔ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ (۲) چوری نہیں کریں گے۔ (۳) زنا نہیں کریں گے۔ (۴) اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔ (۵) کسی پر بہتان نہیں باندھیں گے۔ نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔ (۶) امر بالمعروف میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

مصعب بن عمیر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر کو ان کی خواہش کے مطابق احکام اسلام سکھانے کے لیئے ان کے ساتھ بھیجا۔ وہ یثرب میں آ کر اسعد بن زرارہ کے مکان پر فروکش ہوتے۔ جو یثرب کے معزز رئیس تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ صبح باہر نکل جاتے۔ اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے۔ اس طرح دو تین آدمی ہر روز حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔

سعد بن معاذ کا اسلام لانا

ایک دن مصعب بن عمیر اور اسعد اور چند مسلمان بئر مرق پر جمع ہوئے کہ کس طرح بنی عبدالاشہل اور بنو ظفر میں تبلیغ کی جائے۔ مصعب نے اسعد کے ساتھ ان قبائل کا رخ کیا۔

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے۔ سعد بن معاذ نے مصعب اور اسعد کو اپنے محلات کی طرف آتے ہوئے دیکھا اور اسید بن حضیر سے کہا۔

"تم کس غفلت میں ہو۔ دیکھو یہ لوگ ہمارے گھروں کی طرف آ رہے ہیں۔ اور ہمارے بیوقوفوں کو بہکائیں گے۔ تم جاؤ۔ اور ان کو ڈانٹ دے دو کہ وہ آئندہ ہمارے گھروں کی طرف نہ آیا کریں۔ میں خود اس وجہ سے نہیں جاتا کہ اسعد میرا خالہ زاد بھائی ہے"

اسید بن حضیر ہتھیار باندھ کر ان کی طرف گیا۔ اور جاتے ہی گالیاں دینی شروع کر دیں حضرت مصعب بن عمیر نے کہا۔ ہمارے پاس بیٹھیں۔ دو باتیں سنیں۔ اگر ہماری باتیں پسند ہوں تو قبول کر لینا۔ ورنہ ترک کر دینا۔ اُسید بن حضیر بیٹھ گیا۔ حضرت مصعب بن عمیر نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے۔ اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اور اسید بن حضیر فوراً اسلام کی صداقت کا قائل ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اور یہ بھی کہ میرے پیچھے ایک اور آدمی ہے۔ اگر وہ اسلام لے آیا۔ تو

Marfat.com

تمہارا کوئی بھی مخالف نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر تمہارے پاس بھیجتا ہوں۔ سعد بن معاذ منتظر بیٹھا تھا۔ اور اسید بن حضیر سے پوچھا کیا جواب ہے۔ اسید نے کہا کہ میں نے ان کو سمجھا دیا ہے کہ وہ ہمارے گھروں کی طرف نہ آیا کریں۔ لیکن وہاں ایک اور حادثہ پیش آ گیا تھا۔ وہ یہ ہے کہ وہاں بنو حارثہ آ گئے۔ اور اسعد بن زرارہ کو اس وجہ سے قتل کرنے لگے کہ وہ آپ کا بھائی ہے۔ یہ سن کر سعد بن معاذ فوراً ان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا۔ تو دیکھا کہ اسعد اور مصعب نہایت اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ سعد بن معاذ سمجھ گیا کہ مجھے ان کی باتیں سننے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ غیض و غضب کی آگ میں جل رہا تھا۔ بے تحاشہ برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مصعب نے کہا سعد! ہمارے پاس بیٹھیں۔ ہماری باتیں سنیں۔ اگر پسند ہوں تو مان لینا۔ اگر ناپسند ہوں تو نہ قبول کرنا۔ سعد بیٹھ گیا۔ تو حضرت مصعب نے اسلام کی حقیقت بیان کی۔ قرآن مجید پڑھ کر سنایا۔ فوراً اسعد بن معاذ اسلام کی حقانیت کا قائل ہو گیا۔ اور حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اُٹھتے ہی اپنے قبیلہ کے لوگوں کو پکارا۔ اور کہا۔ اے بنی الاشہل! تمہارا میرے متعلق کیا گمان ہے۔ انہوں نے کہا۔ تم ہمارے رئیس ہو۔ صائب الرائے ہو۔

سعد بولا۔ میں کسی مرد اور عورت سے بولنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے۔

تمام قبیلہ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گیا۔

بیعت عقبہ ثانیہ

اگلے سال ۱۳ سنہ نبوت میں تہتر مرد اور دو عورتیں حج کے زمانہ میں آئے۔ عقبہ کے مقام پر بیعت کی۔ اس وقت حضرت عباسؓ بھی رسول کریمؐ کے ساتھ تھے۔ لیکن اسلام نہیں لائے تھے۔ انہوں نے انصار سے مخاطب ہو کر کہا۔ گروہ خزرج محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں۔ اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو۔ تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دے دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اس بات پر بیعت کرو کہ اپنے اہل و عیال کی طرح میری حفاظت کرو گے۔ یہ سن کر براء بن معرور نے ہاتھ بڑھایا۔ اور آپؐ نے ان سے بیعت لی۔ حضرت براء بن معرور نے آنحضرت صلعم سے کہا۔ کہ ہم نے پشتہا پشت سے جنگ و جدل میں پرورش

Marfat.com

پالی ہے۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے کہ ابوالہثیم نے ٹوک کر کہا۔ "یارسول اللہ! ہم میں اور یہود میں جو تعلقات ہیں وہ بیعت کے بعد ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو اقتدار حاصل ہو جائے۔ اس وقت آپ ہم کو چھوڑ کر آ جائیں"۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ نہیں تمہارا خون میرا خون تم میرے ہو، میں تمہارا ہوں[1]۔

آپ نے اس گروہ میں سے بارہ آدمی نقیب منتخب کیے۔ جن کے نام خود انصار نے پیش کیے تھے۔ ان میں نو خزرج کے اور تین اوس کے تھے۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) اُسید بن حضیر (۲) ابوالہثیم (۳) سعد بن خثیمہ (۴) اسعد بن زرارہ (۵) اسعد بن ربیع (۶) عبداللہ بن رواحہ (۷) سعد بن عبادہ (۸) منذر بن عمرو (۹) براء بن معرور۔ (۱۰) عبداللہ بن عمرو (۱۱) عبادہ بن الصامت (۱۲) رافع بن مالک[2]۔

آنحضرتؐ نے جن باتوں پر انصار سے بیعت لی وہ یہ تھیں۔ شرک۔ چوری۔ زنا۔ قتلِ اولاد۔ اور افتراء کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اور آپؐ جو اچھی بات کہیں گے۔ اس پر عمل کریں گے۔

جب انصار بیعت کر رہے تھے۔ تو سعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ بھائیو! یہ بھی خبر ہے کہ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یاد رکھو عرب و عجم سے اعلان جنگ ہے۔ سب نے کہا۔ ہاں ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں[3]۔

سعد بن عبادہ کی گرفتاری

صبح ہوتے ہی قریش کو اس بات کا علم ہو گیا۔ ان کی تلاش میں نکلے۔ لیکن قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعد بن عبادہ اور منذر کو وہاں پایا۔

منذر تو وہاں سے بھاگ گیا۔ سعد بن عبادہ پکڑے گئے۔ ان کی مشکیں باندھ دیں اور مارنا شروع کر دیا۔ سعد بن عبادہ کا بیان ہے کہ جب قریش زدو کوب کر رہے تھے کہ سرخ و سفید شیریں شمائل شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ اگر اس قوم میں کسی سے بھلائی کی امید ہو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۱۴

[2] سیرۃ النبی حصہ اوّل صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶

[3] سیرۃ ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۲۴۴

Marfat.com

سکتی ہے۔ تو یہی شخص ہے۔ لیکن وہ اتنا سنگدل نکلا۔ اس نے زور سے میرے منہ پر طمانچہ دے مارا میں نے خیال کیا۔ اس قوم میں کوئی بھی آدمی نہیں ہے جس سے بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا۔ اس نے ترس کھا کر کہا۔ کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ حق ہمسائیگی حاصل نہیں کسی سے بھی عہد و پیمان نہیں۔ میں نے جواب دیا۔ جبیر بن مطعم اور حارث بن امیہ یہ دونوں تجارت کے سلسلے ہمارے ہاں جایا کرتے تھے۔ میں نے کئی بار ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا۔ ان دونوں کا نام لے کر دہائی دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ وہ شخص بھی ان دونوں کے پاس گیا۔ اور جا کر کہا کہ یثرب کا ایک آدمی قریش کے ہاتھوں پٹ رہا ہے۔ اور وہ تمہارے نام لے کر دہائی دے رہا ہے۔ وہ دونوں اس جگہ پہنچے۔ تو دیکھا کہ سعد بن عبادہ کو مار رہا تھا۔ انہوں نے سعد بن عبادہ کو چھڑا دیا۔ اور وہ سیدھے یثرب چلے گئے۔

صحابہ کا مدینہ میں ہجرت کرنا

عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد رسول کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کو یثرب جانے کی اجازت دے دی۔ مسلمانوں نے اپنے گھر بار، خویش و اقارب۔ بہن بھائی۔ زن و فرزند چھوڑ کر مدینہ جانا شروع کر دیا۔ لیکن کفار مکہ نے مہاجرین کی سخت مزاحمت کی۔

صہیبؓ رومی جب ہجرت کرنے لگے تو کفار نے آگھیرا۔ اور کہا کہ جب تم مکہ آئے تھے۔ تو تہی دست تھے۔ یہاں آ کر دولت کمائی ہے۔ اب تم دولت لے کر یہاں سے جانا چاہتے ہو۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔

صہیبؓ نے کہا۔ اگر میں مال و منال تمہیں دے جاؤں۔ تو پھر جانے کی اجازت ہے۔ قریش بولے ہاں

حضرت صہیبؓ تمام مال و متاع انہی کے حوالے کر کے یثرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی کریمؐ کو جب اس واقع کا علم ہوا۔ تو فرمایا۔ صہیب نے اس سودے میں نفع کمایا ہے[1]۔

ابو سلمہؓ جب ہجرت کرنے لگے۔ تو اپنی زوجہ محترمہ ام سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا۔ سلمہ اس وقت ام سلمہ کی گود میں تھا۔ جب اونٹ چل پڑا تو بنو مغیرہ نے آکر گھیر لیا۔ اور کہا۔ تو جا سکتا ہے لیکن ہماری لڑکی کو لے جا نہیں سکتا۔ اتنے میں بنو عبد الاسد بھی آ گئے۔ انہوں نے کہا کہ تو ہمارے قبیلے کے

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۶۹

بچے کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ انہوں نے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبدالاسد تو ماں کی گود سے بچہ کو چھین کر لے گئے۔ اور بنو مغیرہ ام سلمہ کو لے کر چلے گئے۔ ابو سلمہ اپنی نخجر اور لخت جگر کو انہی کے سپرد کر کے مدینہ کو روانہ ہو گئے۔

ام سلمہ ہر روز شام کے وقت اسی جگہ جہاں سے اس کا بچہ اور شوہر جدا ہوئے تھے۔ جاتی۔ زار زار روتی دھوتی۔ آخر ان کے چچیرے بھائی کو رحم آیا۔ اس نے دونوں قبیلوں سے کہا کہ ام سلمہ کو مع لخت جگر ان کے خاوند کے پاس جانے کی اجازت دے دی جائے۔ آخر ام سلمہ اونٹ پر سوار ہو کر اکیلی مدینہ کو روانہ ہو گئیں[1]۔

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہجرت کے وقت عیاش اور ہشام بن عاص بھی ان کے ساتھ مدینہ جانے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش کو روانگی کے وقت جائے متعینہ پر پہنچ گئے لیکن ہشام کو اہل مکہ نے گھیر لیا۔ اور ان کو قید کر دیا۔

عیاش مدینہ جا پہنچے۔ تو ان کے پیچھے ابوجہل اور ان کے بھائی حرث بھی مدینہ آ گئے۔ عیاش ان کے چچیرے بھائی تھے۔ اور ماں ایک ہی تھی۔ ابوجہل اور حرث نے عیاش سے کہا کہ تمہاری والدہ نے قسم کھائی ہے کہ عیاش کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی۔ اس لیے ہمارے ساتھ چلیں اور ماں کی قسم پوری کر آئیں۔

حضرت عمرؓ نے عیاش سے کہا کہ مجھے ان کی گفتگو سے غداری اور فریب کی بو آتی ہے۔ ان کے ساتھ نہ جائیے۔

حضرت عیاش نے کہا کہ میں والدہ کی قسم پوری کر کے جلد واپس آ جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے کہا۔ اگر جانا ہی ہے۔ تو میری ناقہ پر سوار ہو کر جائیے۔ اگر کسی جگہ خطرہ محسوس کریں تو آپ اس ناقہ کی تیز روی کی وجہ سے ان کی گرفت سے بچ جاؤ گے۔

عیاشؓ نے ناقہ لی۔ اور ابوجہل اور حرث کے ساتھ چل پڑے۔ مکہ کے قریب پہنچ کر ابوجہل نے کہا بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا ہے۔ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کر لو۔ عیاش بولا۔ بہت اچھا۔ جب عیاش نے ناقہ بٹھایا۔ تو دونوں بھائیوں نے عیاشؓ کو پکڑ لیا۔ اور مشکیں باندھ کر مکہ میں لائے۔ اور کہا ان احمقوں کو یوں سزا دی جاتی ہے۔ آخر عیاشؓ کو ہشام کے ساتھ قید کر دیا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام صفحہ ١٦٥

Marfat.com

جب نبی کریمؐ مدینہ پہنچے۔ تو حضورؐ کی تمنا کو پورا کرنے کے لیئے ولید بن مغیرہ مکہ آئے رات کی تاریکی کے پردہ میں قید خانہ سے دونوں کو نکال کر لے گئے۔[1]

دشمنوں میں تنہائی اور خدا پر بھروسہ

تمام صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے یثرب چلے گئے۔ مکہ میں صرف آنحضرت صلعم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ رہ گئے تھے۔ یہ واقعہ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل کو ظاہر کرتا ہے کہ عدوان اسلام غیظ و غضب کی آگ میں جل کر آپؐ کی جان کے درپے تھے۔ پھر بھی پہلے صحابہؓ کو مکہ سے جانے کو کہا۔ خود مکہ میں ہی ٹھہرے۔ اگر آپ پہلے مکہ سے چلے جاتے تو کس نے اعتراض کرنا تھا۔ صحابہ تو اپنی جانیں نچھاور کرنے کو تیار رہتے تھے۔ پھر اسلام کی بقا بھی رسول کریمؐ کی زندگی پر منحصر تھی۔ رسول کریمؐ کو اپنی حفاظت و صیانت کے لیئے خدا پر بھروسہ تھا۔ نہ کہ ظاہری اسباب پر۔ اگر آپؐ پہلے چلے جاتے تو سنگدل کفار مکہ صحابہ کرامؓ کو ایک ایک کر کے قتل کر دیتے۔ لیکن محسن عالمؐ کے شفیق قلب نے ایسا نہ کیا کہ خود چلے جائیں۔ بلکہ صحابہ کرامؓ کو مکہ سے جانے کی اجازت دے دی۔

رسول کریم صلعم کو خدائی وعدہ پر یقین کامل تھا کہ وہ اپنے بندہ کو شدید دشمنوں کے ناپاک منصوبوں سے محفوظ و مصئون رکھے گا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۱۶۷

Marfat.com

ہجرت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرامؓ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ خود حکم الٰہی کے منتظر تھے۔ مکہ کے باہر اطراف میں مسلمان ہو چکے تھے۔ انہوں نے رسول کریمؐ سے کہا کہ وہ ان کے ہاں ہجرت کر آئیں۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ خدا نے یہ شرف انصار مدینہ کو ہی دینا تھا۔ چنانچہ ہجرت سے قبل آپؐ نے خواب میں دیکھا کہ دار الہجرت ایک پُر باغ و بہار مقام ہے۔ خیال تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا۔ لیکن وہ شہر یثرب نکلا۔[1]

نبوت کا تیرھواں سال تھا۔ صحابہ کرامؓ ہجرت کر کے مدینہ جا چکے تھے۔ پُر امن فضا میں آزادی سے زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسلام کی شعاعیں اردگرد قبائل میں بھی پھیل رہی تھیں۔ اور اسلام زور پکڑتا جا رہا تھا۔ اس بنا پر دار الندوہ میں خفیہ اجلاس ہوا۔ اور قریش کے مشہور قبائل میں سے مندرجہ ذیل رؤسا موجود تھے۔

عتبہ۔ ابوسفیان۔ جبیر بن مطعم۔ نضر بن حارث بن کلاہ۔ ابوالبختری۔ ابن ہشام۔ زمعہ بن الاسود۔ حکیم بن حزام۔ ابوجہل۔ نبیہ و منبہ۔ امیہ بن خلف۔ ہر ایک سردار نے اپنی رائے پیش کی۔ ایک بولا۔ اسے پکڑ کر گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر ایک تاریک و تار کمرے میں مقید کر دو۔ وہیں دم دے دیگا۔

نجدی بڈھا بولا۔ یہ ٹھیک نہیں ہے۔ محمدؐ کے قید ہونے کی خبر باہر نکل جائیگی۔ مسلمان اسے چھڑا کر لے جائیں گے۔ اور طاقت پکڑ کر تمہیں تباہ و برباد کر دیں گے۔

تیسرا بولا۔ جلاوطن کر دینا ہی کافی ہے۔

پھر نجدی بڈھا اٹھا۔ اور کہا۔ یہ تدبیر بھی ٹھیک نہیں ہے۔ کیا تم نے محمدؐ کی دلآویز اور دلکش گفتگو کو نہیں سنا جس سے بھی وہ کلام کرتا ہے۔ وہ آدمی ان کا ہو جاتا ہے۔ جہاں بھی

---

[1] صحیح بخاری باب ہجرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

ہو جائے گا۔ وہاں کے لوگ اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ بالآخر اپنے نبی کا بدلہ تم سے لے لیں گے۔ آخر میں ابوجہل اٹھا۔ اور اس نے رؤساء سے مخاطب ہو کر کہا کہ بہتر رائے یہ ہے کہ عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد لیا جائے۔ وہ سب رات کی تاریکی میں محمدؐ کے گھر کو گھیر لیں۔ جب وہ علی الصبح نماز کے لیئے باہر نکلے۔ تو سب بہادر اس پر حملہ آور ہو کر قتل کر دیں۔ اس صورت میں خون تمام قبائل میں بٹ جائیگا۔ آلِ ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے۔

آخر کار تمام رؤساء اس تدبیر پر متفق ہو گئے

ہجرتِ نبوی

ادھر یہ کفار اپنی فراست اور عقل کے گھوڑے دوڑا رہے تھے کہ کس طرح اس مقدس انسان کا خاتمہ کریں۔ ادھر خدا اپنے بندہ کی حفاظت و صیانت کے لیئے ملائکہ کو حکم دے رہا تھا کہ زمین پر جائیں اپنے پروں کے سائے میں اس کو منزل مقصود تک پہنچا دیں۔ جھٹ پٹے میں ان لوگوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ خدا نے اپنے نبیؐ کو ان کے ارادوں سے آگاہ کر دیا۔ حضرت علیؓ کو بلایا اور ان کو اہل مکہ کی امانتیں دیں۔ اور کہا کہ میرے پلنگ پر سو جاؤ۔ اور صبح کو سب کی امانتیں واپس کر دینا۔ حضرت علیؓ تلواروں کے سائے میں سو گئے۔ خدا کا رسول قادر توانا کی حفاظت میں گھر سے باہر نکلا۔ اور کعبہ کو دیکھا اور فرمایا "مکہ تو مجھ کو دنیا سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے۔

سید الکونین حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لائے۔ جو پہلے سے ہی چشم براہ تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو شرف معیت بخشا۔ تھوڑا سا زاد راہ لے کر عقبی دروازہ سے نکل شہر کی جنوبی سمت پر چل پڑے۔ یمن کی جہت پر کوہ ثور ہے۔ اس کی چڑھائی مشکل تھی۔ راستہ سنگلاخ تھا۔ چلنے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں زخمی ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کندھوں پر اٹھا لیا۔ ایک غار تک پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ پہلے غار کے اندر داخل ہوئے غار کو صاف کیا۔ پھر عرض کیا کہ حضور اندر تشریف لے آئیں۔

صبح ہوئی۔ حضرت علیؓ بستر سے اٹھے۔ پہرہ داروں نے دیکھا کہ سویا ہوا تو علیؓ ہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ محمدؐ کہاں ہے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ مجھے کیا علم ہے۔ کیا یہ میرا پہرہ تھا۔ تم لوگوں نے انہیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے۔ قریش غصہ میں علیؓ پر ٹوٹ

Marfat.com

پڑے۔ اور ان کو زدوکوب کیا۔ غار کعبہ تک پکڑ لائے۔ اور قید میں ڈال دیا۔ آخر چھوڑ دیا[1]
وہ ابوبکرؓ کے گھر آئے۔ دستک دی۔ حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی اسماء باہر نکلی۔ ابوجہل نے پوچھا۔ لڑکی تیرا باپ کہاں ہے۔ وہ بولی مجھے علم نہیں ہے۔ درشت خو شقی القلب ابوجہل نے ایسا طمانچہ مارا کہ اسماء کے کان کی بالی نیچے گر گئی[2]۔

حضرت اسماء کی قوت ایمانی

اسماء بنت ابی بکرؓ کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب جاتے ہوئے گھر سے سب کچھ نقد روپیہ لے گئے تھے۔

دادا[3] کے جانے کے بعد ابوقحافہ نے کہا، بیٹی۔ ابوبکرؓ جاتے ہوئے کچھ چھوڑ بھی گیا ہے۔ یا سب کچھ ساتھ لے گیا ہے۔

اسماء بولی۔ نہیں دادا جان وہ ہمارے لیے کافی چھوڑ گئے ہیں۔ حضرت اسماء نے ایک پتھر لیا۔ کپڑے میں لپیٹا۔ اور اس جگہ رکھ دیا۔ جہاں روپیہ وغیرہ رکھا ہوا ہوتا تھا۔ دادا کو وہاں لے گئیں۔ اور کہا۔ دادا جان ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے۔ بوڑھے نے ٹٹولا اور کہا۔ تمہارے پاس کافی روپیہ ہے۔ اب ابوبکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں ہے۔ ابوبکرؓ نے اچھا کیا کہ تمہارے لیے کافی انتظام کر گیا ہے۔

اسماء کہتی ہیں یہ میں نے دادا صاحب کے اطمینان قلب کے لیے ایسا کیا تھا۔ ورنہ حضرت ابوبکرؓ گھر میں کچھ بھی چھوڑ نہیں گئے تھے۔ سب کچھ ساتھ لے گئے تھے[4]۔

رازداران ثور

یہ راز صرف حضرت ابوبکرؓ کے اہل بیت عبداللہ۔ سیدہ عائشہ اور اسماء اور ایک غلام عامر بن فہیرہ تک محدود تھا۔

عبداللہ بن ابی بکرؓ نوخیز نوجوان تھے۔ رات کو غار ثور میں ہی سوتے۔ علی الصبح شہر چلے جاتے۔ قریش کے مشوروں کا پتہ لگاتے۔ شام کو آ کر آنحضرت صلعم کو عرض کرتے تھے۔ حضرت

---

[1] طبری صفحہ ۲۴۵ [2] طبری صفحہ ۲۴۶ [3] ابوقحافہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ فتح مکہ کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی [4] ابن ہشام جلد اول صفحہ ۳۰۲

Marfat.com

ابوبکرؓ کا غلام رات کو بکریاں لاتا۔ آپؐ اور ابوبکرؓ دودھ پی لیتے۔ تین دن تک صرف یہی غذا رہی۔
بعض تاریخوں میں لکھا ہے کہ روزانہ حضرت اسماءؓ گھر سے کھانا تیار کرکے غار میں پہنچا آتی تھیں اس طرح تین راتیں بسر کیں۔[۱]

تعاقب اور کفار کی ناکامی

کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار ثور کے منہ تک پہنچ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کے پاؤں کی آہٹ کو سنا۔ آپ کے دل میں خیال پیدا ہوا اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر دیکھا۔ تو ہم پر نظر پڑ جائیگی۔ رسول کریمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کے چہرے سے خوف کے نشان دیکھ کر کہا۔ "لا تحزن ان اللہ معنا" گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس انتہائی بے بسی و بے کسی کے وقت جب دنیا میں نہ کوئی یار و مددگار ہے۔ نہ کوئی جائے مفر۔ غار میں چھپے ہوئے ہیں۔ دشمن غار کے منہ پر کھڑا ہے۔ اپنی حفاظت و سلامتی کے متعلق کس اعتماد سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے ہمیں کوئی انسانی ہاتھ پکڑ نہیں سکتا نہ مار سکتا ہے یہ انسان کے اندر کی آواز نہیں ہو سکتی۔ بلکہ خدائے عالم الغیب کی آواز تھی۔ جو جانتا تھا کہ دشمن سر پہ بھی پہنچ جائے تب بھی وہ اپنے ارادوں اور تدابیر میں ناکام رہے گا۔

سفر ہجرت

چوتھی شب کو دو اونٹنیاں آئیں جن کو حضرت ابوبکرؓ نے پہلے ہی سے اس کام کے لیئے تیار رکھا ہوا تھا۔ ایک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ سوار ہو گئے۔ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (یہ ایک کافر تھا۔ راہنمائی کے لیئے اجرت پر مقرر کیا گیا تھا) سوار ہوئے عام شاہراہ سے ہٹ کر اس غیر معروف راستہ پر پڑ گئے۔ جس سے ان کا رہبر دشت عبداللہ بن اریقط باخبر تھا۔ مکہ سے جنوبی سمت نشیب کی طرف سے ہوتے ہوئے وادی تہامہ کی جانب ہو کر بحر احمر کے ساحل کے قریب سفر اختیار کیا۔ ایک رات دن برابر چلتے رہے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت سخت تمازت ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ سواری سے نیچے اترے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں سایہ دار جگہ مل جائے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم استراحت فرمالیں۔ ایک چٹان کے نیچے

---

[۱] پوری تفصیل بخاری باب الہجرۃ اور ابن ہشام جلد اوّل صفحہ ۱ پر ہے۔

Marfat.com

سایہ نظر آیا۔ وہاں گئے۔ زمین صاف کی۔ پھر اپنی چادر بچھا دی۔ اور رسول کریم صلعم کو آرام فرمانے کے لیئے کہا۔ پھر تلاش میں نکلے کہ کہیں کھانے کے پینے کچھ مل جائے۔ ایک ریوڑ نظر آیا۔ چرواہے کے پاس گئے۔ اس سے کہا کہ ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کرکے دودھ دوھ دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پہلے اُس کے ہاتھ صاف کرالیئے۔ اس نے دودھ دوہا۔ برتن کے منہ پر کپڑا ڈال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے پی کر فرمایا کہ "کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟" آفتاب ڈھل چکا ہے۔ اس لیئے روانگی اختیار کرنی چاہیئے۔

سراقہ کا تعقب

قریش نے اشتہار دے دیا تھا۔ کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابوبکرؓ کو گرفتار کرلائے گا۔ اسکو سَو اونٹ بطور انعام دئے جائیں گے۔

مکہ میں کسی راہرو نے قریش کو خبر دی کہ ابھی ابھی میں نے فلاں راستہ پر اس قسم کے سوار دیکھے ہیں۔ ہو نہ ہو کہ وہ آپ کا ہی شکار ہوں۔ اس وقت سراقہ بن جعشم بھی بیٹھا ہوا تھا اس کے حریص دل میں گراں بہا سو اونٹوں کے انعام نے جوش مارا۔ اور اس کی نیت بدل گئی۔ دوسروں سے کہا کہ میں ابھی ابھی اس راستہ سے آیا ہوں۔ وہ فلاں قبیلہ کے رہگذر ہیں۔ کچھ عرصہ وہیں بیٹھا گفتگو میں مصروف رہا۔ پھر اٹھا۔ گھر آیا۔ اپنا بادرفتار گھوڑا لیا۔ اور اس راستہ پر ڈال دیا جس طرف کا نشان اس مسافر نے بتایا تھا۔

سیدالکونین اور حضرت ابوبکرؓ سفر کی تیاری کر رہے تھے۔ سراقہ نے آپؐ کو دیکھ لیا۔ گھوڑے کو تیز کیا اور قریب آگیا۔ لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی۔ وہ زمین پر گر پڑا۔ ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا کہ نہیں۔ جواب میں "نہیں" نکلا۔ لیکن سراقہ کے حریص دل میں سو اونٹوں کے گراں بہا انعام کا خیال گھوم رہا تھا۔ وہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور گھوڑے کو اس راہ پر مہمیز کیا۔ اور قریب پہنچا۔ اس دفعہ گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک دھنس گئے۔ گھوڑے سے اترا۔ دوبارہ فال نکالی۔ اب بھی وہی جواب نکلا۔ اور اس کی ہمت پست ہوگئی۔ اور یقین ہوگیا کہ یہاں آثار اور ہی ہیں۔ اگر ان پر ہاتھ ڈالا تو میری جان کی خیر نہیں۔ سہما ہوا باادب کھڑا ہوگیا۔ اور آواز دی۔

"صاحب! میں سراقہ بن جعشم ہوں۔ مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دیجیئے بخدا! میں آپ کو کسی فریب میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اور نہ آپ کو گزند پہنچانا مقصود ہے"[1]

---

[1] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل اردو ایڈیشن صفحہ ۲۶۶ تا ۲۶۸

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ۔قریب گیا۔ اور قریش کے اشتہار کی خبر دی اور درخواست کی کہ مجھ کو امان کا وثیقہ لکھ دیجئے ۔چنانچہ حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر وثیقہ امن تحریر کر دیا۔

جب سراقہ واپس جانے لگا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی حالت میں خدا سے علم حاصل کر کے بتایا۔ سراقہ۔ اس وقت تیری کیا حالت ہوگی۔ جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے شاہی کنگن پہنائے جائیں گے۔ سراقہ۔ جنگ احد کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مدائن فتح ہوا تو کسریٰ کا تاج اور زیورات فاروق اعظم کے سامنے رکھے گئے۔ تو کنگن دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ذہن میں آگئی۔ فوراً سراقہ کو بلایا اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے۔ اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا۔ اللہ اکبر۔ اللہ کی بڑی شان ہے۔ جس نے کسریٰ کے کنگن سراقہ اعرابی کے ہاتھوں میں پہنائے ہیں۔

اثنائے سفر میں بریدہ کا ملنا

اثنائے سفر میں بریدہ اسلمی جو قوم کا سردار تھا۔ سو اونٹ کے لالچ میں رسول کریمؐ کی تلاش میں نکلا۔ جب رسول کریمؐ کے سامنے ہوا۔ اور گفتگو کی۔ تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔

حسن اتفاق ہے کہ حضرت زبیر شام سے تجارت کا سامان لے کر آرہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے پیش کئے جو اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔[1]

آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ متواتر سات دن عرب کی جھلسا دینے والی دھوپ کی تمازت میں چلتے رہے۔ اسی طرح سات راتیں عرب کے لق و دق صحرا کو طے کرنے میں صرف ہوئیں۔

"ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنائی ہیں۔ اگرچہ عرب کے نقشوں میں آج ان کا نشان نہیں ملتا تاہم عقیدت مند صرف نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ خرار۔ ثنیۃ المرار۔ لقف۔ مدلجہ۔ مرجح۔ حدائد۔ اذاخر۔ رابغ ذی مقام آج بھی حجاج کے راستہ میں آتا ہے۔ یہاں پر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی تھی۔ ذا سلم۔ عثانیہ۔ قاحہ۔ عرج۔ جدوات۔ رکوبہ۔ عقیق۔ جثجاثہ"[2]

---

[1] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۲۷۳ [2] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۲۷۴

Marfat.com

مسلمانانِ مدینہ کا انتظار

مکہ سے روانگی کی خبر مدینہ پہنچ چکی تھی۔ تمام مسلمان رسول خداؐ اور ان کے رفیق سفر کے انتظار میں چشم براہ تھے۔ ایک ایک مسلمان آپ کی زیارت اور گفتگو کے شوق میں جدائی کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہا تھا جن مسلمانوں کو آپ کی زیارت ابھی تک نصیب نہیں ہوئی تھی۔ صرف تبلیغ کے ذریعہ ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ وہ تو بحر محبت کی گہرائیوں میں غرق ہوئے جاتے تھے۔ اضطرابی او بے چینی سے نیندیں حرام ہوئی جاتی تھیں۔ کمسن اور معصوم بچے فرط شوق میں کہتے پھرتے تھے "پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں"۔

لوگ ہر روز مدینہ کے باہر چلے جاتے تھے۔ تمام دن انتظار کر کے مایوس ہو کر واپس لوٹ آتے۔ ایک دن حسب معمول انتظار کر کے واپس لوٹے۔ تو ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرآئن سے پہچان کر پکارا۔ اہل عرب جس شخص کا تم انتظار کرتے تھے۔ وہ آگیا۔ یہ سنتے ہی تمام شہر تکبیروں سے گونج اٹھا۔ اور انصار والہانہ محبت میں گھروں سے باہر نکل آئے

قبا میں ورود اور مسجد کی تاسیس

مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے۔ اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں۔ وہاں چند انصاری خاندان آباد تھے۔ رسول کریم صلعم نے یہاں پہنچ کر کلثوم بن الہدم کو شرف میزبانی بخشا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبا میں چودہؓ دن قیام کیا۔ یہی قرین قیاس ہے۔ سب سے پہلا کام جو آپ نے سرانجام دیا۔ وہ عبادت الٰہی کے لیے مسجد کی تعمیر تھی۔ خود بھی صحابہ کرامؓ کے ساتھ کام کرتے۔ پتھر اٹھاتے۔ تو جسم زخمی ہو جاتا۔ تو عقیدت مند آتے اور کہتے فداک ابی و امی آپ چھوڑ دیں۔ ہم خود اٹھا لیں گے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ شاعر تھے۔ وہ بھی مسجد کی تعمیر میں ہاتھ سے کام کرنے والوں میں سے تھے۔ اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔

افلح من یعالج المساجدا ۔۔۔ ویقرأ القرآن قائماً وقاعدا
ولا یبیت اللیل عنہ راقدا

جو کوئی مسجد تعمیر کرتا ہے۔ اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔ اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

لہ تفسیر علامہ ابی السعود صفحہ ۱۵۶ جلد ۸ پر آنحضرتؐ کا تین روزہ قیام تحریر کیا ہے اور بخاری میں بضع عشر لیلۃ لکھا ہے۔

Marfat.com

وہ کامیاب ہے۔
آنحضرت بھی ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے۔[1]
یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ذکر ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۔ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۔ (توبہ ۱۳)

وہ مسجد ہے جس کی بنیاد پہلے دن سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاکیزگی کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ صاف اور پاک رہنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

حضرت علیؓ کی تشریف آوری۔

حضرت علیؓ کے پاس رسول کریم امانتیں چھوڑ آئے تھے۔ تاکہ وہ مالکوں کے سپرد کر آئیں حضرت علیؓ امانتیں مالکوں کو سپرد کر کے عازم مدینہ ہوئے۔ یہ سفر دو ہفتوں میں طے کیا۔ دن کو کہیں چھپ رہتے رات کو رختِ سفر باندھتے۔ اسی طرح حضرت علیؓ قباء میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آن ملے۔

مدینہ میں داخلہ اور انصار کی عقیدت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد تعمیر کرنے کے بعد مدینہ روانہ ہوئے۔ راستہ میں بنی سالم کا محلہ پڑتا تھا۔ وہاں جمعہ کی پہلی نماز ادا کی۔ زیارت اور استقبال کے لیے سارا مدینہ ٹوٹ پڑا۔ قباء سے مدینہ تک دو رویہ انصار کی صفیں تھیں۔ ہر قبیلہ عقیدت سے حاضر خدمت ہوتا۔ اور عرض کرتا حضورؐ یہ گھر ہے۔ یہ مال ہے یہ جان ہے۔ حضورؐ دعائے خیر دیتے اور آگے بڑھتے جاتے۔ شہر قریب آگیا۔ مکانوں کی چھتوں پر عورتیں اور معصوم لڑکیاں خوشی کے عالم میں دف بجا بجا کر یہ پڑھتیں

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ۔۔۔ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ۔۔۔ مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعِ

---

[1] اس مسجد کی تعمیر کی تفصیل وفا الوفاء میں ہے۔

Marfat.com

کوہ وداع کی گھاٹیوں سے چاند ابھر آیا ہے۔ ہم پر خدا کا شکر واجب ہے۔ جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

جب کوکبۂ نبوی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے پاس پہنچا۔ تو ہر ایک عقیدت مند نے میزبانی کی پیش کش کی۔ رسول کریمؐ اپنے پہلو میں ایک مادر مہربان سے زیادہ شفیق قلب رکھتے تھے۔ وہ کسی کی پیش کش کو ٹھکرا کر رنجیدہ خاطر بنانا نہیں چاہتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میری ناقہ کو چھوڑ دو۔ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے۔ جہاں بیٹھ جائے گی۔ وہی میری قیام گاہ ہوگی آخر یہ انمول اور گراں بہا نعمت حضرت ایوب انصاریؓ کے حصہ میں آئی۔[1]

آنحضرتؐ سات ماہ تک حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے ہاں ہی مقیم رہے۔ اسی وقت سے سنہ ہجری کا آغاز ہوتا ہے۔

ہجرت کا پہلا سال

تعمیر مسجد۔ مدینہ میں جا کر سب سے پہلا کام خانہ خدا کی تعمیر تھی۔ آپ کی قیام گاہ کے قریب بنو نجار کی افتادہ زمین تھی جس میں ایک طرف کچھ قبریں تھیں کچھ درخت اور جھاڑیاں تھیں۔ آپ نے ان لوگوں کو بلا کر کہا کہ مسجد کے لیئے یہ زمین قیمت کے ساتھ لینا چاہتا ہوں۔ وہ بولے ہم قیمت لیں گے۔ لیکن آپ سے نہیں۔ بلکہ خدا سے۔ چونکہ وہ زمین دو یتیموں کی تھی۔ آپ نے ان کو بلا بھیجا وہ آئے۔ انہوں نے بلا قیمت نذر کرنی چاہی۔ مگر آپ نے منظور نہ فرمایا۔ ان کو حضرت ابو ایوبؓ نے قیمت ادا کی۔ قبریں اکھاڑی گئیں۔ درخت کاٹے گئے۔ جھاڑیاں صاف کی گئیں اور زمین ہموار کر کے تعمیر مسجد کا مقدس کام شروع ہو گیا۔ سید الکونینؐ خود پتھر اٹھاتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ کے دوش بدوش کام کرتے تھے اور یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُ الْاٰخِرَۃِ فَانْصُرِ الْاَنْصَارَ وَالْمُھَاجِرَۃ

اے خدا آخرت کی بھلائی ہی اصل بھلائی ہے تو انصار اور مہاجرین کی مدد فرما۔

---

[1] صحیح مسلم باب الہجرۃ میں ہے کہ جب لوگوں نے آپ کی میزبانی کے متعلق جھگڑا کیا۔ تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا جو عبد المطلب کے ماموں ہیں" امام بخاری نے تاریخ الصغیر میں لکھا ہے کہ حضرت ایوب کے گھر اترنا قرابت داروں کی وجہ سے تھا۔

Marfat.com

یہ مسجد مکمل سادگی کا نمونہ تھی۔ کچی دیواریں۔ کھجور کے ستون۔ کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت فرش کچا۔ جب بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی۔ اندر کیچڑ ہو جاتا تھا۔ اس تکلیف کو دور کرنے کے لیئے کنکریاں بچھا دیں۔

اس کچی اور سادہ مسجد میں وہ بے بس اور گھر سے نکالے ہوئے آدمی خدا کے وعدوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے تمام دنیا کو اسلام کے جھنڈے کے نیچے لانے کی باتیں کرتے ہیں۔ آخر خدا کے وعدہ کا وقت آن پہنچا۔ وہی بے بس۔ وہی ضعیف و ناتوان گھر سے نکالے ہوئے قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنتے ہیں۔

قریب ہی نادار مسلمانوں کے لیئے ایک مسقف چبوترہ بنایا۔ جو صفہ کہلاتا تھا۔ یہ گویا مسجد کے ساتھ درسگاہ تھی۔ وہ لوگ اپنا سارا وقت دین کے سیکھنے پر ہی صرف کرتے تھے۔ اسی مسجد کے متصل دو حجرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کے لیئے بنائے گئے۔

جب اور ازواج آتی گئیں۔ تو مکانات میں اور توسیع ہوتی گئی۔ یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے۔ ان میں سے پانچ کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے۔ جو حجرے اینٹوں کے تھے ان کے اندرونی حجرے بھی ٹہنیوں کے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہؓ۔ حضرت ام حبیبہؓ۔ حضرت زینبؓ۔ حضرت جویریہؓ۔ حضرت میمونہؓ۔ حضرت زینبؓ بنت جحشؓ کے مکانات شامی جانب تھے۔ اور حضرت عائشہؓ حضرت سودہؓ مقابل جانب تھیں[۱]۔

یہ مکانات چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے دس دس ہاتھ لمبے تھے۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑے ہو کر چھت کو چھو سکتا تھا۔ دروازوں پر کمبل لٹکے رہتے تھے[۲]۔ راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے۔

آنحضرتؐ کے جوار میں جو انصار رہتے تھے۔ ان میں حضرت سعد بن معاذؓ۔ حضرت عمارہ بن حزمؓ۔ اور حضرت ابو ایوب انصاریؓ تھے۔ یہ لوگ آنحضرت کی خدمت میں کچھ اشیاء خورد و نوش بھیج دیا کرتے تھے۔ اسی پر آپ بسر اوقات فرماتے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ نے یہ التزام کر رکھا

---

[۱] حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ۔ اس وقت تک صرف یہ دونوں ہی عقد نکاح میں آئی ہوئی تھیں
[۲] پوری تفصیل طبقات ابن سعد جلد سیرت نبوی صفحہ ۱۶۱ اپر ہے۔ بحوالہ سیرۃ النبی ؐ صفحہ ۲۸۲-۲۸۱
[۳] طبقات ابن سعد جزء ۸ صفحہ ۱۱۷

Marfat.com

تھا کہ رات کے کھانے پر تقریباً ایک بڑا باویہ ارسال کرتے تھے۔ اس میں کبھی دودھ کبھی سالن۔ کبھی گھی ہوتا تھا۔[1]

حضرت ام انسؓ نے اپنی جائداد حضورؐ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے قبول فرما کر اپنی دایہ ام ایمن کو عطا فرما دی۔[1]

اذان کی ابتداء

اسلام کا اصلی مرکز وحدت اور اجتماع ہے۔ ابھی خاص علامت نہ ہونے کی وجہ سے نماز باجماعت پڑھنے کا انتظام نہ تھا۔ لوگ وقت کا اندازہ کر لیتے اور مسجد میں نماز پڑھ جاتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر کو ناپسند کیا۔ کہ لوگ انفرادی طور پر ہی نماز ادا کر کے چلے جائیں۔ آپؐ نے ارادہ فرمایا کہ آدمی مقرر کر دئے جائیں۔ وہ مسلمانوں کے گھروں پر جا کر بلا لایا کریں اس میں بھی تکلیف تھی۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بلا کر مشورہ کیا۔ کسی نے یہ رائے دی کہ نماز کے وقت مسجد میں علم نصب کر دیا جائے۔ مسلمان دیکھ کر مسجد میں آجایا کریں گے۔ آپ نے اس کو بھی ناپسند کیا۔ بعض نے نصاریٰ اور یہودیوں کے طریقہ اعلان کو پیش کیا۔ آپؐ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ آخر کار حضرت عمرؓ کی رائے سے اذان کا طریقہ جاری ہوا۔ اور حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ اذان دیں۔[2]

صحاح ستہ[3] کی بعض کتابوں میں یہ بھی ہے کہ اذان کی تجویز حضرت عبد اللہ بن زیدؓ نے پیش کی تھی۔ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا اور ایک روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو بھی خواب میں توارد ہوا تھا۔

بعض کتب[4] میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے دوسرے لوگوں کی رائے کے مقابل یہ تجویز پیش کی۔ اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوٰۃ۔ کہ ایک آدمی بھیجا جائے۔ وہ نماز کا اعلان کرے۔ رسول کریمؐ نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور الصلوٰۃ جامعۃ کے لفظ سے اعلان فرما دیا۔ اسکے بعد آنحضرتؐ نے خود بھی اور دیگر صحابہؓ نے بھی خواب میں اذان کے مروجہ الفاظ دیکھے رسول کریم

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۳۵۰ باب فضل المنیحۃ

[2] بخاری باب الاذان و ابوداؤد باب بدء الاذان

[3] مسلم، نسائی، ترمذی۔

[4] فتح الباری۔ زرقانی۔ نووی۔ روض الانف۔

Marfat.com

نے من جانب اللہ سمجھ کر قبول فرمائے۔ اور اسی کے مطابق مروجہ اذان جاری ہوئی۔

حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہؓ کی وفات

ہجرت کے پہلے سال میں حضرت ابو امامہ کی وفات بھی قابل ذکر ہے۔ ابو امامہ پہلے سے بیمار تھے۔ ایکایک ان پر بیماری کا حملہ ہوا۔ اور انتقال فرما گئے۔ رسول کریم صلعم کو ان کی وفات کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ مشرکوں کو یہ کہنے کا موقعہ ملے گا۔ کہ یہ کیسا رسولؐ ہے کہ اس کے رفیق اور دوست فوت ہوتے جا رہے ہیں۔ ابو امامہ کی وفات کے بعد بنو نجار رسول کریمؐ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ اور کہا کہ ابو امامہ ہمارا سردار تھا۔ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اب ہم میں سے کسی کو سردار بنا دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بنو نجار میرے ماموں ہیں۔ اس وجہ سے میں بھی ان میں شامل ہوں اب میں آپ کا نقیب اور سردار ہوں۔ بنو نجار یہ سن کر خوشی کے ترانے گانے لگے۔ یہ اندیشہ بھی دور ہو گیا کہ اگر کسی آدمی کو نقیب مقرر کر دیتے۔ کسی اور شخص کو بھی سرداری کی توقع ہوتی۔ اور تقابت چل پڑتی۔ قبیلہ کے اتفاق اور اتحاد کا رشتہ ٹوٹ جاتا۔ اس طرح قبیلہ کے اتحاد میں پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہو گیا۔

حضرت کلثوم بن ہدمؓ کی وفات

کلثوم بن ہدمؓ وہ شخص ہیں۔ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں تشریف لائے تو انہی کے مکان میں قیام فرمایا۔ اور اکثر بڑے بڑے صحابہ بھی ان کے پاس اترے۔

دو رئیسانِ کفر کا فوت ہونا۔

یہ عجیب اتفاق ہے۔ اسی زمانہ میں ولید بن المغیرہ اور عاص بن وائل سہمی نے وفات پائی۔

مواخات اور انصار کا بے نظیر ایثار

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچتے ہی جس چیز کی طرف سب سے زیادہ توجہ دی۔ وہ شہر کو پر امن اور باشندوں کے باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانا تھا۔ مہاجرین اپنے گھر وطن اعزواقارب مال و دولت چھوڑ کر مدینہ آئے تھے۔ گو انہوں نے صرف اور صرف رضائے الٰہی کے لیے یہ کام کیا تھا۔ لیکن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اس پریشانی اور زبوں حالی میں دیکھ نہیں سکتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کیا۔ اور حضرت انس بن مالکؓ جو اس وقت دس سالہ تھے۔ ان کے مکان میں انصار اور مہاجرین کو جمع کیا۔ مہاجرین کی تعداد پینتالیس ۴۵ تھی۔ آنحضرت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "یہ تمہارے بھائی ہیں"۔ اس طرح مسلمانوں کے اندر مواخاۃ اور بھائی چارہ قائم کر کے مہاجرین اور انصار کے تعلقات کو خوشگوار اور استوار بنا دیا۔ ایک ایک مہاجر اور ایک ایک انصار کے درمیان مواخات ہوئی تھی۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے رسول مقبول صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کے دینی بھائی خارجہ بن زید انصاریؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بھائی حضرت عتبان بن مالک انصاریؓ۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کے بھائی سعد بن معاذ انصاریؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بھائی سعد بن الربیع انصاریؓ۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کے بھائی سلامہ بن سلامہؓ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے بھائی اوس بن ثابت انصاریؓ۔ حضرت حمزہؓ کے بھائی ان کے غلام زیدؓ۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کے بھائی حضرت حذیفہ بن یمانؓ۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے بھائی حضرت منذر بن عمروؓ حضرت بلالؓ کے بھائی حضرت ابورویحہؓ حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہؓ کے بھائی حضرت عباد بن بشرؓ۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیلؓ کے بھائی ابی بن کعبؓ بنائے گئے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

مہاجرین کے لیئے مکانات کا یہ بندوبست کیا گیا کہ انصار نے اپنے گھروں کے آس پاس کی جو افتادہ زمینیں تھیں۔ ان کو دے دیں۔ جن کے پاس زمین نہ تھی۔ انہوں نے اپنے مسکونہ مکانات دے دئیے۔ سب سے پہلے حارثہ بن نعمان نے اپنی زمین پیش کی۔ اس کے علاوہ انصار نے مہاجرین کے سامنے اپنے گھر کا تمام سامان پیش کر دیا: اور کہا نصف آپ کا اور نصف ہمارا ہے۔ سعد بن الربیع کا بھائی چارہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے ہوا تھا۔ سعد بن الربیع کی دو بیویاں تھیں۔ سعد نے کہا۔ ایک کو میں طلاق دیتا ہوں۔ آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ لیکن انہوں نے احسان مندی سے انکار کر دیا۔ انصار کا مال و دولت ان کے نخلستان تھے۔ انہوں نے رسول کریمؐ کی خدمت میں درخواست کی کہ یہ باغات ہمارے بھائیوں کے درمیان برابر برابر تقسیم فرما دیں۔ مہاجرین تجارت پیشہ تھے۔ اس وجہ سے وہ زراعت کے فن سے بالکل ناواقف تھے۔ اس بناء پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ہی انکار کر دیا۔ انصار نے کہا۔ کہ ہم سب کاروبار خود ہی کریں گے۔ جو کچھ پیداوار ہوگی۔ اس میں سے نصف حصہ مہاجرین کا ہوگا۔ مہاجرین نے قبول فرما لیا۔ ان کا یہ قبول کرنا محض مجبوری کے تحت تھا۔ دل میں یہ رشک ہوتا تھا کہ کاش ہم بھی اس کا معاوضہ دے سکیں۔

یہ رشتہ مواخات حقیقی رشتہ بن گیا۔ جو انصاری مرتا۔ تو اس کی جائیداد اور مال میں سے

Marfat.com

مہاجر کو حصّہ ملتا تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

انَّ الذین اٰمنوا وہاجروا وجاہدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا اولٰئک بعضہم اولیاء بعض (الانفال)

جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی۔ اپنے مال اور جانوں کا ساتھ خدا کے رستہ میں جہاد کیا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی۔ اور مدد کی۔ یہ لوگ باہم بھائی بھائی ہیں۔

جنگ بدر کے بعد مہاجرین کو اس اعانت کی ضرورت نہ رہی۔ تو وحی الٰہی رسول کریمؐ پر نازل ہوئی

واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض (الانفال)

ارباب قرابت ایک دوسرے کے زیادہ قریب ہیں۔

اس وقت وراثت کا یہ سلسلہ جاتا رہا۔

سنہ ھ میں جب بنو نضیر کو جلا وطن کیا گیا۔ تو ان کی زمین اور نخلستان مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ تو آنحضرتؐ نے انصار کو بلا کر کہا کہ تمہارے بھائی مہاجرین نادار ہیں۔ اگر تمہاری مرضی ہو۔ تو یہ مقبوضات مہاجرین کو دے دئے جائیں۔ تم اپنے نخلستان واپس لے لو۔ انصار نے حضور کی خدمت میں باادب عرض کیا۔ ہمارے نخلستان بھی مہاجرین کے قبضہ میں رہنے دیجئے۔ اور نئے بھی ان کو ہی مرحمت فرما دیں۔

جب خیبر فتح ہوا۔ اس وقت مہاجرین نے انصار کو ان کے نخلستان واپس کیے[1]

مہاجرین کا کاروبار کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ان کے دینی بھائی سعد بن الربیعؓ نے اپنا نصف مال پیش کیا۔ تو حضرت عبدالرحمٰن نے جواب دیا۔ یہ دولت آپ کو مبارک ہو۔ مجھے صرف بازار کا رستہ بتا دیجئے۔ سعد بن الربیع نے بنی قینقاع کا جو مشہور بازار تھا اس کا راستہ بتا دیا۔ انھوں نے کچھ گھی اور پنیر خریدا۔ شام تک بیچ دیا۔ کچھ نفع کمایا۔ چند روز میں اتنا سرمایہ ہو گیا کہ شادی کر لی۔

---

[1] صحیح مسلم باب الجہاد۔ ۱۲

Marfat.com

ان کی تجارت کو یہاں تک فروغ ہوا کہ سات سات سو اونٹوں پر ان کا اسباب تجارت لاد کر آتا تھا۔ جس دن مدینہ پہنچتا۔ تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ کا کارخانہ مقام سنح پر تھا۔ وہاں کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عثمان بن عفانؓ بنو قینقاع کے بازار میں کھجور کی تجارت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی کاروبار میں مشغول ہو گئے تھے۔ مہاجرین نے اس طرح چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کر دی تھیں۔

مواخات میں فراست نظر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان رشتہ مواخات قائم کرتے وقت اتحاد مذاق کا لحاظ رکھا تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے۔ تو ایک گروہ منافقوں کا پیدا ہو گیا تھا۔ وہ انصار اور مہاجرین کے درمیان مناقشت مخالفت اور منافرت پیدا کرنے کی چالیں چلتے رہتے تھے۔ اس مقدس رشتہ مواخات نے ان کی چالوں کو ختم کر دیا۔

مدینہ کے مختلف گروہ اور ان سے معاہدہ

مکہ میں صرف قریش کا زور تھا۔ ان سب کا مذہب بھی زیادہ تر بت پرستی تھا۔ مدینہ میں مختلف اقوام اور مذاہب تھے۔ وہاں بت پرست بھی تھے۔ یہودی بھی اور نصرانی بھی۔ یہودیوں کے تین قبائل تھے۔ بنو نضیر۔ بنو قینقاع۔ بنو قریظہ

یہود اپنی کتب کی پیشگوئیوں کی بناء پر ایک موعود نبی کے منتظر تھے۔ اور عیسائی بھی ایک نبی کے منتظر تھے۔ جو یہود سے ان کے مظالم کا بدلہ لینے والا۔ عیسائیوں کو جلال بخشنے والا اور مسیح کی صداقت کو ظاہر کرنے والا ہوگا۔

اب جو اسماعیلی نبی کا مدینہ میں تشریف لانا سن کر بہت خوش ہوئے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ یہ نبی تو مسیح کو راست باز صادق اور پاک باز ٹھہراتا ہے۔ اس کی تعلیم کو سچا اور اس پر ایمان لانا جزو ایمان ٹھہراتا ہے۔ تو یہودی نبی کریمؐ کے مخالف ہو گئے۔

جب عیسائیوں نے اپنے خود ساختہ مسائل۔ تثلیث۔ ابنیت۔ کفارہ۔ رہبانیت کا رد اسلام کی تعلیم میں پایا۔ تو وہ بھی آپؐ کے دشمن بن گئے۔

ان حالات میں مدینہ کی فضا پر امن نہیں رہ سکتی تھی۔ اس لئے ایک ایسے معاہدہ کی ضرورت پیش آئی کہ نسل اور مذہب کے اختلاف میں قومیت کی وحدت قائم رہے۔ سو آپؐ نے تمام باشندگان

Marfat.com

مدینہ کے درمیان ایک عہدنامہ مرتب کیا۔ سب نے بخوشی اس پر دستخط کیے۔

متن قرار داد و معاہدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ معاہدہ ہے۔ جو محمد نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگرانی میں مندرجہ ذیل طبقات وقبائل میں ہوا۔

مہاجر مسلمان قریش مکہ اور انصار (مسلمان یثرب) ان دونوں کے ساتھ جو جو غیر مسلم طبقات و گروہ ملحق ہیں کے درمیان جس کے شرائط یہ ہیں۔

(۱) مہاجرین و قریش ایک ہی جماعت ہیں۔

(۲) مہاجرین جو قریش مکہ میں سے ہیں فوجداری جرائم پر اپنے آدمیوں کی طرف سے دوسروں کو اور خود آپس میں بھی، مقررہ دیت یا خون بہا ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

(۳) اگر ان کے کسی آدمی پر کسی نے ایسا ظلم کیا۔ جو فوجداری میں آسکتا ہے۔ تو وہ اس کی دیت یا خون بہا وصول کرنے کے مستحق بھی ہوں گے اور فدیہ یا دیت کی صورت میں قریش اور ان کے مقابل ہر دو کو ادا کردہ رقم یا مال کے عوض میں اپنے آدمی کو قید سے رہا کرانے کا حق ہوگا۔

(۴) مدینہ کے رہنے والوں میں بنو عوف کے حقوق کا وہی لحاظ ہوگا۔ جو ان میں پہلے سے رائج ہے جس کے مطابق انہیں دیت اور خون بہا لینے اور ادا کرنے کی پابندی کرنا ہوگی۔ اس معاملہ میں کسی فریق کو کسی پر ترجیح یا تفوق نہ ہوگا۔[۱]

(۵) ادائے دیت اور خون بہا دینے کی صورت میں مسلمان اپنا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے کوئی اور راستہ نکالنے کی کوشش نہ کریں۔

(۶) کوئی مومن مرد دوسرے مومن کے غلام پر قبضہ نہ کرے گا۔

(۷) مسلمانوں کا فرض ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی شخص پر زیادتی کرے تو سب مل کر ایسے شخص کو سزا دیں گے۔ اگرچہ سزا دینے والوں میں سے مجرم کسی کا فرزند ہی کیوں نہ ہو۔

---

[۱] اس کے بعد آنحضرت صلعم نے انصار مدینہ کے ہر قبیلہ کا نام فرداً فرداً لکھوایا مثلاً بنو حارث۔ بنو ساعدہ بنو جشم۔ بنو نجار۔ بنو عمرو بن عوف۔ بنو النبیت۔

Marfat.com

(۸) مسلمان ایک دوسرے کو کسی کافر کی طرف داری میں قتل نہ کریں گے۔ نہ مسلمان کے خلاف کسی کافر کی نصرت کریں گے۔

خدا تعالیٰ کا ذمہ سب کے لیئے مساوی ہے۔

مسلمانوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے سے ہاتھ نہ روکنا چاہیئے۔ اور تمام مومن ایک دوسرے کے دوست دار ہیں۔

یہود کے لیئے

(۹) یہودیوں میں سے جو شخص ہمارے معاہدہ کی پابندی کا وعدہ کرے۔ ہماری نصرت اور یاوری اس کے لیئے بھی ہے اس کے دشمن کے مقابلہ میں ہم اس کے دوش بدوش مقابلہ میں شریک رہیں گے۔

(۱۰) مسلمانوں میں سب کا درجہ مساوی ہے اگر جہاد میں ایک مسلمان دشمنوں سے صلح کرے تو یہ صلح تمام مسلمانوں کو منظور ہوگی۔ لیکن کوئی مسلمان عدل و انصاف چھوڑ کر کفار کے ساتھ صلح نہیں کر سکتا

(۱۱) غیر مسلمین کا جو لشکر ہمارے ساتھ شریک جہاد ہوگا۔ وہ نوبت بر نوبت موجود پر آئے گا۔

(۱۲) کافروں سے بدلہ لینے کے لیئے مسلمان ایک دوسرے کی اعانت کریں گے۔

(۱۳) مشرکین مدینہ میں جو لوگ معاہدہ میں شریک ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص قریش مکہ میں سے کسی کے مال اور جان کو نہ تو پناہ دے گا۔ اور نہ مسلمان کے مقابلہ میں مکہ کے کسی قریشی کی حمایت کرے گا۔

(۱۴) اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو اس کے خلاف گواہی حاصل ہونے کے بغیر قتل کر دے گا۔ تو اس شخص سے قصاص لیا جائے گا۔ ماسوا اس صورت کے کہ مقتول کے وارث قاتل کو معاف کر دیں۔ یا دیت لینے پر رضامند ہو جائیں۔

(۱۵) تمام مسلمان اس معاہدہ پر متفق ہیں۔ اور وہ اس میں سے کسی دفعہ کا انکار نہیں کر سکتے جس مسلمان نے اس معاہدہ کا اقرار کر لیا وہ خدا اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے۔

(۱۶) کسی مسلمان کے لیئے جائز نہیں کہ وہ کسی مجرم کو پناہ دے۔ ایسے شخص پر قیامت کے روز خدا اور اس کے رسول کی لعنت اور غضب ہوگا۔ اور اس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی۔ اور نہ قیامت کے روز اس شخص سے ایسے گناہ کے عوض کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا۔

Marfat.com

(۱۷) مسلمان اپنے باہمی اختلاف میں خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کے پابند ہیں۔

(۱۸) اگر مسلمان جہاد میں اپنا مال خرچ کریں تو یہود کو بھی ان کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنا ہوگا۔

(۱۹) قبیلہ بنی عوف کے یہود بھی اس معاہدہ میں شامل ہیں۔ اگرچہ مسلمان اور یہودی ہر ایک اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کا مستحق ہوگا۔ لیکن مشترکہ مقاصد میں دونوں ایک جماعت کے حکم میں داخل ہوں گے۔

(۲۰) مسلمان اور یہود دونوں کے غلام اپنے اپنے آقاؤں کے مطابق معاہدہ میں داخل شمار کیئے جائیں گے۔

شرکائے معاہدہ میں جو شخص ان دفعات کی خلاف ورزی کرے۔ وہ اپنی ذات اور اپنے گھر بار کے نقصان کا خود ذمہ دار ہوگا۔

(۲۱) دفعہ ۱۹ کے مطابق مندرجہ ذیل یہودی قبائل بھی اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے یعنی بنو نجار۔ بنو حارث۔ بنو ساعدہ۔ بنو جشم۔ بنو اوس۔ بنو ثعلبہ۔ بنو جفنہ۔ بنو شطیبہ اور وہ لوگ بھی جو ان میں سے کسی قبیلہ کے ساتھ منضم ہیں۔ اس معاہدہ میں شامل سمجھے جائیں گے۔

(۲۲) بنو ثعلبہ کے غلام بھی اس معاہدہ میں شریک متصور ہوں گے۔

(۲۳) اس معاہدہ میں سے کوئی شخص (جناب) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر مستثنیٰ قرار نہ دیا جائے گا۔

(۲۴) ہر قاتل سزا کا مستحق ہوگا۔

(۲۵) جو شخص کسی کو فریب سے قتل کرے گا، اس کا ذمہ دار اس کا اصل قاتل ہوگا۔ اور اگر وہ مفرور ہوگا۔ تو قاتل کے ورثاء سے انتقام لیا جائے گا۔

(۲۶) لیکن جب کسی مظلوم کے ہاتھ سے قتل ہو جائے۔ تو یہ قتل پہلی صورت (نمبر ۲۵) سے مختلف ہوگا۔

(۲۷) کسی شخص کو اپنے حلیف کے جرم کی وجہ سے ماخوذ نہ کیا جائے۔ لیکن مظلوم کی داد رسی ہر صورت میں کی جائیگی۔

(۲۸) مسلمانوں کی لشکر کشی کی حالت میں یہود کو بھی ان کی مالی اعانت کرنا ہوگی۔ کیونکہ حلیف

Marfat.com

کے لیے دفع ضرر اپنے نفس کی حفاظت کے مطابق کرنا چاہیے۔ جب تک کہ اس کی جانب سے ضرر نہ پہنچے۔ یا اس کے نو مہر کوئی جرم عائد نہ ہو۔

(۲۹) حلیف کے مقدمات خود انہی کی طرف سے قابلِ سماعت متصور کیے جائیں گے۔

(۳۰) اس معاہدہ کے مطابق طبقات و افراد میں سے جس شخص سے خلاف ورزی ہو یا اس سے کوئی خطرہ لاحق ہو۔ تو اسے خدا اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ اور نفس معاہدہ کی حقیقی پابندی اللہ کے سوا کسی پر منکشف نہیں ہو سکتی۔

(۳۱) اس معاہدہ کے مطابق نہ تو قریش کو پناہ دی جا سکتی ہے، نہ ان کے کسی مددگار کو۔

(۳۲) اگر مدینہ پر کوئی قوم حملہ کرے۔ تو دشمن کی مدافعت میں سب کو مل کر حصہ لینا ہوگا۔

(۳۳) اگر مدینہ پر حملہ ہو اور لشکر مسلمانوں سے صلح کرنا چاہے۔ تو معاہدہ کے شرکاء کو متفق ہو کر دشمن سے صلح کرنا ہوگی۔

(۳۴) اسی طرح اگر مسلمانوں کے سوا دوسرے شرکائے معاہدہ پر حملہ ہو۔ اور وہ لوگ جن کی وجہ سے حملہ ہوا ہے۔ دشمن سے صلح کرنا چاہیں۔ تو مسلمان ان کے ساتھ اس معاہدہ کے پابند ہوں گے۔ باستثناء اس معاملہ کے جس میں شرکائے معاہدہ میں سے کسی کے دین پر زد پڑتی ہو۔

(۳۵) شرکائے معاہدہ میں ہر شخص کو اسی قدر استحقاق ہوگا۔ جس قدر اس کی قوم یا اس کے گروہ کے ساتھ طے کیا گیا ہے۔

(۳۶) قبیلہ اوس کے یہود اور ان کے غلاموں کو دوسرے معاہدین پر کوئی ترجیح نہ ہوگی ان سب میں جو شخص پرہیزگاری کے ساتھ معاہدہ پر عمل پیرا ہوگا۔ عنداللہ وہ بہتر ہوگا کہ نیکی اور بدی دونوں میں فرق واضح ہے۔ اور یہ قرارداد معاہدہ کسی ظالم اور مجرم کی حمایت نہ کرے گی۔

(۳۷) شرکائے معاہدہ میں سے اگر کوئی شخص مدینہ میں اپنی سکونت رکھے۔ یا اس کے باہر چلا جائے ارتکاب جرم کے بغیر اس پر مؤاخذہ نہ ہوگا۔

خاتمہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن و سلامتی ہے۔ اس شخص کے لیے جو نیکی کا طلبگار اور خدا سے ڈرنے والا ہو۔[1]

---

[1] حیات محمد اردو ایڈیشن صفحہ ۲۸۶ تا ۲۸۹

Marfat.com

گردونواح کے قبائل پر معاہدہ کی توسیع

اس معاہدہ کی تکمیل کے بعد رسول مقبولؐ نے چاہا کہ مدینہ کے گردونواح کے قبائل بھی اس معاہدہ میں شامل ہوجائیں۔ اس کے کئی فائدے حاصل ہونگے۔

(۱) قبائل کے اندر ہمیشہ خانہ جنگی رہنے کی وجہ سے خلق خدا کے خون سے زمین رنگین ہوجاتی تھی۔ اس کا بھی استیصال ہوجائے گا۔

(۲) لوگوں کو دین اسلام سمجھنے کا موقع مل جائے گا۔

(۳) قریش مکہ ان لوگوں کو جن سے معاہدہ ہوجائے گا، مسلمانوں کے خلاف اکسا نہ سکیں گے۔

سو اس مقدس مشن کو سرانجام دینے کے لیئے مقام ودان تک (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے) سفر اختیار کیا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک فرماکر ان کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے دستخط کروالئے۔[۱]

اسی سنہ میں بماہ جمادی الاخریٰ رحمۃ للعالمینؐ ذی العشیرہ تشریف لے گئے۔ یہ مقام ینبوع اور مدینے کے درمیان ہے۔ بنو مدلج سے بھی اس معاہدہ پر دستخط کرالئے۔[۲]

ربیع الاول سنہ ۲ ہجرت میں سید الکونینؐ رضوی کی طرف گئے۔ اور کوہ بواط کے لوگوں کو شریک معاہدہ کر لیا۔

عبداللہ بن زبیر کی ولادت

اسی زمانہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ ان کے والد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ تھیں۔ اب تک مہاجرین کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوئی تھی۔ اس لیئے مشہور ہو گیا تھا کہ یہودیوں نے سحر کر دیا ہے۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیر پیدا ہوئے۔ تو مہاجرین نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا۔

ا۔۔۔تک نماز کی صرف دو رکعتیں تھیں۔ سنہ ۔۔۔ میں نماز فجر اور مغرب کے علاوہ باقی نمازوں

---

[۱] زاد المعاد ص ۳۴۳ جلد اول [۲] ایضاً

Marfat.com

یں چار چار رکعات ہو گئیں لیکن سفر کے لیئے اب بھی وہی دو رکعتیں رہیں

حضرت عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسیؓ کا اسلام قبول کرنا

اسی سال یہود کے ایک زبردست عالم حضرت عبداللہ بن سلامؓ مسلمان ہوئے۔ اسی سال حضرت سلمان فارسیؓ جو پہلے مجوسی تھے پھر نصرانیت کے حلقہ دامن میں آ گئے۔ یہود اور عیسائیوں کی مقدس کتب پڑھ کر نبی آخرالزمان کی آمد کے منتظر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔

ام المومنین سیدہ عائشہؓ کی رخصتی

اسی سال رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی۔ جن کے ساتھ پہلے ہی عقد ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت عائشہ کی عمر تقریباً دس یا گیارہ سال تھی۔ آنحضرت صلعم کے گھر منتقل ہو جانے کے باوجود بھی کھیل ابھی آنکھوں میں سمایا رہتا تھا۔ رسول کریمؐ نے ازراہ شفقت کبھی بھی کھیل سے نہ روکا۔ اور نہ خود کبیدہ خاطر ہوئے۔

ام المومنین جناب سودہؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لا چکی تھیں۔ حضرت عائشہؓ کو انہی کے حجرہ میں اتارا گیا۔

Marfat.com

۲ھ

تحویلِ قبلہ و آغازِ غزوات

تحویل قبلہ شعبان ۲ھ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہما السلام سے جو شاخ چلی وہ بنی اسرائیل کہلائی اسی میں انبیاء پیدا ہوتے رہے ہیں۔ جنہوں نے خدا کے نور ہدایت سے ظلمت کے بادلوں کو پاش پاش کیا۔ مردہ دلوں کو زندگی کا پانی پلایا۔ اس شاخ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں بیت المقدس کو اپنا روحانی مرکز بنایا۔ اس لیئے جب تک یہ شاخ امامت کے عہدہ پر فائز رہی۔ بیت المقدس ہی موحدین کا قبلہ رہا۔

جب یہ شاخ اپنے آباؤ و اجداد کے رستہ سے ہٹ گئی۔ خدا کی نعمار کی ناقدری کر چکے۔ منصب امامت کا حق ادا کرنا ترک کر دیا۔ تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاؤں کے نتیجہ میں اسماعیلی شاخ سے ایک رسول مبعوث کیا۔ اور ایک عالمگیر شریعت عطا کی۔ اور کہا اب جو اس رسول کی پیروی کرے گا۔ وہ امامت کا مستحق ہوگا۔

تبدیلی امامت کا اعلان ہونے کے بعد قدرتی طور پر تحویل قبلہ کا اعلان ہونا بھی ضروری تھا۔

جب تک امامت کا منصب بنی اسرائیل کی شاخ میں رہا تو بیت المقدس دعوت الی اللہ کا مرکز رہا۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے بھی بیت المقدس کو قبلہ بنائے رکھا۔ حتیٰ کہ جب رسول کریمؐ نے مدینہ میں ہجرت کر لی تو پھر بھی ۱۶ ماہ تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔

جب بنی اسرائیل منصب امامت سے باضابطہ معزول کر دیئے گئے۔ تو بیت المقدس کی مرکزیت ختم کر دی گئی۔ اور اعلان کیا گیا کہ دین الٰہی کا مرکز وہ مقام ہوگا جہاں سے اس رسول کی دعوت کا اعلان ہوا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں آتا ہے۔

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ۔ (بقرہ - ۱۸)

تم اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔ اور جہاں کہیں رہو۔ اسی کی طرف منہ پھیرو۔

جب قبلہ کا رُخ کعبہ کی طرف پھیر دیا گیا۔ تو یہود نے اپنی دنائت کی بنا پر یہ کہنا شروع کر دیا۔ ماولٰهم عن قبلتهم التی کانوا علیها۔ مسلمانوں کو کس چیز نے ان کے پہلے قبلہ سے منحرف کر دیا ہے۔

اس موقعہ پر یہود نے ایک نیا فتنہ کھڑا کرنے کی تدبیر سوچی۔ رسول کریمؐ کے پاس گئے اور کہنے لگے۔ اگر آپ دوبارہ ہمارے قبلہ کی طرف نماز ادا کرتے وقت رخ اختیار کر لیں۔ تو ہم آپ کی اتباع کر لیں گے۔ اور ایمان لے آئیں گے۔ یہ ان کے منہ کی جھوٹی بات تھی۔ خدا ان کے دلوں کے رازوں سے بخوبی واقف تھا۔

ادھر مشرکین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ محمدؐ نے پہلے اپنے قبلہ کو چھوڑا تھا۔ اب دوبارہ اس کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اب عنقریب اپنے آبائی مذہب کی آغوش میں آجائیں گے۔

ادھر تیسرے گروہ منافقین نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تردد اور تذبذب کی نسبت کرنی شروع کر دی۔

اس وجہ سے قبلہ کی اصلیت اور ضرورت اور تحویل قبلہ کے مصالح کے متعلق چند آیات نازل ہوئیں۔

سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِي كَانُوا عَلَيْهَا قُلْ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللّٰهُ۔ (بقرہ ۱۷)

بے وقوف کہیں گے کہ مسلمانوں کا جو قبلہ تھا۔ اس سے ان کو کس نے منحرف کر دیا ہے خدا کے رسول کہہ دو مشرق مغرب سب خدا ہی کا ہے۔ نیز جو پہلے قبلہ تھا اس کو جو ہم نے پھر قبلہ کر دیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبر کا تابع اور پیرو کار کون ہے۔

Marfat.com

اور کون اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاتا ہے۔ خدا سے ہدایت یافتہ لوگوں کے سوا یہ قبلہ (دوسروں) کے لیئے نہایت گراں اور ناگوار ہے۔

لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ (بقرہ ۲۲)

مشرق اور مغرب کی طرف منہ کرنا کوئی ثواب کا کام نہیں ہے۔ ثواب تو یہ ہے کہ آدمی خدا پر۔ قیامت پر۔ ملائکہ پر۔ خدا کی کتابوں پر۔ رسولوں پر ایمان لائے۔ خدا کی محبت میں عزیز رشتہ داروں کو یتیموں کو مساکین کو مسافروں کو۔ سائلوں کو۔ غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنی دولت صرف کرے

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے بتایا ہے کہ قبلہ خود کوئی مقصود بالذات چیز نہیں ہے خدا کی عبادت کے لیئے ہر سمت برابر اور یکساں ہے۔

مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتے تھے اس ربانی الہامی تدبر سے قریش مکہ جو بت پرست تھے۔ اور اہل کتاب سے نفرت کرتے تھے مسلمانوں کی جماعت سے الگ رہے۔ کیونکہ قریش پسند ہی نہیں کرتے تھے کہ وہ اہل کتاب کے قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کریں۔ اس وجہ سے کوئی منافق بھی ظاہری طور پر مسلمانوں کی جماعت میں شامل ہونے کو گوارہ نہ کرتا۔ جب آپ مدینہ گئے۔ تو وہاں بکثرت یہود تھے۔ آپ کے تابعین میں خوب مل جل گئے۔ تو آپ کے خلاف خفیہ خفیہ ریشہ دوانیاں کرنے لگے تب خدا تعالیٰ نے وحی کی کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرو۔ اس سے خالص مومن اور منافق یہودیوں میں تمیز ہو گئی۔ کیونکہ یہود کبھی بھی یہ گوارہ نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا قبلہ بیت اللہ ہو۔ اس تدبیر سے یہ عظیم الشان فائدہ ہوا کہ رسول کریم صلعم کو اپنے مشن کی ترقی کے لیئے ایک خالص تابعین کے گروہ کا اندازہ ہو گیا۔ دوبارہ خدا تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ محض کسی قبلہ کی طرف منہ کر کے عبادت کرنا اصلی نیکی نہیں بلکہ نیکی ایمان اور اعمال صالحہ میں ہے۔

بیت اللہ کو قبلہ بنانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب مسلمان بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کریں گے۔ تو ان کو موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام

Marfat.com

کی اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے جو جو قربانیاں اور جانفشانیاں کی گئیں مدنظر رہیں گی۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیئے انہی بزرگوں کے نقش قدم پر چلیں گے

ایک وجہ یہ ہے کہ اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ بیت اللہ دنیا میں پہلا گھر تھا۔ جو خدا کی عبادت کے لیئے تعمیر کیا گیا۔ اس وجہ سے یہ ضروری تھا کہ اس گھر کو بطور قبلہ مقرر کیا جاتا۔ جہاں سے سب سے پہلے توحید کا چشمہ پھوٹا تھا۔

ایک وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ کو قبلہ بنانے میں بنی اسرائیل کے عہد کی شکست اور بنو اسماعیل کے عہد کے آغاز کا اعلان ہے۔

Marfat.com

غزوات و سرایا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات پر قلم اٹھانے سے قبل بعض ان غلط فہمیوں کا ازالہ کرنا ضروری ہے جن میں محققین یورپ مبتلا ہیں

مستشرقین نے جہاد کو جنگ کا مترادف سمجھا ہے۔ انھوں نے قرآن مجید کو کھول کر نہیں دیکھا کہ جہاد کا لفظ کس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ اور اپنے اندر کتنی وسعت رکھتا ہے۔ چنانچہ اسے جے ونسنک نے حدیث کی کلید تیار کی۔ اور قارئین پر جہاد کا یہ مفہوم ظاہر کیا ہے کہ گویا جہاد اور جنگ مترادف الفاظ ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں مضمون جہاد کی ابتداء ہی ان الفاظ سے کی ہے۔

"اسلام کی اشاعت بزور شمشیر عام طور پر مسلمانوں کا ایک مذہبی فریضہ ہے۔ بالفاظ دیگر جہاد صرف جنگ ہی نہیں۔ بلکہ اسلام پھیلانے کی غرض سے تلوار اٹھانے کا نام ہے۔"

کلیمن نے بھی ڈکشنری آف اسلام میں اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

"جہاد۔ یعنی منکرین اسلام کے خلاف اس مقصد کے لئے جنگ کرنا کہ یا تو انہیں اسلام کے اندر جذب کر لیا جائے۔ یا اگر وہ قبول اسلام سے انکار کریں۔ تو انہیں مطیع و منقاد بنا لیا جائے۔ اور ان کی بیخ کنی کر دی جائے۔ اور بہ اسلام کی اشاعت اور اس کو تمام مذاہب پر غالب کرنا مسلمان قوم کا ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا ہے"۔

ان حوالجات سے دو امور ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) مستشرقین کے نزدیک جہاد اور جنگ ہم معنی لفظ ہیں۔

(۲) اسلام کی اشاعت بزور شمشیر مسلمانوں کا ایک مذہبی مقدس فریضہ ہے۔

اگر ان مستشرقین میں سے کوئی بھی عربی زبان کی لغت کو دیکھنے کی زحمت گوارا کر لیتا۔ پھر قرآن مجید کی تعلیم کو سامنے رکھتا۔ تو کبھی ایسی فاش غلط بیانی کرنے کا مرتکب نہ ہوتا۔

امام راغب نے جہاد یا مجاہدہ کے معنی دفاع کے لئے طاقت صرف کرنا بیان کئے ہیں۔ یہی امام لغت فرماتے ہیں کہ جہاد کا عمل میں لانا تین قسم پر مشتمل ہے۔

(۱) کھلے دشمن کے خلاف (۲) شیطان کے خلاف (۳) نفس کے خلاف۔

Marfat.com

ایک دوسرے ماہر لغت کے نزدیک جہاد کے معنی :۔
"ایک انسان کے حتی بالوسع اور حتی الامکان سعی کرنے کے ہیں۔ خواہ قولاً ہو۔ یا فعلاً"
(نہایہ)

ایک تیسرے ماہر لغت نے اس کے معنی یوں بیان کیے ہیں۔ "جہاد جھد کا مصدر ہے۔ اس کے اصلی معنے انسان کا اپنی انتہائی طاقت۔ سعی۔ کوشش یا قابلیت کو کسی ناگوار امر کے خلاف صرف کرنا اور یہ تین قسم کا ہے۔
کھلے دشمن کے خلاف شیطان کے خلاف یا اپنے نفس کے خلاف یہ سب مفہوم اس لفظ کے اندر شامل ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے[1]۔

لفظ جہاد کا استعمال قرآن مجید میں

مکی وحی میں استعمال

یہ مسلم امر ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت ہجرت کے بعد دی گئی تھی۔ لیکن جہاد کے متعلق حکم ابتدائی مکی سورتوں میں نازل ہوا اور اس میں جنگ کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ بلکہ صرف انسان کے طاقت صرف کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ[2]۔

اور جو لوگ ہمارے لیے کوشش اور سعی کرتے ہیں۔ یقیناً ہم انہیں اپنے رستوں کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

یہاں جہاد کے معنی خدا کا قرب اور رضا حاصل کرنے کے لیے روحانی جدوجہد مراد ہے
اسی طرح اللہ تعالیٰ سورۃ الحج میں جو کی سورۃ ہے۔ فرماتے ہیں۔

وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ[3]

اور اللہ کی راہ میں کوشش کرو۔ جو کوشش کا حق ہے۔

خدا تعالیٰ سورۃ الفرقان میں فرماتے ہیں

---

[1] لینز عربک۔ انگلش لیکسیکن
[2] سورہ العنکبوت آیت ۶۹
[3] سورہ الحج آیت ۷۸

Marfat.com

"فلا تطع الکافرین وجاھدھم به جھادًا کبیرًا"
پس کافروں کی بات مت مان۔ اور اس قرآن کے ذریعے ان کے ساتھ جہاد کر جو بڑا جہاد ہے۔

یہاں بہ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسا کہ نفس مضمون سے ظاہر ہے۔
یہ سورتیں مکی ہیں۔ ان میں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لیکن پہلی جگہ پر خدا کے قرب کے حصول کے لیئے جہاد کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ اور دوسری جگہ منکرین اسلام کے خلاف جہاد کرنے کا حکم ہے۔ تلوار کے ذریعہ نہیں۔ بلکہ قرآن مجید کے ذریعہ۔
لہٰذا ثابت ہوا کہ قرب الٰہی حاصل کرنے کے لیئے جد و جہد اور جذبات بہیمیہ کو دبانے کے لیئے سعی تمام اور منکرین اسلام کو دائرہ اسلام میں قرآن کی تعلیم کے ذریعہ داخل کرنے کی کوشش اصطلاح اسلام میں جہاد کہلاتی ہے۔ یہ احکام دفاعی طور پر تلوار اٹھانے کے حکم سے بہت پہلے دئیے گئے تھے۔

مدنی وحی میں جہاد کا استعمال

جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے۔ تو ان کو قومی زندگی کی بقا کے لیئے دفاعی طور پر تلوار اٹھانے کی ضرورت پیش آئی۔ دفاع کی اس جد و جہد اور سعی تمام کو جہاد کا نام دیا گیا۔
لیکن مدنی سورتوں میں بھی یہ لفظ وسیع مفہوم اور معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ فرمایا:۔

یاایھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماواھم جھنم وبئس المصیر[۱]

اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر ان کے مقابلہ میں شدت اختیار کر اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔
اس آیت کریمہ میں رسول کریمؐ کو کافروں اور منافقین سے جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول کریمؐ نے کبھی بھی منافقوں کے خلاف تلوار نہیں اٹھائی۔ ان کے ساتھ ہر رنگ میں مسلمانوں جیسا سلوک روا رکھا جاتا تھا۔ یہ انہی معنوں میں جہاد تھا جن معنوں میں یہ لفظ کی وحی میں استعمال ہوا تھا۔ حسب اقتضائے مضمون جنگ بھی جہاد کے مفہوم میں شامل ہے۔

---

[۱] سورۃ توبہ آیت ۷۳

Marfat.com

ان الذین امنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ[1]

یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی۔ اور خدا کے رستہ میں جہاد کیا۔

یہ الفاظ جنگ کرنے والوں پر بھی اطلاق پاتے ہیں اور ان طریقوں پر بھی جو بدی اور کفر کے خلاف استعمال کیئے جاتے ہیں۔

ان آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب یہ لفظ مدنی وحی میں استعمال ہوا ہے تو صرف جنگ کے معنوں میں ہی استعمال نہیں ہوا بلکہ وسیع مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

جہاد کا استعمال حدیث میں

احادیث میں بھی لفظ جہاد صرف جنگ کے مفہوم میں استعمال نہیں ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حج سب جہادوں سے افضل جہاد ہے[2]

ابوداؤد نے زیر عنوان "دوام الجہاد" یہ حدیث بیان کی ہے۔ "میری امت کا ایک گروہ حق کے لیئے جنگ کرتا رہے گا۔ اور اپنے دشمنوں پر غالب آئے گا۔[3]

عون المعبود میں نووی کی سند پر اس طرح تشریح کی گئی ہے۔ " یہ گروہ مومنین کی مختلف جماعتوں پر مشتمل ہے ان میں مجاہد جنگجو بھی ہیں۔ اور فقیہہ اور محدثین بھی زاہد لوگ بھی، اور امر اور نواہی کرنے والے بھی اور دوسرے بزرگ نفوس بھی جو نیکی کے دوسرے کام کرتے ہیں سب اس میں شامل ہیں"

اس سے ظاہر ہے کہ حدیث میں جہاد کے معنی صرف جنگ کے نہیں لیئے گئے۔ بلکہ خدمت اسلام کے ہیں۔ خواہ کسی رنگ کی ہو۔

---

[1] سورہ بقرہ

[2] بخاری کتاب المناسک

[3] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی دوام الجہاد۔

Marfat.com

غزوہ بدر

اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے نہیں ہوئی۔

پہلی غلط فہمی کے ازالہ کے بعد دوسری غلط فہمی کا ازالہ کیا جاتا ہے کہ اسلام کی اشاعت تلوار کے زور سے ہوئی ہے۔

جب انسان تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ لیتا ہے۔ تو وہ کبھی بھی سوچ و بچار کی صحیح راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب اس کا دل حسد و بغض و عناد کے مرض سے روگی ہو جاتا ہے۔ تو اس کو حسن بھی بدنما نظر آتا ہے۔ یہی کیفیت مغربی محققین کی ہے کہ وہ اسلام کی عداوت میں اتنے دور چلے گئے ہیں کہ اپنے دل و دماغ سے کام ہی نہیں لیتے۔

جبراً اسلام کی اشاعت ایک ایسی بات ہے جس کا قرآن مجید کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں بلکہ قرآن مجید نے واضح اور غیر مبہم الفاظ میں ایک قانون اور اصول مقرر کر دیا۔

لا اکراہ فی الدین۔ دین میں کوئی جبر نہیں۔ یہ آیت جنگ کی اجازت ملنے کے بعد نازل ہوئی۔

اس کے علاوہ غزوات میں فریقین کی تعداد پر غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ ہر لڑائی میں کفار کی تعداد مسلمانوں سے دوگنی۔ تگنی اور چوگنی ہوتی تھی۔ پھر مسلمان صرف تعداد میں ہی قلیل نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ اسلحہ اور سواریوں کے لحاظ سے بھی کمزور تھے۔ کیا دنیا میں کوئی مثال ہے کہ کمزور نے اپنے ہاتھ میں تلوار لی ہو اور گھر سے باہر نکل پڑا ہو کہ تلوار کے ذریعے لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کرے۔ تمام بنی نوع انسان کی تاریخ پڑھ جاؤ۔ ایک مثال بھی ڈھونڈھ نہیں پاؤ گے۔ ہاں تاریخ میں ایسی مثالیں تو ضرور ملیں گی کہ طاقتور قوم کا کمزور قوم نے قومی زندگی کی بقا کے لیئے دلیری سے مقابلہ کیا ہو۔ اور طاقتور قوم کو نیچا دکھایا ہو۔

پس رسول کریم پر جبراً اسلام کی اشاعت کا الزام لگانا نہ صرف قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے۔ بلکہ عقلاً و نقلاً بھی صحیح نہیں ہے۔

جنگ کی اجازت

Marfat.com

مکہ میں کفار کا تشدد اور ظلم وستم انفرادی رنگ رکھتا تھا۔ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آ گئے۔ تو اب کفار نے مسلمانوں کی من حیث القوم بیخ کنی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بحیثیت ایک لیڈر فرض ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی قومی زندگی کی بقا کی حفاظت کریں۔ سو خدا تعالیٰ کے حکم سے قومی زندگی کو برقرار رکھنے کے لیئے ہاتھ میں تلوار لی۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۔ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ۔[1]

ان لوگوں کو اجازت دی گئی ہے۔ جن سے لڑائی کی جاتی ہے۔ اسلیئے کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ اور اللہ یقیناً ان کی مدد پر قادر ہے۔ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے ناحق نکالے گئے۔ صرف اس بات پر کہ وہ یہ کہتے تھے۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا تو صوامع۔ گرجے۔ عبادت گاہیں۔ اور مساجد جن میں اللہ کا نام کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے منہدم کر دی جائیں۔ اور اللہ ضرور اس کی نصرت کرے گا۔ جو اس کے دین کی اشاعت میں مدد کرتا ہے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دفاع کی اجازت مندرجہ ذیل امور کی بنا پر دی گئی ہے

(۱) بانھم ظلموا۔ یعنی مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے۔

(۲) اخرجوا من دیارھم بغیر حق۔ یعنی ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔

(۳) لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومساجد۔ یعنی بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی جنگ ایک مقدس جنگ تھی۔ اگر ان کو اجازت نہ دی جاتی۔ تو دنیا سے امن اٹھ جاتا۔ مذہبی آزادی مٹ جاتی اور خدا تعالیٰ کی عبادت گاہیں پیوند خاک ہو جاتیں۔

پھر ایک اور آیت میں مسلمانوں پر ایک واضح شرط عائد کر دی۔

---

[1] سورۃ الحج آیت ۴۰،۴۱

Marfat.com

وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین[1]۔

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں۔ اور زیادتی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔

اس آیت کریمہ میں دو شرطیں مسلمانوں پہ عائد کی ہیں

اوّل۔ مسلمانوں کو پہلے حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ جنگ ان لوگوں سے کریں۔ جو ان سے جنگ کریں۔

دوم۔ جب اپنی حفاظت اور دفاع کے لیئے جنگ کرنی پڑ جائے۔ تو کسی قسم کی زیادتی نہیں کرنی چاہیئے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

الا تقاتلون قوما نکثوا ایمانھم وھموا باخراج الرسول وھم بدءوکم اوّل مرۃ[2]

کیا تم ان لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے۔ جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور رسول کو نکال دینے کا قصد کیا۔ اور انھوں نے تمہارے ساتھ پہل کی۔

اس آیت کریمہ میں بھی بتا دیا گیا ہے کہ کن کن لوگوں سے جنگ کرنا روا ہے۔

بعض اوقات یہ کہا جاتا ہے کہ دفاعی جنگ کے احکام سورہ توبہ کی پانچویں آیت[3] سے منسوخ کر دئے گئے تھے۔ سورہ توبہ میں مشرکین کے خلاف جنگ کرنے کا حکم ضرور دیا گیا ہے مگر سب مشرکین کے ساتھ نہیں۔

بلکہ ان کے بارہ میں استثناء بیان کیا گیا ہے۔

"الا الذین عاھدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاھروا علیکم احدا فاتموا الیھم عھدھم

---

[1] سورۃ البقرہ آیت ۱۹۰

[2] سورہ توبہ آیت ۱۳

[3] فاذا انسلخ الاشھر الحرم فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم
حب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو ان مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔

Marfat.com

الی مدتھم ان اللہ یحب المتقین[1]

سوائے ان مشرکین کے جن سے تم نے عہد باندھا۔ پھر انہوں نے اس عہد کو پورا کرنے میں کوئی کمی نہیں کی اور نہ ہی تمہارے خلاف کسی کی مدد کی ہے۔ تو ان کے ساتھ ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت رکھتا ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت ایسے مشرک قبائل بھی تھے۔ جن سے رسول اللہ صلعم نے معاہدات کیئے ہوئے تھے۔ اور وہ مشرک قبائل ان معاہدات کے پابند تھے مسلمانوں کو ان کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت نہیں۔ صرف ان مشرک قبائل کے ساتھ جنگ کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ جنہوں نے معاہدات کو پس پشت ڈالا۔ مسلمانوں پر حملہ کیا۔ یا عدوان اسلام کی کسی نہ کسی رنگ میں مسلمانوں کے خلاف مدد کی۔

صلح کرنے اور جنگ ختم کرنے کی تعلیم

مسلمانوں کو یہ بھی تعلیم دی ہے کہ اگر دشمن صلح کرنا چاہے تو صلح منظور کر لینی چاہیئے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا وتوکل علی اللہ انہ ھو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ[2]

اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں۔ تو تو بھی صلح کی طرف مائل ہو جا۔ اور اللہ پر بھروسہ کر وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔ اگر ان کا ارادہ تجھے دھوکہ دینے کا ہو۔ تو تجھے اللہ کافی ہے۔

اس آیت کریمہ میں صلح کی تعلیم دی گئی ہے۔ گو دشمن کی نیت میں فرق ہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اسی تعلیم کے تحت رہا۔ چنانچہ جب کبھی دشمن نے صلح کی خواہش ظاہر کی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف مائل ہو گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر جب کفار مکہ صلح کی طرف مائل ہوئے۔ تو آپ نے فوراً ان شرائط کو منظور کر لیا۔ جن کو آپ کے جان نثار صحابہ اسلام کے لیئے مزل شان سمجھتے تھے۔ حالانکہ آپ نے کسی میدان جنگ میں کفار مکہ سے شکست نہیں کھائی تھی۔ اور مزید براں صحابہ کرام اپنی جانیں قربان کرنے کے لیئے تیار تھے

---

[1] سورہ توبہ آیت ۴

[2] سورہ انفال آیت ۶۱-۶۲

Marfat.com

برسبیل تذکرہ اس غلط فہمی کو بھی دور کر دینا ضروری ہے کہ جو دورِ خلافت کی جنگوں کو جارحانہ جنگیں خیال کیا جاتا ہے۔

اگر ہم ان خطبات پر غور کریں۔ جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے سریر خلافت پر بیٹھتے ہوئے دیئے تھے۔ تو واضح ہو جائیگا کہ وہ قرآن کریم اور سنت نبوی کی پیروی کو کتنا اپنے لیئے ضروری قرار دیتے تھے۔ جبکہ قرآن مجید کی تعلیم جارحانہ لڑائیوں کے خلاف اور سنت نبوی ایسکے خلاف۔ پھر وہ ایسے راستے پر کیسے چل سکتے تھے جس راستہ پر چلنے کے لیئے قرآن اور رسولؐ مخالف ہو۔

اس کے علاوہ اگر تاریخی واقعات بھی سامنے رکھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ خلافت اسلامیہ کے ابتدائی دور کی جنگیں جارحانہ جنگیں نہ تھیں۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب عرب میں بغاوت کی آگ پھیل گئی تو حضرت ابوبکرؓ اس آگ کو بجھانے میں مصروف تھے۔ ایران اور روم کی حکومتوں نے روپے اور آدمیوں کے ذریعہ باغیوں کی کھلم کھلا امداد کی۔

چنانچہ ڈبلیو میور لکھتا ہے۔[1]

"چالڈیا اور جنوبی سیریا فی الحقیقت عرب میں شامل ہیں۔ جو اقوام اس علاقہ میں آباد تھیں۔ ان میں کچھ تو بت پرست اور زیادہ تر (کم از کم برائے نام) عیسائی تھے۔ وہ عرب نسل کا ایک جزو لاینفک تھے۔ اور اس وجہ سے بلا واسطہ نئے مذہب کے حلقہ اثر میں تھے۔

لیکن جب سرحد پر مسلمانوں سے یہ قومیں متصادم ہوئیں۔ تو ان کے اپنے اپنے ہم مذہب حاکموں نے ان کی امداد کی۔ مغربی علاقہ میں رہنے والوں کی قیصر نے مدد کی اور مشرقی علاقہ میں رہنے والوں کی خسرو نے مدد کی۔ اس طرح سے کشمکش زیادہ بڑھ گئی۔"[1]

ایران اور روم دونوں نے ہی مسلمانوں پر حملہ کرنے میں سبقت کی۔ اور مسلمان تو اپنی حفاظت کے لیئے ان عظیم الشان سلطنتوں سے متصادم ہوئے۔

جب بھی ان سلطنتوں کے جرار لشکر کا مسلمانوں کے قلیل لشکر کے ساتھ مقابلہ ہوتا۔ کثرت کے باوجود ان کو شکست کھانی پڑتی۔ تو ان کا جوش انتقام اور زیادہ تیز ہوتا۔ اور زیادہ تیاری کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتے۔

---

[1] دی کیلفیٹ صفحہ ۴۶

Marfat.com

چونکہ خدا کے نبی نے عربوں کو اپنی قومی زندگی کو برقرار رکھنا سکھا دیا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے میں نہ صرف ناکام و نامراد رہے بلکہ بین الاقوامی اصول کے ماتحت مسلمانوں نے ان عظیم الشان طاقتوں کو پاش پاش کیا۔ ان کے غرور و گھمنڈ کو خاک میں ملایا۔ تاکہ مسلمان امن کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں۔

پس صاف طور پر یہ امر ثابت ہے کہ اسلام نے جارحانہ جنگوں کی تعلیم نہیں دی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جنگ کب ختم ہونی چاہیئے۔ اس کے متعلق بھی شرائط مقرر کر دی ہیں۔

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین لله فان انتهوا فلا عدوان الا علی الظالمین[1]۔

اور ان سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین صرف اللہ کیلئے ہو اگر وہ باز آجائیں۔ تو سزا ظالموں کے سوا کسی کے لیئے نہیں۔

ایسے ہی الفاظ مدینہ کی ایک دوسری وحی میں آتے ہیں۔

وقاتلوهم حتی لا تکون فتنة ویکون الدین کله لله فان انتهوا فان الله بما تعملون بصیر[2]

ان ہر دو وحی میں لا تکون فتنة ویکون الدین لله اور لا تکون فتنة و یکون الدین کله لله بیان کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ جب وہ تمام اسباب اور عناصر جن سے امن کو خطرہ ہو ختم ہو جائیں۔ اور مذہبی آزادی مکمل طور پر بحال ہو جائے۔ تو لڑائی کے ہتھیار چھوڑ دینے جائیں۔

[1] سورة البقرہ آیت ۱۹۳

[2] سورة انفال آیت ۳۹

Marfat.com

سرایا

غزوہ کے علاوہ ایک اور لفظ "سریہ" مورخین نے اپنی کتب میں استعمال کیا ہے۔ اور غزوہ اور سریہ میں یہ فرق کیا ہے کہ سریہ ان چھوٹی جنگی مہمات کو کہا جاتا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت نہ کی ہو۔ بلکہ آپ نے دوسرے صحابہ کی سرکردگی میں کچھ جنگی یا اطلاعی گروہ دستے روانہ کیے ہوں۔

ان سرایا کو چند اقسام پر منقسم کر سکتے ہیں۔

(۱) قبائل کی حالت معلوم کرنے کے لیے۔

(۲) قریش کی تجارت کی روک ٹوک کے لیے۔

(۳) امن وامان قائم کرنے کے لیے تعزیری فوجیں بھیجنا۔

(۴) اشاعت اسلام کے لیے لوگ بھیجنا۔

(۵) دشمنوں کے حملہ کی خبر سن کر مدافعت کے لیے پیش قدمی کرنا۔[1]

مورخین کے نزدیک ان سرایا کا مقصد قافلہ کا لوٹنا یا کسی جماعت پر بے خبری کی حالت میں جا پڑنا ہوتا تھا۔ یہ بات دو وجوہات کی بنا پر خلاف قرینہ ہے کہ اول لوٹ کھسوٹ ڈاکہ زنی۔ اسلام کی تعلیم کے ہی منافی ہے۔ دوم دستے اکثر دس دس بارہ بارہ افراد پر مشتمل ہوتے تھے۔ اتنے تھوڑے سے آدمی لڑنے کے لیے نہیں بھیجے جا سکتے۔

(۱) محکمہ خبر رسانی

سنہ ۲ھ میں آنحضرت ؐ نے حضرت عبداللہ بن جحش ؓ کو بارہ آدمیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیا۔ اور ایک تحریر لکھ کر دی کہ دو دن کی مسافت پر جا کر اسے کھولیں۔ جب وہ موقع آیا۔ تو عبداللہ ؓ نے کھول کر تحریر پڑھی۔ تو اس میں یہ مضمون تھا۔

"اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلة بین مکة والطائف فترصد قریشا وتعلم لنا من اخبارھم

---

[1] سیرۃ النبی صفحہ ۵۸۷، ۵۸۸

Marfat.com

جب تم میری یہ تحریر پڑھو تو اپنا سفر برابر جاری رکھو یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان کھجوروں کے باغ میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالو۔ اور وہاں قریش کے حالات کی دیکھ بھال کرتے رہو۔ اور ان کے حالات کی اطلاع دیتے رہو۔

(۲) قریش کی تجارت کی روک ٹوک

حضرت ابوذر غفاریؓ نے مکہ میں جب اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ تو قریش نے ان کو مارنا شروع کر دیا۔ تو حضرت عباسؓ نے کہا کہ ابوذر غفار قبیلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور غفار قبیلہ تمہارے کاروان تجارت کے سرِ راہ واقع ہے۔ وہ لوگ تمہارے اس فعل سے ناراض ہو کر کاروان تجارت کو روک دیں گے۔ اس بناء پر قریش نے ابوذر غفاری کو مارنا چھوڑ دیا۔

اسی طرح حضرت معاذ انصاریؓ کا واقعہ بخاری میں ہے۔ ابوجہل نے حضرت معاذ انصاری سے کعبہ میں کہا کہ اگر تم لوگ محمدؐ کو نکال نہ دو گے۔ تو تم کعبہ کا طواف نہیں کر سکتے تو معاذ انصاری نے جواب دیا۔ اگر تم نے ہمیں کعبہ کے طواف سے روکا۔ تو ہم تمہاری شام کی تجارت کو روک دیں گے۔

سرایا کے ذکر میں اکثر جگہ مورخین لکھتے ہیں۔

"یتعرض لعیر قریش" یعنی قریش کے کاروان تجارت کی روک ٹوک کیلئے دستہ بھیجا گیا۔

(۳) امن وامان قائم کرنے کے لئے

سنہ ۶ھ میں حضرت دحیہ کلبی کو آنحضرت صلعم نے قیصر کے پاس خط دے کر بھیجا تھا شام سے واپس آ رہے تھے۔ جب حسمی پہنچے تو ہنید نے چند آدمیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ سوائے بدن کے چند کپڑوں کے سب کچھ چھین لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تدارک کے لیے حضرت زید کو بھیجا[۱]

(۴) اشاعت اسلام کے لئے

صفر سنہ ۴ھ میں بنی عامر اور بنی سلیم کا سردار ابو براء آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر

---

[۱] طبقات ابن سعد صفحہ ۶۳

Marfat.com

ہوا۔ اور کچھ تحفے وغیرہ پیش کیئے جو آپ نے قبول نہ کیئے تاہم یہ درخواست کی کہ اگر آپ چند مبلغ میرے ساتھ بھیج دیں۔ تو شاید میری قوم دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے۔ آنحضرت نے فرمایا مجھے نجد کے لوگوں سے خوف آتا ہے۔ ابو براء نے حفاظت کا ذمہ لیا۔ تو آپ نے ستر قاری اس کے ساتھ بھیج دیئے۔ بیئر معونہ کے قریب قبائل رعل و ذکوان کے ہاتھ سے تمام قاری شہید ہو گئے۔ صرف ایک صاحب بچ گئے۔ جنہوں نے مدینہ آ کر خبر دی۔

ایسا ہی ایک واقعہ رجیع کا ہے۔ قبیلہ عضل و قارہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و ارشاد کے لیئے چند قاری بھیجنے کی درخواست کی۔ آپ نے دس قاری بھیج دیئے۔ مقام رجیع پر ان کے ساتھ بھی غداری کی گئی۔ بنو لحیان نے ان پر حملہ کر دیا۔ آٹھ ان میں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ خبیب اور زید نے کافروں کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہوئے اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے ان کو قیدی بنا کر اہل مکہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ خاندان حارث نے خبیب کو حرم کی حدود سے باہر لے جا کر شہید کر دیا۔ قتل ہونے سے قبل دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔

وما ان ابالی حین اقتل مسلما
علی ای شق کان للہ مصرعی
وذلک فی ذات الالہ وان یشاء
یبارک علی اوصال شلو ممزع

جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں تو یہ پرواہ نہیں کہ کس پہلو پر گرتا ہے یہ سب اللہ کے لیئے ہے اور وہ اگر چاہے تو جسم کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کرے

زید کو صفوان بن امیہ نے قتل کرنے کے ارادہ سے خریدا تھا۔ ان کے قتل کے موقعہ پر ابو سفیان اور دیگر رؤسائے قریش حاضر تھے۔

جب ان کا سر جسم سے قلم کیا جانے لگا۔ تو ابو سفیان نے کہا۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم تو بچ جاؤ اور تمہاری جگہ محمد صلعم کو قتل کر دیا جائے۔ زید نے جواب دیا۔ میں تو اپنی جان کی اتنی بھی پرواہ نہیں کرتا کہ میں بچ جاؤں اور رسول کریم کو ایک کانٹا چبھ جائے

(۵) مدافعت

سریہ ابو سلمہ ۴ھ

اس سریہ کی وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ طلحہ اور سلمہ دونوں اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کو لے کر آپ سے لڑنے کے لیئے روانہ ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

سریہ عبداللہ بن انیس ۳ھ

عبداللہ بن انیس اس لیئے بھیجے گئے کہ آنحضرتؐ کو خبر ملی۔ کہ ابوسفیان بن خالد اپنے قبیلہ کو اور باہر کے لوگوں کو آنحضرتؐ سے لڑنے کے لیئے جمع کر رہا ہے۔

تواریخ میں بے شمار ایسی مہمیں ہیں جو صرف مدافعت کے لیئے بھیجی گئی تھیں۔

Marfat.com

عربوں کی جنگیں اور انکی اصلاحات

عربوں کی جنگیں

عرب ناخواندہ اور جاہل تھے۔ ملک ویران اور ریگستان کا سمندر تھا۔ معاشی حالات خراب تھے۔ اس وجہ سے اہل عرب کا محبوب مشغلہ جنگ اور غارت گری تھا۔ اور معاش کا سب سے بڑا ذریعہ یہی تھا۔ صرف حج کے زمانہ میں چار مہینے مخصوص کر دئیے کہ ان میں غارتگری نہ ہو۔ لیکن ان کے لیے یہ قلیل مدت بھی گراں تھی۔ اس لیئے انہوں نے نسئ ایک رسم ایجاد کر لی۔ کہ ان مہینوں کو حسب ضرورت دوسرے مہینوں سے بدل لیتے تھے۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔ ”کانوا یجعلون المحرم صفرا و یجعلون صفر المحرم لئلا یتوالی علیہم ثلثۃ اشھر لا یتعاطون فیھا القتال“[1]

وہ محرم کو صفر اور صفر کو محرم میں بدل لیتے تھے۔ تاکہ متواتر تین ماہ تک لڑائی سے محروم نہ ہو جائیں۔

عالی امامی نے لکھا ہے۔

”ذالک انھم کانوا یکرھون ان تتوالی علیھم ثلاثۃ اشھر لا تمکنھم الاغارۃ فیھا لان معاشھم کان من الاغارۃ“[2]

یہ اس لیئے کہ وہ ناپسندیدہ نگاہ سے دیکھتے کہ ان پر تین ماہ اس طرح گذر جائیں کہ وہ ان میں لوٹ کھسوٹ نہ کر سکیں۔ کیونکہ ان کی معاش کا واحد ذریعہ غارت گری تھا غارت گری کا اصلی سبب تو معاش تھا۔ لیکن جب لڑائیوں کا سلسلہ چھڑا تو اور بھی اسباب پیدا ہوتے گئے۔ ان میں ایک ثار کا عقیدہ تھا۔ جب کسی قبیلہ کا آدمی قتل ہو جاتا۔ تو مقتول کا قبیلہ انتقام لینا فرض سمجھتا تھا۔ عربوں میں ثار کے متعلق قسم قسم کے معتقدات پیدا ہو گئے

---

[1] شرح بخاری مصنفہ ابن حجر جلد ۸ صفحہ ۲۴۴

[2] کتاب الامالی جلد اول صفحہ ۴ مطبوعہ مصر۔

Marfat.com

مثلاً ان کا ایک عقیدہ یہ تھا کہ جب مقتول مر جاتا ہے تو اس کی روح پرندہ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب تک اس کے خون کا بدلہ نہیں لیا جاتا۔ وہ مقام قتل پر شور مچاتی رہتی ہے کہ "مجھ کو پلاؤ میں پیاسی ہوں" اس پرندہ کو صدیٰ کہتے تھے۔

ایک عقیدہ یہ تھا کہ جس مقتول کا بدلہ نہیں لیا جاتا۔ اس کی قبر میں ہمیشہ اندھیرا رہتا ہے۔

بہیمانہ افعال

جب جنگ کسی قوم کا محبوب و مرغوب مشغلہ بن جاتا ہے۔ تو پھر ان کے اخلاق و اطوار بھی جنگ کے اثر سے متاثر ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عرب میں لڑائیوں کے سلسلہ میں بہیمانہ اور وحشیانہ رسوم ایجاد ہو گئی تھیں۔ جن میں سے چند کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) اسیران جنگ کے ساتھ چھوٹے بچوں عورتوں کو بھی قتل کر دیا جاتا۔

(۲) بعض اوقات جوش انتقام کی آگ میں جل کر مغلوبین کو زندہ آگ کا ایندھن بنایا جاتا۔

(۳) نیند یا غفلت کی حالت میں دشمن پر حملہ کرتے۔

(۴) بچوں کو نشانہ بنا کر تیروں سے مارتے تھے۔

(۵) اسیروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتے۔ وہ تڑپ تڑپ کر جان دے دیتے۔

(۶) مرنے کے بعد بھی انتقام کی آگ کو بجھانے کے لیئے لاشوں کا مثلہ کر دیتے۔ ہندہ نے جنگ احد میں اسی رسم کے موافق حضرت حمزہ کے اعضاء کاٹے اور اپنے گلے کا ہار بنایا۔

(۷) مردہ کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانتے تھے۔ سلافہ کے دو بیٹے جنگ احد میں عاصم کے ہاتھ سے مارے گئے۔ تو اس نے منت مانی کہ وہ عاصم کی کھوپڑی میں شراب پئے گی۔

جنگی اصلاحات

ان رسوم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عربوں کی جنگ ظلم و ستم۔ وحشت و بربریت اور بہیمیت کی داستان ہوتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوت قدسی سے تمام نقائص کو دور کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھوں بچوں۔ عورتوں اور نوکروں کو قتل کرنے سے روک دیا[1]

---

[1] صحیح مسلم باب الجہاد

Marfat.com

اسلام سے پہلے یہ رسم تھی کہ جب دشمن پنجۂ گرفتاری میں آجاتا تو اسے کسی چیز سے باندھ کر تیروں کا نشانہ بناتے اس سے[1] رسول کریمؐ نے نہایت سختی سے منع کر دیا۔

رسول کریمؐ نے عہد کی پابندی کی سخت تاکید کی۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر ابو جندل کفار کی اذیت سے نجات پا کر ان پہنچے۔ تو رسول کریم صلعم نے یہ کہہ کر کہ ہم پر عہد کی پابندی لازم ہے واپس مکہ جانے کو کہا۔

اسی طرح ایک اور مظلوم اور ستم رسیدہ مسلمان عتبہ بن اسید مدینہ بھاگ آیا۔ ساتھ ہی قریش کے دو قاصد پہنچ گئے۔ اور رسول کریمؐ سے کہا کہ صلح حدیبیہ کی شرائط کے تحت عتبہ واپس کیا جائے تو رسول کریمؐ نے ایفائے عہد کی بناء پر عتبہ کو واپس جانے کو کہا۔

ابو رافع کو قریش نے قاصد بنا کر رسول کریمؐ صلعم کی خدمت میں بھیجا، وہ نور نبوت سے متاثر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور عرض کی کہ وہ اب کافروں میں واپس نہیں جائے گا۔ حضور نے فرمایا۔ تم پیغامبر ہو۔ اور پیغامبر کو روک لینا عہد کے خلاف ہے۔ اب واپس چلے جاؤ پھر آجانا۔[2]

اسلام سے قبل قاصد کو قتل کرنا ممنوع نہیں تھا۔ آپؐ نے حکم دے دیا کہ قاصد کو قتل نہ کیا جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران جنگ کے ساتھ نیک برتاؤ کرتے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ جنگ بدر میں مسلمان قیدیوں کو تو کھانا کھلاتے تھے۔ اور خود کھجور وغیرہ کھا کر گزارہ کرتے تھے قرآن مجید میں آتا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً و اسیراً (دھر)

یہ لوگ خدا کی رضا میں مساکین۔ یتامٰی اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

قدیم دستور تھا کہ جب کوئی قبیلہ دوسرے قبیلہ پر حملہ آور ہوتا تو چاروں اطراف میں پھیل جاتا تھا۔ جس سے راستے بند ہو جاتے۔ مسافروں کا مال و متاع لوٹ لیتے۔ آنے جانے والوں کے لیئے وحشت کا موجب بنتے۔ رسول کریمؐ نے اس رسم اور طریقہ کو ختم کرنے کے لیئے یہ منادی

---

[1] ابو داؤد جلد ۲ باب قتل الاسیر بالنبل

[2] ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۰

Marfat.com

کرادی کہ جو شخص ایسا کرے گا۔ اس کا جہاد جائز نہیں ہے۔ ابوداؤد میں روایت ہے۔

غزوت مع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۃ کذا وکذا فضیق الناس المنازل وقطعوا الطریق فبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم منادیا ینادی فی الناس ان من ضیق منزلا او قطع طریقا فلا جہاد لہ[1]

حضرت معاذ بن انس سے روایت ہے کہ میں فلاں غزوہ میں رسول کریم صلعم کے ساتھ تھا۔ لوگوں نے دوسروں کو تنگ کیا اور لوٹا۔ آپ نے ایک شخص کو بھیجا جس نے منادی کی کہ جو شخص دوسروں کو گھروں میں تنگ کرے گا۔ یا لوٹے گا اس کا جہاد جائز نہیں ہے۔

اسی طرح آپ نے اپنے صحابہ کو فرمایا۔

ان اللہ تعالی لم یحل لکم ان تدخلوا بیوت اہل الکتاب الا باذن ولا ضرب نسائہم ولا اکل ثمارہم اذا اعطوکم الذی علیہم۔

یعنی خدا نے تمہارے لیے جائز نہیں رکھا کہ اہل کتاب کے گھروں میں بغیر اجازت کے گھس جاؤ۔ نہ یہ جائز رکھا ہے کہ تم ان کی عورتوں کو مارو۔ نہ یہ کہ ان کے پھل کھا جاؤ

ثار کے عقیدہ کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان کیا کہ اپنے قبیلے کے قاتلوں کا خون معاف کر دیا جائے۔

عربوں کے لیے مال غنیمت مرغوب اور محبوب چیز تھی۔ قرآن نے مال غنیمت کو متاع دنیوی قرار دیا ہے۔ اور اس میں انہماک عمل شیطان۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ (آل عمران ۱۶)

تم میں سے کچھ دنیا کے طلب گار تھے۔ اور کچھ آخرت کے۔

ایک اور جگہ میں آتا ہے۔

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الآخرۃ (الانفال ۹)

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد جلد اول

Marfat.com

تم لوگ دنیا کی پونجی چاہتے ہو اور اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔

خدا تعالیٰ نے مال غنیمت کو رسول ؐ کے اختیار میں دیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یسئلونک عن الانفال قل الانفال للہ و للرسول (انفال)

لوگ تجھ سے اس غنیمت کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ غنیمت خدا اور رسول کے لیئے ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ مجاہدین مال غنیمت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ اس کی تقسیم رسول کریم صلعم کے اختیار میں ہے۔

چنانچہ حدیث میں بھی آتا ہے کہ ایک شخص نے رسول کریم ؐ سے پوچھا کہ ایک شخص خدا کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ کچھ دنیاوی فائدہ بھی چاہتا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ اس کو کچھ ثواب نہیں ملیگا۔ یہ بات لوگوں کو بہت عجیب معلوم ہوئی۔ اور لوگوں نے اس شخص سے کہا۔ دوبارہ جاکر دریافت کرو۔ غالباً تم نے رسول کریم صلعم کی بات کو نہیں سمجھا (ابوداؤد جلد اصفحہ ۳۴۲)

ہر بار رسول کریم ؐ نے یہی فرمایا۔ لا اجر لہ یعنی اس کے لیئے خدا کے پاس کوئی اجر نہیں ہے۔

ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے اس سوال کے جواب میں کہ "کس کا جہاد خدا کی راہ میں سمجھا جائے" فرمایا

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا[1]۔ یعنی جہاد اس شخص کا ہے۔ جو اس غرض کے لیئے لڑتا ہے کہ خدا کے دین کا بول بالا ہو۔

غرض اسلام کی تعلیم نے عرب کی جنگوں کے ظلم وستم۔ جور وجفا۔ بہیمیت و بربریت۔ سفاکی و خوں ریزی کو اعلائے کلمۃ اللہ۔ قیام امن۔ رفع مفاسد۔ نصرت مظلوم اور عبادت الٰہی سے بدل دیا۔

---

[1] بخاری کتاب الجہاد باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و سرایا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات تعداد میں ستائیس ۲۷ ہیں۔ جن میں سے نو ۹ میں لڑائی ہوئی۔ اور سرایا کی تعداد پینتالیس ۴۵ ہے۔

سریہ سیف البحر یعنی ساحل بحر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا پہلا لشکر ہجرت کے ساتویں ماہ رمضان میں بھیجا جس کا علم حضرت حمزہ رضؓ کے لیئے تھا۔ اور ابو مرثد کناز بن حصین غنوی نے اٹھا رکھا تھا۔ شام سے آنے والے قریش کے قافلہ کی روک تھام کے لیئے تیس مہاجرین کا ایک دستہ ارسال کیا۔ جب یہ لوگ سیف البحر پہنچے تو قریش کے قافلہ کو ابو جہل کی قیادت میں پایا۔ اب لڑائی ہونے میں شک نہ تھا۔ مگر مجدی بن عمرو جہنی دونوں گروہوں کا حلیف تھا۔ اس کی سعی سے جنگ نہ ہوئی[1]۔ یہ اتفاق عیص[2] پہاڑی کے دامن میں ہوا۔

سریہ رابغ شوال سنہ ۱ ہجری

ہجرت کے آٹھویں ماہ شوال کے آخر میں حضرت عبیدہ بن حرث بن عبدالمطلب کی سرکردگی میں ساٹھ مہاجرین کا دستہ وادی رابغ کی طرف ارسال کیا۔ ابو سفیان بن حرب سے جحفہ کے مقام سے دس میل دور وادی رابغ[3] میں مقابلہ ہوا جس کے ہمراہ دو سو آدمی تھے۔ اس جنگ میں تیر اندازی ہوئی حضرت سعد بن ابی وقاص نے سب سے پہلے اللہ کے راستہ میں تیر مارا۔ کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی[4]

سریہ خرار ذی قعدہ سنہ ۱ ھ

یہ جحفہ کے نزدیک مقام ہے۔ سعد بن ابی وقاص کی زیر قیادت اسّی مہاجرین کا دستہ روانہ کیا۔ کہیں دشمن کا پتہ نہ چلا۔ اور خرار تک جا کر واپس آ گئے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ لوگ صرف خبر رسانی کی غرض سے روانہ ہوئے تھے

---

[1] زاد المعاد حصہ دوم مترجم رئیس احمد جعفری صفحہ ۱۰۴ [2] عیص کو ہستان زکوہ پائے مدینہ منتہی الارب

[3] رابغ مادرست میان حرمین نزدیک جحفہ (منتہی الارب)

[4] زاد المعاد حصہ دوم مترجم رئیس احمد جعفری صفحہ ۱۰۴

سریہ ابو سلمہ ۲ھ

اس سریہ کی وجہ یہ تھی کہ رسول کریم کو خبر لگی کہ طلیحہ اور سلمہ پسران خویلد اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کو لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ ابو سلمہ کی سرکردگی میں کچھ صحابہ کو پیش دستی کے طور پر بھیجا۔ (ابن سعد ۳۵)

غزوہ ابوا ماہ صفر ۲ھ

ابوا ایک بستی مکہ اور مدینہ کے درمیان فرع کی طرف جحفہ سے ۲۳ میل پر ہے یہاں پر رسول کریم صلعم کی والدہ ماجدہ کا مدفن ہے۔ رسول کریم صلعم ۶۰ صحابیوں کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلہ اور بنی حمزہ کے مقابلہ کے لیے نکلے۔ آپ نے مدینہ میں سعد بن عبادہ کو عامل مقرر فرمایا۔ فوج کا علم حمزہ بن عبد المطلب کو دیا۔ آپ ودان اور ابوا تک پہنچے مگر دشمن سے مقابلہ نہ ہوا۔ کیونکہ تجارتی قافلہ دوسرے راستہ سے مکہ چلا گیا تھا۔ بنو حمزہ کے رئیس مخشی بن عمرو نے رسول کریم صلعم سے ملاقات کی اور اپنی قوم کی طرف سے صلح کی درخواست پیش کی آپ اس کے ساتھ معاہدہ کر کے بغیر لڑائی کے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آپ نے بنفس نفیس شرکت فرمائی۔

غزوہ بواط ۲ھ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سو مسلمانوں کا ایک دستہ جس میں مہاجر و انصار دونوں شامل تھے لے کر بواط[1] کی طرف روانہ ہوئے۔ امیہ بن خلف ایک سو شمشیر بکف قریشی بہادروں کی زیر نگرانی اڑھائی ہزار اونٹوں کا گلہ لے کر آ رہا تھا۔ جب اس نے سنا تو وہ بھی طرح دے کر دوسری طرف سے نکل گیا۔

غزوہ ذوالعشیرہ ۲ھ

جمادی الاولیٰ بشمول ادائل جمادی الاخری (ماہ اکتوبر) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو سو مسلمانوں کا دستہ لے کر وادی ینبوع میں مقام عشیرہ تک تشریف لائے۔ اس راستہ سے ابوسفیان کی زیر نگرانی ایک تجارتی قافلہ گزرنے کی خبر تھی۔ یہ قافلہ شام کی طرف جا رہا تھا۔ یہ قافلہ بھی طرح دے کر دوسری طرف سے نکل گیا۔

---

[1] بواط ایک مقام کا نام ہے۔ جو رضوی پہاڑی کے دامن میں ہے۔

Marfat.com

اس غزوہ میں قبیلہ بنی مدلج اور ان کے حلیفوں سے معاہدہ ہو گیا۔ یہ لوگ بنی حمزہ کے معاہد اور حلیف تھے۔

غزوہ بدر الاولیٰ ۲ھ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوہ عشیرہ سے واپسی کے دس روز بعد یہ حادثہ پیش آیا۔ کرز بن جابر الفہری مدینہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہو کر کچھ اونٹ گھیر کر ساتھ لے گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کرز فہری کا تعاقب وادی سفوان تک کیا۔ جو بدر کے قریب ہے۔ اس مناسبت سے یہ غزوہ بدر الاولیٰ کے نام سے شہرت پذیر ہوا۔ کرز رسول کریمؐ کی گرفت سے بچ کر صاف نکل گیا۔

سریہ نخلہ ۲ھ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے سترھویں مہینے رجب میں عبداللہ بن جحش اسدی کو بارہ مہاجرین کے ساتھ گشت کے لیئے وادی نخلہ[۱] کی طرف روانہ کیا۔ امیر دستہ حضرت عبداللہ کو ایک سربمہر خط دیا۔ اور فرمایا کہ یہ تحریر دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد پڑھنا جب دو دن گزر گئے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق خط پڑھا۔ تو یہ ہدایت تحریر تھی۔

اذا نظرت فی کتابی ھذا فامض حتی تنزل نخلۃ فترصد بھا قریشا وتعلم لنا من اخبارھم۔[۲]

اے عبداللہ جب میرا یہ فرمان پڑھو۔ تو نخلہ میں پہنچنے کی کوشش اور بھی تیز کر دو۔ جہاں پہنچ کر قریش کے حالات کا پتہ لگاؤ۔ اور ہمیں اطلاع دو۔

حضرت عبداللہ بن جحش نے فرمان پڑھ کر کہا۔ بسر و چشم۔ پھر اپنے رفقاء سفر کو خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔ اور کہا۔ وہ انہیں مجبور نہیں کرتا۔ جو جام شہادت نوش کرنا چاہتا ہے وہ چل پڑے۔ جو موت سے خائف ہے۔ وہ واپس لوٹ جائے۔ میں تو ہدایت نبوی کے مطابق آگے بڑھ رہا ہوں۔ راستہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور عتبہ بن غزوان کی سواری

---

[۱] مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ ہے۔
[۲] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ ۳۰۵۔

Marfat.com

کا اونٹ گم ہو گیا۔ وہ اس کی تلاش میں پیچھے رہ گئے۔ اور عبداللہ بن جحش دور نکل گئے اور آخر وادیٔ نخلہ میں قیام کیا۔ اتفاق یہ کہ قریش کا قافلہ کشمش اور کھالیں اور تجارتی سامان لے کر شام سے واپس آ رہا تھا۔ عمرو بن حضرمی عبداللہ بن مغیرہ کے دونوں لڑکے عثمان اور نوفل بنو مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان قافلہ میں تھے۔ مسلمانوں نے باہم مشورہ کیا اس معاملہ میں دو رائے ہو گئیں۔

(ا) واللہ لئن ترکتم القوم ھذہ اللیلۃ لیدخلن الحرام فلیمتنعن منکم بہ[1]

بخدا اگر تم نے انہیں چھوڑ دیا۔ تو یہ شب بھر میں حرم میں داخل ہو جائیں گے۔ پھر ان پر تصرف کہاں۔

(ب) ولئن قتلتموھم لتقتلنھم فی الشھر الحرام[2]

اگر ان پہ حملہ کیا۔ تو یہ جنگ حرمت کے مہینہ میں ہو گی۔

آخر مقابلہ پہ اتفاق ہو گیا۔ اور مسلمان قافلہ پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت واقد سہمی کے تیر سے عمرو بن عبداللہ الحضرمی مارا گیا۔ عثمان اور حکم کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور نوفل بھاگ گیا امیر دستہ حضرت عبداللہ بن جحش قریش کے دونوں قیدی اور سامان لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور خمس نکال کر الگ کر لیا۔ اسلام میں یہ پہلا خمس پہلا قتل اور پہلے دو قیدی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ما امرتکم بقتال فی الشھر الحرام یعنی میں نے حرمت والے مہینے میں جنگ کی اجازت نہیں دی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدی اور مال و اسباب میں سے کسی شے کو قبول نہ فرمایا۔

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے۔ وہ بڑے معزز خاندان کے افراد تھے۔ عمرو بن عبداللہ الحضرمی جو قتل ہوا۔ وہ عبداللہ حضرمی کا فرزند تھا۔ جو حرب بن امیہ کا حلیف تھا[3]

---

[1] حیات محمد ص ۵۳۷ اردو ایڈیشن

[2] ایضاً ص ۵۳۸ ״ ״

[3] اصابہ ترجمہ علامہ حضرمی

Marfat.com

حرب قریش کا رئیس اعظم تھا عثمان مغیرہ کا پوتا تھا۔ اور حرب کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس تھا۔ اس بنا پر اس واقع نے تمام قریش کو مشتعل کر دیا۔ انہیں موقعہ ہاتھ آگیا۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ محمدؐ نے حرمت والے مہینوں میں قتال جائز کر دیا ہے۔ مسلمانوں پر اس واقعہ کا سخت اثر ہوا۔ خدا تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

یسئلونک عن الشھر الحرام قتال فیہ قل قتال فیہ کبیر وصد عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ والفتنۃ اکبر من القتل ولا یزالون یقاتلونکم حتی یردوکم عن دینکم (۲:۲۱۴)

اے پیغمبرؐ لوگ تم سے حرمت والے مہینہ میں لڑائی کرنے کے متعلق پوچھتے ہیں ان سے کہہ دو۔ اس میں لڑائی کرنا بڑی برائی کی بات ہے۔ (لیکن ساتھ یہ بھی یاد رکھو کہ انسان کو اللہ کی راہ سے روکنا۔ اور اس کا انکار کرنا مسجد حرام میں نہ جانے دینا اور مکہ سے وہاں کے بسنے والوں کو نکال دینا۔ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ برائی ہے۔ اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے یہ لوگ تم سے برابر لڑتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ تم کو اپنے دین سے برگشتہ کر دیں)۔

اس آیت کریمہ میں مشرکین مکہ کے اس الزام کو حق بجانب قرار دیا ہے کہ "حرمت کے مہینوں میں جنگ و قتال حرام ہے"۔ لیکن ساتھ ہی مشرکین کی برائیوں کو واضح کیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ تمہاری برائیاں اس لڑائی سے زیادہ گھناؤنی ہیں۔ مثلاً

ا۔ اللہ کی راہ سے باز رکھنا

ب۔ خدا کی ذات کا کفر کرنا

ج بیت اللہ کی زیارت سے روکنا

د۔ مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دینا۔

ھ۔ لوگوں کو جبر و ظلم سے ان کے دین سے برگشتہ کرنا

الغرض اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں اور دشمنوں میں عدل و انصاف سے فیصلہ فرمایا

Marfat.com

ہے۔ اپنے دوستوں کو بھی ان کے جرم سے بری قرار نہیں دیا۔ ساتھ دشمنوں کو انکی برائیوں اور گناہوں سے متنبہ کیا ہے۔

غزوہ بدر اسی واقعہ سے وابستہ ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر نے تصریح کی ہے کہ غزوہ بدر اور تمام لڑائیاں جو قریش سے پیش آئیں۔ سب کا سبب یہی حضرمی کا قتل ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں :

وكان الذي هاج وقعة بدر وسائر الحروب التي كانت بين رسول الله صلى الله عليه وسلم وبين مشركي قريش فيما قال عروة بن الزبير ما كان من قتل واقد بن عبد الله السهمي عمرو بن الحضرمي[1]۔

جس نے واقعہ بدر اور دوسری تمام لڑائیاں چھیڑ دیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین قریش میں پیش آئیں۔ سب کا سبب یہی تھا۔ کہ واقد بن عبداللہ السہمی نے عمرو بن الحضرمی کو قتل کر دیا۔

تحویل قبلہ

اسی سال شعبان کے مہینہ میں تحویل قبلہ ہوا۔ جس کا مفصل ذکر گزر چکا ہے۔

غزوہ بدر

ولقد نصركم الله ببدر وانتم اذلة فاتقوا الله لعلكم تشكرون۔
(آل عمران)

ترجمہ: اور یقیناً اللہ نے تمہاری بدر میں مدد کی۔ جب تم کمزور تھے۔ پس اللہ سے ڈرو۔ تاکہ تم شکر گزار ہو۔

قریش مکہ اسلام کی عداوت میں اتنے جلے بھنے تھے کہ مسلمانوں کے وطن چھوڑ کر مدینہ چلے جانے کے بعد بھی ان کو چین نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے چلے آئے تو قریش نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو جو ہجرت سے قبل رئیس الانصار تھا۔ اور انصار

---

[1] طبری صفحہ ۱۲۸۴

Marfat.com

نے اس کی تاج پوشی کے لیئے تیاری کر رکھی تھی۔ خط لکھا۔

انکم اویتم صاحبنا وانا نقسم باللہ لتقاتلنہ او تخرجنہ او لنسیرن الیکم باجمعنا حتی نقتل مقاتلتکم و نستبیح نساءکم۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ باب خبر النضیر)

تم نے ہمارے آدمی کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے۔ ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں۔ یا تو تم اس کو قتل کر ڈالو۔ یا مدینہ سے نکال دو۔ ورنہ ہم تم پر حملہ کریں گے اور تم کو فنا و برباد کر دیں گے۔ اور تمہاری عورتوں کو لونڈی بنا لیں گے۔

جب رسول کریمؐ کو اس خط کی خبر ہوئی۔ تو آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اس کو سمجھایا۔ بجھایا کہ کیا تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑو گے۔ چونکہ انصار اکثر دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ اس لیے عبداللہ اس بات کو سمجھ گیا۔ اور قریش کے حکم پر عمل نہ کر سکا۔

اس کے بعد قریش نے مدینہ کے یہودیوں سے ساز باز شروع کر دی۔ جب ان کو خفیہ طور پر اپنے ساتھ ملا لیا۔ تب مسلمانوں کو تہدیدی پیغام بھیجا۔ "تم مغرور نہ ہو جانا کہ مکہ سے جان بچا کر آ گئے ہو۔ ہم مدینہ پر حملہ کر کے تمہیں فنا و برباد کر دیں گے۔"

اس پیغام کے بعد کفار مکہ نے مسلمانوں کے ساتھ چھیڑ خوانی شروع کر دی۔ ربیع الاول ۲ھ میں کرز بن جابر الفہری مسلمانوں کی ایک چراگاہ پر حملہ آور ہو کر مال مویشی لوٹ کر لے گیا۔ اور صاف بچ کر نکل گیا۔

حضرت عبداللہ بن جحش کے نائشی دستہ کے ایک فرد حضرت واقد بن عبداللہ التمیمی کے تیر سے عمرو بن الحضرمی کی موت واقع ہو گئی۔ جس نے جلتی آگ پر تیل کا کام دیا۔

تجارتی قافلہ کی واپسی

۲ھ میں ابوسفیان کی سرکردگی میں جو قریش کا کاروان تجارت شام کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس میں مکہ کے تمام مرد و زن شریک تھے۔ جن کی مجموعی پونجی پچاس ہزار دینار تھی جو شام کاروان کے واپس لوٹنے کا موسم آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ بن عبیداللہ اور سعید بن زید کو قافلہ کی خبر رسانی کے لیے مقرر کیا۔ مقام حوراء میں آ کر کشد الجہنی کے پاس قیام کیا جس وقت کاروان وہاں سے گزرا تو دونوں اصحاب رسول کریم صلعم کو اطلاع دینے کے لیئے روانہ ہو گئے۔ آنحضرتؐ کو ان کے مدینہ پہنچنے سے قبل ہی علم ہو چکا تھا۔ چنانچہ رسول

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا کہ قریش کے قافلہ کو روکیں تاکہ ان کو علم ہو جائے کہ اہل مدینہ سے بگاڑ کرنا ان کی تجارت کے لیے کتنا مضر ہے۔ اور ان کی تجارت شام سے منقطع ہو سکتی ہے۔ یہ جمعیت جنگ کے ارادہ سے روانہ نہیں کی گئی تھی۔ بلکہ اس کا مدعا صرف تخویف اور تادیب تھا۔

ابوسفیان صاحب فراست مرد تھا۔ وہ قدم قدم پر مسلمانوں کے عزائم سے باخبر رہنے کے لیے کوشاں رہتا تھا۔ چنانچہ وہ مسلمانوں کے اس دستہ کی روانگی سے فوراً مطلع اور باخبر ہو گیا۔ اور ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر قریش مکہ کو خطرہ سے متنبہ کرنے کے لیے روانہ کر دیا۔

ضمضم غفاری کا واویلا

ضمضم نے مکہ پہنچتے ہی اپنی اونٹنی کے کان اور ناک کاٹ دیے۔ اس کا پالان اٹھا کر کوہان پر رکھ دیا اپنی قمیص کا گریبان چاک کر کے بلند آواز سے چلانا شروع کر دیا۔ "اے قریش تمہارا قافلہ خطرہ میں ہے۔ محمدؐ اپنے رفقاء سمیت ابوسفیان پر حملہ کرنے کو ہے امید نہیں کہ تم اپنا مال بچا سکو۔ کون دلاور ہے۔ جو ابوسفیان کو بچانے کے لیے نکلے[1]۔

ابوجہل کا نعرہ جنگ

ابوجہل تو پہلے ہی مسلمانوں پر حملہ کرنے کا بہانہ تلاش کر رہا تھا۔ حضرمی کے قتل اور ضمضم غفاری کے واویلا نے ابوجہل کی آتش غضب کو بھڑکا دیا۔ وہ کعبہ میں گیا۔ اور اپنے خداؤں سے استمداد کی۔ پھر اہل مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے ابھارا۔ تاکہ مسلمانوں کے خون سے اپنی آتش غضب کو بجھائے۔

قریش و بنو کنانہ کی پرانی عداوت

قریش اور بنو کنانہ میں قدیم عداوت چلی آ رہی تھی۔ قریش کو خدشہ تھا کہ ایسا نہ ہو جب ہم مسلمانوں کے بالمقابل صف آرا ہوں۔ تو بنو کنانہ اپنا بدلہ لینے کے لیے ہمارے گھروں پر حملہ آور ہو جائیں، مالک بن جعشم المدلجی نے یہ خبر سن لی۔ وہ بنو کنانہ کا رئیس تھا۔ وہ قریش کے مجمع میں گیا۔ اور کہا۔

---

[1] حیات محمد صفحہ ۵۵ اردو ایڈیشن۔

Marfat.com

"اناجاو کم من ان تاتیکم کنا نتم من خلفکم بشئ تکرھونہ"

اے قریش اگر بنو کنانہ تمہارے ساتھ غداری کریں تو میں ذمہ دار ہوں!

مالک کی یہ تقریر سن کر ابوجہل کی ہمت بندھ گئی۔ اور جنگ کی تیاری شروع ہو گئی۔ اہل مکہ میں جو شخص خود میدان جنگ میں لڑنے کے قابل تھا۔ وہ بلا تامل لشکر کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ جو کسی وجہ سے نہیں جا سکتا تھا اُسنے معاوضہ پر اپنا قائم مقام تیار کیا اور لشکر کے ساتھ روانہ کر دیا۔ سوائے ابولہب کے جو بغیر کسی مجبوری کے لشکر سے پیچھے رہا۔ اور چار ہزار درہم کے معاوضہ پر عاص بن ہشام بن المغیرہ کو لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔

امیہ بن خلف اور ابوجہل کا مکابرہ

امیہ بن خلف فربہ اندام ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے سے عاجز و معذور تھا اس وجہ سے لڑائی میں شریک ہونے سے دامن بچا رہا تھا۔ جب قریش کو معلوم ہوا۔ تو ابوجہل اور عقبہ بن ابی معیط امیہ کے پاس خانہ کعبہ میں گئے اور سرمہ دانی اور لوبان اور سلگتی ہوئی انگیٹھی سامنے رکھ دی۔ اور کہا۔ اے عورت لوبان سلگتی ہوئی انگیٹھی اور سرمہ دانی حاضر ہے گھر لے جائیے۔ لوبان کی خوشبو سے دماغ کو معطر کریں اور سرمہ دانی سے آنکھوں میں سرمہ لگائیں۔ امیہ بن خلف ابوجہل اور عقبہ کا یہ طعنہ سن کر اٹھا۔ اور ایک بیش قیمت اونٹ خرید کر لشکر کے ساتھ خروج کیا۔ اس لشکر میں ابوجہل۔ عتبہ۔ شیبہ۔ ولید۔ حنظلہ۔ عمرو بن عبدود۔ عبیدہ۔ عاص۔ حرث۔ طعیمہ۔ زمعہ۔ عقیل۔ ابوالبختری۔ مسعود۔ بنیہ۔ منبہ۔ نوفل سائب رفاعہ۔ وغیرہ تمام بڑے بڑے رؤسائے قریش تھے۔

مومنین کا خروج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی خبر ہوئی۔ تو آپ نے تمام صحابہ کو مشورہ کے لیے جمع کیا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اپنی رائے پیش کی۔ ان کے بعد حضرت مقدادؓ اٹھے۔ اور جان نثاری کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"یا رسول اللہ احکام خداوندی کی تعمیل فرمانے میں ہماری طرف سے دل میں خدشہ نہ لائیے۔ ہم موسیٰ کی قوم کی طرح یہ نہیں کہیں گے کہ آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑیں۔ ہم

ؔ حیات محمد ص ۱۵۵ اردو ایڈیشن

Marfat.com

لوگ آپ کے دائیں سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے لڑیں گے۔ ان کی اس جان نثارانہ تقریر سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمک اٹھا۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا۔ جنہوں نے بیعت عقبہ کبریٰ کے موقع پر معاہدہ کیا تھا کہ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہوا۔ تو وہ دشمن کا مقابلہ کریں گے لیکن مدینہ سے باہر جاکر مقابلہ کرنے کا عہد نہیں کیا تھا۔ جب انصار کو محسوس ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ ہماری طرف ہے۔ تو حضرت سعد بن معاذ نے عرض کیا۔ انک تریدنا یارسول اللہ۔ کیا آپ کا یہ اشارہ ہماری طرف ہے۔ تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میرا اشارہ تمہاری طرف ہے۔

سعد بن معاذ کا اظہار

لقد امنا بك وصدقناك وشهدنا ان ما جئت به هو الحق واعطيناك على ذالك عهودنا ومواثيقنا على السمع والطاعة فامض لما اردت فنحن معك فوالذى بعثك لو استعرضت بنا هذا البحر فخضته لخضناه معك وتخلف منا رجل واحد وما نكره ان تلقى بنا عدونا غدًا انا لصبر فى الحرب صدق فى اللقاء لعل الله يريك منا ما تقربه عينك فسر بنا على بركة الله[1]

ہم آپ کی رسالت پر ایمان لے آئے ہیں ہم نے آپ کی تصدیق کی۔ ہم نے قرآن مجید کی توثیق کی۔ آپ کی اطاعت کا مضبوط عہد کیا۔ آپ احکام خداوندی کی تعمیل میں ہماری طرف سے دل میں خدشہ نہ لائیے۔

اس خدا کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث کیا۔ اگر آپ سمندر میں قدم رکھیں گے۔ تو ہم بلاخوف و خطر اس میں کود پڑیں گے۔ ہم سے کوئی فرد پیچھے نہ رہے گا نہ ہم دشمن کا مقابلہ کرنے میں تامل کریں گے۔ ہم میدان حرب میں صابر اور لڑائی میں ثابت قدم ہیں۔ امید ہے کہ ہماری وجہ سے اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو ٹھنڈا رکھے گا۔ بہتر یہ ہے کہ آپ دشمن کو

---

[1] حیات محمد مترجم ص۵۵۵

Marfat.com

گھیرنے کے لیے جلدی کوچ فرمائیے۔

سعدؓ کی تقریر سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمودار ہوگئے اور فرمایا۔

سیروا وابشروا فان اللہ قد وعدنی احدی الطائفتین واللہ لکانی انظر الی مصارع القوم[1]

کوچ کرو۔ اور خدا کی طرف سے یہ بشارت سنو کہ اللہ نے دشمن کے دو گروہوں میں سے ایک پر نصرت کا وعدہ کیا ہے۔ بخدا گویا ان میں سے ایک ایک کا مقتل میری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

بدر کا محل وقوع

چونکہ حجاز کے مغربی علاقے میں پہاڑیاں ہی پہاڑیاں ہیں اس وجہ سے آنے جانے کا راستہ وادیاں اور گھاٹیاں ہیں۔ اور تجارتی قافلے چوڑی وادیوں سے گذرتے ہیں گھاٹیوں کا راستہ زیادہ دشوار گذار ہے۔ کسی جگہ جانے کے یہاں کئی راستے ہوتے ہیں۔ یہی حال بدر کا ہے۔

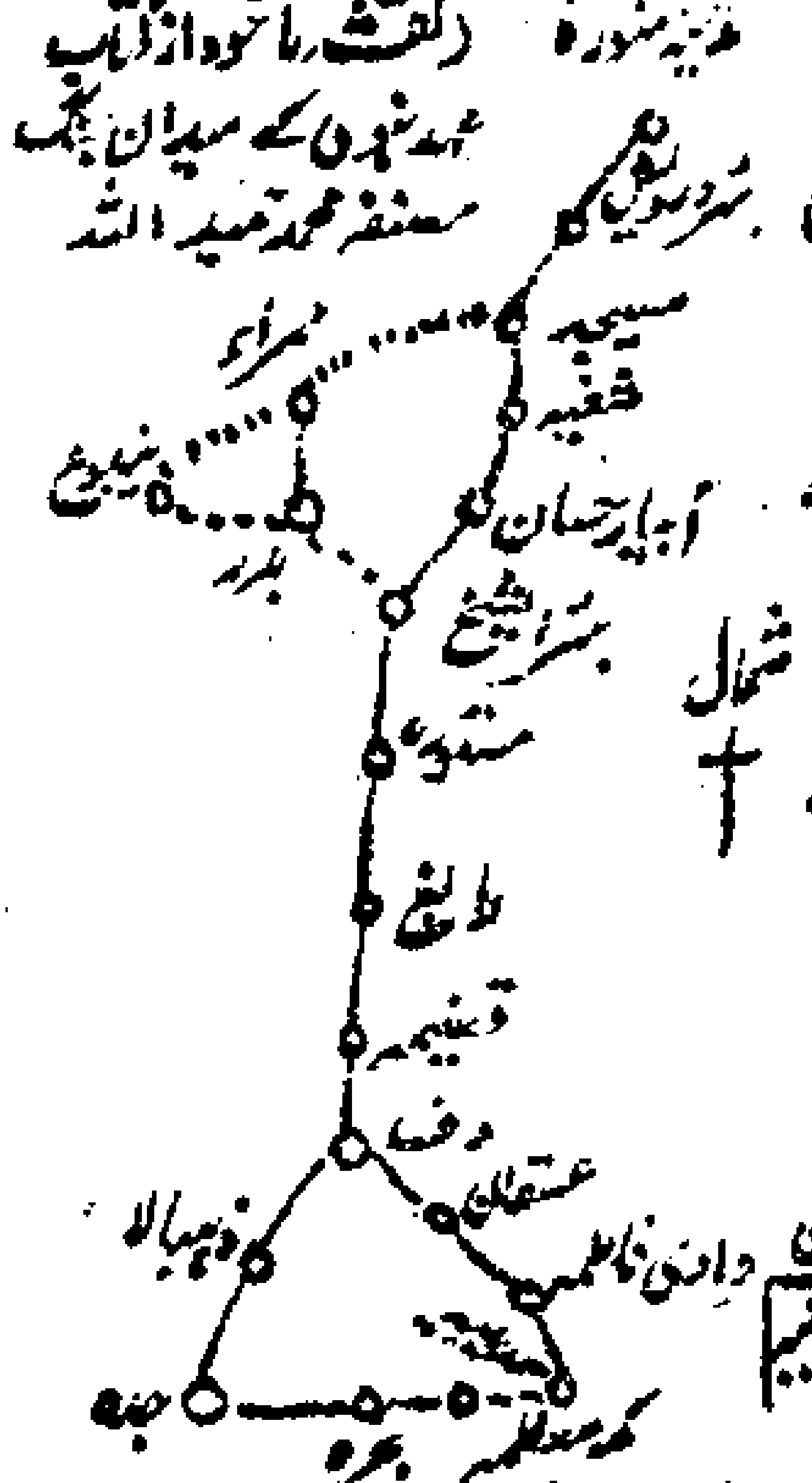

عہد نبوی اور اس سے قبل مکہ مدینہ اور بدر کا راستہ جن مقامات سے گذرتا تھا۔ وہ اب بہت بدل چکا ہے۔

مدینہ سے آنے والے مسافر بدر پر طریق سلطانیہ چھوڑ دیتے ہیں۔ اور قصبہ جنیف سے گذر کر حمراء میں منزل کرتے ہیں۔ پھر قصبہ شفیہ سے گزر کر بدر پہنچتے ہیں۔ اس کے خلاف مکہ سے جانے والے بئر الشیخ پر سے کسی قدر آگے درب الحجرہ پر سلطانیہ چھوڑتے ہیں۔ اور صبح نکلیں تو شام تک بدر پہنچ جاتے ہیں۔

مرالظہران
الطریق سلطانیہ

بدر بیضوی شکل کا ایک میدان ہے۔ کوئی ساڑھے پانچ میل لمبا اور تقریباً چار میل چوڑا۔ اطراف میں بلند پہاڑ ہیں۔ مکہ شام اور مدینہ

---

[1] حیات محمد مترجم ص ۲۵۵

Marfat.com

جلنے کے راستے جو وادیوں میں سے گزرتے ہیں۔ یہیں ملتے ہیں۔ ترکی دور میں شریف عبدالمطلب نے اس میدان میں ایک مضبوط قلعہ تعمیر کیا تھا۔ مگر اب وہ ٹوٹ پھوٹ گیا ہے یہ میدان سنگلاخ یا ریتلا ہے۔ مگر جنوب مغربی حصے کی زمین نرم ہے۔ جنگ بدر کے دن بارش ہوئی تھی۔ تو وہ مقام جہاں قریش کا پڑاؤ تھا۔ دلدل بن گیا تھا۔[1] مگر اب یہاں ایک سرسبز نخلستان ہے۔

بدر کے اطراف میں جو پہاڑ ہیں۔ ان کے مختلف حصوں کے مختلف نام ہیں ان پہاڑیوں میں سے ایک کا نام العدوۃ الدنیا اور دوسری کا نام العدوۃ القصوی ہے درمیانی اونچے پہاڑ کا نام جبل اسفل ہے۔ کیونکہ اس کے پیچھے دس بارہ میل پر سمندر ہے۔ ابوسفیان کا قافلہ راستہ کاٹ کر ساحل کے کنارے کنارے گزر گیا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر "والرکب اسفل منکم" "وکارواں تم سے نیچے تھا" کے الفاظ میں کیا گیا ہے۔

بدر میں

غرض ۱۲ رمضان ۲ھ کو آپؐ تین سو جان نثاروں کو ساتھ لیکر شہر سے باہر نکلے۔ تو اپنی عدم موجودگی میں نیابت صلوٰۃ حضرت عمرو بن ام مکتومؓ کو تفویض فرمائی اور روحاء پر پہنچ کر حضرت ابولبابہؓ کو مدینہ کا حاکم بنا کر واپس بھیج دیا۔ اور مدینہ کے بالائی حصہ پر عاصم بن عدی کو مقرر کیا۔ ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا۔ جو کم سن بچے تھے واپس کر دیئے گئے۔ عمیرؓ بن ابی وقاص ایک کم سن بچہ تھے۔ جب ان سے واپسی کو کہا گیا۔ تو وہ رو پڑے۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی لشکر میں شامل کر لیا سعد بن ابی وقاص نے کم سن سپاہی کے گلے میں تلوار حمائل کی۔[2] اب مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔ مہاجرین کا علم حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ قبیلہ خزرج کا جھنڈا حباب بن المنذر کے پاس تھا۔ اور قبیلہ اوس کا پرچم حضرت سعد بن معاذؓ نے اٹھا رکھا تھا۔ مشرکین کے ساتھ بھی تین جھنڈے تھے۔ ایک ابوعزیز بن عمیر۔ دوسرا نضر بن حارث اور تیسرا طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔

---

[1] ابن ہشام ص ۳۹۰ عہد نبوی کے میدان جنگ از محمد حمید اللہ ص ۱۶

[2] منتخب کنز العمال بروایت ابن عساکر مدد

Marfat.com

اسلامی لشکر کے سازوسامان کی یہ ناگفتہ بہ حالت تھی کہ صرف دو گھوڑے تھے جن پر حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ سوار تھے۔ ستر اونٹ تھے۔ ایک ایک اونٹ پر تین تین چار چار سپاہی سوار تھے۔ رسول کریم صلعم جس اونٹ پر سوار تھے۔ اس پر بھی دو تین اور صحابہ سوار تھے۔ مسلمان اپنے محبوب راہنما کی سرکردگی میں منزل بہ منزل طے کرتے ہوئے مقام بدر کے قریب جا پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء کو وہیں چھوڑ کر اکیلے گشت کو نکلے ایک معمر عرب سے ملاقات ہوئی۔ اس بوڑھے کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ نے قریب ہی پڑاؤ ڈال رکھا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔ حضرت علیؓ زبیرؓ اور سعدؓ کو ایک دستہ کے ہمراہ قریش کی خبر معلوم کرنے کے لیئے چاہ بدر کی طرف روانہ کیا۔ تو وہ قریش کے دو غلام گرفتار کر کے ساتھ لے آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قریش کے پڑاؤ کے متعلق دریافت کیا۔ وہ کہنے لگے کہ اہل مکہ اس ٹیلہ کے پچھواڑے پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے تعداد پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں علم نہیں ہے۔ تب آپؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ لوگ روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا ایک روز نو دوسرے روز دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لشکر کی تعداد کا اندازہ نوسو سے لے کر ایک ہزار تک فرمایا۔ ان بچوں نے قریش کے تمام رؤساء کے نام بتائے۔ تو رسول کریمؐ نے فرمایا۔

هذه مكة قد القت اليكم افلاذ كبدها۔

یعنی مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف پھینک دیئے ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دو خبر رساں بسبسہ اور عدی بھیجے اپنی سواریوں کو کھلی جگہ بٹھا کر چاہ بدر پر پہنچے۔ وہاں دو لڑکیاں موجود تھیں۔ ایک لڑکی دوسری لڑکی سے اس کے قرض کے مطالبہ میں کہہ رہی تھی "ایک دو دن تک قریش کا ایک قافلہ گزر رہا ہے۔ میں ان لوگوں کی مزدوری کر کے تمہارا قرض ادا کر دوں گی"۔ یہ خبر سن کر اونٹنی سوار رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور لڑکیوں کی گفتگو سے آگاہ کیا۔

ابوسفیان کا نیا راستہ اختیار کرنا

ابوسفیان مسلمانوں کی ٹوہ لگاتا ہوا بدر میں پانی کے گھاٹ پر پہنچا۔ مجدی بن عمرو

Marfat.com

سے ملاقات ہوئی۔ اس نے ابوسفیان کو بتایا کہ ابھی ابھی دو شتر سوار ادھر آئے تھے اور انہوں نے اس جگہ اپنی اونٹنیاں بٹھائی تھیں۔ ابوسفیان اس جگہ آیا۔ اونٹ کی مینگنیاں اٹھا کر دیکھیں۔ تو ان میں یثرب کی علامات پائیں۔ ابوسفیان نے بدر والا راستہ بدل کر سمندر کے کنارے کنارے سفر اختیار کیا۔ اور مکہ پہنچ گیا۔

لشکر کفار میں اختلاف

قریش جحفہ کے مقام پر تھے تو ان کو معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ مسلمانوں کی گرفت سے بچ کر نکل گیا ہے۔ تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے رؤساء نے کہا۔ اب لڑنا بے سود ہے لیکن ابوجہل نے نہ مانا۔ زہرہ اور عدی کے لوگ واپس لوٹ گئے۔

اسی طرح قریش کے بعض اور سردار بھی اپنی نیک دلی کی وجہ سے لڑائی سے نفرت کرتے تھے۔ ان میں حکیم بن حزام تھے۔ وہ فوج کے سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "اگر آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار رہ جائے" عتبہ نے کہا کیونکر حکیم نے کہا۔ قریش کا مطالبہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجیے۔ عتبہ نے خوشی سے منظور کر لیا۔ لیکن ابوجہل کا اتفاق رائے ضروری تھا۔ حکیم عتبہ کا پیغام لے کر ابوجہل کے پاس گیا۔ اور پیغام سنایا۔ ابوجہل نے جواب دیا۔ ہاں عتبہ کی ہمت ہار چکی ہے۔ ابوجہل کے دل میں اس وجہ سے بھی بدگمانی پیدا ہوئی کہ عتبہ کے فرزند ابوحذیفہ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہوئے تھے۔ وہ اس معرکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

ابوجہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ اپنے حلیف کو دیکھیے کہ آپ کے بھائی کا خون آپ کی آنکھوں کے سامنے مٹی میں ملا رہا ہے۔ عتبہ چاہتا ہے کہ لشکر آپ کے بھائی کا بدلہ لئے بغیر واپس لوٹ جائے۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے۔ گرد اڑا کر واعمرہ واعمرہ کہہ کر چلانے لگا۔ جس سے قریش کا خون کھول اٹھا۔ اور وہ نخوت اور تکبر کے نشہ میں آگے بڑھے اور مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی جگہ پر لشکر کو ٹھہرایا۔ جہاں چشمہ یا کنواں نہ تھا۔ زمین ریتلی تھی۔ حضرت حباب بن منذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر سے۔ رسول کریم

Marfat.com

نے فرمایا۔ وحی سے نہیں ہے۔

حضرت حبابؓ نے کہا۔ بہتر ہے کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ اور آس پاس کے کنوئیں بیکار کر دیئے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ رائے پسند فرمائی۔ اسی پر عمل کیا گیا۔ تائید ایزدی سے اس رات بارش ہو گئی۔ جس سے ریت بیٹھ گئی۔ پانی روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لیئے گئے۔ تاکہ وضو اور غسل کے کام آئیں۔ اس احسان کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔

"ینزل علیکم من السماء ماءً لیطھرکم۔ (انفال)

خدا نے آسمان سے پانی برسایا۔ تاکہ تم کو پاک کرے۔

سعد کا مشورہ

حوض کی تعمیر کے بعد سعد بن معاذ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپؐ کے لیئے ایک ٹیلہ پر چھپروں کی ایک عریش بنائی جائے۔ آپ وہاں بیٹھ کر جنگ کی کمان فرماتے رہیں۔ ایک کنارے پر سانڈنی کھڑی کر رکھیں۔ اگر دشمن پر غلبہ حاصل ہو۔ تو سبحان اللہ۔ شکست کی صورت میں سواری پر سوار ہو کر مدینہ میں ان لوگوں کے پاس تشریف لے جائیں جنہیں پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ ان کے دلوں میں آپ کی محبت ہے۔ جب بھی جہاد کا موقعہ آئے گا۔ وہ آپ کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ بلکہ آپ کی سرکردگی میں دشمنوں کا مقابلہ کرینگے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کی زبان سے یہ بات سن کر ان کے لیئے دعا فرمائی۔ ان کی رائے کو بہت سراہا۔[1]

ایک ٹیلہ پر عریشؐ بنائی گئی۔ جہاں سے میدان جنگ صاف نظر آتا تھا تاکہ آسانی سے فوج کو ہدایات دی جا سکیں۔

---

[1] ابن ہشام۔

[2] اسی عریش یا جھونپڑی کی جگہ آج کل بطور یادگار ایک جامع مسجد تعمیر کی گئی ہے۔ اس میں فی الوقت تین کتبے ہیں۔ ایک منبر کے اوپر دوسرا محراب کی کمان کے اوپر قبلہ رخ دیوار میں نصب ہے۔ تیسرا محراب کے پاس الگ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ مسجد کی دیواریں مٹی کی ہیں۔ جن کے اندر ممکن ہے کہ اینٹ ہو یا پتھر لگا ہے منبر کے اوپر جو کتبہ ہے۔ اس میں مصر کے مملوک افسر خشقدم کا نام ملتا ہے۔ املا کی غلطیاں دیکھا مکان لکاتل الطرفین

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۰

Marfat.com

رسولِ خدا کی دعا اور کامرانی کی پیشگوئی

۱۶ رمضان کی رات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت متفکر تھے۔ قریش میں زار زار روتے تھے۔ بارگاہ الٰہی میں دعا کرتے تھے "اے خدا اگر تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو زمین میں تیری عبادت کرانے والا، توحید کا پیغام پہنچانے والا کوئی نہ رہے گا۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور غنودگی کی حالت میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر ۔ یعنی کفار کو شکست ہوگی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائینگے

بقیہ حاشیہ ۲۱۹ دیگرہ بھی انہیں عجمیوں نے کی ہوں گی۔ محراب کی کمان کے اوپر سنگ مرمر کا ایک چھوٹا سا کوئی آدھ انچ مربع کتبہ ہے۔ جو کچھ تو آرائشی خط میں طغری کی طرح لکھا ہوا ہونے اور کچھ قدامت کے باعث بہت کچھ گھس جانے سے مجھ (محمد حمید اللہ) سے پڑھا نہ گیا۔ میری رائے میں یہ مملوکوں سے بھی پہلے کا ہے۔ تیسرا کتبہ جو نیچے پڑا ہوا ہے۔ وہ بہت بدخط معمولی ریت کے پتھر پر لکھا ہوا اور غالباً سال کا ہے۔ اس کا زمین پر پڑا ہونا بتاتا ہے کہ مسجد کی موجودہ تعمیر بالکل جدید ہے۔ اور دونوں نصب کیئے ہوئے کتبے محض یادگار کے طور پر دیوار چنتے وقت لگا دیئے گئے۔ یہ تیسرا کتبہ بھی اپنے زمانے میں کہیں نصب ہوگا۔ کیونکہ اس میں بھی (مکان الفراغ) کے الفاظ اب تک صاف پڑھے جاتے ہیں۔ مملوکوں کے کتبے کی عبارت ہی ڈ محمد حمید اللہ نے یوں پڑھی۔

سطر اوّل بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲ انشا فی حصر هذا المکان المبارک

۳ خشقدم امیر عشرة (عشرة عشيرة) بديار المصرية مشيد العمارة السلطانية۔

۴ وكان الفراغ من هذا البنية المباركة ربيع الاول احد وعشرين في سنة ستة و تسعماية

ترجمہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس مبارک مقام پر حصار تعمیر کرنے کا آغاز خشقدم نے کیا۔ جو سلطنت مصر میں امیر عشرہ اور سرکاری انجینئر تھا۔ اس مبارک عمارت کے بنانے سے ۲۱ ربیع الاول ۹۰۶ھ میں فراغت ہوئی۔

عہد نبوی کے میدان جنگ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب صفحہ ۲۲، ۲۳

Marfat.com

فریقین کی صف بندی

۱۷ رمضان بروز جمعہ صبح ہوتے ہی آپؐ نے صف بندی کی۔ مسلمانوں کے تقریباً ۳۱۳ جنگجو۔ اور دشمن کے تقریباً ایک ہزار سپاہی تھے صف آرائی کے بغیر عام حالتوں میں مقابلہ زیادہ دیر تک جاری نہیں رہ سکتا تھا۔ امام ترمذیؒ[1] کے مطابق اسلامی فوج کی تقسیم لڑائی سے پہلے کی رات ہو چکی تھی۔ آپؐ کے ہاتھ میں ایک تیر تھا۔ اس کے اشارہ سے صفیں درست کرتے جاتے تھے۔ اور ہدایت فرماتے جاتے تھے کہ کوئی شخص صف سے آگے یا پیچھے نہ ہٹنے پائے اور کسی کے منہ سے آواز نہ نکلنے پائے۔ صف بندی کے بعد آپؐ نے فوج کے مختلف حصوں پر افسر مقرر کیے۔

واقدی نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کی فوج مہاجرین اوس اور خزرج تین جماعتوں میں منقسم تھی۔ صف آرائی کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سپاہیوں کو نہایت اہم ہدایات دیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے۔

(۱) مسلمان صف بندی کو نہ توڑیں۔

(۲) اس وقت تک لڑائی کا آغاز نہ کریں۔ جب تک آپؐ اجازت نہ دیں۔

(۳) دشمن دور ہو تو تیر چلا کر ضائع نہ کریں۔ زد پر آئے تو تیر چلائیں۔ اور بھی قریب آنے تو پتھروں سے ماریں۔ اس سے بھی نزدیک ہو جائے تو نیزوں سے روکیں۔ اور سب سے آخر میں تلواریں کھینچیں[2]۔

مسلمان مجاہدین کے پاس کوئی امتیازی لباس نہ تھا۔ اس وجہ سے "یا منصور امت" کا جملہ ان کا شعار مقرر تھا[3]۔ جب دو آدمی مقابل ہوتے۔ اور فریق ثانی نہ دہراتا۔ تو فوراً معلوم ہو جاتا کہ وہ دشمن کا آدمی ہے۔

واقدی کے بیان کے مطابق دشمن کی فوج کے میمنہ و میسرہ دو حصے تھے۔ اور فوج میں تین جھنڈے تھے۔

آمنے سامنے دونوں فوجیں کھڑی ہیں۔ قریش میں سے اسود بن عبد الاسد بے قابو

---

[1] جامع ترمذی ابواب الجہاد۔

[2] یہ ہدایتیں اکثر کتب حدیث میں ملتی ہیں۔ مگر ان کا بدر میں دیا جانا واقدی کا بیان ہے۔ نیز ابن ہشام ۳۲۵، نیز عہد نبوی کے میدان جنگ مصنفہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۲۱

[3] مغازی الواقدی صفحہ ۲، نیز عہد نبوی کے میدان جنگ ص ۲۱

Marfat.com

ہو کر حوض کی منڈیر ڈھانے کے لیئے مسلمانوں کی صفوں میں جا گھسا۔ حضرت حمزہؓ نے ایک ہی وار میں کام تمام کر دیا۔

باقاعدہ جنگ

لڑائی کا آغاز یوں ہوا کہ عامر حضرمی آگے بڑھا۔ مہجع حضرت عمرؓ کا غلام مقابلہ پر نکلا اور مارا گیا۔

عتبہ جو رئیس لشکر تھا۔ ابو جہل کے طعنہ سے بہت برہم تھا۔ وہ اپنے حقیقی بھائی اور بیٹے شیبہ اور ولید کو لے کر میدان میں نکلا۔ اور مقابلہ کے لیئے للکارا۔ حضرت عوفؓ حضرت معاذؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مقابلہ میں نکلے۔ عتبہ نے نام پوچھا۔ جب یہ معلوم ہوا کہ وہ انصار میں سے ہیں۔ تو عتبہ نے غیر کفو ہونے کی وجہ سے ان کی مبارزت کو ٹھکرا دیا۔ اور کہا کہ ہم صرف بہادران قریش سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ آپ لوگوں سے نہیں۔ پھر رسول کریمؐ سے مخاطب ہو کر پکارا۔ یہ لوگ ہمارے جوڑ نہیں۔ پھر رسول کریمؐ کے ارشاد کے مطابق حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان جنگ میں اترے۔ عتبہ نے نام پوچھے۔ سب نے نام و نسب بتائے۔ عتبہ نے کہا۔ ہاں اب ہمارا جوڑ ہے

ولید کا حضرت علیؓ سے عتبہ کا حضرت حمزہؓ سے مقابلہ ہوا۔ دونوں مارے گئے۔ شیبہ نے عبیدہؓ کو زخمی کیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا۔

عبیدہ بن سعید بن العاص سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا نخوت اور تکبر میں چور صف سے نکلا۔ اور للکارا کہ "میں ابو کرش ہوں"۔ حضرت زبیرؓ جہنم کی آگ تک پہنچانے کیلیئے۔ مسلمانوں کی صف سے مقابلہ کرنے کے لیئے باہر نکلے۔ تاک کر آنکھ میں برچھی ماری۔ عبیدہ زمین پر گر گیا۔ برچھی آنکھ میں اتنی مضبوطی سے پیوست ہو گئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے لاش پہ پاؤں رکھ کر برچھی کو باہر نکالا۔ رسول کریمؐ نے حضرت زبیرؓ سے برچھی مانگ لی۔ اور یادگار کے طور پر خلفاء راشدین کے پاس رہی۔

پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی۔ [1]

اب عام حملہ ہوا۔ کفار تو اپنے ساز و سامان اور اپنی تعداد پر نازاں تھے۔ لیکن

---

[1] صحیح بخاری غزوہ بدر

Marfat.com

مسلمانوں کے ضعف کو ان کے خلوص اور محبت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضرعانہ دعاؤں نے پُر کیا ہوا تھا۔

ابوجہل کی دنائیت۔ شرارت، خبث باطنی اور عداوت اسلام کا چرچا عام تھا۔ اس وجہ سے انصار میں سے دو لڑکوں معوذ اور معاذ نے عہد کیا ہوا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آئے گا۔ تلوار کا لقمہ بنائیں گے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بیان ہے کہ میں صف میں کھڑا تھا۔ میرے داہنے بائیں دو لڑکے تھے۔ ایک نے کان میں پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے برادر زادہ ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرو گے۔ اس لڑکے نے جواب دیا۔ کہ میں نے خدا سے یہ عہد باندھا ہوا ہے کہ جہاں شقی القلب ابوجہل مل گیا۔ اس کو موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ یا خود لڑ کر مر جاؤں گا۔ ابھی میں جواب نہیں دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے اپنی طرف متوجہ کیا۔ اور وہی باتیں کہیں۔ میں دونوں کو اشارہ سے ابوجہل کی جگہ بتا رہا تھا کہ وہ باز کی طرح جھپٹے۔ اور ابوجہل زمین پر تھا۔ ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے معاذؓ کے بائیں شانہ پر ضرب ماری۔ جس سے بازو کٹ گیا۔ لیکن تسمہ باقی لگا رہا۔ معاذ اسی حالت میں لڑ رہا تھا۔ لیکن بازو کے لٹکنے کی وجہ سے زحمت ہوتی تھی۔ بازو کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا۔ اور تسمہ الگ ہو گیا۔

امیہ بن خلف کا قتل

عدو اسلام امیہ بن خلف سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ آئے گا۔ تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے۔ جب قریش کے لشکر میں بھاگڑ پڑی تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چاہا کہ امیہ جان بچا کر نکل جائے۔ اس کو لے کر ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا یہ دشمن خدا حضرت بلالؓ کو سخت ایذائیں دیا کرتا تھا۔ انصار کو خبر کر دی۔ وہ اس پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر اس کی طرف بڑھے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ تم زمین پر لیٹ جاؤ۔ وہ لیٹ گیا۔ اور اس پر چھا گئے کہ لوگ اس کو نہ مار سکیں۔ لیکن لوگوں نے مار کر دم لیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی ایک ٹانگ بھی حفاظت میں زخمی ہو گئی۔

ابوالبختری کا قتل

Marfat.com

لڑائی سے قبل رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے لشکر میں بعض ایسے افراد بھی ہیں۔ جو بطیب خاطر سے نہیں۔ بلکہ قریش کے جبر سے آتے ہیں۔ ان لوگوں کے نام بھی آپؐ نے بتا دیئے تھے۔ ان میں سے ابوالبختری تھا۔ مجذر کی نظر ابوالبختری پر پڑی۔ مجذر نے کہا۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے قتل سے منع فرمایا ہے۔ اس لیے تجھے چھوڑتا ہوں۔ ابوالبختری نے کہا۔ میرے رفیق کو بھی۔ مجذر نے کہا۔ نہیں۔ ابوالبختری نے کہا۔ میں تو نانِ عرب کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لیے اپنے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ابوالبختری مجذر پر حملہ آور ہوا۔ لیکن مارا گیا۔

صحابہ کو شہادت کا شوق

جنگ سے قبل رسول کریم صبر و استقامت کی تلقین فرما رہے تھے کہ اس طرح خدا کی طرف سے فتح و نصرت اور جنت ملے گی۔ چنانچہ عمیر بن حمامؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔

"اے اللہ کے رسول وہ جنت جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہوگی

آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول بس! بس!

عمیرؓ نے چند کھجوریں نکالیں۔ اور کھانے لگے۔ پھر کہا۔ اگر میں ان کے کھانے تک زندہ رہا۔ تو پھر یہ دنیا کی زندگی بہت طویل ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور جہاد میں شریک ہو کر شہید ہو گئے۔ یہ پہلے شہید تھے۔[۲]

ابوجہل۔ عتبہ۔ امیہ بن خلف وغیرہ کے قتل کے بعد کفار کے لشکر کے حوصلے پست ہو گئے۔ جان بچانے کے لیے میدان جنگ سے بھاگنا شروع کر دیا۔

حضرت عباس۔ عقیل۔ نوفل۔ اسود بن عامر۔ عبداللہ بن زمعہ اور بہت سے معزز رؤسا قریش گرفتار ہوئے۔

لڑائی کے اختتام پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی شخص جا کر ابوجہل کے انجام کی خبر لائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود میدان جنگ میں گئے۔ لاشوں میں ابوجہل کو دم توڑتے دیکھا۔ بولے تو ابوجہل ہے۔ اس نے کہا۔ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا

---

۱ زاد المعاد مصنفہ ابن قیم مترجم ص ۱۸۱

۲ صحیح بخاری غزوہ بدر

Marfat.com

ہے۔ تو یہ فخر کی کیا بات ہے۔ ابو جہل نے ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تھپڑ مارا تھا۔ انہوں نے اس کے انتقام میں اس کی گردن پر پاؤں رکھا۔ ابو جہل نے کہا۔ او بکری چرانے والے دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر کاٹ لائے۔ اور رسول کریمؐ کے قدموں پر رکھ دیا۔[۱]

رسول اللہؐ کی طرف سے بنو ہاشم اور بعض اشراف مکہ سے امتیازی سلوک

جنگ سے قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکریوں سے فرمایا تھا کہ بنو ہاشم اور قریش کے فلاں فلاں اشراف پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔ یہ اپنی کسی ذاتی غرض یا قرابت داری یا اپنے قبیلہ کی محبت کی وجہ سے نہیں فرمایا تھا۔ تمام زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپؐ نے ہمیشہ عدل و انصاف کو قرابت اور تعلقات پر ترجیح دی ہے۔ اس کی وجوہات یہ ہیں۔

ا۔ بنو ہاشم کا استثنا اس لیئے فرمایا تھا کہ وہ آپؐ کے زمانہ بعثت سے لے کر متواتر تیرہ سال تک آپ کی یاوری کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ میں اوس و خزرج کی دوسری بیعت ہوئی جو آدھی رات کے وقت منعقد ہوئی تھی آپ کے عم بزرگوار سیدنا عباسؓ بھی ساتھ تھے۔

ب۔ بعض اشراف قریش سے امتیازی سلوک کی وجہ یہ تھی کہ جب اہل مکہ نے آپ کی وجہ سے بنو ہاشم کے پورے قبیلہ کی قرارداد مقاطعہ پر دستخط کیئے۔ جس بنا پر آنحضرت صلعم اور آپ کا قبیلہ شعب ابی طالب میں پناہ گزینی پر مجبور ہوا۔

اور ان (اشراف مکہ) میں سے بعض اشخاص نے اختلاف عقائد کے باوجود قریش سے قرطاس قرارداد چاک کرنے کا مطالبہ کیا۔ رسول اللہؐ نے دونوں طبقوں (بنی ہاشم اور اشراف قریش) کے احسانات کا بدلہ آج معرکہ بدر میں دینا چاہا۔ جو ان کے کرم و احسان سے کئی گنا زیادہ تھا۔[۲]

۱۔ صحیح بخاری غزوہ بدر

۲۔ حیات محمد صفحہ ۲۶۷، ۲۶۳

Marfat.com

کفار کی لاشوں کی تدفین

مسلمان جنگ ختم ہونے کے بعد غروب آفتاب تک میدان جنگ میں رہے کفار کی لاشوں کو بے حرمتی سے بچانے کے لیئے ایک گڑھا کھود کر اس میں دفن کر دیا۔

حضرت ابو حذیفہ رضؓ سے گفتگو

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضرت ابو حذیفہؓ کے چہرے پر پڑی۔ تو وہ پریشان معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ مقتولین قریش میں عتبہ بن ربیعہ ان کے والد تھے۔ رسول کریمؐ نے ازراہ شفقت و ترحم فرمایا۔ شاید اپنے والد کے انجام سے آپ پریشان ہیں۔

ابو حذیفہؓ نے فرمایا۔ یا رسول اللہؐ مجھے اپنے والد کی موت کا افسوس نہیں ہے۔ وہ ایک دُور اندیش اور حلیم آدمی تھے۔ امید تھی کہ وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے یہ سن کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کی تعریف کی اور ابو حذیفہ کے صبر و تحمل کے لیئے دعا مانگی۔

جنگ کا نتیجہ

مسلمانوں کے کوئی ایک درجن سپاہی شہید ہوئے[۱]۔ دشمن کے ستر آدمی قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے[۲]۔ رؤسائے قریش ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ان میں شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، نبیہ بن الحجاج قریش کے سرتاج تھے[۳]۔ قریش کی ریاست کا تاج ابو سفیان کے سر پر رکھا۔ اسیران جنگ میں سے عقبہ اور نضر بن الحارث قتل کر دیئے گئے[۴]۔ مسلمانوں کو عرب میں قرار نصیب ہوا۔

عرب کی مرکزیت کا پرچم اسلام کے زیر نگیں آنے کی تمہید قائم ہو گئی۔ آج سے اس تمدن اسلام کی سطوت کے جلوہ آرا ہونے کا وقت قریب آ گیا جس سطوت کی خوبصورتی و زیبائی ہمارے موجودہ دور کی تہذیب پر ابھی اثر انداز ہے۔ جو کبھی اس اسلامی تہذیب و تمدن سے منفک نہیں ہو سکتی[۵]۔

---

[۱] ابن ہشام ص ۲۸۶ [۲] ابن ہشام ص ۳۰۰ [۳] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۳۲۹
[۴] ایضاً۔ [۵] حیات محمد مترجم ص ۲۵۱

Marfat.com

اس فتح عظیم نے یہود کے حسد کی آگ کو بھڑکا دیا وہ اس کو ضبط نہ کر سکے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیئے مختلف تدابیر شروع کردیں۔[1]

مقتولین بدر کا بدلہ لینے کے لیئے مکہ کا بچہ بچہ منتظر تھا چنانچہ صفوان بن امیہ نے جس کا باپ اور بھائی دونوں بدر میں مارے گئے تھے۔ عمیر بن وہب کو خفیہ طور پر رسول کریم کو قتل کرنے کے لیئے مدینہ بھیجا۔ عمیر بن وہب زہر میں بجھی ہوئی تلوار لے کر مدینہ آیا۔ حضرت عمرؓ کو شبہ ہوا تو وہ عمیر کو رسول کریمؐ کی خدمت میں پکڑ کر لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا عمر تم عمیر کو چھوڑ دو۔ پھر آپؐ نے عمیر سے پوچھا کیسے آنا ہوا ہے۔ عمیر نے جواب دیا میں بیٹے کی رہائی کے لیئے۔ آپؐ نے فرمایا تم کو صفوان نے میرے قتل کے لیئے آمادہ کر کے بھیجا ہے پھر آپ نے صفوان اور عمیر کے مشورہ کی کیفیت سنادی۔ عمیر نے سنتے ہی اقرار رسالت کیا اور معافی کا خواستگار ہوا۔

غزوہ سویق اور احد کا معرکہ بھی جوش انتقام کا ہی مظہر تھا جس کی تفصیل آگے آئیگی

قیدیوں سے سلوک

اسیران جنگ دو دو چار چار صحابہ میں تقسیم کر دیئے گئے اور ہدایت ہوئی کہ ان سے اچھا برتاؤ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ ان کو کھانا کھلاتے تھے۔ اور خود کھجور کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا۔ جو نہایت فصیح اللسان تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ اس کے دو نیچے کے دانت اکھڑوا دیجیئے تاکہ اچھا بول نہ سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں اس کے عضو بگاڑ دوں گا۔ تو گو نبی ہوں لیکن خدا اس کی جزا میں میرے اعضاء بھی بگاڑ دے گا۔[2]

جس قیدی کے پاس کپڑے نہ تھے اسے کپڑے دیئے گئے۔ حضرت عباس کے بدن پر ان کا قد لمبا ہونے کی وجہ سے کوئی کرتہ ٹھیک نہیں آتا تھا۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔[3]

اسیران جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا۔[4] جو لوگ غریب اور نادار تھے

---

[1] طبری صفحہ ۱۳۴۴ ۔ [2] صحیح بخاری صفحہ ۴۲۳ باب الکسوة للاسارى [3] ۔ ابن ہشام صفحہ ۴۶۲ ۔

اور فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے۔ وہ چھوڑ دیئے گئے۔ ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں[1]۔

انصار نے رسول کریمؐ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم حضرت عباس کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کی بناء پر یہ بات پسند نہ کی۔ ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی اسیران جنگ میں سے تھے۔ ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی۔ انہوں نے رسول کریمؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو جو ان کی زوجہ تھیں، پیغام بھیجا کہ فدیہ ارسال کر دیں۔ حضرت زینبؓ نے زر فدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی بھیجا۔ جو ان کو شادی کے موقعہ پر اپنی والدہ ماجدہ (حضرت خدیجہؓ) کی طرف سے ملا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہار دیکھا۔ تو بے اختیار رو پڑے۔ اور صحابہ کرامؓ سے فرمایا پسند کریں تو بیٹی کو والدہ کی یادگار واپس کر دیں۔ سب نے سر تسلیم خم کیا۔ اور وہ ہار واپس کر دیا گیا۔

مدینہ میں فتح کی خبر

رسول کریمؐ نے مدینہ پہنچنے سے ایک روز قبل دو مبشر (زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ) مدینہ بھیجے۔ ایک محلہ ہائے عالیہ کے لیے اور دوسرا محلہ ہائے سافلہ کے لیے تاکہ وہاں کی بے چین آبادی کو لڑائی کے نتیجہ کی خوشخبری اور دیگر واقعات سنائیں[2]۔ جب وہ مدینہ پہنچے تو خوشخبری کی منادی کی۔ تو مسلمان گھروں سے باہر نکل آئے۔ اور نعرے بلند کیے۔

مکہ میں شکست کی خبر

بدر کی شکست کی خبر مکہ پہنچی۔ تو گھر گھر میں ماتم کی صف بچھ گئی۔ جھوٹی غیرت کی وجہ سے قریش نے منادی کرا دی کہ کوئی شخص بدر کے مقتولین پر نہ روئے۔ اس لڑائی میں اسود کے تین لڑکے مارے گئے تھے۔ لیکن قریش کی منادی کی وجہ سے رو نہیں سکتا تھا۔ ایک دن کسی طرف سے رونے کی آواز آئی۔ تو اس نے نوکر سے کہا۔ ذرا دیکھنا کہ قریش نے مقتولین

---

[1] مسند ابن حنبل ج ۱ ص ۲۴۷ [2] سیرۃ شامی غزوہ بدر نیز ابن ہشام ص ۴۶۵

Marfat.com

برد ونے کی اجازت دے دی ہے۔ میرے سینہ میں غم اندوہ کی آگ دہک رہی ہے ذرا جی کھول کر رو لوں تو تسکین ہو جائے۔ نوکر نے آکر کہا۔ ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اس کے لیئے رو رہی ہے۔

جو لوگ شکست خوردہ تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے آنکھ اٹھانے میں شرم محسوس کرتے تھے۔ گھروں سے باہر نکلتے۔ تو سر جھکائے ہوئے نکلتے تھے۔

تقسیم غنیمت

تقسیم غنیمت کے وقت مجاہدین کے تین گروہ ہو گئے۔

ا۔ اموال و منال جمع کرنے والوں نے صرف اپنے لیئے ہی مال غنیمت کو خاص سمجھ لیا۔

ب۔ داد شجاعت دینے والوں نے مال غنیمت کو اپنے لیئے محدود رکھنا چاہا۔

ج۔ رسول اللہ کی پاسبانی کرنے والوں نے مال غنیمت پر اپنا حق بتایا۔

رسول اللہ نے جب یہ چہ میگوئیاں سنیں تو فرمایا۔ تمام مال ایک جگہ جمع کر دو۔ باہم مل کر فیصلہ کر لیا جائے۔ یا اللہ تعالیٰ نے جو وحی نازل کی۔ اس کے مطابق مال غنیمت تقسیم ہو جائے گا۔

بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ تقسیم سے قبل یہ آیت نازل ہوئی۔

واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه و للرسول و لذی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعان و اللہ علی کل شئ قدیر ۸-۴۲

اور جان رکھو کہ جو کچھ تمہیں مال غنیمت حاصل ہو۔ اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیئے۔ اور رسول کے قرابت داروں کے لیئے۔ اور یتیموں کے لیئے اور مسافروں کے لیئے نکالنا (اور بقیہ چار حصے مجاہدین میں تقسیم کر دیئے جاسکتے ہیں) اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو اور جو ہم نے فیصلہ کرنے کے دن اپنے بندہ پر نازل کیا۔ جب کہ دو لشکر ایک دوسرے کے

Marfat.com

مقابل ہوتے تھے (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل طبقات کا حصہ بھی نکالا۔

ا۔ شہدائے بدر کے وارثوں کے لیئے۔

ب۔ تابعین کے بیٹے جن کو رسول اللہ مدینہ چھوڑ گئے تھے۔

ج۔ جو لوگ کسی ضروری مانع کی وجہ سے شریک نہیں ہو سکتے تھے۔

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب حسب ذیل ہیں۔

روحانی سبب

جنگ بدر میں خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ مسلمانوں کی نصرت کی۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین امنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منہم کل بنان (۸ : ۱۲)

جب خدا فرشتوں کو حکم دے رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنا۔ میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا۔ کافروں کی گردنیں مارو اور ہر جوڑ پہ مارو۔ (شبلی)

قرآن مجید کی اس آیت میں ملائکہ کے دو کاموں، ایک مومنوں کی تائید اور مدد کرنے دوم کفار کو عذاب الٰہی میں مبتلا کرنے کا ذکر ہے۔ مومنوں کی مدد ان کے قلوب میں ثبات اطمینان۔ حق پہ محکم یقین کے رنگ میں ظاہر ہوئی۔ قرآن مجید خود اس کی تشریح کرتا ہے۔ وما جعلہ اللہ الا بشری لکم ولتطمئن قلوبکم بہ (۳ : ۱۲۵) اور اللہ نے اسے صرف تمہارے لئے خوش خبری ٹھیرایا اور تاکہ تمہارے دل اس سے اطمینان پکڑیں۔ الغرض مومنوں کے قلوب میں ثبات پیدا کرنا ملائکہ کا ہی کام ہے۔

اس کے برعکس کفار کے دلوں میں بزدلی اور رعب پیدا کر دیا۔ جو انسانوں کی تباہی کا باعث ہے۔ کفار اکثر رسول کریم صلعم کو کہا کرتے تھے اگر فی الواقع کوئی خدا کی ذات ہے جس کی طرف

Marfat.com

سے تو بھیجا ہوا رسول ہے۔ اور اگر فی الواقع ملائکہ ہیں جو مومنوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ تو وہ کیوں نہیں آتے۔ لولا انزل علینا الملائکۃ او نری ربنا (کیوں ہم پر فرشتے نازل نہیں ہوئے؟ یا کیوں ہم اپنے رب کو نہیں دیکھتے) ۲۵: ۲۱۔ تو خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا۔ ھل ینظرون الا ان یاتیھم اللہ فی ظلل من الغمام والملائکۃ وقضی الامر (وہ کسی امر کے منتظر نہیں مگر یہ کہ اللہ بادلوں کے سایہ میں اور فرشتے ان کے پاس آئیں گے اور معاملہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا) یوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا (۲۵: ۲۵) اور جس دن آسمان بادل کے ساتھ پھٹ جائے گا اور فرشتے اتارے جائیں گے۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ کفار کا موعودہ عذاب تھا۔ جس کا اشارہ ملائکہ کے نزول میں کیا گیا ہے جنگوں میں ملائکہ کا نزول مومنوں کے لئے تائید کا باعث اور کفار کے لئے تباہی و بربادی کا باعث بنا۔ ملائکہ کا نزول اسی صورت میں تھا۔ یہ نہیں تھا کہ ملائکہ بذات خود تلواریں لے کر میدان جنگ میں شریک تھے اور کفار کو قتل کر رہے تھے۔

مادی اسباب

قریش میں باہم اتفاق نہ تھا۔ عتبہ سردار لشکر لڑنے پر راضی نہ تھا۔ قبیلہ زہرہ کے لوگ میدان جنگ چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ بارش ہو جانے کی وجہ سے کفار مکہ جہاں صف آرا تھے۔ وہاں کیچڑ ہو گیا جس کی وجہ سے چلنا پھرنا مشکل تھا۔ کفار کی فوج میں . . . کوئی ترتیب اور صف بندی نہ تھی۔ کفار مکہ اسلامی فوج کا تخمینہ کرنے میں غلطی کر رہے تھے۔ یعنی اپنی تعداد سے دوگنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یرونھم مثلیھم رای العین۔ (آل عمران)

وہ اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کو اپنے آپ سے دوگنا دیکھ رہے تھے۔

کتب سابقہ میں جنگ بدر کے متعلق پیشگوئیاں

ہندو مذہب :۔

اپیش رشے ماسے شتم نشکان وش اسرجہ تریہی ششانی عرد تام سہسرانی دس گونام منتر ۳

پنڈت کھیم کرن اس کا ترجمہ کرتا ہے۔ اس نے اس ہوشیار آدمی کو سو دینار دیں دس تسبیحیں۔ تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں ری ہیں۔

ملہ زاد المعاد حصہ دوم صفحہ ۱۹۲ ملہ ایضاً صفحہ ۱۹۲

پنڈت راجہ صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج کا ترجمہ ہے۔

اس نے مارچ دشتی کو سو دینار دس مالائیں۔ تین سو گھوڑے اور دس ہزار گائیں دیں

اس پیشگوئی میں سو دینار سے مراد سو مہاجرین حبشہ ہیں۔ دس تسبیحوں سے مراد عشرہ مبشرہ۔ تین سو گھوڑوں سے مراد تین سو مجاہدین جو بدر میں شامل ہوئے[1]۔ اور دس ہزار گائیں سے دس ہزار وہ قدسی مراد ہیں۔ جو فتح مکہ کے وقت آفتاب رسالت کے ساتھ تھے۔

یسعیاہ نبی کی کتاب ۲۱: ۱۶، ۱۷ میں ترجمہ ہے

"کیونکہ خداوند نے مجھے یوں فرمایا ہے ہنوز ایک برس ہاں مزدور کی برسوں کی طرح ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیراندازوں کے بقیہ لوگ جو قیدار کے بہادر ہیں۔ گھٹ جائیں گے۔ کیونکہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا ہے۔"

یہ پیشگوئی جنگ بدر سے پوری ہوئی۔ جو ہجرت کے ایک سال بعد ہوئی۔ اس میں قیدار کی ساری حشمت تباہ ہو گئی اور ان کے تیراندازوں کی شہرت خاک میں مل گئی۔ اور ان کے رؤسا مارے گئے۔

---

[1] سینکڑوں پر جو کسر ہوتی ہے۔ وہ اکثر نظر انداز کر دی جاتی ہے۔

Marfat.com

بعض غلط فہمیوں کا ازالہ

عام مورخین کا خیال ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاروان تجارت کو لوٹنے کے لیئے مدینہ سے خروج کیا تھا۔ اس خیال کی بنیاد حضرت کعبؓ کی حدیث پر رکھی ہے۔

عن عبد اللہ بن کعبؓ لم اتخلف عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوۃ غزاھا الا غزوۃ تبوک غیر انی کنت تخلفت فی غزوۃ بدر ولم یعاتب احد تخلف عنھا انما خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرید عیر قریش حتی جمع اللہ بینہ وبینھم علی غیر میعاد۔

عبد اللہ بن کعبؓ سے روایت ہے کہ حضرت کعب کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر میں کسی غزوہ سے پیچھے نہیں رہا سوائے غزوہ تبوک کے۔ اور ہاں غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا۔ اس پر کچھ عتاب نازل نہیں ہوا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کاروان تجارت کے لیئے نکلے تھے کہ خدا نے دونوں فریق کو اچانک مقابل کر دیا۔

کتب سیرت تاریخ اور تمام دیگر شہادتوں سے بالاتر اور محفوظ چیز ہمارے پاس موجود ہے۔ وہ ہے قرآن حکیم کے فیصلہ کے سامنے ہم سب کو سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔

قرآن کا فیصلہ

کما اخرجک ربک من بیتک بالحق۔ وان فریقاً من المومنین لکارھون۔ یجادلونک فی الحق بعد ما تبین کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ

لہ محمد حمید اللہ اساس قانون بین الممالک جامعہ عثمانیہ۔

Marfat.com

ويقطع دابر الكافرين ۔ (الانفال)

جس طرح تیرے رب نے تجھے تیرے گھر سے حق کے ساتھ نکالا۔ حالانکہ مومنوں میں سے ایک گروہ قطعاً ناخوش تھا۔ تیرے ساتھ حق کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ اس کے بعد کہ ان کے لیے حق ظاہر ہو گیا۔ گویا کہ وہ موت کے منہ کی طرف ہانکے جاتے ہیں اس حال میں کہ وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور جب اللہ تمہارے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے لیے ہے۔ اور تم چاہتے تھے کہ جس کے پاس ہتھیار نہیں وہ تمہارے لیے ہو۔ اور اللہ ارادہ کرتا تھا کہ اپنی پیش گوئیوں کے ذریعہ سے حق کو حق کر دکھائے اور کافروں کی جڑ کاٹ دے۔

پہلی شہادت

(۱) ترکیب نحوی کی رو سے وان میں جو واؤ ہے حالیہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ مجاہدین کا ایک گروہ جنگ سے جی چرا رہا ہے۔ یہ موقع وہ ہے۔ جب آپ مدینہ سے نکل رہے تھے۔ کیونکہ واؤ حالیہ کے لحاظ سے خروج من البیت اور اس گروہ کے جی چرانے کا وقت اور زمانہ ایک ہی ہونا چاہیے۔

حضرت انسؓ کی حدیث جو صحیح مسلم میں ہے۔ اس کی موید ہے۔

عن انسؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شاور حين بلغه اقبال ابي سفيان قال فتكلم ابوبكرؓ فاعرض عنه ثم تكلم عمرؓ فاعرض عنه فقام سعد بن عبادة فقال ايانا تريد يا رسول الله والذي نفسي بيده لو امرتنا ان نخيضها البحر لاخضناها ولو امرتنا ان نضرب اكبادها الى برك الغماد لفعلنا قال فندب رسول الله صلى الله عليه وسلم الناس فانطلقوا حتى نزلوا بدرا

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ابوسفیان کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا۔ حضرت ابوبکرؓ بولے تو آپ نے توجہ نہ فرمائی پھر حضرت عمرؓ بولے تو آپ نے توجہ نہ فرمائی۔ پھر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہوئے اور کہا رسول اللہ کیا آپ کا روئے خطاب ہماری (انصار) طرف ہے۔ خدا کی قسم اگر آپ ہمیں دریا میں گھوڑے ڈال دینے کو فرمائیں۔ تو ہم ڈال دیں گے۔ اگر برک الغماد تک

Marfat.com

جانے کو فرمائیں تو ہم جائیں گے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے لوگوں کو شرکت جنگ کی دعوت دی۔ لوگ چل پڑے اور بدر پر اترے۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابوسفیان کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ اس وقت آپ نے مہاجرین و انصار سے مشورہ کیا۔ اور انصار سے اعانت کی خواہش کی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار سے رائے طلب فرمائی۔ تو جن لوگوں نے جان نثارانہ تقریریں کی۔ مہاجرین میں سے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ اور حضرت مقدادؓ تھے۔ اور انصار میں حضرت سعد بن عبادہؓ تھے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس لیئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت سعدؓ نے مدینہ میں ہی جواب دیا تھا۔ اور وہیں قریش کے لشکر کی آمد کی خبر معلوم ہو چکی تھی۔

دوسری شہادت

اخرجک ربک من بیتک سے ملتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بیت تو مدینہ میں ہے اور مدینہ سے آپؐ کے نکلنے کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

اب اگر یہ کہا جائے کہ خدا تعالیٰ نے کاروان تجارت پر حملہ کرنے کا حکم دیا تھا تو یہ اس لیئے غلط ٹھہرتا ہے کہ یہ واقع نہیں ہوا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا۔ تو ضرور واقع ہو کر رہتا۔

تیسری شہادت بالحق سے ملتی ہے۔ کسی فعل یا قول کا حق ہونا یہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ راغب نے لکھا ہے۔ جب اس کا وقوع بحسب ما یجب و بقدر ما یجب و فی الوقت الذی یجب ہو۔ یعنی اس کے مطابق جو واجب ہو۔ اس اندازے سے جو واجب ہو۔ اور اس وقت میں جو واجب ہو۔ اب اگر اسلامی لشکر کاروان تجارت پر حملہ کے لیئے نکلا ہوتا تو یہ تینوں لحاظ سے کسی طرح پر بالحق نہ تھا۔ اس لیئے کہ کسی راہ چلتے قافلہ پر حملہ بحسب ما یجب نہیں۔ پھر بقدر ما یجب بھی نہیں۔ اس لیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پوری تیاری کر کے نکلے ہیں۔ جو ممکن تھی۔ حالانکہ قافلہ کے لیئے پچاس مسلح آدمی کافی تھے۔ اور فی الوقت الذی یجب بھی نہیں۔ اس لیئے کہ قافلہ تو اس وقت بہت دور نکل چکا تھا۔ قافلہ پر حملہ کرنے کے لیئے نکلنا اس لیئے بھی بالحق نہیں کہلا سکتا۔

قرآن مجید میں حکم ہے۔ وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم۔ اس کاروان تجارت نے مسلمانوں پر حملہ نہیں کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بدر کے میدان میں لڑائی سے

Marfat.com

قبل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کو نصیحت فرمائی تھی کہ جب تک کفار حملہ نہ کریں اس وقت تک کوئی لڑائی کا آغاز نہ کرے۔ جب انہوں نے حملہ کیا۔ تب مدافعت کا حکم دیا۔

چوتھی شہادت لکرھذن سے ملتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے۔ تو اس وقت مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا۔ اس ناخوشی کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے۔ کانما یساقون الی الموت کہ گویا وہ موت کے منہ کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں۔ اگر صرف قافلہ تجارت پر حملہ کرنا مقصود ہوتا۔ تو یہ خوف یہ اضطراب یہ پہلو تہی کس بنا پر تھی۔ اس سے پہلے کئی بار کاروان تجارت کی روک ٹوک و دیکھ بھال کے لیے سرایا بھیجے گئے تھے۔ کبھی ان کو ضرر نہیں پہنچا تھا۔ اس دفعہ اس قافلہ کا اتنا ڈر ہے کہ تین سو سے زائد مجاہد ہیں۔ ان میں حضرت علیؓ حضرت امیر حمزہؓ جیسے بہادر اور جان باز سپاہی بھی ہیں پھر بھی مجاہدین کا ایک گروہ خوف سے مدینہ سے باہر جانے سے پہلو تہی کر رہا ہے۔ یہ اضطراب اور خوف ظاہر کرتا ہے کہ وہ مدینہ پر حملہ آور لشکر کے مقابلہ کے لیے نکل رہے ہیں۔

پانچویں شہادت

اس آیت سے ملتی ہے۔ واذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انہا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم۔ اور جب اللہ تم سے دو گروہوں میں سے ایک کا وعدہ کرتا تھا کہ وہ تمہارے لیے ہے۔ اور تم چاہتے تھے کہ جس کے پاس ہتھیار نہیں۔ وہ تمہارے لیے ہو۔

اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے۔ دو گروہ تھے۔ ایک مسلح اور ایک غیر مسلح یعنی کاروان تجارت مسلمان غیر مسلح گروہ سے مقابلہ کرنا چاہتے تھے۔ اللہ اس کے خلاف چاہتا تھا کہ مسلح لشکر کے ساتھ مقابلہ ہو۔ تو صاف ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کا نکلنا مسلح لشکر کے مقابلہ کے لیے تھا۔

چھٹی شہادت ان الفاظ میں ہے۔ ویرید اللہ ان یحق الحق بکلمٰتہ یعنی اللہ ارادہ کرتا تھا کہ اپنی پیش گوئیوں کے ذریعہ سے حق کو حق کر دکھائے۔ کلمات سے مراد وہ پیش گوئیاں ہیں۔ جو جنگ بدر کے متعلق پہلے صحیفوں اور قرآن کریم میں موجود تھیں۔

چنانچہ یسعیاہ نبی کی کتاب $\frac{۲۱}{۱۶ تا ۱۷}$ میں درج ہے۔

Marfat.com

"وفی من ۃ سنۃ کسنۃ الاجیر یفنی کل مجد قیدار ونفیۃ
عدد قسی ابطال بنی قیدار نقل" ترجمہ۔ ایک سال میں جو مزدور
کے برس جیسا ہوگا۔ قیدار کی سب حشمت جاتی رہے گی۔ اور بہادران بنی قیدار کے کمان
اندازوں کی تعداد گھٹ جائے گی۔

خدا تعالیٰ نے جب مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی تھی۔ اس وقت پیشگوئی فرمائی تھی
"ان اللہ علی نصرھم لقدیر" یعنی خدا تعالیٰ مسلمانوں کی نصرت پر کامل قدرت رکھتا ہے۔
سو جنگ بدر نے یہ واضح کر دیا کہ مسلمان باوجود کمزور ہونے کے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ
سے طاقتور کفار پر غلبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

ساتویں شہادت

ساتویں شہادت "ویقطع دابر الکافرین" میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا مسلمانوں
کو مدینہ سے نکالنے میں یہ تھا کہ کفار کی جڑ کاٹ دے۔ یعنی ان کی طاقت کو نیست و
نابود کر دے۔

بر ظاہر ہے کہ کفار کی طاقت قافلہ کے سلب و نہب سے نہ کچلی جا سکتی تھی۔
بلکہ اس کیلئے یہ ضروری تھا کہ میدان جنگ میں ان کے سردار مارے جائیں۔

آٹھویں شہادت

قرآن کریم میں ایک اور آیت اسی بدر کے واقعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اور آپ اس
وقت مدینہ میں ہی تشریف رکھتے تھے۔ آیت یہ ہے۔ لا یستوی القاعدون من
المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم
فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ (نساء)

بخاری میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو غیر اولی الضرر کا جملہ نہ تھا۔ یہ آیت
سن کر حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنے
اندھے پن کا عذر پیش کیا۔ اسوقت غیر اولی الضرر کا جملہ نازل ہوا۔ یہ صاف اس بات کی دلیل
ہے کہ مسلمانوں کو مدینہ میں یہ علم ہو گیا تھا۔ کہ قافلہ پر حملہ نہیں بلکہ کفار کے لشکر کے ساتھ
مقابلہ ہے ——— تاریخ کا فیصلہ

نویں شہادت

Marfat.com

حافظ ابن عبدالبر نے استیعاب میں روایت کی ہے ۔جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قافلہ قریش پر حملہ کرنے کی ترغیب دی ۔تو خثیمہؓ نے اپنے بیٹے سعدؓ سے کہا کہ مجھے جانے دو اور تم یہاں مستورات کی خبرگیری کرو ۔سعدؓ نے جواباً کہا ۔اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ضرور میں آپ کو اپنے پر ترجیح دیتا ۔لیکن یہ شہادت کا درجہ ہے ۔میں اس کو کیوں کر چھوڑ سکتا ہوں چنانچہ قرعہ اندازی کی گئی ۔تو حضرت سعدؓ کے نام قرعہ نکلا ۔سعدؓ شریک جنگ ہو کر شہید ہوئے ۔ (استیعاب تذکرہ سعد بن خثیمہ)

دسویں شہادت

تمام کتب احادیث اور سیر میں تصریح ہے کہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ مقام بیر ابی عنبیہ پر آپؐ نے فوج کا جائزہ لیا ۔حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر بچے اس وجہ سے واپس بھیج دئے گئے تھے کہ ان کی عمریں پندرہ سال سے کم تھیں ۔اور سن رشد کو نہیں پہنچے تھے ۔چونکہ واقعہ میں جہاد مقصود تھا ۔جو فریضہ الٰہی ہے اور اس کے لیئے بلوغت کی شرط ہے ۔اس لیئے بچے واپس بھیج دیے گئے

جنگی تدبیر

یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ سے خروج کاروان تجارت پر حملہ کرنے کے لیئے نہ تھا بلکہ لشکر کفار سے مقابلہ کرنا مقصود تھا ۔
پھر ایسے صاف اور صریح واقعہ کے متعلق اکثر ارباب سیر اور مؤرخین نے کیوں غلطی کی ہے ۔
حقیقت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصول جنگ کے موافق اکثر غزوات میں یہ ظاہر نہیں فرماتے تھے کہ کدھر جانا اور کس غرض سے جانا مقصود ہے ۔؟ صحیح بخاری (غزوہ تبوک) میں حضرت کعبؓ بن مالک کا قول نقل ہے ۔

ولم یکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرید الغزوۃ الا ورّی بغیرھا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تھے ۔تو کسی اور موقع کا نام لیا کرتے تھے ۔

Marfat.com

بدر کے قیدیوں کے بارہ میں مشورہ

عام روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں پہنچ کر صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ اسیران جنگ کے معاملہ میں کیا کیا جائے تو حضرت ابوبکرؓ نے یہ رائے دی کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اور حضرت عمرؓ نے یہ مشورہ دیا کہ مسلمان ابھی کمزور ہیں۔ قیدیوں کو قتل کر دیا جائے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو فرمایا کہ تمہاری مثال حضرت ابراہیم کی مثال ہے کہ انہوں نے کہا تھا۔ ومن عصانی فانک غفور رحیم اگر کوئی میری نافرمانی کرے تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔ یا حضرت عیسیٰؑ کی کہ انہوں نے کہا۔ و ان تغفر لھم فانک انت العزیز الحکیم۔ اگر تو ان کو معاف کر دے تو غالب حکمت والا ہے۔ اور حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ تیری مثال حضرت نوحؑ کی مثال ہے جنہوں نے کہا۔ لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا۔ یعنی اے خدا روئے زمین پر کافروں کا ایک گھر بھی نہ چھوڑنا۔ یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جنہوں نے کہا۔ ربنا اطمس علی اموالھم۔ آپ نے عمل حضرت ابوبکرؓ کی رائے پر کیا۔ اور اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر خدا کا عتاب آیا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔

"لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (الانفال)

اگر اللہ کی طرف سے پہلے سے حکم نہ ہو چکا ہوتا۔ تو تم کو اس بارہ میں جو تم کرنے لگے تھے۔ بھاری عذاب پہنچ کر رہتا۔

ارباب سیر اور عام مفسرین کو یہ غلط فہمی لگی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسیران بدر سے فدیہ لے کر چھوڑ دینا خلاف منشائے حکم الٰہی تھی۔

ذیل کی وجوہات بتاتی ہیں کہ بدر کے قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑ دینا عین حکم قرآن کے مطابق تھا۔

اول۔ قرآن مجید میں یہ حکم بصراحت موجود ہے کہ جب دشمن پر غالب آ کر قیدی

Marfat.com

پکڑو۔ تو یا ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا بطور احسان۔ قیدیوں کو قتل کرنے کا حکم قرآن شریف میں کہیں نہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے:

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموھم فشدوا الوثاق فاما منا بعد واما فداء۔ (محمد)

جب کافروں سے تمہاری جنگ ہو تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب ان پر غالب آجاؤ تو ان کو قید کر لو۔ پھر اس کے بعد یا احسان کے طور پر چھوڑ دو یا فدیہ لے کر۔

دوم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں قیدی پکڑے تو ان کو عموماً بطور احسان ہی آزاد کر دیا۔ کبھی ان کو قتل نہیں کیا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ جنگ بدر کے موقع پر رسول کریم صلعم کا عمل قرآن کریم کے مطابق تھا۔

سوم۔ فدیہ کے فیصلہ کی تعمیل ہونے میں کافی دن لگے کہ گھر سے زر فدیہ آنے تک قیدی قبضہ میں تھے۔ جب نبی کریم صلعم کو غلطی کی اطلاع مل گئی۔ تو قیدیوں کو کیوں قتل نہ کیا۔ پھر بعض قیدیوں سے فدیہ بجائے روپے کے یہ لیا گیا کہ وہ ان پڑھ مسلمانوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ یہ ایک دو دن کا کام نہ تھا۔ بلکہ اس پر کئی مہینے لگے ہوں گے۔

چہارم۔ سورۃ انفال آیت ۶۹ میں فدیہ کو "مما غنمتم" میں داخل کر کے پھر اس کو صریح طور پر حلال ٹھہرایا ہے۔ غرض یہ بات بالکل خلاف صریح نص قرآن شریف کے کہا گیا ہے۔ "تریدون عرض الدنیا" میں صرف یہ اشارہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ چاہتا تھا کہ قافلہ پر حملہ کیا جائے۔ اس آیت میں فدیہ کے نہ لینے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

پنجم۔ سورۃ انفال کے دسویں رکوع کی پہلی آیت یوں ہے۔ یایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم اللہ فی قلوبکم خیرا یؤتکم خیرا مما اخذ منکم۔ یعنی اے نبی ان قیدیوں کو جو تمہارے ہاتھ میں ہیں کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے دلوں میں کوئی بھلائی دیکھتا ہے تو تم کو اس سے بہتر دے دے گا۔ جو تم سے لیا گیا۔ اس آیت کریمہ میں فدیہ کی اس رقم سے جو ان سے لی گئی ہے۔ بہتر دینے کا وعدہ دیا جاتا ہے۔ اگر ان کو قتل کرنا ضروری تھا۔ تو یہ تسلی کسی طرح نہ دی جا سکتی تھی۔

Marfat.com

ششم ۔ فیما اخذ تم سے مراد فدیہ لینا درست نہیں ہے ۔ بلکہ اس سے مراد قافلہ پر حملہ کرنا ہے ۔ یعنی ایسا کرنا ۔ مومنانہ شان کے خلاف تھا ۔ اس لیئے اس کا نتیجہ عذاب ہوتا ۔

کتب من اللہ سبق میں یہ اشارہ ہے کہ یہ پہلے سے فیصلہ ہو چکا تھا کہ یہ جنگ ہوگی ۔ جیسا کہ فرمایا لیقضی اللہ امرا کان مفعولا (۴۴)

غزوہ بنی قینقاع شوال ۲ھ

جب جنگ بدر میں عظیم فتح ہوئی ۔ تو یہود نے محسوس کیا کہ اسلام ایک طاقت بنتا جا رہا ہے ۔ تو ان کے دل کا بغض اور عناد ظاہر ہونے لگا ۔ سب سے پہلے بنو قینقاع نے عہد شکنی کی ۔ ابن ہشام اور طبری نے ابن اسحٰق کی روایت سے عاصم بن قتادہ انصاری کی روایت نقل کی ہے ۔ "ان بنی قینقاع کانوا اول یہود نقضوا ما بینھم و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحاربوا فیما بین بدر و احد"

یعنی بنو قینقاع پہلے یہود تھے ۔ جنھوں نے اس معاہدہ کو جو ان میں اور رسول کریمؐ کے درمیان تھا ۔ توڑ ڈالا ۔ اور بدر اور احد کے درمیانی زمانہ میں مسلمانوں سے لڑائی کی ۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ واقعہ بدر میں یہودیوں نے شورش اور حسد ظاہر کیا ۔ اور عہد کو توڑ ڈالا ۔

ایک اتفاقیہ سبب پیش آگیا ۔ جس نے لڑائی کی آگ کو اور بھڑکا دیا کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلے میں دودھ بیچنے گئی ۔ چند یہودیوں نے شرارۃً سر بازار برہنہ کر دیا ۔ عورت کی چیخ و پکار پر ایک مسلمان نے یہودی کو قتل کر دیا ۔ اس پر یہودی اکٹھے ہو گئے ۔ انھوں نے مسلمان کو قتل کر دیا ۔ رسول کریمؐ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو ان کے پاس تشریف لے گئے ۔ اور فرمایا "خدا سے ڈرو ۔ ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی بدر والوں کی طرح عذاب آئے" تو بولے کہ "ہم قریش نہیں ہم سے معاملہ پڑے گا ۔ تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اس کا نام ہے" یہ کھلم کھلا اعلان جنگ تھا ۔ رسول کریمؐ نے لڑائی کی ۔ وہ قلعہ بند ہو گئے ۔ پندرہ دن محاصرہ رہا ۔ آخر کار رسول کریمؐ کے فیصلہ پر اتر آئے ۔ عبداللہ بن ابی ان کا حلیف تھا ۔ اس نے رسول کریمؐ سے درخواست کی کہ ان کو جلا وطن کر دیا جائے ۔ غرض وہ مدینہ سے جلا وطن ہو کر اذرعات نامی بستی شام کے علاقہ میں مقیم ہو گئے ۔

Marfat.com

غزوہ سویق ذی الحجہ ۲ھ

غزوہ بدر میں بڑے بڑے رؤساء مارے گئے تو عنان ریاست ابوسفیان کے ہاتھ آئی۔ اس منصب کا سب سے بڑا فرض غزوہ بدر کی شکست کا بدلہ لینا تھا۔ ابوسفیان نے منت مانی تھی کہ جب تک مقتولان بدر کا انتقام نہ لے لے گا۔ نہ غسل جنابت کرے گا۔ نہ سر میں تیل ڈالے گا۔ چنانچہ وہ دو سو شتر سواروں کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ رات کے وقت شہر میں آیا۔ پہلے حیی بن اخطب کے ہاں گیا۔ مگر اس نے معذرت کر دی۔ پھر سلام بن مشکم کے پاس آیا۔ وہ بنو نضیر کا سردار تھا۔ اور تجارتی خزانہ اسی کے زیر اہتمام رہتا تھا۔ اس نے عمدہ کھانے کھلائے۔ شراب پلائی اور مسلمانوں کی پوری حالت بھی بتا دی۔ صبح کو ابوسفیان عریض پر حملہ آور ہوا۔ اس نے دو آدمیوں کو جو کاشت کاری میں مشغول تھے قتل کر دیا تھا۔ ان دونوں میں ایک تو سعید بن عمرو انصاری تھے۔ اور دوسرا ان کا حلیف تھا۔

چند مکانات اور گھاس کے انبار جلا دیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے تعاقب کیا۔ ابوسفیان مسلمانوں کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ گیا۔ اور مقابلہ کی تاب نہ لا سکا۔ بھاگتے ہوئے کفار مکہ راستہ میں ستوؤں کے تھیلے پھینکتے گئے جو مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ سویق مشہور ہوا۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔

Marfat.com

قبیلہ غطفان و سلیم کی سرکشی

نواحی مدینہ کے قبیلہ غطفان اور سلیم کے مسلمانوں پر حملہ کی خبر آئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دستہ لے کر نکلے۔ مقام قرقرۃ الکدر پہنچ کر ناکہ بندی کی یہاں بے شمار اونٹ دیکھے۔ ان کے ساتھ کوئی چرواہا یا نگران نہیں۔ رسول کریم صلعم نے ریوڑ قبضہ میں لے کر ایک جماعت قریب کی وادی میں بھیجی۔ وہاں ایک نوعمر لڑکا یسار نامی ملا۔ اس سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ "تھوڑی دیر ہوئی ہے ایک گروہ سمندر کی طرف بھاگتا ہوا نکل گیا ہے"۔ اس اطلاع پر رسول کریم صلعم نے اونٹ مجاہدین میں تقسیم فرما دئے۔

بنو ثعلبہ اور بنو محارب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنو ثعلبہ اور بنو محارب کا ایک لشکر مقام ذی امر پر جمع ہو رہا ہے۔ اور مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ رسول کریم صلعم ۴ یا ۵ سو سپاہیوں کا دستہ لے کر نکلے۔ راستہ میں بنو ثعلبہ کا ایک آدمی مل گیا اس نے کہا "یہ لوگ فلاں مقام پر بیٹھے ہوئے ہیں اگر ان کو آپ کی آمد کی خبر ہوگئی۔ تو وہ بھاگ کر پہاڑ میں روپوش ہو جائینگے۔ اور میں خود آپ کے ہمراہ چلتا ہوں"۔

جونہی انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سنی۔ وہ پہاڑ میں منتشر ہو گئے۔

بنو سلیم کی دوسری مرتبہ تیاری

بنو سلیم کے دوسرے حملہ کی تیاری کی اطلاع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین سو مجاہدین کا دستہ لے کر بحران پہنچے۔ وہاں انہی کے قبیلے کے ایک آدمی نے خبر دی کہ آپ کے آنے کی خبر سن کر منتشر ہو گئے ہیں۔

سریہ زید بن حارث

مکہ کے تجارتی قافلے شام جاتے ہوئے بحیرہ احمر کے کنارے پر ہو کر گزرتے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام قبائل سے معاہدہ کر لیا۔ جو تجارتی گذرگاہ پر آباد تھے۔ اس طرح قریش مکہ کی تجارتی ناکہ بندی ہو گئی۔ اہل مکہ کی معیشت کا دارومدار تجارت پر ہی تھا۔ ان کو اس ناکہ بندی کی فکر لاحق ہوئی۔

ایک روز صفوان بن امیہ نے ایک مجمع میں تقریر کی کہ "مسلمانوں نے ہماری تجارتی

Marfat.com

ناکہ بندی کر دی ہے۔ تجارتی گذرگاہ پر بسنے والے قبائل سے بھی معاہدہ کر لیا ہے۔ اب اس راستہ سے ہمارے تجارتی قافلوں کا گزرنا مشکل ہو گیا ہے۔ اگر یہی حالت رہی تو ہم قحط اور بھوک سے لقمہ اجل بن جائینگے۔"

مجمع میں اسود بن مطلب نے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ "شام جانے کے لیئے ساحل سمند سے ہٹ کر عراق ہو کر بھی جا سکتے ہیں۔ ہم میں سے فرات بن حیان اس راستہ کو جانتا ہے فرات نے کہا۔ "جہاں تک میرا علم ہے۔ (حضرت) محمدؐ کے رفقاء میں سے کسی نے ابھی تک عراق کا راستہ نہیں دیکھا۔ اس راہ میں پہاڑوں اور بیابانوں کا بے پایاں سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔

صفوان نے کہا۔ "اگر صحرا کا سفر موسم سرما میں کیا جائے تو کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ اس موسم میں پیاس کم لگتی ہے"

کاروان تجارت کی تیاری شروع ہو گئی۔ لاکھوں درہم کا سامان تجارت لے کر قافلہ چل پڑا۔

جب قریش نے یہ معاملہ طے کیا تھا۔ مدینہ کا ایک آدمی نعیم بن مسعود مکہ میں موجود تھا۔ مدینہ واپس لوٹا۔ تو اس نے ایک مسلمان کو اس قافلہ کی خبر کر دی۔ یہ خبر اڑتی ہوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان تک پہنچ گئی۔ آپؐ نے زید بن حارثؓ کو ایک سو سپاہیوں کا دستہ دے کر روانہ کیا۔ قردہ میں ایک چشمہ کے قریب کاروان تجارت پر چھاپا مارا اور انہیں بھگا دیا۔ اور مال و متاع پر قبضہ کر کے رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے اپنا خمس نکالنے کے بعد بقیہ مال غنیمت زیدؓ اور ان کے ساتھیوں میں تقسیم فرما دیا۔

اس یلغار میں فرات گرفتار کر لیئے گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت میں قصیدہ خوانی کی جس پر رسول اللہؐ نے فرات کا اسلام مقبول فرما لیا۔

حضرت علیؓ کی مصاہرت ذی الحجہ سنہ ۲ھ

حضرت فاطمہؓ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے سب سے کم سن تھیں اب وہ عمر کی اٹھارہویں بہار میں قدم رکھ رہی تھیں۔ شادی کے پیغام آنے لگے۔ حضرت علیؓ نے بھی شادی کی درخواست کی۔

Marfat.com

آپ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت فرمائی۔ تو وہ خاموش رہیں۔ یہ ایک طرح کا اظہار رضا تھا۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کر دی۔

حضرت علیؓ کے پاس ایک ذرہ ایک بھیڑ کی کھال۔ ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علیؓ نے مہر کے طور پر یہ سب چیزیں حضرت فاطمہؓ کو دے دیں۔

بادشاہ دو عالمؐ نے جو جہیز دیا۔ وہ بان کی چارپائی۔ چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے۔ ایک چھاگل۔ ایک مشک۔ دو چکیاں۔ اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔

واقعات متفرقہ سنہ ۲ھ

اس سال رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ صدقہ عید الفطر کا حکم بھی اسی سال جاری ہوا۔ عیدین کی نمازیں اور قربانی بھی اسی سال مقرر ہوئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت رقیہؓ نے اسی سال انتقال فرمایا۔

Marfat.com

غزوہ اُحد ۳ھ

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين۔ (آل عمران)

اور سست نہ ہو۔ اور غمگین نہ ہو۔ اور تم ہی غالب رہو گے۔ جب تم مومن ہو

قریش غزوہ بدر میں مسلمانوں کی ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کے ہاتھ سے مغلوب ہونے اور ان کے عظام اور رؤساء کے میدان جنگ میں کام آنے کی وجہ سے جوش انتقام سے لبریز تھے۔ مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں نے بھی ان کی آتش غضب کو بھڑکانے میں کوتاہی نہ کی۔ زید بن حارثہ کی تاخت نے جلتی پر تیل کا کام دیا۔ سو قریش حادثہ بدر اور تجارتی ناکہ بندی دونوں کے انتقام اور مداوا کے لیئے آتش زیر پا تھے۔

رؤسار قریش میں سے جبیر بن مطعم، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل۔ حارث بن ہشام اور حویطب بن عبدالعزیز اپنے نئے قائد ابوسفیان کے پاس گئے۔ اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اب انتقام کا وقت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سامان تجارت سے جو نفع حاصل ہوا ہے۔ اس سے اسلحہ حرب خریدا جائے۔ اور مدینہ پر حملہ کر کے کشتگان بدر کا بدلہ لیا جائے۔ یہ ایک ایسی درخواست تھی جو منہ سے نکلتے ہی قبول کر لی گئی۔ ان بڑوں کی کانفرنس میں یہ بھی طے پایا کہ قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف مشتعل کر کے

Marfat.com

لشکر میں شامل کیا جائے۔ چنانچہ قریش نے عمرو جمحی اور مسافع و دیگر شاعروں کو قبائل میں گشت کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اپنی آتش بیانی سے مسلمانوں کے خلاف غصہ و غضب کی آگ بھڑکا دی۔ چنانچہ قبائل قریش کی امداد کے لیے آمادہ ہو گئے۔ مکہ کے حبشی غلاموں کو بھی شریک جنگ اور داخل فوج کیا گیا۔

عرب کی لڑائیوں میں سپاہیوں کی ثابت قدمی شجاعت اور بہادری کا ذریعہ خاتونانِ حرم ہوتی تھیں۔ عرب ان کی وجہ سے موت سے کھیل جاتے تھے۔ تاکہ شکست کی صورت میں عورتوں کی بے حرمتی نہ ہو۔ ویسے بھی عورتیں رجز پڑھ پڑھ کر جنگجوؤں کو جوش دلاتی تھیں۔ غرض جب فوج تیار ہوئی تو بڑے بڑے گھرانوں کی عورتیں لشکر میں شامل ہونے کے لیے مُصر ہوئیں۔ جس پر ایک شخص نے یہ رائے پیش کی۔ "ہم لوگ سر پر کفن باندھ کر جا رہے ہیں۔ اگر اپنے مقتولین کا بدلہ نہ لے سکے۔ تو زندہ واپس نہ لوٹیں گے۔ عورتوں کی معیت ہمارے لیے مفید ثابت ہوگی۔ یہ زخمیوں کو سنبھالیں گی۔ ہمیں بدر کے واقعات یاد دلا دلا کر آگے بڑھائیں گی۔

دوسرے نے کہا۔ "عورتیں ہماری آبرو ہیں۔ اگر ہمیں شکست ہوئی تو ان کی بے حرمتی سے ہمارا ناموس خاک میں مل جائے گا۔"

اس موقعہ پر ہندہ نے تقریر کی۔

"حاضرین مجلس! اس سے نہ گھبرائیں کہ آپ زندہ بچ کر نہ آ سکیں گے تاخیر آپ لوگ بدر سے بھی بچ ہی نکلے اور اپنی عورتوں کو بھی آ کر دیکھ لیا۔ پھر آپ لوگ ہمیں شرکت سے منع کرنے والے کون ہیں۔ اجب کہ یہی غلطی بدر میں ہوئی۔ جب آپ لوگوں نے اپنی ان نوجوان لڑکیوں کو جنہ مقام سے واپس لوٹا دیا۔ جو معرکہ کے وقت موجود ہوتیں تو آپ لوگوں کو غیرت دلا کر آگے بڑھاتیں۔ آہ! وہ ... ہمارے عزیز ترین مرد دشمن کے ہاتھ سے مارے گئے۔"[1]

جو عورتیں فوج میں شامل ہوئیں۔ ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں[2]۔

---

[1] حیات محمد صفحہ ۲۱۵ اردو ایڈیشن
[2] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۸۶ تا فی جلد ۲ صفحہ ۱۳

(۱) ہندہ	عتبہ کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی ماں
(۲) ام حکیم	عکرمہ (فرزند ابوجہل) کی بیوی
(۳) فاطمہ (بنت ولید)	حضرت خالدؓ کی بہن
(۴) برزہ	مسعود ثقفی جو طائف کا رئیس تھا اس کی بیٹی
(۵) ریطہ	عمرو بن العاصؓ کی زوجہ
(۶) خناس	حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں
(۷) سلافہ بنت سعد	
(۸) عمیرہ بنت علقمہ۔	

حضرت حمزہؓ نے ہندہ کے والد عتبہ کو بدر کی جنگ میں قتل کیا تھا۔ اسی طرح جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ بن عدی بھی حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا۔ اس بنا پر ہندہ نے ایک وحشی کو جو جبیر کا غلام تھا اور حربہ اندازی میں کمال مہارت رکھتا تھا حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے پر تیار کیا۔ اور یہ طے پایا کہ وہ اس کارگزاری کے صلہ میں آزاد کر دیا جائے گا۔

حضرت عباس کی خبر رسانی

حضرت عباس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت داری۔ اور آپ کے حسن کردار اور اوصاف حمیدہ اور اسیر بدر ہونے کے دوران میں خود پر حسن مراعات کی وجہ سے ایک غفاری کے ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط ارسال کیا جس میں قریش کے جوش انتقام ان کے لشکر کی تعداد اور سامان حرب کی پوری تفصیل تھی جب اس کا ارادہ [illegible] کی خدمت میں حاضر ہو کر رقعہ دیا تو آپ نے یہ خط کعب بن مالک سے پڑھوا کر سنا۔ پھر سعد بن ربیع نے [illegible] گئے۔ انہیں خط کے مضمون سے آگاہ کیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچویں شوال ۳ھ کو انس و مونس ابنائے فضالہ کو قریش کی خبر لانے کے لیے بھیجا انہوں نے آ کر خبر دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا ہے۔ اور مدینہ کی چراگاہ کو ان کے گھوڑوں نے پامال کر دیا ہے۔ پھر آپ نے حباب بن منذرؓ کو بھیجا کہ لشکر کی تعداد کی خبر لائیں۔ انہوں نے آ کر اندازاً تعداد بتائی۔ اسی طرح دشمن کا جائزہ لینے کے لیے سلمہ بن

Marfat.com

نکلے۔ قریش کے ایک دستہ کو شہر کے قریب پاکر جلد واپس لوٹے مسلمانوں کو اطلاع دی۔

شہر پر حملہ کا خطرہ تھا۔ اس وجہ سے ہر طرف پہرہ بٹھا دیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذؓ اور حضرت سعدؓ بن عبادہؓ مسلح ہو کر تمام رات مسجد نبوی کا پہرہ دیتے رہے۔

صبح کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اکٹھا کر کے مشورہ کیا۔ غریباً ہر بڑی جنگ سے قبل آپؐ کا صحابہ کرام سے مشورہ کرنا ثابت ہے۔ آپؐ نے اپنی خواب بیان فرمائیں۔ ایک خواب میں دیکھا کہ آپؐ کی تلوار کی دھار کچھ ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپؐ نے اس کی یہ تعبیر کی کہ کچھ نقصان ہوگا۔ آپؐ نے یہ بھی دیکھا تھا کہ چند گائیں ذبح کی جا رہی ہیں۔ اس کی تعبیر آپؐ نے یہ فرمائی کہ آپؐ کے کچھ صحابہ شہید ہوں گے۔ نیز آپؐ نے یہ بھی دیکھا کہ آپؐ کا ہاتھ ایک مضبوط زرہ میں ہے۔ اس کی تعبیر یہ بیان کی کہ ہمیں مدینہ میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ مدینہ ہمارے لیئے محفوظ مقام ہے۔ بڑے بڑے صحابہ آپؐ سے اس رائے میں متفق تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول جو جنگ بدر کے بعد بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکا تھا۔ لیکن اندر سے اسلام کا شدید دشمن تھا۔ اس نے یہ رائے دی۔

ا۔ عورتوں اور بچوں کو محفوظ قلعوں میں بند کر کے ان کے پاس پتھر جمع کر دیئے جائیں۔

ب۔ مدینہ کے باہر فصیل کھڑی کر کے تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر پہرہ بٹھا دیا جائے۔

ج۔ اگر دشمن نے حملہ کیا تو مرد تلوار سے مقابلہ کریں گے اور عورتیں اور بچے پتھر مار کر دشمن کو آگے بڑھنے نہ دیں گے۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ دفاع کا طریقہ ہے۔ جو مجھے اپنے بزرگوں سے ترکہ میں ملا ہے اور اس دور کے مدبر لوگوں نے بھی یہی بتایا ہے جب بھی ہم نے شہر میں رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا ہے۔ ہم کبھی ناکام نہیں ہوئے اور دشمن خائب و خاسر لوٹا ہے۔

ایک کثیر گروہ کھلے میدان میں لشکر کفار کا مقابلہ کرنے کے لیئے مُصر تھا۔ اس میں دو قسم کے لوگ تھے۔

Marfat.com

ا۔ وہ نوخیز صحابہؓ جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔
ب۔ بعض وہ بہادر صحابہ جو نصرت ایزدی سے غزوہ بدر میں کفار پر غالب آچکے تھے وہ شہر میں رہ کر مدافعت کو بزدلی پر محمول کرتے تھے۔

اس گروہ کے ایک نوجوان نے اپنی جان نثارانہ تقریر میں کہا۔

"مجھے یہ گوارا نہیں کہ وہ (قریش) یہاں سے واپس لوٹ کر کہیں کہ (حضرت) محمدؐ ہم سے ڈر کر یثرب اور اس کے قلعوں میں دبک گئے! شہر میں ہمارے بند ہو جانے سے دشمن کی جرأت اور بھی زیادہ ہو جائے گی۔

دوستو! جن دشمنوں نے ہمارے کھیت اور پھل اور پودے تاراج کر دیئے ہیں اگر ہم نے انہیں اپنے باغات کی بربادی سے نہ روکا۔ تو درختوں کا پھل ہمیں کیسے نصیب ہوگا؟

ہمارا دشمن بدر کی شکست کے بعد ایک سال تک دوڑ بھاگ میں لگا رہا۔ تب جا کر مٹھی بھر عرب اور ان حبشی غلاموں کو اپنے ہمراہ لانے میں کامیاب ہوا۔ قریش کی یہ جرأت نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ وہ اپنے اسپ اور شتر ہمارے شہر کے سوانے میں لے آئے! آپ لوگوں کو پسند ہے کہ وہ ہمیں شہر اور قلعوں میں بند کر کے خود زخم کھائے بغیر واپس لوٹ جائے؟ اگر ایسا ہوا تو ہمارے خلاف دشمن کے حوصلے کس قدر بڑھ جائیں گے یا وہ آئے دن اسی طرح ہمارے سرسبز و شاداب کھیت برباد کرتے رہیں گے۔ کبھی کسی طرف سے ہمیں نرغہ میں لینے کی کوشش کریں گے۔ کبھی کسی جانب سے آکر ہمیں گھیر لیں گے۔ ان کے جاسوس انہیں ہر وقت ہماری خبریں پہنچایا کریں گے۔ اور ہمارا شہر ان کی گھات سے کبھی محفوظ نہ رہے گا۔ حتیٰ کہ ایک دن قریش ہم پر غالب آجائیں گے"[1]

اس تقریر نے صحابہ کے جذبہ شجاعت اور ولولہ شہادت کو از سر نو بیدار کر دیا۔ اور دیدار الٰہی کے لیے بے قرار نظر آنے لگے۔

جنگ کی تیاری

جمعہ کا دن تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جمعہ پڑھا کر فرمایا "مسلمانو! اگر تم نے صبر اور استقامت کا ثبوت دیا۔ تو تمہاری ہی فتح ہوگی"۔ اور مسلمانوں کو جنگ کی تیاری کا فرمان صادر فرمایا۔ نماز عصر ادا کرنے کے بعد آپؐ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ساتھ

[1] حیات محمدؐ صفحہ ۶۳۱-۶۳۲ اردو ایڈیشن۔

Marfat.com

لے کر گھر تشریف لائے۔ زرہ پہنی۔ اور تلوار حمائل کی۔

جب تک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں رہے صحابہ کرامؓ کے درمیان شہر میں رہ کر یا کھلے میدان میں مقابلہ دونوں امور میں گفتگو جاری رہی۔ اسید بن حضیر اور سعد بن معاذ نے ان لوگوں سے کہا جو کھلے میدان میں لڑنے کے حامی تھے۔

"آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ آنحضرتؐ حلقہ بند کا چاہتے ہیں۔ پھر بھی آپ حضرات کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میدان میں نکلنے کے لیئے مجبور کیا جا رہا ہے ابھی وقت ہے کہ آنحضرتؐ کی رضا مقدم سمجھی جائے۔ اور جو کچھ حکم فرمائیں۔ آپ بلا عذر اس کی اطاعت کریں"[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زرہ پہن کر باہر تشریف لائے۔ لوگوں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ ہم نے رسول خدا کو خلاف مرضی نکلنے پر مجبور کیا ہے۔ سب نے عرض کی۔

"یا رسول اللہ ہمارا مقصود آپ کی مخالفت کرنا نہیں!

آپ قلعہ بند رہ کر مدافعت پر کاربند ہوں یا میدان میں صف آرائی کا حکم فرمائیں ہم اطاعت کے لیئے حاضر ہیں۔ خدا کے بعد آپ کا فرمان ہمارے لیئے واجب العمل ہے"[۲]

رسول کریم صلعم نے فرمایا "پیغمبر کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتار دے"

اس طرح رسول خدا نے شوریٰ کی بنیاد رکھ دی۔ اور اپنے عمل سے ثابت کر دیا کہ جس مسئلے کو بحث و تمحیص کے بعد طے کر لیا جائے۔ اسے کسی رائے کے خلاف ہونے کی بنا پر منسوخ نہیں کیا جا سکتا۔

قریشی فوج بدھ کے دن اُحد کے مغرب میں زغابہ میں مقیم ہو گئی۔ کفار کی تعداد[۳] پانچ ہزار تھی۔ جس میں تین ہزار شتر سوار دو سو اسپ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے تین علم تھے۔ جن میں سب سے بڑا طلحہ بن ابو طلحہ کے ہاتھ میں تھا۔ یہ علم دارالندوہ میں تیار کروائے گئے تھے۔

---

[۱] حیات محمد اردو ایڈیشن صفحہ ۶۲۴

[۲] ایضاً صفحہ ۶۲۵

[۳] تاریخ الخمیس و دیگر کتب میں تین ہزار تعداد درج ہے۔

Marfat.com

احد کا محل وقوع اور وجہ انتخاب

اُحد ایک پہاڑ ہے۔ جو مدینے کے شمال میں تین ساڑھے تین میل کے فاصلے پر شرقاً غرباً کم و بیش ایک خط مستقیم میں پھیلا ہوا ہے۔ تقریباً وسط میں . . . ایک جگہ شگاف ہے اور نیم دائرے کی شکل کا ایک وسیع میدان بن گیا ہے۔ اس کے عقبی یعنی شمالی حصے میں ایک بہت ہی تنگ درے سے گزرنے پر اندر مزید کھلے یا محفوظ میدان مل جاتے ہیں۔ احد کے جنوبی دامن میں وادی قناۃ گزرتی ہے۔ وادی قناۃ کے جنوب میں جبل [illegible] ہے جسے اب جنگ احد میں تیر اندازوں کے تعین کے باعث جبل الرماۃ کہا جاتا ہے۔ وادی قناۃ کے شمال میں جبل احد کے دامن میں جو کھلا میدان ہے۔ اس میں پانی کے دو چشمے اب بھی موجود ہیں۔

مکے کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ مدینے کے جنوب میں واقع ہے پھر کیا وجہ تھی کہ مدینے کے جنوب پر کیوں حملہ آور نہیں ہوئے اور کس مصلحت سے مدینے کے شمال میں جا کر حملہ آور ہوئے اور اپنی واپسی اور اپنی کمک وغیرہ کا راستہ بند کر لیا۔

مدینہ ایک ایسے مقام پر آباد ہے۔ جو دس میل لمبے اور اتنے ہی چوڑے میدان پر مشتمل ہے اسی میدان کو "جوف مدینہ" اور بعد میں "حرم مدینہ" کا نام دیا گیا۔ اسی میدان کے اطراف، جہت بہ جہت چھوٹی بڑی ایک دوسرے سے متصل پہاڑیوں کا سلسلہ دور دور تک چلا گیا ہے اور آمد و رفت تنگ وادیوں اور گھاٹیوں میں سے ہوتی ہے۔ جبل عیر سے جبل ثور تک محدود یہ لمبا چوڑا میدان بالکل ہموار بھی نہیں ہے۔ بلکہ بیچ میں سلع کا پہاڑ اور متعدد دیگر چھوٹی پہاڑیاں واقع ہیں جن کو بڑی جنگی اہمیت حاصل ہے۔

عہد نبوی میں مدینہ کوئی اس طرح کا شہر نہ تھا جیسا کہ وہ آج کل ہے۔ اس زمانہ میں وہاں عرب اور یہودی قبیلے بستے تھے۔ ہر قبیلہ کا محلہ یا گاؤں دوسرے سے الگ اور فرلانگ دو فرلانگ یا اس سے بھی زیادہ فاصلے پر واقع تھا۔ اس طرح کے گاؤں کا سلسلہ جبل عیر سے جبل ثور تک پھیلا ہوا تھا۔

ان بستیوں میں ایک یا زیادہ پانی کے کنوئیں ہوتے۔ رہائشی مکان پتھر کے بنے ہوئے اور عموماً دو منزلہ ہوتے تھے۔ ہر گاؤں میں برج کی وضع کی مستحکم عمارتیں ہوتیں۔ جن کو اطام اور آجام کہا جاتا جنگ کے زمانے میں عورتیں بچے جانور اور دیگر اسباب ان

Marfat.com

میں منتقل کر دیا جاتا۔ ان آطام کے اندر اکثر پانی کے کنویں بھی ہوتے تھے۔ تاکہ محاصرے کے وقت کام دیں۔

ان منتشر اور دور دور بسے ہوئے محلوں کے علاوہ مختلف افراد یا قبائل کے باغ تھے۔ اور عموماً ان کا احاطہ پتھر کی دیوار سے بنایا جاتا تھا۔ یہ باغ آبادی کے اطراف میں چوطرف پھیلے ہوئے تھے۔

ان قبائلی آبادیوں میں سے ایک کا نام یثرب تھا۔ اور یہ گاؤں اب تک باقی ہے ممکن ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ سب سے اہم آبادی ہو۔ اور اسی کی بنا پر پورے جوف مدینہ کے دیہات پر یثرب کا اطلاق ہوتا ہو جس کی نظیر ہر ملک میں ملتی ہے۔

مدینۃ النبی کا محلہ جہاں آنحضرتؐ رہتے تھے۔ کم و بیش وسط میں واقع ہے۔ مکے والوں کو عام اہل مدینہ سے کوئی پرخاش نہ تھی۔ وہ صرف آنحضرتؐ پر اپنا غصہ اتارنا چاہتے تھے۔ مسکن نبوی تک پہنچنے کے لیے جنوب میں گنجان باغ حائل تھے۔ جن کے باعث لڑائی کا کوئی میدان نہ تھا۔ جنوب مشرق میں قبا اور عوالی کی آبادیاں اور باغ تھے۔ مشرق میں مسلسل یہودی محلے تھے۔ جو شمالاً جنوباً قبا سے لے کر تقریباً احد تک چلے گئے تھے۔ باغوں یا محلوں کا سلسلہ جنوب مغرب اور مغرب میں بھی پھیلا ہوا تھا۔ مگر نسبتاً کم گنجان تھا۔ مدینے کی موجودہ فصیل پر شمال میں باب الشامی کے پاس بنو ساعدہ رہتے تھے۔ ان کا سقیفہ اب تک موجود ہے۔ اس کے آگے خود جبل سلع پر بنو حرام رہتے تھے۔ ان کا قبرستان اور سقیفہ بھی اب تک باقی ہیں۔ شمال مغرب میں وادی العقیق کے کنارے بحر رومہ تک بکثرت باغ تھے۔ بئر رومہ مع اراضی تابعہ ابتداً یہودیوں کے قبضے میں تھی۔ شمالی حصہ البتہ کھلا ہوا تھا۔ ادھر سے مدینۃ النبی کا راستہ کھلا ہوا بھی تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ مدینے کے جنوب میں بلند پہاڑیاں ہیں۔ اور راستہ حرّہ یا وادیوں دونوں میں سے گزرتا ہے۔ عہد نبوی میں مدینے کو براہ راست جنوب سے آنے کے لیے قبا کی طرف ایک سخت دشوار گزار راستہ تھا۔ جو لاوے کے پتھروں سے اٹا ہوا ہونے کے باعث شاذ ہی اختیار کیا جاتا تھا۔ کسی فوج کے لیے لاوے سے آتے ہوئے میدانوں میں سے گزرنا آدمی اور جانور دونوں کے لیے سخت تکلیف دہ ہے۔ اور دوپہر کو ان پتھروں کے گرم ہو جانے کے باعث وہاں پڑاؤ ڈالنا بھی کم پسند کیا جاتا تھا۔ مدینہ کے مشرق

Marfat.com

اور مغرب دونوں طرف شمالاً جنوباً وادی کے یہ میدان پھیلے ہوئے ہیں ان کو "لابہ" اور "حرہ" کہا جاتا ہے۔ ان حرّوں میں آبادی کے مکان تو تھے۔ غالباً جنگی مصلحت سے۔ لیکن باغ نہیں۔ اگر تکلیف گوارا کر کے ان حرّوں پر سے فوج گزر بھی جائے۔ تو ایسے میدانوں میں لڑائی بھی آسان نہیں۔

قدیم زمانہ میں کاروانوں کا راستہ یہ تھا کہ ذوالحلیفہ سے گزرنے ہی جبل عیر کے مغرب سے وادی العقیق کے اندر سیدھے شمال میں زغابہ کے سنگم تک جائیں۔ اور وہاں سے مدینہ کو جانے کے لیے جنوبی طرف مڑیں۔ وادیوں کے یہ راستے نرم ریت پر مشتمل ہونے کے باعث اونٹوں کو بھی پسند تھے۔

غرض یہ جغرافیائی دشواریاں تھیں۔ جن کے باعث قریش کی تھکی ہوئی فوج اور بارہ دن کے کوچ سے نیم مردہ جانوروں نے بھی مدینہ سے دور زغابہ میں جا کر ٹھہرنا پسند کیا۔ یہاں پانی افراط سے تھا۔ چارہ بھی ملتا تھا۔ اور چونکہ کامیابی کا یقین تھا۔ اس لیے واپسی کے راستہ کی بھی فکر نہ تھی۔[1]

لشکر اسلام کی روانگی اُحد کی طرف

جمعہ کے دن شوال کی دسویں تاریخ عصر کے بعد رسول کریم صلعم ایک ہزار سپاہ کی معیت میں اُحد کی طرف چلے۔ جب آپ ثنیۃ الوداع کے قریب پہنچے۔ تو ایک فوج نظر آئی۔ آپ کے دریافت فرمانے پر صحابہ کرام رض نے فرمایا کہ یہ لوگ ابن ابی اور یہود کے حلیف ہیں۔ جو آپ کی نصرت کے لیے نکلے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

لا یستنصر باھل الشرک علی اھل الشرک مالم یسلموا

یعنی ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے مدد نہیں لیتے۔ جب تک کہ وہ تہ دل سے مسلمان ہو جائیں۔

جب آپ شیخین کی گڑھیوں کے پاس پہنچے۔ تو رضاکاروں کا تنقیدی نظر سے معائنہ کیا۔ کم سن بچے واپس کر دیئے گئے۔[2]

---

[1] ترتیب و تلخیص صفحہ ۲۶ تا ۲۹ از عہد نبوی کے میدان جنگ از محمد حمید اللہ

[2] سیرۃ شامی بہ موقع۔

تھے ان میں اسامہ بن زید۔ ابن عمر۔ زید بن ثابت۔ براء بن عازب۔ عمرو بن حزم۔ اسید بن ظہیر انصاری۔ ابوسعید خدری۔ عرابہ بن اوس۔ زید بن ارقم۔ سعد بن عقیب۔ سعد بن حبتہ۔ زید بن جاریہ جابر بن عبداللہ اور حضرت عرابہ اوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے۔ لیکن خدا کی راہ میں جان دینے کا اتنا شوق تھا کہ جب رافعؓ بن خدیجؓ سے کہا گیا کہ کم سن ہو۔ واپس جاؤ۔ تو وہ پاؤں کے انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ رسول کریم صلعم کو جان نثار بچے کی ادا پسند آئی۔ وہ بھی لشکر میں شامل کر لیئے گئے[1]۔

بعض دوسری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رافع کو اچھا تیرانداز ہونے کی وجہ سے لشکر میں شرکت کی اجازت دی گئی تھی[2]۔

سمرۃ سے ان کی کم سنی کی وجہ سے واپس جانے کو کہا۔ انہوں نے یہ دلیل پیش کی کہ میں رافع کو کشتی میں پچھاڑ سکتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں کشتی لڑیں۔ چنانچہ سمرۃ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ اس بنا پر ان کو بھی اجازت مل گئی۔

ایک بہت معمر ضعیف البنیان مضمحل الاعضاء مرد حضرت خثیمہؓ سے واپس جانے کو کہا۔ تو انہوں نے رسول کریم صلعم سے کہا۔

"امید ہے کہ اللہ ہمیں فتح یاب کرے یا شہادت ہی نصیب ہو۔ جس شہادت سے میں بدر میں محروم رہ گیا۔ میں بدر میں شرکت سے دست بردار ہونے پر راضی نہ تھا۔ اور میرا فرزند (سعد) بھی اس پر مصر تھا۔ آخر دونوں نے قرعہ اندازی کی۔ میرے فرزند کی قسمت بیدار ہو گئی۔ اور وہ اس معرکہ میں شہید ہو گیا۔ اسی شب کو رویا میں اس نے مجھے کہا خدا نے ہمارے ساتھ جو وعدے کیئے تھے۔ ہم نے سب پورے ہوتے دیکھ لیئے۔ اب آپ بھی ہمارے ساتھ آکر جنت میں رہیئے۔"

یارسول اللہ! بخدا میں اسی لمحہ سے اپنے فرزند کے ساتھ جنت میں رہنے کے

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۱۔ [2] ابن ہشام ذکر غزوہ احد، زرقانی جلد ۲ صفحہ ۲۹
[3] بدایہ ابن کثیر جلد ۴

Marfat.com

اشتیاق میں بیٹھا ہوں۔ تو بھی میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ میری ہڈیوں میں دم نہیں رہا۔ اب میں اپنے رب سے ملاقات کو زیادہ پسند کرتا ہوں[1]"

اسلامی لشکر میں عورتوں کی بھی کافی تعداد تھی۔ ان میں حضرت ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جن کا مشکیں بھر بھر کر پانی لانا اور زخمیوں کو پلانا صحیح بخاری میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ اسی جگہ رات بسر کی۔ رات کو پچاس سپاہی محمد بن مسلمہ کی سرکردگی میں حفاظت کے لیئے اسلامی پڑاؤ کے اطراف میں گشت کرتے رہے[2] تاکہ شب خون کا اندیشہ نہ ہے

دوسرے دن باغ شوط میں جو مدینہ اور احد کے درمیان ہے۔ فجر کے وقت پہنچے اور نماز باجماعت ادا کی گئی۔ اسی جگہ سے عبداللہ بن ابی تین سو کی جمعیت کے ساتھ یہ کہہ کر مدینہ واپس چلا آیا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میری رائے نہ مانی" جب یہ منافقین واپس لوٹے۔ تو صحابہ کرامؓ کے ایک گروہ نے ان سے لڑائی کی ٹھانی۔ اور دوسرے گروہ نے کہا کہ ہم قتال نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مسلمان ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

فما لکم فی المنافقین فئتین واللہ ارکسھم بما کسبوا اتریدون ان تھدوا من اضل اللہ ومن یضلل اللہ فلن تجد لہ سبیلا۔ (نساء ۱۲ع)

سو تمہارے لیئے کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بنو۔ حالانکہ اللہ نے ان کو اس کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا الٹا کر دیا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ اسے ہدایت کرو جسے اللہ نے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے۔ اور جس کو اللہ گمراہ چھوڑ دے تو تو اس کے لیئے کوئی راستہ نہ پائے گا۔ (محمد علی ایم اے ایل ایل بی)

یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو منافقوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کا قول سن کر خزرج میں سے بنو سلمہ اور اوس میں سے بنو حارثہ نے دل میں لوٹنے کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا لیا۔ قرآن مجید میں ہے

اذ ہمت طائفتٰن منکم ان تفشلا واللہ ولیہما وعلی اللہ فلیتوکل المومنون۔ (آل عمران ۱۳ع)

---

[1] حیات محمد اردو ایڈیشن صفحہ ۲۲۲، ۲۲۳۔

[2] سیرۃ شامی (استعمل علی الحرس تلک اللیلۃ محمد بن مسلمۃ فی خمسین رجلا یطوفون بالعسکر

Marfat.com

جب تم میں سے دو گروہوں نے ارادہ کیا کہ ہمت ہار دیں۔ اور اللہ ان دونوں کا ولی تھا۔ اور اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔

بخاری میں جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔

فینا نزلت اذ ھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما قال نحن الطائفتان بنو حارثۃ و بنو سلمۃ وما نحب انھا لم تنزل لقول اللہ واللہ ولیھما۔ یعنی یہ آیت ہمارے متعلق اتری۔ اور ہم بنو حارثہ اور بنو سلمہ دو گروہ ہیں۔ اور ہم کو یہ پسند نہیں کہ یہ نہ اترتی کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ ان دونوں کا کارساز اور مددگار ہے۔ ان کا ھم یا ارادہ محض حدیث نفس کے طور پر تھا۔

رسول کریم صلعم دوسرے دن سات سو آدمیوں کو لے کر جن میں دو اسپ سوار اور ایک سو زرہ پوش تھے۔ آگے بڑھے جبل احد کے مذکور گھاؤ کے اندر پڑاؤ ڈال دیا[1] جس سے بہتر اور محفوظ مقام نہیں مل سکتا تھا۔

اسلامی لشکر کی صف آرائی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کو پشت پر اور کوہ عینین کو جو وادی قنات میں ہے بائیں طرف رکھ کر صف آرائی کی۔ حضرت مصعب رضؓ بن عمیر کو علم دیا۔ حضرت زبیرؓ بن عوام رسالے کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کو اس حصہ کی قیادت ملی۔ جو زرہ پوش نہ تھے[2]۔ جبل عینین (جبل الرماۃ) پر پچاس تیر انداز متعین کیئے کہ اگر وادی قنات کی راہ سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیئے کوئی دستہ بھیجے تو اسے روکیں[3]۔ حضرت عبداللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے قائد مقرر ہوئے۔ رسول کریم صلعم نے انہیں ہدایت فرمائی ”اگر تم دیکھو کہ پرندے ہم کو اچک کر لے گئے ہیں۔ تو اپنی جگہ کو نہ چھوڑو۔ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں۔ اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دی ہے۔ اور مار کر پامال کر دیا ہے۔ تو بھی ایسا ہی کرنا[4]“

---

[1] سیرۃ شامی۔ [2] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۳۹۴
[3] ابن ہشام صفحہ ۵۶۰
[4] صحیح بخاری کتاب الجہاد باب ما یکرہ من التنازع والاختلاف فی الحرب۔

Marfat.com

قریش کی صف آرائی

مشرکین نے جو کوہ عینین (جبل الرماۃ) ہیں وادی قناۃ کے مدینے کی طرف کے کنارے پر اترے ہوئے تھے صفیں آراستہ کیں۔ انہوں نے اسپ سواروں کے میمنہ پر خالد بن ولید کو میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو۔ پیادہ فوج پر صفوان بن امیہ کو۔ تیر اندازوں پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ طلحہ علمبردار تھا۔ دو سو گھوڑے کوتل رکاب میں تھے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں

عورتوں کی رجز خوانی

خاتونان قریش دف پر رجزیہ اشعار پڑھتی ہوئیں اپنے سپاہیوں کو انتقام خون پر برانگیختہ کرتی ہوئیں صفوں کے آگے پیچھے چلتی پھرتی تھیں۔ رجزیہ اشعار یہ تھے۔

ویہا بنی عبدالدار　　ویہا حماۃ الادبار

ضربا بکل بتار

نحن بنات الطارق	ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں
نمشی علی النمارق	ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں
ان تقبلوا انعانق	اگر تم آگے بڑھ کر لڑوگے تو ہم تم سے گلے ملیں گے
او تدبروا نفارق	پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گی

لڑائی کا آغاز

ابو عامر اوسی مدینہ کا ایک مشہور و معروف شخص تھا۔ اسلام سے قبل اپنے زہد اور پارسائی کی وجہ سے بہت معزز تھا۔ جب آفتاب رسالت مدینہ گئے۔ تو یہ شخص آپؐ کا مخالف ہو گیا۔ اور مدینہ چھوڑ کر مکے آ گیا۔ اور قریش کو لڑائی پر آمادہ کیا۔ اور کہا کہ میری قوم جب مجھے دیکھے گی۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دے گی۔ اس لیئے اس نے میدان میں آ کر پکارا۔ "اے اوس کے گروہ مجھے پہچانتے ہو۔ میں ابو عامر ہوں"۔ اوس نے جواب دیا۔ "ہاں او بدکار ہم تجھ کو پہچانتے ہیں۔ خدا تیری آرزو پوری نہ کرے"۔

مشرکین کے علم بردار طلحہ نے صف سے نکل کر پکارا۔ "مسلمانو! تم میں سے کوئی ہے کہ یا مجھ کو جلد دوزخ میں پہنچا دے۔ یا خود میرے ہاتھ سے بہشت میں پہنچ جائے"

حضرت علی ابن ابی طالب نے صف سے نکل کر کہا۔ "میں ہوں"۔ یہ کہہ کر سر پر ایسی تلوار

Marfat.com

ماری کہ طلحہ زمین پر تھا۔ طلحہ کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی عثمان نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں رجزیہ اشعار پڑھتی آتی تھیں۔ اور وہ ان کے آگے یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

ان علی اھل اللواء حقا ان تخضب الصعدۃ او تندقا

علم بردار کا فرض ہے کہ نیزہ کو خون میں رنگ دے۔ یا وہ ٹوٹ جائے۔

حضرت حمزہ رضی بن عبد المطلب مقابلے کے لیئے نکلے اس زور سے شانہ پر تلوار کا وار کیا کہ کمر تک اتر آئی۔ اور زبان پر یہ الفاظ تھے۔

"انا ابن ساقی الحجیج" کہ میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں۔

اب عام جنگ شروع ہوگئی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تلوار تھی۔ آپ نے فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا۔ یہ سن کر کئی جان نثار آگے بڑھے۔ مگر آپ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ ابو دجانہ (سماک بن خرشہ انصاری) نے اٹھ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے؟

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر مارے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔" ابو دجانہ نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! میں اس حق کو ادا کروں گا۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو دجانہ کو تلوار عنایت فرمائی۔ ابو دجانہ مشہور پہلوان تھے۔ اس غیر متوقع عزت نے ان کو بادہ شجاعت سے مست کر دیا۔ سر پر سرخ رومال باندھا۔ اور اکڑتے تنتے نکلے۔ یہ دیکھ کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ چال خدا کو ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔" حضرت ابو دجانہ صفوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے مشرکین کی عورتوں تک جا پہنچے۔ سامنے ہند بنت عتبہ آ گئی۔ اس پر وار کرنے والے ہی تھے۔ فوراً دل میں خیال گزرا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس قابل نہیں کہ کمزور عورت پر آزمائی جائے۔

اسی طرح حضرت حمزہ رض اور حضرت علی رض صفوں کی صفیں صاف کرتے جا رہے تھے۔ کفار کا مشہور شمشیر زن ارطاۃ بن عبد شرحبیل بھی حضرت حمزہ رض کی تلوار کا لقمہ بنا تھا۔ سباع بن عبد العزی (الغبشانی) بھی حضرت حمزہ رض کی تلوار کی مار سے زمین پر ڈھیر ہوا تھا۔

Marfat.com

حضرت حمزہ کی شہادت

وحشی ایک حبشی غلام تھا۔ جس سے جبیر بن مطعم نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے۔ تو وہ آزاد کر دیا جائے گا اسی طرح ہندہ نے وعدہ کیا کہ وہ اس کو سیم و زر سے مالا مال کر دے گی۔ وحشی تاک میں تھا۔

جونہی حضرت حمزہؓ کشتوں کے پشتے لگاتے ہوئے سامنے آئے۔ اس نے حربہ (چھوٹا نیزہ) مارا۔ جو ناف سے پار ہو گیا۔ حضرت حمزہ نے اس پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن گر پڑے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔[۱]

جب وحشی اسلام کے نور سے منور ہوا۔ تو اس نے خود شہید کرنے کی داستان یوں بیان کی۔

حمزہؓ نے طعیمہ بن عدی کو بدر میں قتل کیا تھا۔ اس لیئے میرے آقا جبیر بن مطعم نے کہا۔ اگر تو حمزہ کو میرے چچا کے بدلے قتل کر دے تو آزاد ہو جائے گا۔ جب لوگ سال عینین میں نکلے۔ تو میں بھی لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لیئے نکلا جب صفیں بن گئیں تو سباع (بن العزیٰ) نکلا اور کہا۔ کیا کوئی مبارز ہے؟

یہ سن کر حمزہ بن عبدالمطلب اس کی طرف نکلے۔ اور یوں خطاب کیا۔ اے سباع! اے عورتوں کے ختنہ کرنے والی ام نمار کے بیٹے! کیا تو خدا اور رسول کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔؟ یہ کہہ کر حمزہؓ نے حملہ کیا۔ وہ زمین پر مردہ ہو کر گر پڑا۔ میں ایک پتھر کے نیچے حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ جب حمزہؓ مجھ سے نزدیک ہوا تو میں نے اپنا حربہ اس پر مارا۔ وہ اس کی ناف و عانہ کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اس کی دو رانوں میں سے نکل گیا۔ اور یہ اس کا آخر امر تھا۔ جب لوگ واپس آئے۔ میں ان کے ساتھ واپس آیا۔ اور مکہ میں ٹھہرا یہاں تک کہ اس میں اسلام پھیل گیا۔ پھر (فتح کے بعد) طائف کی طرف بھاگ گیا۔ جب اہل طائف نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنے قاصد بھیجے تو مجھ سے کہا گیا۔ کہ حضرت رسول کریمؐ قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ اس لیئے میں قاصدوں کے ساتھ جاؤں۔

---

[۱] صحیح بخاری باب قتل حمزہ۔

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؐ نے مجھے دیکھا۔ تو پوچھا کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا۔ ہاں آپ نے دریافت فرمایا۔ کیا تو نے حمزہؓ کو قتل کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں۔ ایسا ہی وقوع میں آیا تھا جیسا کہ آپ کو خبر پہنچی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو میرے سامنے نہ آیا کر۔ پس میں چلا گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ تو مسیلمہ کذاب نے دعوی نبوت کیا۔ میں نے کہا کہ میں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا۔ شاید میں اسے مار ڈالوں اور اس طرح سے قتل حمزہ کی مکافات کردوں۔ اس لئے میں لوگوں کے ساتھ نکلا۔ مسیلمہ کا حال ہوا جو ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ایک شخص ہے۔ دیوار کے درمیان کھڑا ہوا۔ گویا کہ وہ ایک ژولیدہ و خاکستری اونٹ ہے۔ میں نے اس پر حربہ مارا۔ جو اس کی چھاتی پر لگا۔ اور پار ہو گیا۔ انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف لپکا۔ اور اس کے سر پر تلوار ماری۔ ایک لونڈی نے گھر کی چھت پر نوحہ کرتے ہوئے کہا۔ وائے امیر المومنین! اسے ایک حبشی غلام نے قتل کر دیا[1]۔

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت حنظلہؓ بادہ اسلام پی کر خدا کی رضا جوئی کے لیئے لڑ رہے تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باپ کے مقابلے میں لڑنے کی اجازت مانگی۔ لیکن رحمۃ للعالمین نے گوارا نہ کیا کہ باپ بیٹے کی تلوار کا لقمہ بنے۔ حضرت حنظلہؓ نے مشرکین کے سالار اعظم ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ وہ ابوسفیان کو قتل کر دیتے۔ لیکن شداد بن الاسود نے لپک کر ان کے وار کو روک لیا۔ اور ان کو شہید کر دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کشفی حالت میں دیکھا۔ کہ فرشتے حضرت حنظلہؓ کو غسل دے رہے ہیں۔ ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا۔ تو بیوی نے کہا۔ شب احد کو ان کی شادی ہوئی تھی۔ صبح کو غسل کی حاجت تھی۔ غسل کے لیئے ابھی آدھا سر دھویا تھا۔ کہ جہاد میں شامل ہونے کی آواز سنی۔ فوراً اسی حالت میں وہ جنگ میں شریک ہو گئے۔ یہ سن کر رسول کریمؐ نے فرمایا۔ اسی وجہ سے اسے فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت حنظلہؓ کو غسیل الملائکہ کہتے ہیں[2]۔

---

[1] صحیح بخاری باب قتل حمزہ

[2] سیرۃ ابن ہشام

Marfat.com

بہادران اسلام بڑھ بڑھ کر داد شجاعت دے رہے تھے۔ کفار کے علم بردار لڑ کر گر گر جاتے تھے۔ لیکن علم زمین پر گرنے نہیں پاتا تھا۔ ایک کے گرنے سے دوسرا جانثار علم کو ہاتھ میں تھام لیتا تھا۔ عثمان بن طلحہ۔ حارث بن طلحہ۔ کلاب بن طلحہ۔ جلاس بن طلحہ۔ ارطاۃ بن شرحبیل۔ شریح بن قارظ اور ابو زید بن عمرو بن عبد مناف یکے بعد دیگرے قتل ہوئے تو کفار کا علم زمین پر آگرا۔ عمرہ بنت علقمہ حارثیہ بہادری سے آگے بڑھی۔ اور علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ اس سے ایک حبشی غلام صواب نام نے لے لیا۔ قریش نے اس کے گرد جمع ہو کر بدر کی شکست کا داغ دھونے کی سعی لاحاصل کی۔ کسی مسلمان نے بڑھ کر صواب کے اس زور سے تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ ساتھ ہی کٹ کر گر گئے۔ وہ قومی علم کو زمین پر گرا ہوا دیکھ نہیں سکتا تھا۔ علم کے گرنے کے ساتھ ہی سینہ کے بل زمین پر گرا اور جھنڈے کو سینے اور گردن کے درمیان دبا لیا۔ اسی حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔[1]

صواب کے گرنے کے بعد کسی کو قومی علم اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ کفار کو شکست ہوئی۔ بہادر عورتیں جو رجزیہ اشعار سے دلوں کو ابھارتی تھیں۔ کپڑے چڑھائے برہنہ ساق پیچھے ہٹیں۔ مسلمان قتل و غارت۔ سلب و نہب میں مشغول ہو گئے۔ یہ دیکھ کر تیر انداز جو درہ پر متعین تھے۔ وہ بھی مال غنیمت کے حصول کے لیئے دوڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر نے بہت روکا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد دلایا۔ سوائے چند ایک کے وہ نہ رکے۔ ان کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطٰن ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم۔ (آل عمران ع)

وہ لوگ جنہوں نے اس دن تم میں سے پیٹھ پھیر دی جس دن دو گروہ ملے شیطان نے ہی ان کو پھسلانا چاہا۔ اس کے کسی عمل کی وجہ سے جو انہوں نے کمایا۔ اور یقیناً اللہ نے ان کو معاف کر دیا۔ کیونکہ اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔

---

[1] ابن ہشام بروایت ابن اسحاق

Marfat.com

خالد بن ولید نے دیکھا کہ درّہ میں چند ایک سپاہی ہیں۔ ان پر حملہ کر دیا۔ عبداللہ بن جبیر نے چند جان بازوں کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف تھا۔ خالد بن ولید نے سواروں کے دستہ کے ساتھ لشکر اسلام پر حملہ کر دیا۔ دوسری طرف عکرمہ بن ابوجہل نے بھی اپنے سواروں کے ساتھ دھاوا بول دیا۔ ابوسفیان جو میدان جنگ سے چھوڑ کر فرار ہو گیا تھا۔ وہ بھی اپنے آدمیوں کو ساتھ لے کر نئے جوش اور نئی ہمت کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ مسلمانوں پر یہ حملے اچانک ہوئے۔ اور وہ اتنے بدحواس ہوئے کہ مسلمان مسلمان کے ہاتھ سے مارے گئے۔ حضرت حذیفہ کے والد یمان پر مسلمانوں کی تلواریں برس پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ میرے باپ ہیں۔ لیکن بدحواسی میں کون سنتا تھا۔ غرض وہ شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہؓ نے ایثار کے لہجہ میں کہا۔ "مسلمانو! خدا تم کو بخش دے۔"

رسول اللہ کی شہادت کی افواہ

حضرت مصعبؓ بن عمر جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل و صورت میں مشابہ اور علم بردار تھے۔ ابن قمیہ نے ان کو شہید کر دیا۔ اور مشہور ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس افراتفری و بدحواسی اور اضطراب میں بہتوں نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ جو جہاں تھا۔ وہیں گھر کر رہ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ۱۱ اصحابؓ ابوبکرؓ۔ علیؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن وقاص طلحہ بن عبیداللہ زبیر بن عوامؓ۔ ابوعبیدہ بن جراح وغیرہ تھے۔

بعض مسلمانوں کی سرفروشی

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ حضرت ابن نضر نے راستے میں بعض مہاجرین اور انصار کو دیکھا۔ جن میں حضرت عمر فاروق[2] اور طلحہ بن عبیداللہ بھی تھے۔ وہ ہتھیار پھینک کر مایوس بیٹھے ہوئے تھے۔ ابن نضر نے پوچھا۔ یہاں کیا کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ ابن نضر نے کہا "ان کے بعد ہم زندہ رہ کر کیا کریں گے۔" یہ کہہ کر دشمن کی فوج میں گھس گئے۔ اور جام شہادت نوش کیا۔[3] لڑائی کے

---

[1] بخاری عن براء بن عازب باب الرسول یدعوکم کتاب التفسیر [2] صحیح بخاری میں یہ واقعہ مذکور ہے۔ لیکن حضرت عمرؓ کا نام نہیں [3] سیرت ابن ہشام

Marfat.com

بعد جب ان کی لاش دیکھی گئی۔ تو اسّی سے زیادہ زخم تھے۔ کوئی شخص پہچان نہ سکا۔ ان کی بہن نے انگلی دیکھ کر پہچانا۔

ثابت بن دحداح انصار کے پاس آئے اور خطاب کیا[1]: "اے گروہ انصار! اگر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے تو اللہ زندہ ہے۔ مرتا نہیں۔ تم اپنے دین کے لیئے لڑو"۔ یہ کہہ کر انہوں نے چند انصار کے ساتھ خالد بن ولید کے دستہ پر حملہ کیا۔ مگر خالد بن ولید نے ان کو شہید کر دیا[1]۔

جان نثار رضائے الہٰی کے لیئے برابر لڑتے جاتے تھے۔ لیکن نگاہیں سید الکونین کو ڈھونڈ رہی تھیں۔ سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک نے پہچانا اور دفعتہً پکارا۔ "مسلمانو! رسول اللہ یہ ہیں"۔ یہ سن کر چشم زدن میں ہر طرف سے جان نثار کعب کی آواز کی جگہ آ پہنچے۔

کفار کا زور بھی اسی طرف ہو گیا۔ ایک دفعہ اتنے زور سے حملہ ہوا۔ تو حضور نے فرمایا "کون مجھ پر جان دیتا ہے"۔ زیاد بن سکن پانچ یا سات انصاری لے کر حاضر ہوئے جنہوں نے یکے بعد دیگرے جانبازی سے لڑ کر جانیں فدا کر دیں۔ حضرت عمارہ بن زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا۔ جان دیتے ہوئے اپنے رخسار نبی کریم صلعم کے تلووں سے لگا دئے[2]۔

ایک بہادر مسلمان اس عالم میں بھی بے پروائی کے ساتھ کھڑا کھجوریں کھا رہا تھا۔ اس نے بڑھ کر پوچھا کہ "یا رسول اللہ! اگر میں مارا جاؤں تو کہاں ہوں گا"۔ آپؐ نے فرمایا "جنت میں"۔ یہ بشارت سن کر اس شجاعت سے کفار کی صفوں پر حملہ آور ہوا کہ شہید ہو گیا[3]۔

حضرت وہب بن قابوس اور ان کا بھتیجا عتبہ بن قابوس بکریاں چراتے مدینہ آئے۔ معلوم ہوا کہ رسول کریم غزوہ احد پر تشریف لے گئے ہیں۔ اسلام لا کر حاضر خدمت اقدس ہوئے خالد اور عکرمہ کے حملے کے وقت حضرت وہب جان بازی سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کا بھتیجا بھی لڑتے ہوئے شہید ہوا۔

ابن ہشام کے پتھر سے نبی کریم صلعم کا بازو زخمی ہوا۔ عتبہ کے پتھر سے چار دانت

---

[1] اصابہ مترجم ثابت بن دحداح
[2] زاد المعاد و طبری
[3] صحیح بخاری غزوہ احد۔

Marfat.com

شہید ہوئے۔ عبداللہ بن قمیہ جو قریش کا بہادر پہلوان تھا۔ صفوں کو چیرتا ہوا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ پہنچا۔ اور چہرہ مبارک پر تلوار ماری۔ اور مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے۔ لیکن جان نثاروں نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ ابو دجانہؓ نے اپنی پیٹھ رسول کریمؐ کی سپر بنا دی۔ جو تیر آتے تھے۔ وہ پیٹھ پر پڑتے تھے۔ حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا۔ ہاتھ پہ تیر روکتے تھے۔ یہ ہاتھ ہمیشہ کے لیے شل ہو گیا تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مشہور تیر انداز تھے۔ حضور خود ان کو اپنے ترکش سے تیر دیتے اور فرماتے "تم پر میرے ماں باپ قربان! تیر مارتے جاؤ"[1] حضرت ابو طلحہؓ انصاری جو حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ تھے۔ مشہور تیر انداز تھے۔ انہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے ہاتھ میں رہ گئیں انہوں نے چمڑے کی ڈھال سے رسول کریم صلعم کا چہرہ اوٹ میں کر لیا تھا۔ آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی طرف دیکھتے تھے۔ تو وہ عرض کرتے "آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں گردن اٹھا کر نہ دیکھیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے۔ یہ میرا سینہ سامنے ہے"[2]

حضرت شماس بن عثمان قریشی مخزومی تلوار کے ساتھ رسول کریمؐ کی مدافعت کر رہے تھے اور شدید زخمی ہوئے۔ ان کو اٹھا کر مدینہ میں حضرت ام سلمہؓ کے پاس لے جایا گیا۔ وہاں ایک دن رات زندہ رہ کر وفات پائی۔ رسول کریمؐ نے انہیں ڈھال سے تشبیہ دی۔ اس طرح سہل بن حنیف انصاری اوسی نے اپنے ترکش سے تمام تیر ختم کر دیئے۔ اور رسول کریمؐ فرماتے تھے۔ "سہل کو تیر دو" حضرت قتادہ بن نعمان انصاری کی آنکھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے ایسا تیر لگا کہ ڈیلا رخسار پر آ گرا۔ آپ نے دست مبارک سے اس کو جگہ پر رکھ دیا۔ اور دعا کی۔ "خدایا تو قتادہ کو بچا جیسا کہ اس نے تیرے نبی کے چہرے کو بچایا ہے" پس وہ آنکھ درست ہو گئی۔ اسی جان نثاری کے موقع پر سعد بن ربیع شہید ہوئے تھے۔ جنگ کے اختتام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاش میں آدمی بھیجے۔ ایک نے دیکھا کہ زخموں میں پڑے دم توڑ رہے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے۔ سعد نے جواب دیا۔ مجھے اب مردوں میں سمجھو۔ لیکن

---

[1] صحیح بخاری غزوہ احد صفحہ ۵۸۰

[2] ایضاً

Marfat.com

رسول کریمؐ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا۔ اور یہ بھی گذارش کر دینا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وہ جزائے خیر دے۔ جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئی۔ اور میری قوم کو یہ کہہ دینا کہ جب تک تم میں سے ایک فرد بھی باقی ہے۔ اس وقت تک اگر دشمن نبی کریمؐ تک پہنچ گیا۔ تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کر سکو گے۔[1]

ام عمارہ کی بہادری

یہ انصار سے تعلق رکھتی تھیں۔ دوپہر تک تو زخمیوں کو پانی پلاتی رہیں۔ دوپہر کے بعد دیکھا کہ مسلمان کفار کے نرغہ میں پھنس گئے ہیں۔ مشکیزہ پھینک کر ہاتھ میں تلوار سونت کر قریش پر ٹوٹ پڑیں۔ اس طرح رسول کریمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہو گئیں۔

اس مصیبت کی حالت میں رسول کریمؐ کی زبان سے یہ جملہ نکلا۔ "وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے۔ جو اپنے پیغمبر کو زخمی کرتی ہے"۔ خدا تعالیٰ کو یہ الفاظ پسند نہ آئے اور یہ آیت اتری۔

لیس لک من الامر شئی۔ یعنی تم کو اس معاملہ میں کوئی اختیار نہیں۔

رسول کریم صلعم سے ابی بن خلف کی مبارزت

قریش کا جوش انتقام بار بار ابھرتا تھا۔ ہر ایک قریشی نوجوان بہادر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی لینے کے درپے تھا۔ کیونکہ وہ آپؐ کی زندگی کو اپنے لیے موت کا پیغام سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک بار پھر دھاوا کر دیا۔ ان کے اس دستہ کا سپہ سالار ابی بن خلف قریشی تھا۔ اپنے ہاتھ میں نیزہ لے کر نکلا اور کہا۔

"محمدؐ کو سامنے کرو۔ اگر انہیں اپنا نجات دہندہ مطلوب ہے۔ تو ان کی یہ تمنا میں پوری کر دوں"۔ رسول کریم صلعم نے حضرت حارث بن الصمہ سے ان کا نیزہ لے کر ابی کی طرف مارا۔ جس کی ضرب سے ابی بن خلف اپنے گھوڑے کی زین ہی پر اوندھا ہو گیا۔

قریش کا ایک اور حملہ

خالد بن ولید نے شدت سے ایک اور حملہ کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے ساتھ دوسرے مسلمانوں کو لے کر حملہ پسپا کر دیا۔ مگر مسلمان یہاں سے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ اب وہ احد کے بلند ٹیلے پر جا پہنچے۔ جہاں رسول کریم صلعم نے زخموں کی شدت کی وجہ سے نماز بیٹھ کر ادا کی۔

---

[1] تاریخ طبری

Marfat.com

اور مسلمانوں نے بھی آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز ادا کی۔

ابوسفیان نے مسلمانوں کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا۔ فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا۔ لیکن حضرت عمرؓ اور چند صحابہ نے پتھر برسائے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔[۱]

آپ کی وفات کی خبر مدینہ پہنچی۔ تو مخلص جان نثار نہایت بے تابی کے ساتھ دوڑتے ہوئے میدان جنگ کی طرف آئے۔ حضرت فاطمہؓ زہرا نے آکر دیکھا۔ تو ابھی تک چہرہ مبارک سے خون جاری تھا۔ حضرت علیؓ ڈھال میں بھر کر پانی لائے۔ حضرت سیدۃ النساء خون دھوتی تھیں۔ لیکن خون نہیں تھمتا تھا۔ بالآخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا۔ اور اس کی راکھ سے زخم بھر دیا۔ اور خون فوراً تھم گیا۔[۲]

پھر حضورؐ نے فرمایا۔ اشتدّ غضب اللہ علی قوم دمّوا وجہ رسولہ

پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ اللھم اغفر لقومی فانھم لا یعلمون۔

مسلمان نعشوں کا مثلہ

ابوسفیان کی اہلیہ ہندہ نے اپنی آتش غیض بجھانے کے لئے جاہلیت کی وحشیانہ وبہیمانہ خصلت سے کام لیا۔ اس نے مسلمانوں کی لاشوں میں سے ایک ایک کے کان اور ناک کٹوائے۔ ان سے گلے کا ہار بنا کر پہنا۔ حضرت حمزہؓ کی لاش ڈھونڈی۔ ان کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ مگر نگل نہ سکی۔ اور اگلنا پڑا۔

حضرت وہبؓ کو بُری طرح مثلہ کر دیا گیا۔ رسول خداؐ اگرچہ زخموں سے نڈھال تھے مگر حضرت وہب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔

رضی اللہ عنک فانی عنک راض۔ اللہ تجھ سے راضی ہوا میں تجھ سے راضی ہوں۔

ابوسفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا کہ "یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں"؟ آپ نے حکم دیا کہ کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا نام لے کر پکارا۔ اور جب کچھ آواز نہ آئی۔ تو بلند آواز سے پکار کر بولا "سب مارے گئے" حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ بول اٹھے "او دشمن خدا۔ ہم سب زندہ ہیں۔"

---

[۱] طبری ۱۴۱۰۔ ۱۴۱۱۔ [۲] صحیح بخاری غزوہ احد جلد ۲

Marfat.com

ابوسفیان نے کہا۔

اعلیٰ ھبل[1] - اے ہبل تو اونچا رہ

صحابہ کرامؓ نے رسول کریم صلعم کے حکم سے کہا۔

اللہ اعلیٰ واجل - خدا بلند و برتر ہے۔

ابوسفیان نے کہا۔

لنا العزّیٰ[2] ولا عزّیٰ لکم - ہمارے پاس عزیٰ ہے تمہارے پاس نہیں۔

صحابہؓ نے کہا۔

اللہ مولانا ولا مولیٰ لکم - اللہ ہمارا آقا ہے اور تمہارا آقا نہیں۔

ابوسفیان نے کہا۔ یوم بیوم والموعد العام المقبل۔ آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ اگلے سال ایک میدان اور ہوگا۔

اس غزوہ میں اکثر خاتونان اسلام نے بھی شرکت کی تھی۔ اور زخمیوں کی خدمت کرتی تھیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیم کو دیکھا کہ پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں۔ اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ مشک خالی ہوجاتی تو جاکر بھر لاتی تھیں[3]۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام سلیطؓ نے بھی جو حضرت ابوسعیدؓ خدری کی ماں تھیں۔ یہی خدمت سرانجام دی۔

حضرت صفیہ دختر حضرت حمزہؓ شکست کی خبر سن کر بے تابی سے مدینہ سے نکلیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیرؓ کو بلا کر ارشاد کیا "کہ صفیہ بھائی کی لاش پر نہ جائے"۔ حضرت زبیرؓ نے رسول کریم صلعم کا پیغام سنایا۔ بولیں کہ "میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔ لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں"۔ رسول کریم صلعم نے حضرت صفیہ کا یہ حوصلہ دیکھ کر اجازت دے دی۔ بہن بھائی کی مثلہ لاش پر جاکر انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کہہ کر چپ ہوگئیں۔ اور مغفرت کی دعا مانگی[4]۔

---

[1] بت کا نام ہے۔ [2] بت کا نام ہے۔ [3] بخاری کتاب المغازی غزوہ احد۔
[4] طبری ۱۴۲۱۔

Marfat.com

بنو دینار کی ایک عورت کے باپ بھائی شوہر سب معرکہ میں مارے گئے۔ وہ دوڑتی ہوئیں میدان کارزار کی طرف آئیں۔ باری باری باپ بھائی شوہر کی شہادت کی خبر کانوں میں پڑتی تھی۔ لیکن ہر بار یہی پوچھتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا بخیر ہیں۔ اس نے پاس آکر چہرہ مبارک دیکھا۔ اور بے اختیار پکار اٹھیں[1]۔

کل مصیبة بعدک جلل - آپ کے ہوتے ہوئے ہر ایک مصیبت ہیچ ہے

اس غزوہ میں مسلمانوں کی طرف سے ستر آدمی شہید ہوئے۔ ابن نجار نے ان سب کے نام دیئے ہیں۔ جن میں سے چار مہاجرین میں سے اور باقی چھیاسٹھ انصار میں سے ہیں[2]۔

شہداء احد کی تدفین

مسلمانوں کے افلاس کا یہ حال تھا کہ اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ شہداء کی پردہ پوشی ہو سکتی۔ سید الشہداء امیر حمزہؓ کو ایک رداء میں دفن کیا گیا۔ چادر چھوٹی تھی۔ اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے۔ قدموں کو چھپاتے تو منہ ننگا رہتا۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ قدموں پر گھاس ڈال دو[3]۔

حضرت مصعبؓ بن عمیرؓ مدفون ہوئے۔ تو ان کی ایک چادر تھی۔ سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے۔ اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا۔ آخر کار سر چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ اور پاؤں اذخر گھاس سے چھپا دیئے گئے۔

حضرت وہبؓ کو لحد میں رکھا گیا۔ تو رسول کریم صلعم نے ان کا سر ان ہی کی چادر سے چھپا دیا۔ مگر وہ چادر ان کی نصف پنڈلی تک پہنچی۔ پاؤں پر گھاس ڈال دی گئی۔ حضرت عمرؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہم خدا تعالیٰ سے وہب مزنی کے حال میں ملیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام بھی ایک چادر میں دفن ہوئے تھے۔ پاؤں گھاس سے چھپا دیئے گئے تھے۔ جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔ تو رسول کریمؐ نے رونے کی آواز سنی۔ دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ عرض کیا گیا کہ مقتول کی بہن یا پھوپھی ہے۔ آپ نے فرمایا نہ روئیے۔ کیونکہ جنازہ اٹھنے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سایہ کرتے رہے

---

[1] طبری صفحہ ۱۴۲۵ [2] وفاء الوفاء للسمہودی جزو ثانی صفحہ ۱۱۳۔

[3] طبقات ابن سعد۔

Marfat.com

ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے فرمایا کہ "تو غمگین کیوں ہے؟" میں نے عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ میرے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے ہیں۔ قرض اور عیال چھوڑ گئے ہیں۔" آپؐ نے فرمایا "کیا میں تجھے خوشخبری نہ دوں کہ خدا تیرے باپ سے کس طرح ملا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے شہدائے احد میں سے کسی سے بے تکلفانہ کلام نہیں کیا۔ مگر تیرے باپ سے روبرو کلام کیا۔ اور کہا "مجھ سے مانگ کہ تجھے دوں"۔ تیرے باپ نے کہا "اے میرے پروردگار! تو مجھے حیات دنیوی عطا کر تاکہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں"۔ خدا تعالیٰ نے کہا "میری طرف سے وعدہ ہو چکا ہے۔ کہ وہ مر کر دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔"

شہداء بے غسل خون میں لتھڑے ہوئے دو دو تین تین ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کیئے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا۔ اس کو مقدم کیا جاتا۔ ان شہداء پر نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی گئی۔ (صحیح بخاری)

مسلمانوں کے پہاڑ کی آڑ میں آ جانے سے مدینہ پر دشمن کے حملے کا خطرہ تھا۔ مگر ابوسفیان معہ اہل مکہ ناقص فتح حاصل کر کے میدان جنگ کو چھوڑ کر سیدھا مکہ کا راستہ لیا۔ اسی دن کئی میل واپس لوٹ گئے۔ جب مقام روحاء پر پہنچے۔ تو خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا ہے۔ کوئی قیدی ہاتھ میں نہیں آیا۔ آخر اہل مکہ کو فتح کا نشان کیا دکھائیں گے۔ اسلامی فوج میدان کارزار پر قابض تھی۔ دوسرے دن رسول کریم صلعم نے اعلان کر دیا کہ کوئی واپس نہ جائے۔ کفار کا تعاقب کرنے کے لیئے ستر آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لیئے تیار ہو گئی۔ جن میں حضرت ابوبکرؓ اور زبیرؓ بھی شامل تھے۔ قرآن شریف میں یہ واقعہ مسلمانوں کی تعریف کے ساتھ مذکور ہے۔ اس قدر تکالیف و مصائب اور دکھ اٹھانے کے بعد بھی رسول کریم صلعم کے ارشاد پر شرح صدر کے ساتھ عمل کرتے ہوئے دشمن کا تعاقب کیا۔ چنانچہ حمراء اسد تک جو مدینہ سے ۸ میل ہے تشریف لے گئے۔

قبیلہ خزاعہ اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوا تھا۔ لیکن در پردہ اسلام کا طرفدار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے دوبارہ حملہ کا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا۔

Marfat.com

"میں دیکھتا آیا ہوں۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سروسامان سے آرہے ہیں۔ کہ ان کا مقابلہ کرنا ناممکن ہے"۔ غرض ابوسفیان نے اپنی فوج کو فوراً کوچ کا حکم دے دیا۔

یہی وہ واقعہ ہے۔ جس کو مؤرخین نے غزوہ حمراء الاسد کا نام دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ تو گھر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ آپ کے دل میں خیال گزرا کہ سب کے اعزہ و اقارب نوحہ خوانی کر رہے ہیں۔ لیکن حمزہؓ کا کوئی ماتم کرنے والا نہیں۔ بے اختیار آپؐ کی زبان سے یہ جملہ نکلا۔

ماحمزۃ فلا بواکی لہ ۔ لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔

انصار نے یہ الفاظ سنے۔ تو فوراً اپنے گھروں میں گئے۔ اور بیویوں کو حکم دیا۔ کہ آنحضرتؐ کے دولت کدہ پر جا کر حضرت حمزہ کا ماتم کرو۔ آپؐ نے دیکھا کہ دروازہ پر حضرت حمزہ کا ماتم بلند ہے۔ دعائے خیر دی۔ اور شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ مردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں ہے۔

عرب میں یہ دستور چلا آرہا تھا کہ مردوں پر عورتیں زور زور سے بین کرتی تھیں۔ گریبان چاک چاک کر دیتی تھیں۔ بال نوچتی۔ اور رخساروں پر تھپڑ مارتی تھیں۔ یہ رسم اس دن سے بند کر دی گئی۔

یہ کہنا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست اور کفار مکہ کو فتح ہوئی تھی۔ تاریخی واقعات کی ناواقفیت ہے۔ گو یہ لڑائی مسلمانوں کے لیئے قرح یا مصیبت تھی۔ مگر قریش خائب و خاسر ہوئے۔ بھلا کسی نے آج تک سنا یا پڑھا ہے کہ شکست خوردہ فوج میدان کارزار پر قابض رہے۔ اور فاتح فوج بغیر کوئی قیدی پکڑے گھر واپس چلی جائے۔ کیا شکست خوردہ فوج فاتح فوج کا تعاقب کرے۔ اور فاتح فوج شکست خوردہ فوج کی آمد کی خبر سن کر بھاگ جائے۔

بعض اہم نکات

جب رسول کریمؐ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو کفار نے سمجھا کہ ہم نے دین اسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اس واقعہ میں یہ راز مضمر تھا کہ اسلام پر ایسے واقعات ضرور آئیں گے کہ دشمن سمجھیں گے کہ ہم نے اسلام کو نیست و نابود کر دیا ہے۔ لیکن یہ صرف ان کی منہ کی بات ہوگی۔ مگر اسلام کبھی تباہ نہ ہوگا۔

(۲) زہری۔ عاصم بن عمر اور محمد بن یحیٰی بن حبانؓ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یوم احد ابتلاء و امتحان کا دن تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن مومنین کو آزمایا۔ اور منافقین کو عریاں کر دیا۔ جو محض زبان

Marfat.com

سے اظہار اسلام کیا کرتے تھے ۔ اور دل میں کفر چھپا رکھا تھا[۱]۔

(۳) مسلمانوں کو یہ سبق سکھایا ہے کہ امام کی اطاعت میں ہی قوم کی ترقی کا راز مضمر ہے نافرمانی انجام بد سے ہمکنار کرتی ہے ۔ اور مسلمانوں کو آپس کے اختلاف اور تفرقہ سے احتراز واجتناب کرنا چاہیئے ۔

(۴) غزوہ احد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ وفات کی اطلاع دہی کے لیئے مقدمہ تھا۔ اور مسلمانوں کو متنبہ کیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں ۔ یا قتل ہو جائیں ۔ تو انہیں اسلام و توحید کی خاطر جان دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیئے ۔

(۵) مسلمانوں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی کامیابی و کامرانی توبہ و استغفار اور اپنے پروردگار سے دعا میں ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وما كان قولهم الا ان قالوا ربنا اغفر لنا ذنوبنا واسرافنا في امرنا وثبت اقدامنا وانصرنا على القوم الكافرين. فاتاهم الله ثواب الدنيا وحسن ثواب الاخرة والله يحب المحسنين ۔

یعنی ان کا قول یہی تھا کہ انہوں نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ بخش دے ۔ اور امور میں ہماری زیادتی کو بخشش دے ۔ اور ہمیں ثابت قدم رکھ ۔ اور کافر قوم کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا اور آخرت کا بہتر اجر عطا فرمایا ۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ۔

احد کی لڑائی کئی احکام و قواعد فقہ پر مشتمل ہے ۔

(۱) نابالغ بچوں پر جہاد فرض نہیں ہے ۔

(۲) اگر امام کو زخم آجائے اور وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے ۔ تو مقتدیوں کو بھی پیچھے بیٹھ کر نماز ادا کرنی چاہیئے ۔

(۳) اگر کوئی مسلمان اپنے آپ کو قتل کر دے ۔ تو وہ دوزخی ہوگا ۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قزمان کے متعلق فرمایا ۔ جب کہ وہ احد کے دن شدید زخمی ہوا ۔ اور تکلیف کی

---

[۱] زاد المعاد مصنف حافظ ابن قیم مترجم صفحہ ۱۹۳

Marfat.com

شدت کی وجہ سے اپنے آپ کو ذبح کر ڈالا۔ یہ اہل نار میں سے ہے"۔

(۴) شہید کے متعلق یہ سنت ہے کہ اسے نہ غسل دیا جائے، اور نہ جنازہ پڑھا جائے۔

(۵) اگر حالت جنابت میں شہادت ہو جائے۔ تو غسل دیا جائے۔ جیسا کہ ملائکہ نے حنظلہ کو غسل دیا۔

(۶) شہداء کو میدان جنگ میں دفن کیا جائے۔ صحابہ کی ایک جماعت نے شہداء کو مدینہ میں منتقل کرنا چاہا۔ لیکن رسول کریم صلعم نے منع فرما دیا۔

(۷) ایک قبر میں دو یا تین شہداء کو دفن کرنا جائز ہے۔

(۸) اگر مسلمان کسی اپنے آدمی کو غلطی سے قتل کر دے۔ تو امام پر بیت المال سے دیت دینا واجب ہے۔

واقعات متفرقہ ۳ھ

(۱) رمضان کی پندرھویں تاریخ کو حضرت امام حسنؓ کی ولادت ہوئی۔

(۲) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ سے جو حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں غزوہ بدر کے زمانہ میں بیوہ ہو گئی تھیں۔ نکاح کیا۔

(۳) حضرت عثمانؓ نے رسول کریم صلعم کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے شادی کی۔ اور ذوالنورین کا لقب پایا۔

(۴) اسی سال وراثت کا قانون نازل ہوا اور ذوی الارحام کے حقوق کی تفصیل بیان کی گئی۔

(۵) مشرکہ کا نکاح مسلمان سے اب تک جائز تھا۔ اس سال اس کی بھی تحریم نازل ہوئی۔

Marfat.com

سنہ ۴ھ

قبائل عرب اور مسلمان

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ۔ (آل عمران)

اس معاملہ میں تیرا کچھ دخل نہیں خواہ وہ ان پر رحمت سے لوٹے یا انہیں عذاب دے۔ بے شک وہ ظالم ہیں (محمد علی)

جنگ احد کے بعد تمام قبائل عرب نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ ان کو یقین کامل ہو گیا کہ قریش مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لیں گے۔ اس وجہ سے ان کی شرارتوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ جگہ جگہ سے رسول کریم صلعم کو قبائل کی مدینہ پر چڑھائی کی خبریں آنے لگیں۔ آپ تو دنیا میں مزکی بن کر آئے تھے۔ جنگ و پیکار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اور قوم کو نیکی کا سبق دینے اور بدی سے روکنے کے لیئے تیار کیا تھا۔ اب اس قوم کی زندگی معرض خطر میں تھی۔ اس وجہ سے آپ پر یہ فرض عائد ہوتا تھا۔ کہ قوم کی حفاظت کے لیئے تدابیر سوچتے اور ان پر عمل درآمد کرتے۔ علاوہ ازیں آپ کو یہ بھی سبق سکھانا تھا کہ جب کسی شخص کے سپرد ایک قوم کی حکومت اور اس کی حفاظت ہو۔ تو اسے اس قوم کی ترقی اور حفاظت کے لیئے کیا کیا تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔

اگر دنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی اور کام نہ بھی ہوتا۔ تو یہی ایک کام نہ مٹنے والا ہے کہ کس طرح ایک قلیل التعداد قوم جو دشمنوں سے چاروں طرف گھری ہوئی ہے۔ اور دشمن اس کو نیست و نابود کرنے پر تلا ہوا ہے اس کو اس پرفتن و پرخطر وادی سے نکال کر کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ قوم بنانا پھر اس کو کامیابی سے ہمکنار کرنا دنیا کے عظیم الشان کاموں میں سے ایک کام ہے۔ جن حالات کے تحت سید المکونین نے یہ کام سرانجام دیا اس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

Marfat.com

غرض مدینہ قبائل کے دفعتاً اکٹھے ہونے کی وجہ سے خطرات اور مشکلات کے اندر پھنسا ہوا تھا۔ سیرت نبوی میں سراپا کا جو وسیع سلسلہ پھیلا ہوا نظر آتا ہے۔ اسی زنجیر کی کڑیاں ہیں۔

مسلمان ہر وقت مسلح رہتے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ مسلمان شب و روز ہتھیار بند رہنے کی وجہ سے اکتا گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور تکلیف بیان کی۔ آپ نے تسلی دی کہ عنقریب امن کا زمانہ آنیوالا ہے آپ خود بھی نہایت احتیاط و تدبر سے کام لیتے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک دن منہ اندھیرے مدینہ کے باہر آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ مدینہ پر حملہ ہو گیا ہے صحابہ مدافعت کی تیاری کے لیئے ایک جگہ پر جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ رسول کریم بنفس نفیس گھوڑے پر سوار باہر سے آ رہے ہیں۔ اور صحابہ کو تسلی دیتے ہیں کہ فکر نہ کریں معمولی بات ہے۔

غرض آپ کو ہر طرف سے خبر رکھنی پڑتی تھی۔ جب بھی کسی قبیلہ کے حملہ کی خبر پہنچتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدافعت کے لیئے دستے بھیج دیتے۔ اور حملہ سے پہلے ہی ان کو منتشر کر دیتے۔

سریہ ابو سلمہ بن عبد الاسد

سب سے پہلے یکم محرم ۴ھ میں طلیحہ اور سلمہ پسران خویلد نے اپنے قبیلہ کو جو فید کے کوہستانی علاقہ قطن میں رہتا تھا۔ مدینہ پر حملہ کرنے کے لیئے آمادہ کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر پر حملہ کر کے تمام مال و متاع لوٹ لیا جائے اور مسلمانوں کے تمام مویشی ہانک لائیں۔ یہ خبر سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ کو ان کے استیصال کے لیئے نامزد کیا۔ علم و دستہ مبارک سے تیار کیا۔ اس دستہ میں ڈیڑھ سو مسلمان تھے۔ جن میں ابو عبیدہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ۔ اور اسید بن حضیرؓ تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرتے ہوئے حسب ذیل ہدایات فرمائیں۔

۱۔ اہل دستہ رات ہی سفر کریں اور دن میں کسی محفوظ مقام پر چھپے رہیں۔

۲۔ راستہ کو بھی عام شاہراہ سے ہٹ کر لیں۔ تاکہ کوئی مسافر دیکھ کر دشمن پر پہنچ کر حملہ کریں۔

Marfat.com

سالار دستہ نے ہدایات نبوی کی پوری پابندی کی۔ ایک صبح کے وقت دشمن پر اچانک حملہ کردیا۔ اور کفار بھاگ گئے۔ ابو سلمہ نے رسولؐ۔ مساکین اور مسافروں کا خمس نکال کر دیں سپاہیوں میں مال غنیمت تقسیم کردیا۔ اس کے بعد جلد حضرت ابو سلمہؓ فوت ہو گئے۔ جنگ احد میں ان کو زخم آیا تھا۔ اس دوڑ دھوپ میں وہ زخم کھل گیا تھا۔

سریہ عبد اللہ بن انیس

محرم ۴ھ میں سفیان بن خالد نے جو قبیلہ لحیان سے تعلق رکھتا تھا۔ مدینہ پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن انیس کو جاسوسی کے لیے بھیجا۔ جنہوں نے بڑی تلطف الحیل سے موقع حاصل کر کے سفیان بن خالد کو قتل کردیا۔ اس کا سر کاٹ کر رسول کریم صلعم کے سامنے رکھ دیا۔ آپؐ نے انہیں ایک عصا عنایت فرمایا اور کہنے لگے کہ یہ میرے اور آپ کے درمیان قیامت کے دن علامت ہوگی جب ان کی وفات قریب آئی تو انہوں نے وصیت کی کہ اس عصا کو بھی کفن میں رکھ کر دفن کیا جائے۔

کفار کی بدعہدی اور شرارت

رجیع پر قاریوں کا قتل۔ ماہ صفر ۴ھ میں قریش مکہ نے عضل اور قارہ (برادر بنو اسد) کے سات آدمیوں کو براہ فریب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ وہ مدینہ پہنچے اور رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہماری قوم مسلمان ہو چکی ہے۔ قاریوں کو ہمارے ہاں بھیجیے کہ اسلام کے احکام اور عقائد سکھائیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپؐ سے ایسی درخواست کرتا۔ آپ رد نہ کرتے تھے۔ جیسا کہ ۱۳ھ میں بیعت عقبۃ الکبری کے موقعہ پر اوس اور خزرج کی درخواست پر حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مبلغ بنا کر بھیجا تھا۔

آنحضرت صلعم نے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق دس۔ ابن ہشام اور ابن خلدون کے قول کے مطابق چھ بزرگ صحابہ تعلیم اسلام دینے کے لیے بھیج دئے۔ مرثد بن ابی مرثد غنوی یا عاصم[1] بن ثابت بن ابی الاقلح اس بزرگ جماعت کے سردار

---

[1] عاصم بن ثابتؓ حضرت عمر فاروقؓ کے نانا تھے۔

Marfat.com

مقرر کیے۔

جب یہ لوگ قبیلہ ہذیل کے ایک تالاب موسوم رجیع پر پہنچے۔ تو ان غداروں نے بد عہدی کی۔ اور قبیلہ بنو لحیان کو پکارا۔ ان کے دو سو آدمیوں نے جن میں ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ ان لوگوں نے بڑھ کر ایک ٹیکری پر پناہ لی۔ تیر اندازوں نے ان سے کہا کہ "اتر آؤ۔ ہم تم کو امن دیتے ہیں"۔ حضرت عاصمؓ نے کہا۔ "میں کافر کی پناہ میں نہیں آتا"۔ یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ سے خطاب کیا کر "اپنے رسول کو خبر پہنچا دے"۔ وہ مع سات ساتھیوں کے تیراندازوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش کر گئے۔ تین داعیوں، عبداللہ بن طارقؓ، حضرت خبیبؓ اور حضرت زید بن الدثنہؓ نے کافروں کے عہد پر اعتماد کیا۔ اور پہاڑی سے اتر آئے۔ کافروں نے بد عہدی کر کے ان کی مشکیں کس لیں۔ اور مکہ کی طرف لے چلے۔ راستہ میں حضرت عبداللہ بن طارق کافروں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ انہوں نے تعاقب کیا۔ عبداللہ تلوار سونت کر مقابلہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ مگر کافروں نے پتھراؤ سے ہی شہید کر دیا۔

حضرت زید اور خبیب اہل مکہ کے ہاتھ میں

کفار دونوں کو مکہ لے گئے۔ حضرت زید نے غزوہ بدر میں امیہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔ انہیں قتل کرنے کے لیے امیہ کے بیٹے صفوان نے خرید کر اپنے غلام نسطاس کے سپرد کر دیا۔

زید کے قتل کے وقت تمام روساء قریش مقتل میں پہنچے۔ ان میں ابو سفیان بھی تھا۔ جب ان کا سر تن سے جدا ہونے کو تھا تو ابو سفیان نے کہا۔ "کیا تم پسند نہیں کرتے کہ تم بچ جاؤ۔ اور محمد (صلعم) قتل کیے جائیں"۔ انہوں نے جواب دیا کہ "میں تو یہ بات ان کو اتنی وقعت بھی نہیں دیتا کہ میں بچ جاؤں۔ اور رسول اللہ صلعم کو ایک کانٹا چبھ جائے"۔

یہ اُن لوگوں کی محبت اور عشق کا نمونہ ہے۔

صفوان کے غلام نسطاس نے ان کی گردن مار دی۔

سلہ عسفان اور مکہ کے وسط میں ہے۔

سلہ نسطاس نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔ زرقانی جلد ۲ صفحہ ۸۴۔

Marfat.com

حضرت خبیبؓ نے جنگ احد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ اس لیے ان کو حارث کے بیٹوں نے خرید لیا کہ باپ کے قتل کا بدلہ لیں[1]۔ چند دن انہی کے گھر میں بھوک و پیاس کے ساتھ قید رہے۔ ایک دن حارث کی نواسی تیز چھری سے کھیلتی ہوئی حضرت خبیبؓ کے پاس چلی گئی انہوں نے بچی کو زانو پر بٹھا لیا۔ اور چھری زمین پر رکھ دی۔ بچی کی ماں اتفاقاً کہیں سے آگئی۔ دیکھا کہ حضرت خبیبؓ کے پاس چھری پڑی ہوئی ہے۔ خوف سے لرزہ براندام ہوگئی۔ حضرت خبیبؓ نے کہا "کیا تو سمجھتی ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا۔؟ ہمارا یہ کام نہیں"

حارث کا خاندان ان کو حرم کی حدود سے باہر لے گیا۔ اور قتل کرنا چاہا۔ حضرت خبیبؓ کافروں سے اجازت لے کر دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد ان سے یوں مخاطب ہوئے۔

"اما واللہ لولا ان تظنوا انی انما طولت جزعا من القتل لاستکثرت من الصلاۃ!

خدا کی قسم۔ اگر تمہاری طرف سے اس بدگمانی کا شبہ نہ ہوتا کہ موت سے ڈر کر نماز کو طول دے رہا ہوں۔ تو اور لمبی نماز پڑھتا۔

حضرت خبیبؓ کی بد دعا

اس کے بعد کفار کے لیے بد دعا کی۔

"اللھم احصھم عددا واقتلھم بددا ولا تغادر منھم احدًا"۔

اے اللہ انہیں تباہ و برباد کر دینا۔ انہیں قتل کر دینا۔ اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑنا۔

خدا کے اس برگزیدہ بہادر مرد نے صلیب کے نیچے کھڑے ہو کر یہ فی البدیہہ اشعار کہے۔

وما ان ابالی حین اقتل مسلما	جب میں مسلم ہونے کی حالت میں قتل کیا جاتا ہوں۔ تو
علی ای شق کان للہ مصرعی	مجھے یہ پرواہ نہیں کہ کس پہلو پر مرا گرنا ہو۔
وذالک فی ذات الالہ وان یشاء	یہ سب اللہ کے لیے ہے۔ اور وہ اگر چاہے تو جسم
یبارک علی اوصال شلو ممزع	کے ان پارہ پارہ ٹکڑوں پر برکت نازل کرے۔

---

[1] حارث کے بیٹے ابو سروعہؓ جنہوں نے حضرت خبیبؓ کو قتل کیا تھا۔ بعد کو مسلمان ہوئے (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۶۵)

Marfat.com

ایک بے رحم سنگ دل کافر نے حضرت خبیبؓ کو نیزہ مار کر پوچھا۔ کہو اب تو تم پسند کرتے ہو گے کہ محمد پھنس جائیں۔ اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیبؓ نے عشق و محبت سے بھری ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اللہ جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لیے نبی کریم صلعم کے پاؤں مبارک میں کانٹا بھی لگے۔[1]

آخرکار حضرت خبیبؓ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ اور نہایت بہادری اور شجاعت سے جان دی۔

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی دفعۃً بیہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے وجہ دریافت کی۔ وہ بولے۔ مجھے نہ کوئی مرض ہے۔ نہ کوئی جسمانی تکلیف۔ جب حضرت خبیبؓ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس مجمع میں موجود تھا۔ مجھے جب ان کی باتیں یاد آتی ہیں۔ تو کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں۔

علماء یورپ بغض و عناد کی آگ میں جل کر اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ دین شمشیر پھیلا ہے کیا تلوار کی انی سے ایمان لانے والوں کی محبت کا یہ نمونہ ہوا کرتا ہے کیا ان کے دلوں میں اسلام کی حقانیت اس طرح رچی ہوتی ہے۔ کیا ان کی دین حق پر ایسی استقامت ہوا کرتی ہے۔ یہ تو کہا جا سکتا ہے کہ ظالم ہاتھوں نے مظلوم اور بے بس مسلمانوں کے دلوں سے دین اسلام کی محبت کو ختم کرنے کی سعی لاحاصل کی۔ لوگوں کا دائرہ اسلام میں داخلہ روکنے کے لیے مصائب اور ایذاؤں کے حصار کھڑے کیے۔ قتل و قتال کا سلسلہ جاری کیا۔ طمع و حرص کا جادو چلایا۔ لیکن کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اسلام تلواروں کے سائے کے نیچے بھی ترقی کرتا چلا گیا۔

واقعہ بیئر معونہ

ماہ صفر سنہ ۴ھ میں ابو براء عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ تو دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اور نہ اس نے نفرت کا اظہار کیا۔ بلکہ کہنے لگا "چند لوگوں کو میرے ساتھ بھیجیے کہ وہ نجد میں جا کر میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں"۔ آپ نے کہا "مجھ کو نجد کی طرف سے

---

[1] طبری۔ و ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۲۴

[2] حضرت عمرؓ کے عمال میں سے تھے۔

ڈر ہے" ابو براء نے کہا "ان کا میں ضامن ہوں" آپ نے منظور فرما کر اسی کے ہمراہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق چالیس آدمی روانہ کیئے۔ لیکن صحیح حدیث میں ہے کہ وہ ستر قاری تھے۔ اور منذر بن عمرو ان کا قائد تھا۔ یہ لوگ نہایت مقدس۔ پاک باز اور درویش تھے۔ اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے۔

جب یہ لوگ علاقہ بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئیر معونہ پر پہنچے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حرام بن ملحان کو دے کر عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر کلابی و عامری کے پاس بھیجا۔ جو رئیس قبیلہ تھا۔ یہ عامر ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمی نے حاکم کے اشارہ سے ان کی پشت پر نیزہ مارا جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انہوں نے نکلتے ہوئے کہا۔

فزت و رب الکعبۃ — قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

قاتل پر اس فقرہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اپنے دل سے گناہ کا سیاہ دھبہ توبہ استغفار کے پانی سے مٹاتا ہے۔

عامر بن طفیل نے آس پاس کے قبائل عصیہ رعل ذکوان سب کے پاس آدمی بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں۔ چنانچہ ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ مسلمان حرام بن ملحان کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ راستہ میں عامر کی فوج سے سامنا ہوا۔ انہوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو گھیر لیا۔ اور ان سے مقابلہ کیا۔ کعب بن زید بن نجار کے سوا باقی سب کو شہید کر دیا۔ یہ مقتولین میں پڑے رہے اور بعد میں زندہ رہے۔ آخر غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

حضرت عمرو بن امیہ اور حضرت منذر بن محمد بن عقبہ انصاری پیچھے تھے۔ جب یہ مقام حادثہ پر پہنچے۔ تو کفار نے منذر کو تو شہید کر دیا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب انہوں نے کہا کہ میں مضر قبیلہ سے ہوں تو انہیں رہا کر دیا گیا۔ اب عمرو بن امیہ واپس تشریف لائے۔ ایک نہر کے کنارے درخت کے سائے کے نیچے اترے۔ اس کے بعد بنو کلاب کے دو آدمی بھی وہیں اتر پڑے۔ عمرو بن امیہ نے ان کو دشمن سمجھ کر اور موقع پا کر انتقاماً قتل کر دیا۔ مدینہ پہنچ

ے عامر بن طفیل ان اطراف کا رئیس تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم سے [illegible]

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر اتنا صدمہ نہیں ہوا۔ ایک ماہ تک ان قاتلوں کے حق میں بد دعا کی۔ مگر وہ خدا جس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ نہ چاہتا تھا کہ سنگ دل دشمن کے لیئے بھی آپ کے رحیم دل سے بد دعا نکلے۔ اس لیئے آپ پر وحی نازل ہوئی۔

"لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون۔ (آل عمران)

یعنی اس معاملہ میں تیرا کچھ دخل نہیں۔ خواہ وہ ان پر رحمت سے لوٹے یا انہیں عذاب دے۔ بے شک وہ ظالم ہیں۔

وحی نازل ہوتے ہی آپ نے بد دعا کرنا ترک کر دیا۔

وفائے عہد کی نادر مثال

عمرو بن امیہ نے جن دو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو امان دے چکے تھے۔ تب آپ نے یہ سنا تو ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اور دونوں کے خون بہا دینے کا اعلان فرمایا

واقعات متفرقہ

(۱) اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

(۲) اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ نے انتقال فرمایا۔ اسی سال نکاح بھی ہوا تھا۔

(۳) اسی سال آپ نے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی سیکھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

(۴) اسی سال آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا۔

(۵) شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

Marfat.com

ڈر ہے"۔ ابو براء نے کہا۔ "ان کا میں ضامن ہوں"۔ آپ نے منظور فرما کر اسی کے ہمراہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق چالیس آدمی روانہ کیے۔ لیکن صحیح حدیث میں ہے کہ وہ ستر قاری تھے۔ اور منذر بن عمرو ان کا قائد تھا۔ یہ لوگ نہایت مقدس۔ پاک باز اور درویش تھے۔ اکثر اصحاب صفہ میں سے تھے۔

جب یہ لوگ علاقہ بنو عامر اور حرہ بنو سلیم کے درمیان بئر معونہ پر پہنچے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خط حرام بن ملحان کو دے کر عامر بن طفیل بن مالک بن جعفر کلابی و عامری کے پاس بھیجا۔ جو رئیس قبیلہ تھا۔ یہ عامر ابو براء کا بھتیجا تھا۔ اس نے سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمیٰ نے حاکم کے اشارہ سے ان کی پشت پر نیزہ مارا جو چھاتی سے صاف نکل گیا۔ انہوں نے گرتے ہوئے کہا۔

فزت ورب الکعبۃ   قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

قاتل پر اس فقرہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اپنے دل سے گناہ کا سیاہ دھبہ توبہ استغفار کے پانی سے مٹاتا ہے۔

عامر بن طفیل نے آس پاس کے قبائل عصیہ رعل ذکوان سب کے پاس آدمی بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں۔ چنانچہ ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا۔ مسلمان حرام بن ملحان کی واپسی کے منتظر تھے۔ جب دیر لگی تو خود روانہ ہوئے۔ راستہ میں عامر کی فوج سے سامنا ہوا۔ انہوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو گھیر لیا۔ اور ان سے مقابلہ کیا۔ کعب بن زید بن نجار کے سوا باقی سب کو شہید کر دیا۔ یہ مقتولین میں پڑے رہے اور یہ بچ کر زندہ رہے۔ آخر غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

حضرت عمرو بن امیہ اور حضرت منذر بن محمد بن عقبہ انصاری پیچھے تھے۔ جب یہ مقام حادثہ پر پہنچے۔ تو کفار نے منذر کو تو شہید کر دیا۔ اور حضرت عمرو بن امیہ کو گرفتار کر لیا گیا۔ جب انہوں نے کہا کہ میں مضر قبیلہ سے ہوں تو انہیں رہا کر دیا گیا۔ اب عمرو بن امیہ واپس تشریف لائے۔ ایک نہر کے کنارے درخت کے سائے کے نیچے اترے۔ اس کے بعد بنو کلاب کے دو آدمی بھی وہیں اتر پڑے۔ عمرو بن امیہ نے ان کو دشمن سمجھ کر اور موقع پا کر انتقاماً قتل کر دیا۔ مدینہ پہنچ

لہ عامر بن طفیل ان اطراف کا رئیس تھا۔ اس نے آنحضرت صلعم سے [illegible]
[illegible]

Marfat.com

کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپؐ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر اتنا صدمہ نہیں ہوا۔ ایک ماہ تک ان قاتلوں کے حق میں بد دعا کی۔ مگر وہ خدا جس نے آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ سنگ دل دشمن کے لیئے بھی آپ کے رحیم دل سے بد دعا نکلے۔ اس لیئے آپ پر وحی نازل ہوئی۔

"لیس لک من الامر شئ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون۔ (آل عمران)

یعنی اس معاملہ میں تیرا کچھ دخل نہیں۔ خواہ وہ ان پر رحمت سے لوٹے یا انہیں عذاب دے۔ بے شک وہ ظالم ہیں۔

وحی نازل ہوتے ہی آپؐ نے بد دعا کرنا ترک کر دیا۔

وفائے عہد کی نادر مثال

عمرو بن امیہ نے جن دو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو امان دے چکے تھے۔ جب آپؐ نے یہ سنا تو ناراضگی ظاہر فرمائی۔ اور دونوں کے خون بہا دینے کا اعلان فرمایا

واقعات متفرقہ

(۱) اسی سال شعبان کے مہینہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔

(۲) اسی سال حضرت زینب بنت خزیمہ نے انتقال فرمایا۔ اسی سال نکاح بھی ہوا تھا۔

(۳) اسی سال آپؐ نے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی سیکھنے کا ارشاد فرمایا تھا۔

(۴) اسی سال آپؐ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا۔

(۵) شراب کی حرمت کا حکم بھی اسی سال نازل ہوا۔

Marfat.com

بدر موعود یا بدر ثانیہ

ابوسفیان جنگ احد سے لوٹتے ہوئے بلند آواز سے یہ کہہ گیا تھا: "یوم بیوم بدر والموعد العام المقبل" بدر کا انتقام تو لے لیا گیا ہے۔ آئندہ سال پھر ایک میدان ہوگا۔

جب اگلا سال آیا تو ابوسفیان دو ہزار کا لشکر لے کر نکلا۔ جب مرالظہران پہنچے۔ جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ہے تو ابوسفیان کا دل مرعوب ہوگیا۔ اور ساتھیوں سے کہا۔ یا معشر قریش انہ لا یصلحکم الا عام خصیب وان عامکم ھذا اجدب وانی راجع فارجعوا۔ یعنی خشک سالی کا سال ہے۔ اس لیئے بہتر ہے کہ ہم واپس لوٹ جائیں۔
اس نے واپسی کی ٹھان لی۔ اتنے میں نعیم بن مسعود اشجعی ملا۔ تو ابوسفیان نے کہا کہ محمد (صلعم) سے جنگ احد کے موقعہ پر وعدہ کر آیا تھا کہ بدر صغریٰ پر اگلے سال ہماری تمہاری جنگ ہوگی۔ مگر خشک سالی ہے۔ ہم واپس ہونا چاہتے ہیں۔ اس لیئے یہ خوف ہے کہ ہماری عدم موجودگی کی وجہ سے مسلمانوں کی جرأت بڑھ جائے گی۔ اس لیئے تم مدینہ جاؤ اور مسلمانوں کو ڈراؤ۔ تاکہ وہ جنگ کے لیئے نہ نکلیں۔ میں تمہیں دس اونٹ دوں گا۔ نعیم مدینہ آیا۔ اور اس نے مسلمانوں کو جنگ کی تیاریاں کرتے پایا۔ تو اس نے مسلمانوں کو ڈرانا شروع کیا کہ پچھلے سال قریش نے تم کو کس قدر نقصان پہنچایا۔ اب ابوسفیان ایک عظیم لشکر کے ساتھ آرہا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کی شمع ایمان اور بھی فروزاں ہونے لگی۔ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

"الذین قال لھم الناس ان الناس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایمانًا۔ وقالوا حسبنا اللہ ونعم الوکیل فانقلبوا بنعمۃٍ من اللہ وفضلٍ لم یمسسھم سوءٌ واتبعوا رضوان اللہ واللہ ذو فضلٍ عظیمٍ" (آل عمران)

وہ جن کو لوگوں نے کہا کہ لوگوں نے تمہارے (مقابلہ کے) لیئے (لشکر) جمع کیئے ہیں۔ پس ان سے ڈرو۔ تو اس (بات) نے ان کا ایمان بڑھا دیا۔ اور انہوں نے کہا۔ اللہ ہمیں کافی ہے۔ اور کیا ہی اچھا کارساز ہے۔ پس وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے ساتھ واپس آئے! انہیں کوئی دکھ نہیں پہنچا۔ اور انہوں نے اللہ کی رضا کی پیروی کی اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (محمد علی)

Marfat.com

چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے مہینہ میں ایک قول کے مطابق ذی قعدہ میں وعدہ کے مطابق ایک ہزار پانچ سو کا لشکر لے کر نکلے۔ مدینہ میں حضرت عبداللہ بن رواحہ کو عامل بنایا۔ اور علم حضرت علی بن ابی طالب کو دیا۔ مسلمان بدر صغریٰ پر پہنچ گئے۔ جہاں بنی کنانہ کا ایک تجارتی میلہ لگا کرتا تھا۔ اس میں مسلمانوں نے تجارت کر کے فائدہ اٹھایا۔ قریش وعدہ کے مطابق نہ آئے تھے۔ اس لئے جنگ نہ ہوئی۔ اہل مکہ نے اس مہم کا نام جیش السویق رکھا۔ یعنی صرف ستو پینے کی مہم تھی۔ مسلمانوں میں یہ غزوہ بدر صغریٰ کے نام سے موسوم ہے۔

مسلمان بدر صغریٰ سے تجارتی منافع کے ساتھ واپس لوٹے۔ خدا نے اس کو نعمت اور فضل کا نام دیا ہے۔

۵ھ

غزوہ ذات الرقاع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی کہ بنو غطفان مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے نجد میں جمع ہو رہے ہیں۔ آپؐ نے یہ خبر سنتے ہی چار سو سواروں کا دستہ (ایک روایت کے مطابق سات سو کا دستہ) لے کر ذات الرقاع تک تشریف لائے۔ مدینہ میں حضرت ابوذرؓ کو عامل بنایا۔ ایک قول کے مطابق حضرت عثمان بن عفان کو عامل بنایا۔

جب آپؐ غطفان کی فوج کے سامنے ہوئے تو وہ بجائے قتال کے پہاڑوں میں بھاگ گئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے تعاقب کے خطرہ کی وجہ سے صلوٰۃ خوف ادا کی۔

غزوہ دومۃ الجندل

ربیع الاول ۵ھ میں یہ خبر آئی کہ کفار کی فوج دومۃ الجندل میں ... جمع ہو رہی ہے یہ مقام اس نخلستان میں واقع ہے جو بحیرہ احمر سے خلیج فارس اور شام و حجاز کے مقام اتصال پر واقع ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار کا لشکر لے کر نکلے۔ ان کو خبر ہوئی۔ تو وہ بھاگ گئے اور اپنا بے حساب مال و متاع چھوڑ گئے۔ جو مسلمانوں کو بطور غنیمت کے ملا۔

غزوہ مریسیع یا بنی مصطلق شعبان ۵ھ

خزاعہ ایک قبیلہ تھا جو قریش کا حلیف اور ہم عہد تھا۔ خزاعہ کی ایک شاخ بنو مصطلق تھی۔ وہ مقام مریسیع میں جو مدینہ سے ۹ منزل پر ہے آباد تھا۔ ان کا سردار حارث بن ابی ضرار تھا۔ اس نے قریش کے اکسانے پر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ رسول کریم صلعم نے بریدہ بن حصیب اسلمی کو خبر لانے کے لیئے بھیجا۔ وہ حارث بن ابی ضرار سے ملے گفتگو کی اور خبر حاصل کر کے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی تیاری سے آگاہ کیا۔ آپؐ نے صحابہؓ کو تیاری کا حکم دیا۔ تین شعبان کو اسلامی لشکر مدینہ سے روانہ ہوا۔ مہاجرین کا علم حضرت ابوبکرؓ اور انصار کا علم سعد بن عبادہؓ کو دیا۔ حضرت زید بن حارثہؓ کو آپ نے مدینہ پر عامل مقرر کیا۔ ایک قول حضرت ابو ذر غفاریؓ کے متعلق بھی ہے۔ ایک قول نمیلہ بن عبداللہ لیثی کے متعلق ہے مریسیع میں خبر پہنچی۔ تو حارث بن ابی ضرار کی جمعیت منتشر ہو گئی اور خود بھی کسی طرف بھاگ گیا۔ لیکن مریسیع کے لوگوں نے نبی کریم صلعم کے ساتھ جنگ کی۔ دس آدمی قتل کیئے گئے ۶۰۰ قیدی۔ دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔

یہ لڑائی ایک معمولی لڑائی تھی۔ لیکن تین شہرت پذیر واقعات کی بنا پر یہ لڑائی خاص تاریخی اہمیت رکھتی ہے۔

ا۔ قیدیوں میں جویریہ بنت حارث تھیں۔ حارث رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنی بیٹی کو لے جانا چاہا۔ تو آپؐ نے خود جویریہ کی مرضی پر چھوڑ دیا۔ بیٹی نے اپنے باپ کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ نبی کریم صلعم نے زر فدیہ اپنی جیب سے ادا کر کے نکاح کر لیا۔ اس نکاح کے نتیجہ میں صحابہ نے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا۔

ب۔ اس جنگ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ غنیمت کے حرص میں رئیس المنافقین عبداللہ ابن ابی ابن سلول بھی غزوہ میں شریک تھا۔ یہ بد باطن مسلمانوں کے درمیان سنگ تفرقہ پھینکنے کے لیئے موقع کی تاڑ میں رہتا تھا۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا سائیس معرکہ ختم ہونے پر چشمہ سے پانی لینے کے لیئے گیا۔ تو ایک انصاری سے مناقشہ ہو گیا۔ انصاری نے عرب کے قدیم طریقہ پر یا للانصار کا نعرہ بلند کیا۔ سائیس

Marfat.com

نے بھی "یا معشر المہاجرین" کا نعرہ مارا۔ نعرے سن کر مہاجرین اور انصار نے میانوں سے تلواریں کھینچ لیں۔ بعض فہمیدہ صحابہ کی مداخلت سے بیچ بچاؤ ہو گیا۔

عبداللہ بن ابی کے ہاتھ یہ موقع آگیا۔ انصار سے کہا "تم نے یہ مصیبت خود مول لی ہے انہیں اپنے ہاں پناہ دی۔ اور اپنے اموال ان کے سامنے رکھ دیئے۔ آج وہ تم سے برابری کا مقابلہ کرتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے۔ تم نصرت و اعانت سے ہاتھ کھینچ لو۔ عاجز آکر وہ خود مدینہ سے چلے جائیں گے۔"

جب رسول کریم صلعم کو سرغنہ منافقین کی بدگوئی اور بدکلامی کی اطلاع ہوئی تو حضرت عمر فاروق بھی موجود تھے۔ بغیرت ایمانی سے بے تاب ہو گئے۔ اور عرض کی کہ کسی کو ارشاد ہو کہ اس منافق کا سر قلم کر دے۔ آپ نے متانت و حکمت اور مآل اندیشی کے مطابق فرمایا کہ کیا تم یہ سننا پسند کرتے ہو کہ لوگ کہیں کہ محمد (صلعم) نے اپنے ساتھ والوں کو قتل کر دیا ہے۔

رسول کریم صلعم نے فوری طور پر لشکر کو چلنے کا حکم دے دیا۔ جب لشکر مدینہ پہنچ گیا۔ تو عبداللہ بن ابی کو علم ہوا کہ اس کی بات رسول کریم صلعم تک پہنچ گئی ہے۔ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر انکار کرنے لگا۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

هم الذين يقولون لا تنفقوا على من عند رسول الله حتى ينفضوا
ولله خزائن السموات والارض ولكن المنافقين لا يفقهون
يقولون لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل و
لله العزة ولرسوله وللمومنين ولكن المنافقين لا يعلمون.

یعنی وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ ان پر خرچ نہ کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں۔ یہاں تک کہ وہ چلے جائیں۔ اور اللہ کے لیے ہی آسمانوں اور زمین کے خزانے ہیں۔ لیکن منافق نہیں سمجھتے۔ کہتے ہیں اگر ہم مدینہ کی طرف لوٹ کر گئے۔ تو عزت والے ذلیل لوگوں کو اس سے نکال دیں گے۔ اور اللہ کے لیے ہی عزت ہے۔ اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے لیکن منافق نہیں جانتے۔

ان آیات کے نازل ہونے کے بعد مسلمانوں کو سرغنہ منافقین کے قتل کیے جانے کا یقین ہو گیا۔ تو اس کے صاحبزادے عبداللہ رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور کہا کہ دنیا جانتی ہے کہ میں باپ کا کس قدر خدمت گزار ہوں۔ اگر میرے باپ کو قتل کرنا مقصود ہے۔ تو مجھ ہی کو حکم ہو۔ میں ابھی اس کا سر کاٹ لاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کسی اور کو حکم صادر کریں اور میں غیرت کے

Marfat.com

جوش سے باپ کے قاتل کو قتل کر دوں۔ آپ نے تسلی دلائی کہ قتل کی بجائے اس پر مہربانی کرو۔[1]

واقعہ افک

رسول کریم صلعم جب کسی غزوہ میں شرکت کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک زوجہ کو قرعہ اندازی سے ساتھ لے جاتے۔ غزوہ بنو مصطلق میں ام المومنین حضرت عائشہؓ ساتھ تھیں۔

جب مریسیع سے روانگی کا اعلان فرمایا تو کوچ کے موقع پر حضرت عائشہؓ رفع حاجت کے لیئے لشکر گاہ سے دور تشریف لے گئی تھیں۔ واپسی پر معلوم ہوا کہ گلے کا ہار گر پڑا ہے۔ الٹے قدم ہار کی تلاش کے لیئے واپس لوٹ گئیں۔ جب واپس تشریف لائیں تو قافلہ روانہ ہو چکا تھا۔ صحابہؓ نے یہ سمجھا کہ حضرت عائشہؓ ہودج میں ہی ہیں۔ جسے انہوں نے اٹھا کر اونٹ پر رکھ لیا۔

حضرت عائشہؓ نے برقع بدن پر لپیٹ لیا۔ اور زمین پر لیٹ گئیں۔ حضرت عائشہؓ کو یقین تھا کہ جب ساربان کو ہودج خالی محسوس ہوگا۔ تو فوراً سواری واپس لے آئے گا۔

صفوان بن معطلؓ جو رفع حاجت کی وجہ سے کاروان سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کا اس طرف سے گزر ہوا۔ ام المومنین حضرت عائشہؓ کو دیکھ کر زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ صفوانؓ نے اپنی ناقہ پر سوار ہونے کے لیئے کہا۔ حضرت عائشہؓ ناقہ پر بیٹھ گئیں اور مدینہ کا رخ کیا۔ لشکر کے پہنچنے کے ذرا دیر بعد حضرت عائشہؓ اور حضرت صفوانؓ بھی پہنچ گئے۔

دونوں پاک باز بزرگ حضرات کو دیکھ کر منافقین آپس میں یہ کانا پھوسی کرنے لگے کہ عائشہؓ کا لشکر سے پچھڑ کر صفوان کی سواری پر آنے کا مطلب کیا ہے۔ یہ بدگمانی رسول کریم صلعم کو بھی پہنچ گئی۔ مسلمانوں میں سے بی بی حمنہ (ام المومنین زینب بنت جحش کی حقیقی بہن) حسان بن ثابت۔ مسطح جو حضرت ابوبکرؓ کے عزیزوں میں سے تھا۔ اس تہمت میں شامل تھے۔

حضرت عائشہؓ مدینہ پہنچ کر ایک ماہ تک بیمار رہیں۔ اور انہیں اس طوفان بدتمیزی کا کوئی علم نہ تھا۔ یہاں تک کہ مسطح کی والدہ نے یہ قصہ سنایا۔ تب اس کی تصدیق کے لیے حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلعم سے اجازت چاہی کہ وہ والدین کے گھر چلی جائے۔ آپ نے اجازت دیدی۔

---

[1] یہ تمام واقعات ابن سعد اور طبری میں موجود ہیں۔

Marfat.com

آنحضرت صلعم نے حضرت اسامہؓ اور حضرت علیؓ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت اسامہؓ نے کہا۔ کہ ہم نے سوائے خیر کے کوئی بات نہیں دیکھی۔ اور حضرت علیؓ نے بریرہ (لونڈی) اسے دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ سوائے اس کے میں نے عیب کی کوئی بات نہیں دیکھی کہ وہ ایک کم عمر لڑکی ہیں۔ کبھی آٹا گوندھا ہوا چھوڑ کر سو جاتی ہیں۔ تو بکری کھا جاتی ہے۔

ایک دن رسول کریم صلعم حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ اگر میں اپنی بریت کا اظہار کروں۔ تو کون مانے گا۔ اگر میں جھوٹ اقرار کر لوں۔ تو اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ سچ نہیں۔ میں تو وہی کہتی ہوں جو حضرت یعقوبؑ نے کہا تھا۔ فصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔
پھر آپ پر بریت کی وحی نازل ہوئی۔

ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم لا تحسبوہ شرا لکم بل ہو خیر لکم لکل امری منہم ما اکتسب من الاثم والذی تولی کبرہ منہم لہ عذاب عظیم لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسہم خیرا وقالوا ھذا افک مبین (نور)

جو جھوٹ بنا لائے تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ اسے اپنے لیئے برا نہ سمجھو۔ بلکہ وہ تمہارے لیئے اچھا ہے۔ ان میں سے ہر شخص کے لیئے وہی ہے جو اس نے گناہ کمایا۔ اور ان میں سے جس نے اس کا بڑا بوجھ اپنے اوپر لیا۔ اس کے لیئے بڑا دکھ ہے۔ جب تم نے اسے سنا تھا کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے لوگوں پر نیک ظن کیا۔ اور کہا کہ یہ صریح جھوٹ ہے۔

مستشرقین نے بھی بہت ہی بیہودہ گوئی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ جانتے ہیں۔ اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ پر ایسا الزام لگا تھا۔ تو مریم صدیقہؑ پر بھی لگا تھا۔ کاش کہ وہ تعصب اور بغض سے عاری ہو کر واقعات پر بھی غور کرتے۔ اور صداقت اور حقیقت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

اس واقعہ کو خیر اس لیئے کہا ہے کہ نتیجہ میں بھلائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ آئندہ بری باتوں میں کبھی نہ شامل ہوں۔ اور مومنوں کو آپس میں حسن ظن سے کام لینا چاہیئے۔ اس لیئے کہ وہ رضا جوئی کے لیئے خدا کے بتائے ہوئے راستوں پر گامزن ہونا ہے۔

Marfat.com

اس واقعہ سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عظمت اور فضیلت پر روشنی پڑتی ہے۔

حسن سلوک

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ مردوں میں سے مسطح جو حضرت ابوبکرؓ کا قریبی عزیز تھا اس تہمت میں شریک تھا۔ جب خدا نے وحی کے ذریعے حضرت عائشہؓ کی پاکدامنی کی تصدیق کر دی تو حضرت ابوبکرؓ نے عہد کر لیا کہ وہ مسطح کی غربت کی وجہ سے جو امداد کیا کرتے تھے بند کر دیں گے۔ لیکن اسلام کی مقدس تعلیم میں یہ کب گوارا ہو سکتا تھا کہ غریب قرابت والوں سے ان کی کسی غلطی کی وجہ سے روزی بند کر دی جائے۔ چنانچہ وحی نازل ہوئی۔

ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربٰی والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور رحیم۔ (نور)

اور تم میں سے بزرگی اور دوست والے لوگ یہ قسم نہ کھائیں کہ وہ قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو نہیں دیں گے۔ اور چاہیئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے۔ اور اللہ حفاظت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

Marfat.com

جنگِ خندق یا جنگِ احزاب

ولما رأ المؤمنون الاحزاب قالوا ھذا ما وعدنا اللہ و رسولہ وصدق اللہ ورسولہ ومازادھم الا ایمانا وتسلیما۔ (الاحزاب)

اور جب مومنوں نے لشکروں کو دیکھا۔ بول اٹھے۔ یہ وہ ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے دیا تھا۔ اور اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا تھا۔ اور اس نے انہیں صرف ایمان اور فرمانبرداری میں بڑھایا۔

یہودیوں[1] کی جلاوطنی مسلمانوں کے لیئے عارضی مشکلات کا باعث بنی۔ یہ لوگ مدینہ کے شمالی علاقوں میں جیسے خیبر۔ وادی القریٰ اور دیگر یہودی نوآبادیاں جو شامی راستے پر فلسطین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ آباد ہو گئے۔ انہوں نے اپنے اثرات اور گرد کے قبائل پر ڈال کر مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنا شروع کر دیا۔ ویسے بھی عرب کا ایک ایک فرد رسولِ خدا سے کسی کسی وجوہ سے انتقام لینے کے لیئے مضطرب تھا کہ کل ایک شخص خالی ہاتھ سوائے توحید کی گراں بہا دولت لے کر مکہ سے نکلتا ہے۔ اور پانچ سال کے قلیل عرصہ میں اس قدر قوت حاصل کر لیتا ہے کہ اپنی برتری کا سکہ تمام قبائل پر بٹھا لیتا ہے۔

بنو نضیر کے رؤساء میں سے سلام بن ابی الحقیق۔ حیّ بن اخطب۔ کنانہ بن الربیع۔ اور بنو وائل کے دو بڑے سرغنے ہوذہ بن قیس اور ابو عمارہ متحد ہو کر اول مکہ معظمہ گئے۔ چندہ کی فہرست بھی کھولی۔ اور کہا: "اگر ہمارا ساتھ دو۔ تو اسلام کا استیصال کیا جا سکتا ہے۔"

قریش اس کے لیئے ہمیشہ سے تیار تھے۔ انہوں نے بڑھ بڑھ کر سیم و زر مصارف جنگ کے لیئے دیا۔ قریش کو آمادہ کر کے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے۔ ان کو لالچ دیا۔ ایک سال کا پورا نفقہ کھجور کا فصل دیا جائیگا۔[2] بنو اسد قبیلہ غطفان کے حلیف تھے۔ ان کو بھی لڑائی

---

[1] جنگ احزاب سے قبل بنو قینقاع اور بنو نظیر مدینہ سے جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ تمام یہود کی جلاوطنی کے حالات ایک مستقل عنوان "یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات" کے تحت بیان کیئے جائیں گے تاکہ سلسلہ واقعات قائم رہے۔ [2] غفاری واقدی ورق ۱۰۱

Marfat.com

کے لیئے آمادہ کر لیا گیا۔ بنو سعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا۔ اس بناء پر ان کو بھی تیار کر لیا گیا۔ قریش کی قرابت داری قبیلہ بنو سلیم سے تھی۔ انہوں نے بھی ساتھ دیا۔ ان کے علاوہ بنو مرہ۔ بنو فزارہ اشجع نے بھی شریک جنگ ہونے کا وعدہ کیا۔

آخری جنگ لڑنے سے قبل تمام قبائل کے سرداروں نے جن کی تعداد پچاس سے کم نہ تھی۔ خانہ کعبہ میں جا کر قسمیں کھائیں کہ جب تک زندہ ہیں مسلمانوں سے لڑائی لڑیں گے۔ اور ان کی بیخ کنی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ ہونے دیں گے۔

ابوسفیان مکہ سے چار ہزار شمشیر زن لے کر نکلا۔ جن میں تین سو اسپ سوار اور ایک ہزار ناقہ سوار تھے۔ عثمان بن طلحہ کو لشکر کا جھنڈا دیا گیا۔

بنو فزارہ کے ان گنت نوجوان نکلے۔ جن میں ایک ہزار ناقہ سوار تھے۔ ان کا سپہ سالار عیینہ بن حصن فزاری تھے۔ قبیلہ اشجع کے چار سو دلاور تھے۔ جو مسعود بن رخیلہ کی کمان میں تھے۔ قبیلہ مرہ کے بھی چار سو نوجوان تھے۔ ان کے قائد حارث بن عوف تھے۔ بنو سلیم سفیان بن عبدالشمس کی افسری میں تھے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ بنو اسد طلیحہ کی زیر کمان سات سو کی جمعیت میں نکلے۔ انہی کی مانند بنو سعد تھے۔ بنو نظیر کا سردار حیی بن اخطب تھا۔ یہودی کارندوں نے مدینے کے شمال اور جنوب دونوں طرف سے آنے والے جتھوں کے لیئے وقت اور مقام متعین کر لیا ہوا تھا۔

غرض قریش کنانہ اور احابیش کے قبائل وادی عقیق کے قریب بر رومہ پر مقیم ہوئے[1] غطفان اور بنو اسد اس سے کسی قدر مشرق میں وادی النعمان کے پاس ذنب نقمی نامی مقام سے جبل احد تک پھیل گئے[2]۔ ان مقامات پر پانی اور گھاس کی کافی سہولتیں تھیں۔

فوج کی کل تعداد بروایات مختلفہ کم سے کم دس ہزار اور زیادہ سے چوبیس (٢٤) ہزار تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر سنی تو صحابہ سے مشورہ کیا۔ اسلامی مورخ عام طور سے بیان کرتے ہیں کہ مدافعت کے مشورہ میں حضرت سلمان فارسی نے رائے دی کہ شہر کے اطراف میں ایک خندق کھودی جائے۔ جیسا کہ ایران میں رواج تھا[3]۔ مکتوبات نبوی میں سے ایک مکتوب جو مغازی الواقدی اور مقریزی کی بن بنی ہاشم و بنی امیہ میں ملتا ہے۔ ابوسفیان نے طعنہ دیا کہ کھلے میدان میں

---

[1] طبری، ابن ہاشم۔ [2] ایضاً۔ [3] طبری ص ١٤٧٥

Marfat.com

مقابلہ کرنے کی بجائے قلعوں میں گھس بیٹھے ہو۔ اس نئے طریقہ حرب پر حیرت کا اظہار کیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا۔ "کہ خدا نے آپ کو یہ چیز الہام کی ہے"۔ موت جو بھی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترقی یافتہ اصول جنگ سے مقابلہ کیا اور خندق کھودنے کے لیئے آلات مہیا کیئے گئے۔

شہر کے جنوب میں باغوں کا جال بچھا ہوا تھا۔ ان کے درمیان جو تنگ راستے تھے۔ ان میں سے گزرنے کے لیئے دشمن کو صف کی جگہ قطار بنانی پڑتی تھی۔ ان راستوں میں چھوٹی چوکیاں بھی ایک بڑی فوج کو روکنے کے لیئے کافی تھیں۔ مشرق میں بنو قریظہ کے سینکڑوں مکانات اور باغ تھے۔ ان سے اس وقت اچھے تعلقات تھے ادھر سے بھی اطمینان تھا۔ صرف شمالی کی سمت ہی سب سے خطرناک تھی۔ اور ایک حد تک مغربی طرف بھی۔ اس لیئے رسول کریم صلعم نے شمال میں حرہ شرقی اور حرہ غربی کو ملاتی ہوئی ایک خندق کھدوائی۔ جو نیم دائرہ بناتی ہوئی جبل سلع کے مغربی کنارے سے آملی۔[1] پھر مختلف قبائل نے اپنے محلوں کی حفاظت کے لیئے اپنے طور پر اسے جنوب میں عید گاہ (مسجد غمامہ) کے مغرب سے گزارتے ہوئے کافی دور تک قبا کے رخ میں بڑھا دیا۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کھدائی میں تین ہزار مسلمانوں نے کام کیا۔ آپؐ نے ہر دس دس آدمیوں پر چالیس "ذراع" (جو شاید دس گز کے مترادف ہے) زمین تقسیم کی۔[2] دوسرے لفظوں میں یہ خندق تقریباً ساڑھے تین میل طویل تھی۔ لیکن عمق اور عرض کے متعلق کوئی خاص شہادت نہیں ملتی۔ لیکن دشمن کے اسپ سوار خندق کو کود کر آنے کی کوشش میں ناکام رہتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسی ہی ایک کوشش میں ایک اسپ سوار خندق کے اندر گر کر مر گیا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خندق کا عرض اور عمق دس دس[3] گز تھا۔

خندق کی کھدائی کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مکان چھوڑ کر خندق سے متصل ایک پہاڑی پر خیمہ لگا کر مقیم ہو گئے۔ اس جگہ یادگار کے طور پر مسجد ذباب بنائی گئی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ٹولی میں خود بھی شرکت فرمائی۔ اسی ٹولی میں سلمان

---

[1] وفاالوفا للسمہودی دربیان خندق [2] طبری صفحہ ۱۴۶۸ [3] شبلیؒ نے سیرۃ النبی میں عمق پانچ گز بیان کیا ہے۔ صفحہ ۴۲۱

Marfat.com

فارسی بھی تھے۔ سلمان فارسیؓ قوی ہیکل ہونے کی وجہ سے کئی آدمیوں کے مجموعی کام کے برابر کھدائی کرتے تھے۔ ہر ٹولی کے لوگ چاہتے تھے۔ سلمانؓ انہیں کے ساتھ ہو۔ اس پر رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ "سلمان منا اهل البیت" یعنی سلمانؓ تو ہمارے اہل بیت کیساتھ ہوں گے۔ اس جملہ سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ رسول کریم صلعم کی ٹولی میں زیادہ تر اہل بیت نبوی کے افراد مثلاً حضرت علیؓ وغیرہ ہوں گے۔ طبری سے معلوم ہوتا ہے۔ انصار وغیرہ لوگ ہی پر یہ جماعت مشتمل تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ واقدی اور شامی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت صلعم ایک دن تھک کر خندق کی کھدائی کے وقت آرام لینے کے لیئے لیٹ گئے تو :-

ورایت ابابکر و عمر واقفین علی راسه (صلعم) یغیبان الناس ان یمر وابه فینبهوه ۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ وہ رسول کریم صلعم کے سرہانے کھڑے تھے اور لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کے پاس سے گزر کر آپ کو بیدار کر دیں۔

ابن سعد سے معلوم ہوتا ہے کہ قلعہ راتج (حرہ شرقی) سے جبل ذباب تک مہاجرین کھدائی کا کام کرتے تھے۔ اور وہاں سے جبل نبی عبید اور مسجد فتح تک انصار مامور تھے۔

خدام اور مخدوم بھوکے پیاسے مٹی سے لتھڑے ہوئے ہیں۔ اس ناگفتہ بہ حالت میں بھی دلوں میں وہ خوشی ہے۔ جو ہفت اقالیم بادشاہوں کو بھی میسر نہیں آسکتی۔ صحابہ جوش ایمانی میں ہم آواز ہو کر یہ پڑھتے ہیں۔

نحن الذین بایعوا محمداً علی الجهاد ما بقینا ابداً

اس کے بعد یہ رجز سب کی زبان پر ہے۔

واللّٰه لولا انت ما اهتدینا ولا تصدقنا ولا صلینا

فانزلن سکینة علینا وثبت الاقدام ان لاقینا

ان الاولی قد بغوا علینا اذا ارادوا فتنة ابینا

اے اللہ اگر تیرا فضل نہ ہوتا۔ تو ہم ہدایت نہ پاتے۔ اور نہ صدقہ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اے خدا ہم پر سکینت نازل فرما۔ اگر دشمن مقابلہ کرے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرما۔

Marfat.com

یہ لوگ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہم کو دین حق سے لوٹانا چاہتے ہیں۔
اور ہم نے انکار کیا۔
ابینا کا لفظ جب آتا تو آواز زیادہ بلند ہو جاتی۔ اور مکرر کہتے جاتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ رسول کریم صلعم انصار اور مہاجرین کے حق میں دعا بھی دیتے جاتے تھے۔

اللھم انہ لا خیر الا خیر الاخرۃ ۔ فبارک فی الانصار والمھاجرۃ
اے اللہ آخرت کی بھلائی ہی اصل بھلائی ہے۔ سو انصار اور مہاجروں کو برکت دے

فارس اور روم کی فتح کی بشارت

خندق کے کھودنے میں ایک سخت پتھر آگیا۔ سب نے پتھر توڑنے میں زور آزمائی کی۔ لیکن پتھر نہ ٹوٹا۔ آپ سے عرض کی گئی کہ خندق کو وہاں سے پھیرنے کی اجازت دی جائے تو آپ اٹھے۔ اور پھاوڑا ہاتھ میں لیا۔ اور خندق میں اتر کر پتھر پر اس زور سے مارا کہ روشنی نکلی۔ جس پر آپ نے اللہ اکبر کہا۔ سب صحابہ رضی نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ فرمایا مجھے شام کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ پھر آپ نے پورے زور سے دوسری ضرب لگائی۔ پتھر اور بھی زیادہ پھٹ گیا۔ پھر روشنی نمودار ہوئی۔ اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے فارس کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ تیسری مرتبہ جب ضرب ماری۔ تو پتھر ٹوٹ گیا۔ اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے یمن کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں اور آپ نے فرمایا۔ مجھے کشفی حالت میں جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی ہے کہ آپ کی امت شام اور فارس اور یمن کے تختوں پر غالب آئے گی۔

چوبیس ہزار کا لشکر مدینہ سے باہر مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے پڑے جمائے بیٹھا ہے۔ اسلام کے پودے کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے کا مصمم ارادہ کر چکا ہے شہر میں یہود مار آستین بن کر مسلمانوں کے خلاف ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں۔ اس وقت خدا کا برگزیدہ نبی علیم وخبیر ہستی سے اطلاع پا کر اپنے جان نثاروں کو یمن و ایران اور روم کی بادشاہت کی بشارت دے رہا ہے۔ یہ انسان کے وہم و گمان سے بالاتر باتیں ہیں۔ ان قدرت کے رازوں کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ جو اہل دل ہو۔
بیس دن میں یہ خندق مکمل ہو گئی۔

عورتوں اور بچوں کی حفاظت

Marfat.com

عورتوں اور بچوں کو محفوظ گڑھوں میں بھیج دیا۔ چونکہ بنو قریظہ کے حملے کا اندیشہ تھا۔ اس لیئے دو سو مجاہرین کو حضرت سلمہ بن اسلم کی سرکردگی میں متعین کیا گیا کہ ادہر سے حملہ نہ ہونے پائے۔

جب خندق مکمل ہو گئی۔ تو آپؐ پوری فوج کے ساتھ جبل سلع پر پڑاؤ لگا کر مقیم ہو گئے۔ آپ کا خیمہ جبل سلع کے ایک اہم مگر محفوظ مقام پر نصب کر دیا گیا۔ آج کل وہاں بطور یادگار مسجد فتح تعمیر کر دی گئی ہے۔ اسی کے قریب آپ کے چار سپہ سالاروں کے خیمے تھے وہاں بھی مساجد تعمیر کر دی گئی ہیں۔

مسلمانوں کی ٹولیاں باری باری خندق کی پاسبانی کرتیں۔ اور پہرہ دیتیں۔ جب کبھی دشمن خندق کے قریب آتا۔ تو مسلمان تیروں سے استیصال کرتے۔ خندق کی دوسری طرف دشمن کے سوار غفلت کی تلاش میں رہتے۔ بعض لوگ خندق کودنے کی کوشش میں اُس میں گر پڑے۔ اور جان سے ہاتھ دھونا پڑا۔

ایک رات مسلمانوں کی دو ٹکڑیوں میں تصادم ہو گیا۔ اور ایک دوسرے کو نہ پہچان سکے تلواروں کو میانوں سے نکال کر ایک دوسرے پر پل پڑے۔ پھر اپنے اشعار کا نعرہ لگانے سے متنبہ ہوئے۔ لیکن کچھ مارے گئے۔ اور چند زخمی ہوئے۔ رسول کریم صلعم کو اطلاع ہوئی۔ آپ نے مرنے والوں کو شہید قرار دیا۔

بنو قریظہ کی بد عہدی

سردی کا موسم تھا۔ رسد ختم ہوتی جا رہی تھی۔ محاصرے نے طول اختیار کر لیا۔ کفار کے لیئے یہ مشکل تھا کہ خندق کو پھاند کر مسلمانوں کے خون سے اپنے غیض و غضب کی آگ کو بجھائیں۔ حیی بن اخطب رئیس بنو نضیر کو رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ اگر محاصرہ اور طول پکڑ گیا۔ تو تمام قبائل واپس لوٹ جائیں گے۔ اور محمد (صلعم) کی فتح ہو گی۔ جس کے بعد ابدالآباد تک یہود کا ٹھکانا کہیں نہ رہے گا۔ آخر اس نے بنو قریظہ کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی۔ حیی بن اخطب بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا۔ اس نے ملنے سے انکار کر دیا۔ آخر حیی نے کہا۔ "میں تیرے پاس زمانے کی عزت لایا ہوں۔ قریش غطفان اور بنو اسد کو مع ان کے سرداروں کے لایا ہوں (جو) محمدؐ سے جنگ کریں گے۔ کعب نے جواب دیا۔ اللہ کی قسم۔ تو میرے پاس زمانہ کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جو اپنا پانی بہا چکا ہے۔ وہ گرجتا اور چمکتا ہے۔

لہ طبری صفحہ ۱۴۷۱

Marfat.com

دلیکن پرستا نہیں ہے[1]

آخر کار حیی کا جادو چل گیا۔ بنو قریظہ عہد شکنی پر تیار ہو گئے۔ نیز کعب نے حیی بن اخطب سے یہ شرط کی اگر وہ محمدؐ کے خلاف کامیاب و کامران نہ ہو سکیں۔ تو حیی بن اخطب بھی ان کے ہمراہ قلعہ بند ہو جائے گا۔ تاکہ جو سزا انہیں ملے۔ اسے بھی مل کر رہے۔ اس نے یہ شرط قبول کر لی۔
آنحضرت صلعم کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو آپ نے حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو تحقیق کے لیے بھیجا۔ اور فرما دیا کہ اگر یہ خبر صحیح ہو کہ بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ تو وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم الفاظ میں بیان کرنا۔ تاکہ مسلمانوں میں بددلی نہ پھیلے۔ بنو قریظہ کی غداری کی تو ثیق ہو گئی۔ اب ان کی طرف سے بھی خطرہ منڈلانے لگا۔ اس سلسلے حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے

"ولقد کنت ادانی علی سلع فانظر الی بیوت المدینۃ فاذا رایتہا دئین حمدت اللہ"[2]

میں بار بار سلع پہاڑ کی چوٹی پر چڑھتا تھا۔ مدینہ کے گھروں کی طرف دیکھتا تھا۔ اگر ان کو پر سکون پاتا۔ تو خدا کا شکر ادا کرتا۔

اب مسلمان چاروں طرف سے خطرات میں گھر گئے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس خطرناک حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

"اذ جاءوکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا" (الاحزاب)

جب کہ دشمن اوپر کی طرف سے اور تمہارے نیچے آپڑے اور نظریں خیرہ ہو گئیں کلیجے منہ کو آنے لگے۔ اور تم خدا کے متعلق طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس موقع پر ایمان والوں کی آزمائش کا وقت آگیا۔ اور وہ بڑے زور سے کے لرزے میں ڈال دئے گئے۔

مسلمانوں کی فوج میں منافق بھی شامل ہو گئے ہوئے تھے۔ لیکن راتوں کی بے خوابی

---

[1] زاد المعاد مترجم رئیس احمد جعفری صفحہ ۳۱
[2] مغازی الواقدی صفحہ ۱۰۵

Marfat.com

اور متاثر فاقوں نے ان کی منافقت کا راز فاش کر دیا۔ رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور اجازت مانگتے تھے کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں۔ ہم کو شہر میں واپس چلے جانے کی اجازت دی جائے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

يقولون ان بيوتنا عورة وما هي بعورة ان يريدون الا فرارا (الاحزاب ۲)

کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں۔ حالانکہ وہ کھلے نہیں۔ بلکہ ان کا بھاگنا مقصود ہے لیکن مسلمانوں کے ایمان کو گروہوں کے اجتماع۔ بھوک و پیاس کی شدت۔ اور مصائب و آلام کے بادلوں نے اور بھی زیادہ کر دیا۔ جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے۔

ولما رأ المؤمنون الاحزاب قالوا هذا ما وعدنا الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما زادهم الا ايمانا وتسليما۔ (احزاب ۲)

جب مومنوں نے قبائل کی فوجوں کو دیکھا۔ تو یوں بول اٹھے۔ یہ وہی ہے۔ جس کا وعدہ خدا نے اور اس کے رسول نے کیا تھا۔ اور خدا اور اس کا رسول دونوں سچے تھے۔ اس بات نے ان کے ایمان اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر کئی کئی دن کے فاقے گزرے۔ ایک دن صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں۔ لیکن جب آپ نے پیٹ کھولا۔ تو دو پتھر تھے۔ محاصرہ اس قدر سخت ہو گیا کہ ایک دفعہ رسول کریم صلعم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کہ کوئی ہے جو باہر جا کر محاصرین کی خبر لائے۔ آپ نے تین دفعہ یہ الفاظ دہرائے۔ لیکن حضرت زبیرؓ کے سوا کوئی نہ بولا۔ آپ نے اس وقت ان کو حواری کا لقب دیا۔[1]

آپ نے حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ کو جو رؤسائے انصار تھے بلا کر مشورہ کیا۔ غطفان سے مدینہ کی پیداوار کے ایک ثلث پر معاہدہ کر لیں۔ دونوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ اگر یہ خدا کا حکم ہے۔ تو انکار کی مجال نہیں۔ اگر رائے ہے تو گزارش ہے کہ کفر

---

[1] صحیح بخاری غزوہ احزاب۔

Marfat.com

کی حالت میں بھی ہم نے کسی کو خراج نہیں دیا۔ اب ہم ان سے دب نہیں سکتے۔ جو کچھ بھی ہو۔ ہم لڑائی کریں گے۔ حضرت سعد نے معاہدہ کا کاغذ لے کر تمام عبارت مٹا دی۔

مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا کہ ابوسفیان۔ خالد بن ولید۔ عمرو بن العاص۔ ضرار بن الخطاب۔ ہبیرہ کا ایک ایک دن لڑائی کے لیئے مقرر تھا۔ وہ اپنی باری پر فوج لے کر خندق کے دوسری طرف سے تیر اور پتھر برساتے۔

اس طریقہ سے خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ پھر مشورہ سے طے پایا کہ اب عام حملہ کیا جائے تمام لشکر کفار ایک جگہ جمع ہو گیا۔ اور رؤسائے قبائل آگے آگے تھے۔ ایک جگہ سے خندق کم عریض تھی۔ وہ جگہ حملہ کرنے کے لیئے انتخاب کی گئی۔ ضرار۔ ہبیرہ۔ نوفل۔ عمرو بن عبدود عکرمہ بن ابی جہل نے خندق کے بیرونی کنارے سے اپنے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا۔ چشم زدن میں مسلمانوں کے سر پر آ پہنچے۔ ان میں سے عمرو بن عبدود سب سے مشہور بہادر تھا۔ وہ ایک ہزار بہادروں کے برابر مانا جاتا تھا۔ جنگ بدر میں زخمی ہو کر واپس چلا گیا تھا۔ اور اس نے قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں۔ اس وقت تک بالوں میں تیل نہ ڈالوں گا۔ اس وقت اس کی عمر ۹۰ سال تھی۔ عرب کے دستور کے مطابق۔ مبارزت طلب کی۔ حضرت علیؓ ہاتھ میں تلوار لے کر مقابلہ کے لیئے پیادہ پا نکلے۔

عمرو کی غیرت نے گوارا نہ کیا۔ گھوڑے سے اترا۔ تلوار سے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں پھر پوچھا کہ تم کون ہو۔ آپ نے نام بتایا۔ اس نے کہا۔ "عزیز من میں تجھے قتل نہیں کرنا چاہتا" حضرت علیؓ نے فرمایا۔ "ہاں! لیکن میں اپنی تلوار کی پیاس تیرے خون سے بجھانا چاہتا ہوں۔" یہ دلیرانہ جواب سن کر عمرو غیض وغضب سے بے تاب ہو گیا۔ پرتلے سے تلوار نکال کر آگے بڑھا۔ اور وار کیا۔ حضرت علیؓ نے سپر پر روکا۔ لیکن تلوار سپر میں سے نکل کر پیشانی پر لگی۔ گو یہ زخم کاری نہ تھا۔ دشمن کا وار ہو چکا تھا۔ تو حضرت علیؓ نے خدا کا نام لے کر وار کیا۔ ان کی تلوار نے سر کو قلم کر دیا۔ عمرو کے قتل کے بعد ضرار اور ہبیرہ نے حملہ کیا۔ لیکن حضرت علیؓ نے روکا۔ تو وہ پیچھے کو بھاگے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ضرار کا تعاقب کیا۔ ضرار نے مڑ کر تلوار کا وار کرنا چاہا۔ لیکن رک گیا۔ اور کہا۔ عمر! اس احسان کو یاد رکھنا نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا۔ مسلمانوں نے تیر مارنے شروع کر دیئے۔ اس نے کہا "مسلمانو! میں مقابلہ کی موت مرنا چاہتا ہوں۔" حضرت علیؓ خندق میں اترے اور تلوار کے وار سے

سلہ طبری صفحہ ۱۴۷۴

Marfat.com

ختم کیا۔

ابوسفیان نے نوفل کی لاش لینے کے لیئے دیت میں ایک سو اونٹ پیش کیئے۔ رسول کریم نے دیت رد کر دی۔ اور اس کی لاش مٹی میں چھپا دی گئی۔

حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا۔ تمام دن لڑائی جاری رہی۔ کفار ہر طرف سے تیر اور پتھروں کا مینہ برساتے رہے۔ یہی وہ دن ہے جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ رسول کریم صلعم نے مسلسل چار نمازیں قضا کیں۔

سیدہ صفیہؓ کی بہادری

مستورات جس گڑھی میں تھیں وہ بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھی۔ ایک یہودی جاسوسی کرنے کے لیئے پھاٹک تک آ پہنچا۔ مستورات کی حفاظت کے لیئے حضرت حسانؓ شاعر متعین کر دیئے گئے تھے۔ حضرت صفیہؓ نے ان سے کہا "اٹھو اس کو قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ دے دے گا۔" حضرت حسانؓ ایک عارضہ کی وجہ سے کمزور دل ہو گئے تھے۔

اب لڑائی حضرت حسانؓ کے بس کا روگ نہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا "اے دختر عبدالمطلب خدا تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے۔ میں وہ مرد نہیں جسے کسی پر ہاتھ اٹھانے کی جرات ہو۔"

حضرت صفیہؓ خود لاٹھی لے کر نکلیں۔ اور یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر کھل گیا۔ حضرت صفیہؓ چلی آئیں۔ اور حضرت حسانؓ سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ۔ حضرت حسانؓ نے کہا۔ "جانے بھی دیجیئے۔ مجھے ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں۔" حضرت صفیہؓ نے کہا۔ اچھا جاؤ۔ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک آؤ کہ یہودی مرعوب ہو جائیں۔ لیکن یہ کام بھی حضرت صفیہؓ ہی نے کیا۔ یہود کو یقین ہو گیا کہ قلعہ میں فوج متعین ہے۔ اس خیال سے پھر انہوں نے حملہ کرنے کی جرات نہ کی۔

ایک غلطی کا ازالہ

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ قریش اور بنو قریظہ کے درمیان تشتت اور افتراق پیدا کرنے کے لیئے رسول کریم صلعم نے نعیم بن مسعود اشجعی کو پہلے بنو قریظہ کے پاس بھیجا کہ وہ جا کر ایسی باتیں کریں کہ ان کو قریش کی طرف سے بدگمانی پیدا ہو جائے۔ نعیم نے جا کر یہود سے کہا کہ قریش چار دن کے بعد یہاں سے چلے جائیں گے۔ تم محمد صلعم کا نشانہ بن جاؤ گے۔ وہ آپ سے بدلہ لیئے بغیر نہ رہیں گے۔ بہتر ہے کہ جب تک آپ قریش اور غطفان دونوں کے چند آدمی بطور یرغمال اپنے قبضہ میں

Marfat.com

دے لیں۔ لڑائی میں ان کی مدد نہ کیجئے۔ بنو قریظہ کو نعیم کی یہ رائے پسند آئی۔

یہود سے اٹھ کر نعیم قریش کے پاس گئے۔ اور کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنو قریظہ اور محمد (صلعم) کے درمیان دوبارہ سمجھوتہ ہو گیا ہے۔ انھوں نے محمد (صلعم) کو خوش کرنے کے لیئے یہ تجویز کی ہے کہ چند قریش اور غطفان کے آدمی حاصل کر کے محمد (صلعم) کو قتل کرنے کے لیئے پیش کر دیں۔ اپنی مقصد براری کے لیئے آپ کے پاس آئیں گے۔"

پھر نعیم نے غطفان کے پاس جا کر وہی باتیں کہیں۔ جو قریش سے کہی تھیں۔

قریش اور غطفان: دونوں کے دل میں شک و شبہ کا بیج بویا جا چکا تھا۔ ابو سفیان نے ایک قاصد کعب بن اسد کے پاس بھیجا کہ اگلے دن مسلمانوں پر حملہ کیجیئے۔ ہم آپ کی کمک پر ہوں گے کعب نے جواب دیا کہ کل یوم سبت ہے۔ اس دن کوئی دنیاوی کام نہیں کیا جا سکتا۔ قاصد نے آ کر کعب کا جواب سنا دیا۔ پھر قاصد بھیجا اور کہا بھیجا کہ اس سبت کی عبادت کسی دوسرے سبت میں کر لیجئے۔ کعب نے جواب دیا۔ ہم کسی صورت میں بھی عبادت کے قواعد کو توڑ نہیں سکتے۔ اس کے ساتھ ہی ابو سفیان سے ان کے چند آدمی بطور یرغمال اپنی تحویل میں رکھنے کے لیئے طلب کر لیئے۔

ابو سفیان کو نعیم کی بات یاد آ گئی۔ اور قریظہ کی طرف سے اعانت کی امید منقطع ہو گئی بنو غطفان کو بھی علم ہوا اور ان کو نعیم کی بات پر کامل یقین ہو گیا۔

یہ کسی طرح بھی صحیح نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اصدق الصادقین صرف تفرقہ اندازی کے لیئے ایک صحابی کو دروغ بیانی کے لیئے آمادہ کر لیں۔

حقیقت یہ ہے کہ بنو قریظہ نے اس جنگ میں شرکت ہی اس شرط پر کی تھی کہ قریش یرغمال کے طور پر چند معزز آدمی بنو قریظہ کے پاس رکھ دیں۔ اگر وہ لڑائی کا فیصلہ کیئے بغیر جانا چاہیں تو ان لوگوں کو روک لیں گے۔ لیکن انھوں نے وہ شرط پوری نہیں کی۔ اس لیئے یہود کے دل میں شک و شبہ پیدا ہوا۔ اور انھوں نے خفیہ رسول کریم صلعم کو اس شرط کے ساتھ مصالحت کا پیغام بھیجا کہ بنو نضیر کو دوبارہ مدینہ میں آنے کی اجازت دے دیں۔ نعیم بن مسعود رسول کریم کی خدمت میں اسلام قبول کرنے کے لیئے آئے ہوئے تھے۔ خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ رسول کریم صلعم نے ان سے باتوں کے طور پر بنو قریظہ کا مخفی پیغام ذکر کیا۔ انھوں نے فوراً جا کر یہ خبر قریش تک پہنچا دی اس سے قریش کو بنو قریظہ سے بدگمانی پیدا ہو گئی اور وہ یہود سے مشتبہ ہو گئے۔

Marfat.com

گئی اور رشتہ اتفاق ٹوٹ گیا۔[1]

اسی اثناء میں شوال کا مہینہ ختم ہو چلا۔ اور ذی قعدہ قریب آگیا۔ جو شہرِ حرام تھا۔ ان دنوں میں قریش مدینہ پر لڑائی نہیں کر سکتے تھے۔ فتح کے امکانات یہود کی عدم معاونت کی وجہ سے ختم ہو گئے تھے موسم بھی خراب آگیا۔ بارش آندھی۔ سردی اور قلت رسد وغیرہ سے محاصرین کے پائے ثبات میں لغزش آگئی۔ آخر بیزار ہو کر ابو سفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ روانہ ہو گیا۔ اس پر دوسرے قبائل بھی یکے بعد دیگرے چلتے بنے۔[1]

خدا تعالیٰ نے اس طوفان اور باد صرصر کو مسلمانوں کے لیے نعمت قرار دیا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جاءتکم جنودٌ فارسلنا علیھم ریحًا و جنودًا لم تروھا۔ (الاحزاب ۲)

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اس احسان کو یاد کرو کہ جب تم پر فوجیں آپڑیں۔ تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی۔ اور فوجیں بھیجیں۔ جو تم کو دکھائی نہیں دیتی تھیں

کفار کے متعلق قرآن مجید میں ان الفاظ میں ذکر ہے۔

ورد اللہ الذین کفروا بغیظھم لم ینالوا خیرًا وکفی اللہ المومنین القتال (الاحزاب ۳)

خدا تعالیٰ نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا واپس لوٹا دیا۔ ان کو کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور اللہ مومنوں کے لیے لڑائی میں کافی مددگار و معاون ہے۔

اس معرکہ میں اسلامی فوج کا جانی نقصان بہت کم ہوا۔ لیکن ایک مشہور انصاری حضرت سعد بن معاذ جو قبیلہ اوس کے رئیس تھے۔ زخمی ہوئے۔ اور پھر جانبر نہ ہو سکے۔

وید میں جنگ احزاب کا ذکر

"اے صادقوں کے رب تجھے ان سرور دینے والوں نے مسرور کیا۔ ان بہادر لڑنے والوں نے اور ان مستانہ تر انوں نے دشمن کی جنگ میں جب حملہ کرنے والے عبادت کرنے والے کے لیے تو نے دس ہزار دشمنوں کو بغیر مقابلہ شکست خوردہ کر دیا" (اتھرو بید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۱ منتر ۶۔)

لہ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب المغازی غزوہ خندق و البدایۃ والنہایۃ ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۱۳ مصر، ابن ہشام ۱۰۰۹
و طبری ص ۱۴۸۵ م ۱۳۸

Marfat.com

اس وید منتر کا دیوتا اندر ہے چنانچہ اسی سوکت کے منتر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸ وغیرہ میں اسی سے خطاب ہے یا اندر اس وسیع کہلاتا ہے۔ اور تند ہواؤں کا رفیق اور رعد وکڑک کا دیوتا ہے۔

وید کی پیش گوئی جنگ احزاب کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس میں دشمنوں کی تعداد کم از کم دس ہزار تھی۔ وہ بغیر جنگ کے گئے۔ تند ہوا اور کڑک سے خوف کھا کر بھاگ گئے۔ قرآن نے اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

یا ایها الذین آمنوا اذکروا نعمة الله علیکم اذ جاءتکم جنود فارسلنا علیهم ریحا وجنودا لم تروها۔ (احزاب)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کی نعمت کو یاد کرو۔ جب تم پر لشکر آپہنچے۔ سو ہم نے ان پر ہوا کو اور ایسے لشکر کو بھیجا۔ جنہیں تم نہیں دیکھتے تھے۔ قرآن سے

قرآن نے بھی ان کے فرار کی ایک وجہ سخت آندھی بتائی ہے۔

۵ھ کے بقیہ حوادث

ماہ ذی الحجہ ۵ھ میں رسول کریم صلعم نے ابو عبیدہ بن الجراح کو تین سو مجاہدین کے ساتھ سیف البحر کی طرف روانہ کیا کہ وہاں قبیلہ جہینہ کے حالات معلوم کریں۔ مجاہدین کو اس مہم میں کھانے پینے کی سخت اذیت برداشت کرنی پڑی۔ صرف دو دو تین تین کھجوروں پر ایک دن بسر کرتے تھے۔

اسی ماہ ذی الحجہ ۵ھ میں محمد بن مسلمہ کو تیس آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ بنی کلاب کی طرف بھیجا۔ ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچ رہی تھیں۔ جب محمد بن مسلمہ ان کی طرف گئے تو انہوں نے مقابلہ کیا۔

بنی کلاب کے دس آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ گئے۔ پچاس اونٹ اور تین ہزار بکریاں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔

اسی طرح عکاشہ بن محصن کو مکہ کی جانب حالات معلوم کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اور ایک مختصر سا گروہ نجد کی طرف بھیجا گیا۔ جو ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر کے لایا۔ وہ صدق دل سے دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ اس نے یمامہ کا غلہ مکہ کی طرف جانے سے روک دیا۔ قریش کو جب غلہ کی تکلیف ہوئی۔ تو انہوں نے رسول کریم کے پاس شکایت کی۔ آپ

Marfat.com

سے ارشاد فرمایا کہ مکہ میں غلہ جانے دیا جائے۔

متفرق واقعات ۵ھ

(۱) اس سال آنحضرت صلعم نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔ اس واقعہ کو مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص (عیاذاً باللہ) کے لیئے نہایت آب و رنگ سے بیان کیا ہے۔ مفصل بحث "ازواج مطہرات" کے عنوان کے تحت آئے گی۔

(۲) متبنیٰ کی بیوی سے جاہلیت میں شادی کرنا ناجائز تھا۔ اس رسم کی بھی اصلاح ہوئی۔ اس بارہ میں قرآن مجید میں ہے۔

"وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذالکم قولکم بافواھکم۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ۔ (احزاب)"

اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا ہے۔ یہ تمہاری اپنے منہ کی بات ہے۔ اور اللہ سچ کہتا ہے اور وہی سیدھے رستہ پر چلاتا ہے۔ انہیں ان کے باپوں کی طرف منسوب کرو یہ اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف کی بات ہے۔ (محمد علی)

(۳) زنا کی سزا سو کوڑے اسی سال نازل ہوئی۔ اس بارہ میں قرآن مجید میں آتا ہے۔

"الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ و لا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ۔ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین (نور)"

زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد (کا حکم یہ ہے) کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان سے تم کو مہربانی نہ روک رکھے اگر تم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہو اور چاہیئے کہ ان کی سزا کے وقت مومنوں کی ایک جماعت موجود ہو (محمد علی)

(۴) اس سال حد قذف نازل ہوئی۔ اس کی رو سے بغیر شہادت کے الزام جرم قرار دیا گیا۔ عدم شہادت کی صورت میں لعان کا طریقہ بتایا گیا۔ اس کے بعد میاں بیوی کے درمیان تفرقہ کر دیا جائے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

والذین یرمون ازواجھم ولم یکن لھم شھداء الا انفسھم فشھادۃ احدھم اربع شھادات باللہ انہ لمن الصادقین

Marfat.com

والخامسة ان لعنت الله علیه ان كان من الكاذبين (نور)

اور جو لوگ اپنی بیبیوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ اور سوائے اپنے آپ کے ان کے کوئی گواہ نہ ہوں تو ان (تہمت لگانے والوں) میں سے ایک کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کی قسم کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ وہ سچوں میں سے ہے۔ اور پانچویں (بار یہ) کہ اللہ کی لعنت اس پر ہو۔ اگر وہ جھوٹوں میں سے ہے۔ (محمد علی)

(۵) زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ بی بی کو ماں کہہ دیا جاتا تھا۔ لیکن وہ اسی گھر میں رہتی تعلقات زوجیت کے لحاظ سے یہ طلاق تھی۔ مگر عورت گھر کو چھوڑ نہ سکتی تھی۔ نہ دوسری جگہ نکاح کر سکتی تھی۔ اس کو ناجائز قرار دیا گیا۔ لیکن اس کے لیے کفارہ مقرر کیا گیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وما جعل ازواجكم الّٰی تظاهرون منهن امهتكم۔ (الاحزاب)

اور نہ تمہاری بیبیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو۔ تمہاری مائیں بنایا ہے۔ (محمد علی)

(۶) اسی سال عورتوں کے متعلق متعدد اصلاحی احکام نازل ہوئے۔

(۱) مسلمان عورتیں گھر سے نکلیں تو بڑی چادر اوڑھ کر گھونگھٹ نکال کر اور آنچل سینہ پر ڈال لیا کریں۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یاایها النبی قل لازواجك وبنتك ونساء المومنين يدنين
عليهن من جلابيبهن ذلك ادنى ان يعرفن فلا يؤذين
وكان الله غفورا رحيما (الاحزاب)

اے نبی اپنی بیبیوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب ہے۔ تاکہ وہ پہچان لی جائیں۔ تو انہیں ایذا نہ دی جائے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (محمد علی)

دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وقل للمومنت يغضضن من ابصارهن ويحفظن فروجهن
ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها وليضربن بخمرهن على
جيوبهن۔ (النور)

اور مومن عورتوں کو کہہ دو اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔ اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ سوائے اس کے جو عادتاً کھلا رہتا ہے۔ اور چاہیے

Marfat.com

کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں۔ (محمد علی)

ب۔ پاؤں جھنک جھنک، نہ چلیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن (النور)

اور اپنے پاؤں کو (اس طرح) زمین پر نہ ماریں کہ جو کچھ وہ اپنی زینت چھپائے ہوئے ہیں۔ وہ معلوم ہو جائے۔ (محمد علی)

ج۔ پردہ کی اوٹ سے تصنع اور ناز و نخرے سے نہ بولیں

ینسآء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبه مرض وقلن قولا معروفا۔ (الاحزاب)

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر تم تقویٰ اختیار کرو۔ سو تم آواز میں بات نرم نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ جس کے دل میں بیماری ہے۔ طمع کرے۔ اور نیکی کی بات کہو

اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات کو خاص حکم دے کر تمام امت کی عورتوں کو ہدایت دی ہے کہ وہ اس تعلیم پر عمل کریں۔

د۔ عورتوں اور مردوں کے اس خلاملا کو روکا ہے۔ جو بہت سے بد نتائج کا موجب ہوتا ہے قرآن مجید میں آتا ہے۔

واذا سالتموھن متاعا فاسئلوھن من وراء حجاب ذالکم اطھر لقلوبکم وقلوبھن۔ (الاحزاب)

اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے ان سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں کے لیئے اور ان کے دلوں کے لیئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ (محمد علی)

مردوں اور عورتوں کو آزادانہ میل ملاپ سے روکنے کی تعلیم نہایت درجہ قلوب کی پاکیزگی کا موجب ہے۔ مردوں اور عورتوں کا وہ کھلا ملاپ جو یورپ میں مروج ہے۔ اس نے اس قدر قلوب کو سیاہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں زناکاری کثرت سے ظاہر ہوتی ہے۔

(۷) تیمم کا حکم اسی سال نازل ہوا۔ اس بارہ میں قرآن مجید میں یہ ہدایت دی گئی ہے۔

وان کنتم مرضی او علی سفر او جاء احد منکم من الغائط او لمستم النساء فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منه۔ ما یرید الله لیجعل علیکم من حرج

Marfat.com

ولکن یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم لعلکم تشکرون
(مائدہ آیت ۶)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو۔ یا تم میں سے کوئی جائے ضرورت سے ہو کر آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو۔ اور اس سے اپنے مونہوں اور ہاتھوں پر مسح کر لو۔ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرے۔ لیکن وہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔ تاکہ تم شکر کرو (محمد علی)

(۸) نماز خوف کا حکم اسی سال نازل ہوا۔ اور اس کے ادا کرنے کا طریق قرآن مجید نے اس طرح سے بیان کیا ہے۔

واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ ان خفتم ان یفتنکم الذین کفروا۔ ان الکافرین کانوا لکم عدوًا مبینًا۔ واذا کنت فیھم فاقمت لھم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منھم معک ولیاخذوا اسلحتھم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ولتات طائفۃ اخری لم یصلوا فلیصلوا معک (النساء آیت ۱۰۱-۱۰۲)

اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز کو کم کر لو۔ اگر تمہیں ڈر ہو کہ جو کافر ہیں۔ وہ تمہیں تکلیف پہنچائیں گے۔ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں۔ اور جب تو ان کے درمیان ہو۔ پھر ان کے لئے نماز قائم کرے۔ تو چاہیئے کہ ان میں سے ایک گروہ تیرے ساتھ کھڑا ہو۔ اور چاہیئے کہ وہ اپنے ہتھیار لے لیں۔ پھر جب سجدہ کر چکیں۔ تو وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں۔ اور چاہیئے کہ ایک دوسرا گروہ جنہوں نے نماز نہیں پڑھی آئے وہ تیرے ساتھ نماز پڑھیں۔

اگر اس سے بھی زیادہ خطرہ ہو۔ تو نماز پیدل یا سواری کی حالت میں ادا کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فان خفتم فرجالا اورکبانا (سورۃ البقرہ آیت ۲۳۹)
یعنی اگر تم کو ڈر ہو۔ تو پیدل یا سوار نماز پڑھ لو۔

(۹) بنو قریظہ کا اخراج اسی سال ہوا۔ اس کا مفصل ذکر یہودیوں اور مسلمانوں

Marfat.com

کے تعلقات کے عنوان کے تحت آئے گا۔

اسی سال مہاجرین کو جو حبشہ ہجرت کر کے چلے گئے تھے۔ مدینہ بلوایا۔

Marfat.com

یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات

قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفی صدورهم اکبر (آل عمران)

ان کے مونہوں سے بغض ظاہر ہو گیا۔ اور جو ان کے سینے چھپاتے ہیں۔ وہ اس سے بڑھ کر ہے۔ (محمد علی)

یہود کے تین قبیلے تھے۔ قینقاع، نضیر، قریظہ یہ سب مدینہ کے اطراف میں آباد تھے۔ عموماً زمیندار تجارت پیشہ اور صناع تھے سودی کاروبار کرتے تھے اور انصار ان کے مقروض رہتے تھے۔ علمی لحاظ سے بھی انصار پر فوقیت رکھتے تھے۔ اور اپنے آپ کو زیادہ مہذب اور شائستہ سمجھتے تھے۔

دولت و ثروت کی فراوانی کی وجہ سے اخلاق شنیعہ میں مبتلا اور انسانیت سے عاری ہو چکے تھے۔ دو چار روپے کے زیور کے لئے بچوں کو پتھر سے مار ڈالتے تھے۔ قرضہ کی کفالت میں بچوں اور عورتوں کو رہن رکھوا لیتے تھے۔ امرا کو زنا اور بدکاری کی سزا نہیں دی جا سکتی تھی۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ایک یہودی سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہاری شریعت میں زنا کی سزا درہ مارنا ہے انہوں نے کہا نہیں بلکہ سنگسار کرنا ہے۔ لیکن ہمارے امرا اس مرض میں مبتلا ہیں۔ اس وجہ سے جب وہ پکڑے جاتے ہیں۔ تو ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔ البتہ عام آدمیوں کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ بالآخر یہ قرار پایا کہ سنگسار کرنے کی سزا درہ سے بدل دی جائے تاکہ امیر اور غریب سب کو یکساں سزا دی جا سکے۔

جب انصار نور ہدایت سے منور ہو گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے آئے۔ تو یہودیوں کے جابرانہ اور خود غرضانہ اقتدار کی عمارت پیوند خاک ہونے لگی۔ اور یہودیت کی اشاعت رک گئی۔ اسلام پھیلنا شروع ہو گیا۔ یہودیوں کے دل حسد اور بغض کی آگ سے جلنے لگے اسلام کی بیخ کنی کے ناپاک منصوبے گھڑنے شروع کر دئے اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے طرح طرح کی کوششیں کرنے لگے

Marfat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتک آمیز اور بیہودہ کلمات کہتے۔ جیسا کہ راعنا (ہماری رعایت کیجیئے) کو مروڑ کر راعین (احمق ہے) کہہ دیتے۔ آپ سے سلام علیکم کرتے تو بجائے السلام علیک کے السام علیک (تم پر موت آئے) کا لفظ استعمال کرتے۔

مذہب اسلام کے متعلق غلط تصور پیدا کرنے کے لیئے بظاہر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتے اور کچھ عرصہ کے بعد ارتداد اختیار کر لیتے۔ تاکہ دوسروں کے دلوں پر برا اثر پڑے۔ اور مسلمان بھی مرتد ہو جائیں۔

انصار کے قبیلے اوس اور خزرج جو قبول اسلام سے قبل برسرپیکار رہتے تھے اسلام نے ان کو باہم متحد کر دیا۔ یہود ہر وقت اس موقعہ کی تاک میں رہتے تھے کہ اوس اور خزرج کے درمیان مناقشت اور مخالفت کی آگ بھڑکا دیں۔ تاکہ اسلام خود بخود نیست و نابود ہو جائے ایک دفعہ دونوں قبیلوں کے آدمی بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ چند یہودی اس مجلس میں پہنچے اور جنگ بعاث کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اس لڑائی کے تذکرہ نے خوابیدہ جذبات عداوت کو زندہ کر دیا۔ دونوں قبیلوں نے میانوں سے تلواریں کھینچ لیں۔ لڑنے کے لیئے تیار ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ کو خبر ہوئی۔ آپ فوراً وہاں تشریف لے گئے۔ پند و نصائح سے مشتعل جذبات کی حدت کو ٹھنڈا کیا۔ اور انصار اپنے کیئے پر پچھتانے لگے۔ اس پر وحی نازل ہوئی۔

یاایہا الذین امنوا ان تطیعوا فریقاً من الذین اوتوا الکتاب یردوکم بعد ایمانکم کفرین۔ (آل عمران)

اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے بعض لوگوں کا کہا مانو گے۔ تو وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں گے۔

یہود نہ صرف خود ہی اسلام کی بربادی کی موہوم سکیمیں بناتے تھے۔ بلکہ ان کا خفیہ تعلق منافقوں اور کفار مکہ کے ساتھ بھی تھا۔ تاکہ متحدہ طاقت کے ساتھ شجر اسلام کو اکھاڑ پھینکیں غرضیکہ عداوت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو گھر سے نکلتے تو جان کا خطرہ لاحق رہتا تھا۔ حضرت طلحہ بن براء بیمار ہو گئے۔ تو انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں رات کے وقت مروں تو رسول کریم صلعم کو اطلاع نہ دینا۔ ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے یہود کی طرف سے آپ پر حادثہ گزر جائے[1]

بنوقینقاع کا اخراج

[1] اصابہ ترجمہ طلحہ بن براء

Marfat.com

حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے معاہدہ کیا تھا کہ ان کے مال وجان سے تعرض نہیں کیا جائیگا۔ اور ان کو ہر قسم کی مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ لیکن یہود نے معاہدہ کا کوئی پاس نہ کیا۔ سب سے پہلے بنو قینقاع نے عہد شکنی کی۔ ابن ہشام و طبری نے ابن اسحاق کی روایت سے عاصم بن قتادہ انصاری کی روایت نقل کی ہے۔

"ان بنی قینقاع کانوا اول یہود نقضوا ما بینہم وبین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحاربوا فیما بین بدر و احد"

بنو قینقاع پہلے یہود تھے جنہوں نے اس معاہدہ کو جو ان میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تھا۔ توڑا تھا۔ اور بدر اور احد کے درمیانی زمانہ میں ان سے لڑائی ہوئی۔

ابن سعد نے بنو قینقاع کے ذکر میں تحریر کیا ہے۔

"فلما کانت وقعۃ بدر اظہروا البغی والحسد ونبذوا العہد والمدۃ"

جنگ بدر میں یہودیوں نے بغاوت اور حسد ظاہر کیا۔ اور عہد کو پس پشت ڈال دیا۔

ایک مسلمان عورت کی بے حرمتی

بنو قینقاع کے بغض و عناد کو ظاہر کرنے کے لئے ایک واقعہ پیش آگیا کہ انصار کی ایک نقاب پوش خاتون بنو قینقاع کے محلہ میں ایک سنار کے ہاں زیور بنوانے کے لئے آئی۔ تو ایک بدخصلت یہودی نے اپنی ہوس دید کے بجھانے کے لئے بے نقاب کردیا اور مسلمان عورت نے واویلا شروع کر دیا۔ ایک مسلمان یہ دیکھ کر آگے بڑھا اور اپنی تلوار سے یہودی کا سر قلم کر دیا۔ مگر وہ مسلمان دوسرے یہودیوں کی تلوار کا لقمہ بن کر موت کی گود میں ابدی نیند سو گیا۔ رسول کریم صلعم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ "اگر تم لوگوں نے مسلمانوں کی ایذا رسانی سے ہاتھ نہ روکا اور صلح کے معاہدہ پر عمل نہ کیا۔ تو تمہارے ساتھ بھی وہی سلوک ہوگا جو قریش مکہ کے ساتھ کیا گیا ہے۔" وہ بولے:

"لا یغرنک یا محمد! انک لقیت قوما لا علم لہم بالحرب فاصبت

فرصۃ انا واللہ لئن حاربناک لتعلمن انا نحن الناس۔

اے محمد! آپ دھوکے میں نہ رہیں۔ تم نے ایسی قوم سے مقابلہ کیا تھا۔ جو فن حرب سے آشنا نہ تھی۔ بخدا اگر ہمارے ساتھ سابقہ پڑا۔ تو ہم دکھا دیں گے کہ لڑائی اسکا نام ہے

یہ قینقاع کی طرف سے کھلم کھلا اعلان جنگ اور نقض عہد تھا۔ مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بیسویں ماہ۔ ماہ شوال کے نصف کے قریب ہفتہ کے دن اپنے جان نثاروں کے ساتھ ان کی طرف بڑھے۔ مسلمانوں کا پرچم حضرت حمزہ بن عبد المطلب کے ہاتھ میں تھا۔ اور ابولبابہ بن عبد اللہ کو مدینہ میں چھوڑ دیا گیا۔ یہودی قلعہ بند ہو گئے۔ اور مسلمانوں نے باہر سے ان کی رسد بند کر دی۔ مگر یہودی ۱۵ دن سخت محاصرے کے بعد اطاعت پر آمادہ ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔ مدینہ چھوڑ دو۔ چنانچہ یہود اپنے اسلحہ اور زیورات جو ان کی صنعت اور تجارت کا ذریعہ تھے۔ مدینہ میں ہی چھوڑ کر جلاوطن ہو گئے۔ کچھ عرصہ وادی القری میں مقیم رہے۔ مگر یہاں سے اذرعات نامی جگہ میں جو شام کے علاقہ میں ہے منتقل ہو گئے۔ یہ سات سو آدمی تھے۔ جن میں تین سو زرہ پوش تھے۔ یہ شوال سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے

قتل کعب بن اشرف ربیع الاول سنہ ۳ھ

کعب بن اشرف ایک مشہور قادر الکلام یہودی شاعر تھا۔ اس کا باپ اشرف جو طے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ابو رافع بن ابی الحقیق جو یہودی رئیس تھا۔ اس کی لڑکی سے شادی کی۔ کعب اس کے بطن سے پیدا ہوا۔ شاعری اور دولتمندی کی وجہ سے یہودیوں کا رئیس بن گیا۔ تمام یہودی علماء اس کے دست نگر تھے اس لئے ان کو رسول کریم صلعم کے خلاف اپنا ہم خیال بنا لیا۔ باوجود اس کے یہودیوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کر لیا تھا۔ یہ صرف اسلام کے خلاف ہی کینہ اور بغض نہ رکھتا تھا بلکہ کفار مکہ کے ساتھ بھی ساز باز رکھتا تھا۔ جب قریش مکہ نے جنگ بدر میں شکست کھائی تو تاسف سے کہا تھا۔

"ھولاء اشراف العرب ملوک الناس واللہ لئن کان محمد اصاب ھولاء القوم لبطن الارض خیر من ظھرھا"

یہ لوگ عرب کے اشراف اور بادشاہ تھے۔ بخدا ان کی موت کے بعد ہم جیسوں کا زمین پر چلنے پھرنے سے مر جانا بہتر ہے۔

Marfat.com

تعزیت کے لیے مکہ گیا۔ پُر درد مرثیے کہے۔ قریش مکہ کو خوب رُلایا۔ اور ان کو بدلہ لینے کے لیے برانگیختہ کیا۔ اور دوسرے قبائل کو بھی اسلام کے خلاف اکسایا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور مسلمان خواتین کے خلاف ہجویں کہیں۔ صرف اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ مدینہ لوٹ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چپکے سے قتل کرا دینے کا قصد کیا۔ علامہ یعقوبی اپنی تاریخ میں بنو نضیر کے واقعہ میں لکھتے ہیں۔

کعب بن اشرف الیہودی الذی اراد ان یمکر برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کعب بن اشرف یہودی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دینے کا ارادہ کیا تھا۔

ایک معاہد قوم میں سے ہونے کے باوجود اس قدر اسلام کے خلاف بغض و عناد کا اظہار یعنی کفار مکہ کے ساتھ سازش اور مزید برآں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کا منصوبہ یہ ایسے امور نہ تھے کہ ان سے چشم پوشی سے کام لیا جاتا۔ اس کی یہ حرکات سخت سزا کے قابل تھیں۔ مدینہ میں کوئی ایسی عدالت نہ تھی کہ اس کو اس کے ناپاک منصوبوں اور سازشوں کی وجہ سے کیفر کردار تک پہنچاتی۔ اب صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اس کو خفیہ طور پر قتل کرا دیا جاتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے محمد بن مسلمہ نے رؤسائے اوس کے مشورہ سے ربیع الاوّل ۳ھ میں اسے قتل کر دیا۔

غزوہ بنو نضیر ربیع الاول ۴ھ

بنو نضیر باوجود معاہدہ کے قریش مکہ کے ساتھ اسلام کے خلاف ساز باز رکھتے تھے۔ بدر میں شکست فاش کھانے کے بعد قریش نے یہود کو لکھا۔

انکم اھل الحلقۃ والحصون وانکم تقاتلن صاحبنا او لنفعلن
کذا وکذا ولا یحول بیننا وبین خدم نساءکم شئی [1]

تمہارے لوگوں کے پاس اسلحہ جنگ اور قلعے قلعہ بند ہیں۔ تم ہمارے حریف سے لڑو ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ یہ کریں گے اور تمہاری عورتوں کی پازیبیں اتار لیں گے

اس خط کے ملنے کے بعد بنو نضیر نے عہد شکنی کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فریب سے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد ذکر بنو نضیر کتاب الخراج والامارۃ

Marfat.com

ربیع الاول ۴ھ کا ذکر ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ نے قبیلہ عامر کے دو آدمی غلطی سے قتل کر دئیے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہی مقتولین کی دیت کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ دس صحابی تھے۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور علیؓ بن ابی طالب بھی شامل تھے۔ آپ نے بنو نضیر سے پوچھا کہ قبیلہ بنی عامر کو دیت کس طرح ادا کی جائے۔ اور ان کے یہاں دیت کا دستور کیا ہے۔[1]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محلہ میں دیکھ کر کعب بن اشرف کے قتل کا زخم پھر ہرا آیا چند سرغنے مجلس سے اٹھ کر فریب سے قتل کرنے کے منصوبے گھڑنے لگے۔ چنانچہ یہ سازش کی کہ ایک شخص بالاخانہ پر چڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دے۔ عمرو بن حجاش سیاہ باطن یہودی اس ارادہ سے کوٹھے پر چڑھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو با علام ربانی اس سازش کا علم ہو گیا۔ آپ فوراً مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

جب اس منصوبہ میں ناکام ہوئے۔ تو انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ تیس آدمیوں کو لے کر آئیں۔ ہم بھی اپنے احبار لے کر آئیں گے۔ وہ آپ سے مناظرہ کریں گے۔ اگر انہوں نے آپ کی تصدیق کر دی۔ تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ جب تک تم معاہدہ نہ لکھ دو۔ میں تم پر اعتماد نہیں کر سکتا لیکن وہ اس بات پر راضی نہ ہوئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کے پاس تشریف لے گئے۔ اور ان سے تجدید معاہدہ کیا۔ کیونکہ بنو نضیر بغاوت پر تل چکے تھے۔ اس وجہ سے وہ کسی طرح بھی معاہدہ کرنے پر راضی نہ ہوئے۔ بالآخر انہوں نے دوبارہ آپ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ تین آدمی لے کر آئیں۔ اور ہمارے تین احبار کے ساتھ مباحثہ کریں۔ اگر وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔ تو ہم بھی ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے منظور فرما لیا۔ راستہ میں آپ کو علم ہو گیا کہ یہود میانوں سے تلواریں سونت کر کھڑے ہیں کہ جب آپ تشریف لے جائیں۔ تو آپ کو قتل کر دیں۔[2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت حضرت محمد بن مسلمہؓ کے ذریعہ یہ پیغام بھیجا۔

---

[1] سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳ [2] فتح الباری غزوہ بنو نضیر۔

Marfat.com

"ان اخرجوا من بلادی لقد نقضتم العھد الذی جعلت لکم بما ھممتم بہ - لقد اجلتکم عشرا فمن رئی بعد ذالک ضربت عنقہ"[1]

ہمارے شہر سے نکل جاؤ۔ کیونکہ تم نے عہد شکنی کی ہے۔ ورنہ دس روز کے بعد تم میں سے جو شخص مدینہ میں دیکھا گیا۔ اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

ابن ابی منافق کی شہ

عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے یہود کو شہ دینے کے لیئے ان کے پاس دو ایلچی بھیجے "مبادا! تم مال اور گھر بار چھوڑ کر جلاوطن ہونا منظور کر لو۔ بلکہ ہمت مستقل مزاجی اور ثابت قدمی سے اپنے قلعوں میں جمے رہنا میں دو ہزار آدمی لے کر تمہاری اعانت کروں گا"۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"الم تر الی الذین نافقوا یقولون لاخوانھم الذین کفروا من اھل الکتاب لئن اخرجتم لنخرجن معکم ولا نطیع فیکم احدًا ابدًا وان قوتلتم لننصرنکم واللہ یشھد انھم لکاذبون لئن اخرجوا لا یخرجون معھم ولئن قوتلوا لا ینصرونھم ولئن نصروھم لیولن الادبار ثم لا ینصرون لانتم اشد رھبۃ فی صدورھم من اللہ ذالک بانھم قوم لا یفقھون (سورہ حشر ۲)

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا۔ جو منافق ہیں۔ وہ اپنے بھائیوں کو جو اہل کتاب میں سے کافر ہیں کہتے ہیں۔ اگر تمہیں نکالا گیا۔ تو ہم تمہارے ساتھ نکلیں گے۔ اور ہم تمہارے معاملہ میں کبھی کسی کی اطاعت نہ کریں گے۔ اور اگر تم سے جنگ کی گئی۔ تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں۔ اگر انہیں نکالا گیا۔ تو یہ ان کے ساتھ نہ نکلیں گے۔ اور اگر ان سے جنگ ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے۔ اور اگر یہ ان کی مدد کریں۔ تو پیٹھیں پھیر دیں گے۔ پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی۔ اللہ کی نسبت تمہارا ڈر ان کے دلوں میں بہت زیادہ ہے یہ اس لیئے کہ وہ ایسے لوگ ہیں۔ جو سمجھتے نہیں۔ (محمد علی)

جو لوگ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی طینت سے آگاہ تھے۔ انہوں نے اس کی پیش کردہ معاونت پر اعتماد نہ کیا۔ اور کہا "اس نے اس قسم کی شہ بنو قینقاع

[1] حیات محمد مترجم محمد حسین ہیکل ص ۲۶۰

Marfat.com

کو بھی نو دی تھی۔ جب وہ نرغے میں آئے لئے گئے۔ تو ابن ابی نے انہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر اپنی راہ لی"!

انہوں نے یہ بھی سوچا۔ اگر ان کو جلا وطن ہونا پڑا تو وہ خیبر یا مدینہ کی کسی قریب جگہ پر مقیم ہو جائیں گے۔ تاکہ وہ مدینہ کے باغات کے پھل حاصل کر سکیں۔

حی ابن اخطب کی رائے

حی بن اخطب بنو نضیر کا رئیس تھا۔ اس نے کہا کہ ہم (حضرت) محمد (صلعم) کو کہلا بھیجتے ہیں کہ ہم شہر کو کسی صورت میں بھی خالی نہیں کر سکتے۔ ہمارے خلاف جو چاہیں کر گزریں یہ کہلا بھیجنے کے بعد انہوں نے قلعہ بندی کی تیاری شروع کر دی۔ اور محاصرین پر پتھراؤ کرنے کے لیئے چھتوں پر پتھر جمع کر لئے۔ اور اشیا خوردنی سے ان کے گھر بھرے پڑے تھے جو ایک سال کے لیئے کافی تھیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیغام سن کر بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ یہود ۱۵ دن تک قلعہ بند رہے۔ قلعہ کے گرد جو ان کے نخلستان تھے۔ ان کے چند درخت کٹوا دیئے۔ مسلمانوں کی نیت نخلستان کو برباد کرنا نہ تھی۔ بلکہ کسی آڑ کو دور کرنا تھا۔ اگر محض بربادی کی نیت ہوتی۔ تو کوئی بھی درخت باقی نہ چھوڑتے۔

سہیلی نے روض الانف میں لکھا ہے کہ سب نخلستان نہیں کاٹا۔ بلکہ صرف لینہ جو کھجور کی ایک خاص قسم ہے۔ اور عرب کی خوراک نہیں ہے۔ اس کے درخت کٹوائے گئے تھے۔

قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے۔

ما قطعتم من لینة او ترکتموها قائمة علی اصولها فباذن الله ولیخزی الفاسقین۔ (حشر)

جو تم نے کھجور کا درخت کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑا۔ سو اللہ کے اذن سے تھا۔ تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔ (محمد علی)

جب بنو نضیر نے مقابلہ کی تاب نہ پائی اور نہ ہی ابن ابی کی مدد پہنچی۔ تو اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اور ان کو مال و اسباب اونٹوں پر لے جانے کی اجازت ہو۔ چنانچہ سب گھروں کو چھوڑ چھوڑ کر نکل گئے۔ ان میں سے معزز

Marfat.com

رؤسا، سلام بن ابی الحقیق۔ کنانہ بن الربیع۔ حی بن اخطب خیبر چلے گئے۔ وہاں کے لوگوں نے ان کو خیبر کا رئیس تسلیم کر لیا۔[1]

اپنی ذلت اور رسوائی کو چھپانے کے لیئے وہ بڑی ٹھاٹھ باٹھ اور شاہانہ طریقہ سے مدینہ سے نکلے جس سے جشن کا دھوکا ہوتا تھا۔ اونٹوں پر سوار تھے ساتھ ساتھ باجا بجتا جاتا تھا۔ عورتیں دف بجاتی اور گاتی جاتی تھیں۔[2]

ہتھیاروں کا ذخیرہ جو یہود نے چھوڑا تھا۔ اس میں پچاس زرہیں پچاس خود۔ اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔[3]

بنو نضیر کے فسق و فجور اور جلا وطنی کا ذکر یرمیاہ نبی کی کتاب میں لکھی ہے۔ "رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو۔ اور یروشلم کے خلاف دمدمہ باندھو۔ یہ وہ شہر ہے۔ جسے چاہیئے کہ بڑی سزا دی جائے۔ اس کے درمیان ہر طرح کا ظلم ہے۔ جس طرح سوتا اپنا پانی اچھالتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی خباثت کو اچھال رہی ہے۔ ظلم اور ستم کی صدا اس میں سنی جاتی ہے۔ ہر دم میرے سامنے دکھ درد اور زخم ہیں۔ اے یروشلم تربیت پذیر ہو تا نہ ہووے کہ میرا دل تجھ سے ہٹ جائے کہ میں تجھے ویران کر دوں اور بے چراغ زمین بناؤں۔

(یرمیاہ ۶: ۶ تا ۸)

پیشگوئیوں میں بعض اوقات کسی خاص مقام سے مراد اس کی وارث قوم ہوتی ہے۔ بائبل میں اس قسم کے محاورات کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لیئے جہاں کہیں یروشلم کی بدکاری کا ذکر ہے۔ وہاں بنی اسرائیل کی بدکاری مراد ہے۔ پس یروشلم سے مراد قوم یہود ہے۔ پیشگوئی کے ان الفاظ کو دیکھو۔

"رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو۔

قرآن شریف نے یوں ادا فرمایا ہے۔

"ما قطعتم من لینة او ترکتموها قائمة علی اصولها فباذن الله ولیخزی الفاسقین (سورہ حشر)

---

[1] طبری صفحہ ۱۴۵۲ — [2] پوری تفصیل طبری میں ہے صفحہ ۱۴۵۲ — [3] سیرۃ النبیؐ حصہ اول صفحہ ۴۱۲

Marfat.com

جو تم نے کھجور کا درخت کاٹا یا اسے اپنی جڑوں پر کھڑا چھوڑا سو اللہ کے اذن سے تھا۔ تاکہ وہ نافرمانوں کو رسوا کرے۔

بائیبل کے الفاظ "رب الافواج" فرماتا ہے کہ درخت کاٹ ڈالو" اور قرآن کریم کا ارشاد "فباذن اللہ" قابل غور ہیں۔ یرمیاہ نبی نے فرمایا کہ "میں تجھے ویران کر دوں۔ اور بے چراغ بناؤں"۔ اور قرآن کریم کا فرماتا ہے۔ "ولیخزی الفاسقین" اور دوسری جگہ فرمایا۔ "یخربون بیوتہم" وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو ویران کرتے تھے۔ غرض بنو نضیر یرمیاہ کی پیشگوئی کے مطابق اپنے گھروں کو تباہ و برباد کر کے ملک شام کو چلے گئے۔ اور پیش گوئی کو اپنے ہاتھوں سے پورا کر دیا۔

اسی طرح یسعیاہ نبی کی کتاب بلجم میں پیش گوئی موجود ہے: "باغی لڑکے دولت و خزانے کر اس قوم کے پاس جاتے ہیں جس سے ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا"۔ کچھ فائدہ نہ ہونے کا ظہور غزوہ خیبر میں ہوا تھا۔ جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

بنو قریظہ کا خاتمہ ۵ھ

جنگ احزاب میں بنو نضیر نے قریش اور قبائل عرب کو اکسانے اور چاروں طرف مخالفت اور عداوت کی آگ بھڑکانے میں بہت کوشش کی بنو قریظہ کو بھی بغاوت پر اکسایا۔ اول اول بنو قریظہ نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔ آخر حیی بن اخطب کا جادو چل گیا۔ اس نے سمجھایا کہ مسلمان ٹڈی دل لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ ان کی تباہی و بربادی کی گھڑیاں قریب آچکی ہیں۔ اب تمہیں یہ سنہری موقعہ ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ شہر کے اندر تم علم بغاوت بلند کر دو۔ اور باہر سے ہم حملہ کر دیں گے۔ اس طرح اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ اور یہ بھی کہا۔ اگر قریش خائب و خاسر لوٹ گئے۔ تو میں خود تمہارے قلعہ میں چلا آؤں گا چنانچہ اس نے یہ عہد پورا کیا۔ آخر بنو قریظہ نے مسلمانوں سے عہد شکنی کر کے قریش کے ساتھ معاہدہ کیا کہ وہ بھی جنگ میں ان کی اعانت کریں گے۔ قرآن مجید نے بھی اس کا ذکر سورۃ احزاب میں کیا ہے "الذین ظاهروهم من اهل الكتاب" یعنی اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے ان کفار کی مدد کی۔ تاریخ سے بھی ان کے جنگ میں عملاً حصہ لینے کی شہادت ملتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عورتوں پر حملہ کرنا چاہا۔ اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ان کا آخری فیصلہ کیا جائے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ سے فارغ ہو کر صحابہ کرام کو

Marfat.com

حکم دیا کہ ابھی ہتھیار نہ اتاریں۔ اور قریظہ کی طرف پیش قدمی کریں۔ جب مسلمان قلعوں کے پاس پہنچے۔ تو یہود نے اعلانیہ رسول کریم صلعم کو (نعوذ باللہ) دشنام دیں۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ جو ایک ماہ تک رہا۔ محاصرہ کی تنگی سے بنو قریظہ تنگ آ گئے۔ بالآخر انہوں نے آپؐ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضرت سعدؓ بن معاذ جو فیصلہ کریں۔ وہ منظور ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت تھی کہ جب تک کسی امر کے متعلق وحی نازل نہیں ہوتی تھی۔ آپ تورات کے احکام کی پابندی فرماتے تھے۔ حضرت سعد بن معاذ نے ضروری تحقیقات کے بعد یہ فیصلہ فرمایا۔

(۱) بنو قریظہ کے جنگجو مرد قتل کر دئے جائیں۔

(۲) عورتیں اور بچے مملوک بنا لئے جائیں۔

(۳) مال و اسباب غنیمت قرار دیا جائے۔[لہ]

مارگولوس کہتے ہیں۔ کہ "چونکہ سعد بن معاذ کو اس جنگ میں ایک قریظی نے تیر سے زخمی کیا تھا جس سے بالآخر وہ ہلاک ہو گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے بنو قریظہ کے لئے ایسا بے رحمانہ فیصلہ کیا"۔ وہ تیر انداز ابن العرقہ قریشی تھا۔ نہ کہ قریظی۔ صحیح بخاری اور مسلم میں صاف تصریح ہے۔

سعد بن معاذ نے وہ فیصلہ تورات کے مطابق کیا تھا۔ تورات کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰ آیت ۱۰ میں ہے۔

"جب کسی شہر پر حملہ کے لئے تو جائے۔ تو پہلے صلح کا پیغام دے۔ اگر وہ صلح تسلیم کر لیں۔ اور تیرے لئے دروازے کھول دیں۔ تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں۔ سب تیرے غلام ہو جائیں گے۔ لیکن اگر صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کر اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے۔ تو جس قدر مرد ہوں سب قتل کر دے۔ باقی بچے عورتیں جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں۔ سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گے"۔

اسی طرح تورات میں گنتی کے ۳۱ باب از ۷ تا ۳۵ آیات میں لکھا ہے۔

لہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۷۷ (باب جواز قتال من نقض العہد و جواز انزال اہل الحصون علی حکم حاکم عدل اہل للحکم)۔

Marfat.com

"۹- بنی اسرائیل نے مدیان کی عورتوں ان کے بچوں کو اسیر کیا۔ ان کے مواشی اور بھیڑ بکریاں اور مال و اسباب سب کچھ لوٹ لیا۔ اور ان کے سارے شہروں کو جن میں وہ رہتے تھے۔ اور ان کے سب قلعوں کو پھونک دیا۔ ۱۴۔ موسیٰ .... غصہ ہوا۔ ۱۵۔ کہ کیا تم نے سب عورتوں کو جیتا رکھا" ۱۷۔ "تم ان بچوں کو جتنے لڑکے ہیں، سب کو قتل کر دو.... اور ہر عورت جو مرد کی صحبت سے واقف تھی۔ جان سے مار دو" ۱۸۔ لیکن وہ لڑکیاں جو مرد کی صحبت سے واقف نہیں ہوئیں۔ ان کو اپنے لیئے زندہ رکھو۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے جب فیصلہ کیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ تم نے یہ آسمانی فیصلہ کیا ہے۔ یہ اسی توراۃ کے حکم کی طرف اشارہ تھا۔

مخالفین اسلام نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے فیصلہ کو رسول کریم صلعم کی سنگدلی پر محمول کیا ہے۔ اگر منصفانہ نظر سے واقعات کا مطالعہ کیا جائے۔ تو حقیقت آشکار ہو جاتی ہے

(۱) آنحضرت صلعم نے ان سے دوستانہ معاہدہ کیا تھا۔ جس میں جان و مال کی حفاظت اور مذہب کی آزادی کا اقرار کیا گیا تھا لیکن انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لیئے قریش مکہ کے ساتھ سازش کر لی۔ اور جنگ احزاب میں عملاً حصہ لیا۔

(۲) عورتوں پر حملہ کرنا چاہا۔

(۳) جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ یہ فیصلہ ان کی شریعت کے مطابق تھا۔ اور یہود خود بھی اپنے دشمنوں سے جنگ میں یہی سلوک کرتے تھے۔

(۴) حضرت سعد بن معاذؓ کو خود انہوں نے ہی منصف مانا تھا۔

(۵) اگر یہ لوگ خود نبی کریمؐ کے فیصلہ پر راضی ہو جاتے۔ تو آپؐ ان سے وہی سلوک کرتے۔ جو ان سے پہلے بنو قینقاع اور بنو نضیر سے کیا تھا۔ یعنی ان کو جلاوطن کر دیتے۔

اس تہذیب کے زمانہ میں اگر کوئی قوم غداری اور عہد شکنی کرے۔ تو اس سے نرم سلوک نہیں کیا جاتا۔ بلکہ ایسی سزائیں دی جاتی ہیں۔ جن سے دوسرے عبرت حاصل کریں۔

مقتل میں یہود کی حوصلہ مندی

جب حی بن اخطب مقتل میں لایا گیا۔ تو رسول کریم صلعم کو دیکھ کر یہ فقرے کہے

اما واللہ ما لمت نفسی فی عداوتک ولکنہ من یخذل اللہ یخذل۔

Marfat.com

ہاں خدا کی قسم! مجھے یہ افسوس نہیں ہے کہ میں نے کیوں تیری عداوت کی۔ لیکن بات یہ ہے جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا "اے لوگو! خدا کے حکم سے گھبرانا مردانگی نہیں ہم بنی اسرائیل کی یہ مصیبت بھی ہمارے نوشتوں میں تھی۔

زبیر بن باطا قریظی نے حضرت ثابت بن قیس کی یوم بعاث میں جان بچائی تھی۔ تو ثابت نے احسان کا بدلہ اتارنے کے لیے رسول کریم صلعم سے زبیر کی جان بخشی کے لیے سفارش کی آپ نے زبیر کا خون معاف کر دیا۔ مگر اس نے کہا "میں مردِ مُسن ہوں۔ اپنے اہل اور لڑکوں کے بغیر زندگی کا لطف کیا ہے۔ حضرت ثابت کی سفارش پر آپ نے مجرم کے لڑکوں کا خون معاف کر دیا۔ اور بیوی کو آزاد کر دیا۔ اب زبیر نے کعب۔ ابن اخطب عزال بن سموال اور دوسرے روساء بنو قریظہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ اور ان کا انجام معلوم ہونے کے بعد زبیر نے کہا "کہ مجھے بھی جلد میری قوم کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اُن کے بغیر میری زندگی کا کیا لطف"

جلد ہی زبیر کو قتل کر دیا گیا۔

مقتولین میں سے ایک یہودیہ تھی۔ وہ اس قصاص میں قتل کی جا رہی تھی۔ اس نے قلعہ پر سے ایک پتھر گرا کر ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا۔ اس عورت نے جس دلیری سے جان دی۔ سنن ابی داؤد میں وہ واقعہ درج ہے کہ مقتل میں ایک ایک مجرم کو عدم کی طرف روانہ کیا جا رہا تھا۔ وہ یہودیہ بے تکلف حضرت عائشہؓ سے باتیں کرتی جاتی تھی۔ قاتل نے اس کا نام پکارا۔ ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہاں؟ جواب دیا۔ میں نے ایک جرم کیا تھا۔ اس کی سزا لینے جا رہی ہوں۔ اور خوشی خوشی تلوار کی دھار کے نیچے سر رکھ دیا۔

مقتولین کی تعداد ارباب سیر نے ۶۰۰ سے زائد بیان کی ہے۔ لیکن صحاح میں ۴۰۰ ہے۔

بنو قریظہ کی جلا وطنی کی پیشگوئی وید میں

اس سے قبل جنگ احزاب کے متعلق اتھروید کی پیشگوئی پر بحث کی جا چکی ہے اس کے بعد ایک جنگ کا ذکر ہے۔

Marfat.com

"وہ تو ایک جنگ سے دوسرے جنگ کی طرف بہادری سے جاتا ہے۔ قلعہ کے بعد قلعہ کو اپنی طاقت سے اس جگہ توڑتا ہے۔ نماز پڑھنے والے یا اپنے مسلم محبوبوں کے ساتھ تو سے اندر دوڑ پڑے ہوئے۔ دھوکہ باز۔ عہد شکن نموچی نام کو تو نے قتل کیا" (اتھر وید کانڈ ۲۰ سوکت ۲۱ منتر ۷)

منتر کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس جنگ کے بعد وہ خدا کا محبوب فوراً ہی دوسرے جنگ کے لئے تیار ہو گیا۔ یہ بے مثل شجاعت و بہادری کا کام جنگ احزاب کے بعد ہوا۔ جب کہ صحابہ کرامؓ کمریں کھولنے نہ پائے تھے کہ دوسرے جنگ کی تیاری کا حکم دے دیا گیا۔ پہلی جنگ میں قلعوں کا ذکر نہیں لیکن دوسری جنگ میں قلعہ کے بعد قلعہ فتح کرنے کا ذکر آتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا ہے۔ وانزل الذین ظاھروھم من اھل الکتاب من صیاصیھم وقذف فی قلوبھم الرعب فریقا تقتلون وتاسرون فریقا۔ (احزاب)

وید کی پیشگوئی میں یہود کی صفت "دوڑ پڑے ہوئے" لوگ قرار دیا ہے۔ بائیبل نے بھی اس قوم کے متعلق روکی ہوئی قوم کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ دوسری صفت دھوکہ باز اور عہد شکن بتائی گئی ہے۔ اس قوم نے رسول کریم سے معاہدہ کر کے توڑ دیا تھا اور مسلمانوں کو ہر قسم کی گزند پہنچانے کی کوشش کی۔ اور اس جرم کی وجہ سے واجب القتل قرار پائی۔

ریحانہ کا غلط واقعہ

متعدد ارباب سیر نے لکھا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کے اسیروں میں سے ایک یہودیہ جس کا نام ریحانہ تھا۔ اس کی نسبت حکم دیا کہ الگ کر لیا جائے۔ اور پھر چند روز کے بعد اس کو اپنے حرم میں داخل کر لیا۔ بعض مستشرقین نے اس واقعہ کو صحیح قرار دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نہایت ہی طعن آمیز الفاظ لکھے ہیں جن کا یہاں اعادہ کرنا مناسب نہیں۔

ریحانہ کے متعلق تاریخوں میں تین قسم کی روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ نے آزاد کیا۔ اور وہ اپنے خاندان کے پاس جا کر پردہ نشین ہو کر زندگی بسر کی۔ حافظ ابن عقدہ کی کتاب طبقات الصحابہؓ میں یہ الفاظ ہیں۔

Marfat.com

"واستسری ریحانۃ من بنی قریظۃ ثم اعتقھا فلحقت باھلھا واحتجبت وھی عند اھلھا"

یعنی: بنو قریظہ سے ریحانہ کو گرفتار کیا، پھر آزاد کر دیا۔ وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور ان میں ہی پردہ نشین ہو کر رہیں۔

دوسری قسم کی روایت یہ ہے کہ آپ نے ریحانہ کو آزاد کر کے نکاح کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باندی بن کر رہنا پسند کیا۔ یہ روایت ابن اسحاق کی ہے۔

تیسری قسم کی روایت یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پیش کیا۔ تو انہوں نے خوشدلی [سے قبول] کر لیا۔ تو آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا۔ یہ روایت واقدی کی ہے۔ ابن سعد نے واقدی کی جو روایت نقل کی ہے۔ اس میں ریحانہ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں۔

"فاعتقنی وتزوج لی" آپ نے مجھے آزاد کر دیا۔ اور پھر مجھ سے نکاح لیا۔

حافظ ابن حجر نے اصابہ میں محمد بن الحسن کی تاریخ مدینہ سے جو روایت نقل کی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ وکانت ریحانۃ القریظیۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسکنہ

(ریحانہ جو رسول کریم صلعم کی زوجہ تھیں۔ آپ کے ساتھ رہتی تھیں)

حافظ ابن مندہ کی عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے ان کو آزاد کر دیا تھا وہ اپنے خاندان میں جا کر پردہ نشین ہو کر رہیں۔ یہی واقعہ صحیح ہے۔ اگر بعض دوسری روایات کی بنا پر یہ مان لیا جائے کہ وہ حرم نبوی میں آئیں۔ تب بھی وہ منکوحات میں تھیں۔ لونڈی نہ تھیں۔

Marfat.com

غزوۂ خیبر

مورخین کا غزوۂ خیبر کے سن کے متعلق اختلاف ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ خیبر ۶ھ میں فتح ہوا۔ اور جمہور کا خیال ہے۔ ۷ھ میں فتح ہوا۔ ابن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ مجھے زہری سے انہیں عروہ سے انہیں مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ سے روایت پہنچی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے سال تشریف لے گئے۔ ابھی مکہ و مدینہ کے درمیان تھے کہ سورہ فتح نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خیبر عطا فرمایا۔ اور مغانم کثیرہ کا وعدہ فرمایا۔ اس طرح یہ خیبر (کی فتح و غنائم) جلد عطا کر دی گئی۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کے مہینہ میں مدینہ واپس تشریف لائے اور تھوڑی مدت ہی ٹھہر کر محرم کے مہینے میں خیبر تشریف لے گئے۔[1]

خیبر مدینہ منورہ سے دو سو میل کے فاصلہ پر واقع ہے[2]۔ یہاں یہود نے نہایت مضبوط قلعے بنائے ہوئے تھے۔ جن میں سے بعض کے آثار اب تک باقی ہیں۔

خیبر یہودی قوت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ بنو نضیر مدینہ سے جلاوطنی کے بعد یہاں آکر آباد ہوئے تھے۔ ان کے دل اسلام کی عداوت میں جل رہے تھے۔ تو انہوں نے تمام قبائل عرب اور قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لیئے برانگیختہ کیا۔ جس کے نتیجے میں احزاب کا معرکہ ہوا۔

حی بن اخطب کے قتل کے بعد ابو رافع سلام بن ابی الحقیق اس کا جانشین ہوا قبیلہ غطفان کی آبادی خیبر سے متصل تھی۔ اور وہ یہود خیبر کے حلیف اور ہم عہد تھے۔ سلام نے قبیلہ غطفان اور آس پاس کے قبائل کو اسلام کے خلاف اکسایا۔ اور ایک لشکر جرار اکٹھا کر کے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب رسول کریمؐ کو علم ہوا۔ تو آپؐ کے ایماء سے رمضان ۶ھ میں حضرت عبداللہ بن عتیک کے ہاتھ سے اپنے قلعہ میں ہی سوتا ہوا قتل کر دیا گیا۔ سلام کے بعد اُسیر بن رزام نے عنان ریاست اپنے ہاتھ میں لی اور غطفان اور دیگر قبائل میں دورہ کر کے ایک عظیم الشان فوج تیار کی۔ رسول کریم صلعم کو یہ خبریں پہنچیں

---

[1] زاد المعاد مترجم مصنفہ ابن قیمؒ صفحہ ۲۳ [2] مارگیولیس صفحہ ۳۵۶ - [3] ابن خلدون جلد ۲ و تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۴۳ باب غزوہ خیبر۔

Marfat.com

تو آپؐ نے عبد اللہ بن رواحہؓ کو چند صحابہ کے ساتھ تحقیق کے لیئے روانہ کیا۔ انہوں نے چھپ کر اُسیر کی زبانی تمام تدابیر سنیں۔ اور واپس آکر رسول کریم صلعم کو گوش گزار کیں۔ آپؐ نے دوبارہ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو تیس آدمیوں کے ساتھ خیبر روانہ کیا۔ وہ اسیر سے ملے۔ اور کہا کہ ہم کو رسول کریم صلعم نے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ اگر تم مدینہ آجاؤ تو خیبر کی حکومت تم کو دے دی جائے گی۔ چنانچہ وہ بھی تیس آدمیوں کو لے کر خیبر سے نکلا۔ ایک ایک اونٹ پر ایک یہودی اور ایک مسلمان ہم رکاب تھے۔ قرقرہ پہنچ کر اُسیر نے عبد اللہ بن انیس پر حملہ کرنا چاہا۔ تو عبد اللہ نے بڑھ کر اُسیر کا خاتمہ کر دیا۔ اب مسلمان یہود پر ٹوٹ پڑے اور ایک کے سوا سب کا خاتمہ کر دیا۔ یہ آخر ۶ھ کا واقعہ ہے۔

سلام بن ابی الحقیق کے قتل کے بعد اس کا بھتیجا کنانہ بن الربیع بن ابی الحقیق نے زمام امارت ہاتھ میں لی۔ اور قبیلہ غطفان کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں پر حملہ کرو تو ہم نخلستان کی نصف پیداوار تم کو دیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ غطفان نے اس کو منظور کر لیا۔ عام روایتوں میں ہے کہ غطفان نے مسلمانوں کے خوف سے اس کو منظور نہ کیا۔ لیکن امر واقع یہ ہے کہ غطفان نے مسلمانوں کے خلاف یہود کی پوری پوری اعانت کی۔ چنانچہ غطفان کا ایک طاقتور قبیلہ بنو فزارہ خود خیبر میں آیا - اور مدد کا وعدہ کیا۔ جب رسول کریم کو اس بات کا علم ہوا۔ تو خط لکھا کہ خیبر والوں کی مدد سے باز آؤ۔ خیبر کی فتح کے بعد تم کو بھی حصہ دیا جائے گا۔ لیکن بنو فزارہ نے انکار کر دیا۔ اس کے علاوہ غطفان نے مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔

اس قبیلہ کے چند آدمیوں نے عبد الرحمان بن عینیہ کی سرداری میں ذی قرد کی چراگاہ پر چھاپا مارا۔ حضرت ابوذرؓ کے صاحبزادے کو قتل کر کے ۲۰ اونٹنیاں اور اُن کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے لیکن مسلمانوں کی بروقت مدد سے اونٹنیوں اور حضرت ابوذرؓ کی بہو کو چھڑا لیا گیا۔ اس واقعہ کے تین دن بعد خیبر کی جنگ ہوئی۔

خیبر پر حملہ کی تیاری

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان اور یہود کے حملوں کی مدافعت کے لیئے محرم ۷ھ

لہ تاریخ خمیس جلد ۲ صفحہ ۴۰

Marfat.com

نے اس لشکر کو روانگی کا حکم دیا۔ جو صلح حدیبیہ میں شامل تھے۔ اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کی شمولیت سے انکار تو نہ فرمایا مگر انہیں غنیمت سے مستثنیٰ فرما دیا۔[1]

لشکر کی تعداد سولہ سو (۱۶۰۰) تھی۔ جن میں دو سو سوار اور باقی پیدل تھے۔ ازواج مطہرات میں سے ام سلمہؓ ساتھ تھیں۔ حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ کا افسر مقرر کیا تھا۔

آپؐ نے تین علم تیار کرائے۔ ایک ایک حضرت حبابؓ بن منذر اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو عنایت فرمائے۔ ایک خاص علم جس کا پھریرا حضرت عائشہؓ کی ردا سے تیار ہوا تھا۔ وہ حضرت علیؓ کو دیا۔ حضرت عامرؓ بن الاکوع یہ اشعار پڑھتے ہوئے آگے چلے۔

اللهم لولا انت ما اهتدينا — اے اللہ اگر تو ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہدایت پر نہ آتے۔
ولا تصدقنا ولا صلينا — اور نہ ہم صدقہ کرتے۔ اور نہ نماز پڑھتے۔
فاغفر فدی لك ما اقتفينا — ہمیں بخش دے ہم تجھ پہ فدا ہوں۔
وثبت الاقدام ان لاقينا — ہمیں لڑائی میں ثابت قدم رکھنا۔
وانزلن سكينة علينا — اور ہم پہ سکینت نازل فرما۔
وانا اذا صيح بنا اتينا — اور جب ہمیں بلایا جائے گا ہم حاضر ہوں گے۔
وبالصياح عولوا علينا — جنگوں میں ہم پہ اعتماد کیا گیا
وان ارادوا فتنة ابينا — اگر ہمیں بعض گمراہ کرنا چاہیں گے۔ ہم انکار کریں گے

اس لڑائی میں رسول کریم صلعم کی اجازت کے بغیر چند عورتیں لشکر کے ساتھ ہو لی تھیں آپؐ کو علم ہوا تو ان کو بلایا۔ اور غضب کے لہجہ میں فرمایا۔ "تم کس کے ساتھ آئیں۔ اور کس کی اجازت سے آئیں" بولیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس لیئے آئی ہیں کہ چرخہ کات کر کچھ پیدا کریں گی۔ اور اس کام میں مدد دیں گی۔ ہمارے پاس زخمیوں کے لیئے مرہم پٹی ہے اس کے علاوہ ہم مجاہدین کو تیر اٹھا اٹھا کر دیں گی۔ فتح کے بعد آپؐ نے ان پردہ نشینوں

---

[1] حیات محمد ص ۳۸۲ اردو ایڈیشن۔ ص ۵۲ یہ اشعار زاد المعاد حصہ دوم سے نقل کیئے گئے ہیں صحیح مسلم و بخاری میں اشعار اختلاف کے ساتھ درج ہیں۔

Marfat.com

کو بھی مال غنیمت میں سے دیا۔

آپؐ نے خیبر او ربنی غطفان کے درمیان مقام رجیع میں فوجیں اتاریں۔ بنو غطفان کو یہ خوف لاحق ہوا کہ مسلمان ہماری بستیوں پر حملہ آور ہوں گے۔ اس وجہ سے وہ اپنے گھروں میں ہی مدافعت کے لیئے موجود رہے۔ اور خیبر کے یہودیوں کی اعانت کے لئے نہ نکلے۔

خیبر میں دس قلعے تھے۔ جن میں بیس ہزار جنگی سپاہی رہتے تھے۔ (۱) ناعم (۲) نطاۃ (۳) صعب ابن معاذ۔ (۴) قلعہ الزبیر (۵) حصن شق۔ (۶) حصن البر (۷) حصن ابی (۸) قموص (۹) وطیح (۱۰) سلالم۔

ان سب میں قموص نہایت مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا۔ مرحب عرب کا مشہور پہلوان اسی قلعہ کا رئیس اعظم تھا۔ ابن ابی الحقیق کا خاندان بھی یہیں رہتا تھا۔

لشکر اسلام نے مقام صہبا میں پہنچ کر عصر کی نماز ادا کی۔ پھر وہاں ہی ستو پانی میں گھول کر نوش کیئے۔ رات ہوتے ہوتے لشکر اسلام خیبر کے سواد میں پہنچ گیا۔ آپ نے صحابہ کو ارشاد فرمایا کہ ٹھہر جاؤ۔ وہاں یہ دعا مانگی۔

اللھم نسألك خیر ھذہ القریة وخیر اھلھا وخیر فیھا۔ ونعوذبك من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا (ابن ہشام)

اے اللہ! ہم تجھ سے اس بستی کی اس بسنے والوں کی۔ اور بستی کی چیزوں کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ان سب کی برائیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔

محاصرہ

لشکر اسلام نے خیبر کے قلعوں کو چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا۔ اور یہود نے سلام بن مشکم کی رائے سے مال واسباب مستورات اور بچوں کو قلعہ وطیح وسلالم میں بھیج دیا۔ رسد اور غلہ قلعہ ناعم میں جمع کر دیا۔

فوجیں غنیم کے حملے سے عہدہ برآ ہونے کے لیئے قلعہ نطاۃ اور قموص میں جمع ہو گئیں۔

جب رسول کریم صلعم نے دیکھا کہ یہود جنگ کے لیئے آمادہ ہو گئے ہیں۔ تو آپؐ نے صحابہ کو جہاد کی ترغیب دی۔[1]

[1] تاریخ خمیس

Marfat.com

قلعہ ناعم کی فتح

سب سے پہلے لشکر اسلام قلعہ ناعم کی طرف بڑھا۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ نے خوب شجاعت کے جوہر دکھائے۔

گرمی کی شدت تھی۔ تھک کر آرام کرنے کے لیئے دیوار کے سائے کے نیچے بیٹھے تو کنانہ بن الربیع نے فصیل سے چکی کا پاٹ ان کے سر پر گرا دیا۔ جس کی چوٹ سے وفات پائی۔ قلعہ بہت جلد مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔

قلعہ قموص کی فتح

یہ قلعہ مرحب اور ابن ابی الحقیق کا مسکن تھا۔ اس قلعہ کے فتح کرنے کے لیئے رسول کریم صلعم نے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو بھیجا۔ مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ وہ بھی قلعہ سر نہ کر سکے۔ جب قلعہ فتح کرنے میں زیادہ دیر ہوئی۔ تو ایک دن شام کو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ "کل میں اس شخص کو علم دوں گا۔ جس کے ہاتھ پر خدا فتح دیگا اور جو خدا اور خدا کے رسول کو چاہتا ہے۔ اور خدا اور خدا کا رسول بھی اس کو چاہتے ہیں"[1]

تمام صحابہؓ نے رات اسی امید اور انتظاری میں کاٹی کہ دیکھئے۔ کل قیادت کا علم کس کے ہاتھ میں آتا ہے۔

صبح ہوئی۔ تو رسول کریم صلعم نے آواز دی کہ علیؓ کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے جواب دیا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ان کو بلایا جائے۔ حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ آپ نے لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگایا۔ اور دعا فرمائی۔ تو آنکھیں ٹھیک ہو گئیں تو آپ نے ان کو علم عنایت فرمایا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "کیا یہود کو بزور شمشیر مسلمان بنالیں؟"

آپ نے جواب دیا "محبت اور نرمی سے ان پہ اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے"[2]

مرحب پوری طرح اسلحہ باندھ کر یہ رجز پڑھتا ہوا باہر نکلا۔

قد علمت خیبر انی مرحب   شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں ہتھیار بند بہادر اور مرد میدان ہوں۔

---

[2] یہ واقعہ صحیح بخاری میں منقول ہے۔

Marfat.com

اطعن احیاناً وحیناً اضرب　　اذا اللیوث اقبلت تحرب

جب شیر جب پر حملہ کرتا ہے۔ تو کبھی اسے تلوار سے مارتا ہوں اور کبھی نیزہ چبھو دیتا ہوں

ان حمای للحمی لا یقرب　　یحجم عن صولتی المجرب

میں ایسی چراگاہ کا مالک ہوں کہ میرے آزمودہ جنگ ہونے کی وجہ سے جس کے قریب جان

موت کو مول لینا ہے۔

مرحب کے جواب میں حضرت علیؓ نے یہ رجز پڑھا۔

انا الذی سمتنی امی حیدر　　کلیث غابات کریہ المنظر

میں وہ ہوں کہ جس کی ماں نے حیدر نام رکھا۔ جنگلوں کے شیروں کی طرح خوفناک ہوں۔

مرحب آگے بڑھا۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس زور سے تلوار ماری کہ وہ ایک ہی ضرب سے واصل جہنم ہوا۔

اس مہم میں حضرت علیؓ کے بارے میں مجیر العقول اور مبالغہ آمیز داستانیں پھیلائی گئی ہیں ان کے متعلق علامہ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں تصریح کی ہے کہ کلھا واھیۃ۔ یعنی سب لغو داستانیں ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ مرحب کا نعرہ مبارزت سن کر رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ "اس کا کون مقابلہ کرے گا"۔ حضرت محمد بن مسلمہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ کل اس کے ہاتھ سے میرا بھائی (محمود) شہید ہوا تھا"۔ اجازت نبوی سے دونوں میں مقابلہ ہوا۔ تو حضرت محمد بن مسلمہ نے دشمن خدا کو تلوار کے ایک ہی وار سے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

صحیح مسلم اور حاکم جلد ۲ صفحہ ۳۹ میں حضرت علیؓ کو ہی مرحب کا قاتل اور خیبر کا فاتح لکھا ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔

یاسر اور زبیر کا مقابلہ

مرحب کے مرنے کے بعد یاسر یہودی ھل من مبارز کا نعرہ لگاتے ہوئے نکلا۔ اس کے مقابلہ میں حضرت زبیرؓ نکلے۔ چنانچہ حضرت زبیرؓ نے اسے قتل کر دیا۔

یہ قلعہ ۲۰ دن کے محاصرہ کے بعد فتح ہوا۔ اسی قلعہ میں سے صفیہ بنت حی اخطب اور دوسرے بہت سے قیدی مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ صفیہ کی شادی کنانہ بن الربیع سے ہوئی تھی۔ گرفتاری کے بعد وہ حضرت دحیہ کے حصہ میں آئیں۔ ان سے آپ نے خرید کر آزاد

Marfat.com

کر دیا۔ پھر وہ آپ کی زوجیت میں آگئیں۔

قلعہ قموص کے بعد صعب بن معاذ کا قلعہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ اس کے بعد خیبر کا چوتھا قلعہ بھی فتح ہو گیا۔

آخر میں وطیح اور سلالم دو قلعے باقی رہ گئے۔ ان دونوں کا مسلمانوں نے دس دن تک محاصرہ کیا۔ محاصرہ کی شدت کو دیکھ کر یہود نے رسول کریم صلعم سے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دیجئے۔ ہم پیداوار کا نصف ادا کریں گے۔ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔

اس جنگ میں پندرہ مسلمان شہید ہوئے۔ اور ۹۳ یہودی مارے گئے۔

زہر آلود گوشت سے رسول کریم صلعم کی ضیافت

یہودیوں کے سردار سلام بن مشکم کی بیوی زینب بنت الحرث نے بکری کا بھنا ہوا زہر آلود گوشت آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اس کو چکھتے ہی تھوک دیا۔ اور فرمایا "ان ھذا العظم لیخبرنی انہ مسموم" یعنی گوشت کے پارہ نے ہی مجھے اپنا زہر آلود ہونا بتا دیا ہے۔ مگر آپ کے ایک ساتھی بشر ابن البراء نے لقمہ نگل لیا تھا۔ چنانچہ وہ دو تین دن کے بعد شہید ہو گئے۔ زینب کو بلایا گیا۔ اس نے زہر ملانے کا اقرار کر لیا۔ وہ وارثان بشر کے حوالے کی گئی۔ اور قصاص میں قتل کر دی گئی۔

تقسیم زمین

خیبر کی مفتوحہ اراضی برابر دو حصوں میں تقسیم کی گئی۔ نصف بیت المال۔ مہمانی، سفارت وغیرہ کے اخراجات کے لیئے خاص کی گئی۔ باقی نصف مجاہدین پر مساوی حصوں میں تقسیم کی گئی۔ سواروں کو گھوڑوں کے مصارف کے لیئے پیدل غازی سے دو گنا ملا۔ رسول کریم صلعم کو بھی عام مجاہدین کے برابر ایک حصہ ملا۔

فقہی احکام

غزوہ خیبر کے موقعہ پر چند فقہی احکام نازل ہوئے۔ جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) پنجہ دار پرند حرام ہو گئے۔

(۲) درندہ جانور حرام کر دئے گئے۔

(۳) گدھا اور خچر حرام کر دیا گیا۔

Marfat.com

(۴) متعہ کو مسلمانوں کے لیئے ہمیشہ کے لیئے حرام کر دیا گیا۔
(۵) چاندی سونے کا بہ تفاضل خریدنا حرام ہوگیا۔
(۶) عرب میں معمول تھا کہ لونڈیوں سے فوراً تمتع جائز سمجھا جاتا تھا۔ اب یہ شرط لگادی اگر وہ حاملہ ہے۔ تو وضع حمل تک ورنہ ایک ماہ تک تمتع جائز نہیں۔
(۷) کیا اشہر حرم میں قتال جائز ہے۔ بہت سے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ اوائل میں ان مہینوں میں قتال شرعاً ممنوع تھی لیکن پھر وہ حکم منسوخ ہوگیا۔ انہوں نے استدلال کیا ہے کہ فتح مکہ طائف کا محاصرہ۔ اور بیعت رضوان یہ سب ماہ حرام میں ہوئے تھے۔ اس لیئے اگر ماہ حرام میں قتال جائز نہ ہوتی۔ تو رسول کریمؐ کیونکر جائز رکھتے۔
آئمہ اربعہؒ اور حضرت عطا کا یہ مذہب ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ حضرت عطا اللہ تم کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ اشہر حرم میں قتال حلال نہیں اور اس کی حرمت منسوخ نہیں ہوئی۔[1]
صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تو حکم منسوخ ہوا اور نہ لڑائی جائز ہے۔ صرف اشہر حرم میں دفاعی مہم جائز ہے۔

یہود کے بقیہ مراکز:

(۱) فدک۔ فدک کے یہودی خیبر کی خبروں سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ اس وجہ سے انہوں نے خود ہی رسول کریم صلعم کو پیغام بھیجا کہ ہم کو صرف ہماری جانوں کی امان دی جائے مال و اسباب سے کوئی واسطہ نہیں۔ آپؐ نے درخواست منظور فرمالی۔ کیونکہ فدک بغیر جد و جہد لڑائی کے فتح ہوا تھا۔ لہذا خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق آپؐ نے اسے خالصہ کے طور پر اپنے لیئے مختص کر لیا۔
(ب) وادی القریٰ۔ یہ بستیاں خیبر اور مدینہ کی گذرگاہ پر واقع تھیں۔ جب لشکر اسلام ان بستیوں کی طرف آیا۔ تو یہود نے تیر برسانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار انہوں نے بھی نصف بٹائی پر اطاعت قبول کر لی۔ صرف ایک مسلمان شہید ہوا۔
(ج) وادی تیماء۔ اسی راہ گذر پر وادی تیماء ہے۔ یہاں کے یہودیوں نے بغیر مقابلہ کے وادی القریٰ والوں کی طرح اطاعت قبول کر لی۔
(د) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے یہود بنو عریض اور بنو غازیہ کے ساتھ اطاعت اور ادائے جزیہ پر معاہدہ کر لیا۔

---

[1] زاد المعاد مصنفہ ابن قیم ذکر فتح خیبر

Marfat.com

عرب میں مسلمانوں کے دشمن صرف دو تھے۔ مشرکین اور یہود۔ ایک اور دشمن گروہ نے مسلمانوں کے اندر سے جنم لیا۔ وہ منافق تھے۔ یہ تینوں گروہ اسلام کی مخالفت میں کنفس واحد تھے صلح حدیبیہ سے مشرکین مکہ کی مخالفت کے بادل چھٹ گئے۔ خیبر اور دوسرے یہود کے مراکز فتح ہونے سے یہود کی طاقت ٹوٹ گئی۔

اس وجہ سے ان کا جابرانہ اور خودغرضانہ اقتدار ختم ہو گیا۔ اور ان کی طرف سے فتنوں سازشوں اور آئے دن کی چھیڑ چھاڑ کا دروازہ بند ہو گیا۔ ساتھ ہی منافقوں کی مخالفت ھباً منثورا ہو گئی۔

فتح خیبر کے بعد

فتح خیبر سے واپسی کے وقت ایک منزل پر رات کاٹی۔ صبح کے وقت کسی کی آنکھ نہ کھلی۔ آفتاب نکل آیا۔ تو سب سے پہلے رسول کریم صلعم بیدار ہوئے۔ آپ نے سب کو جگایا اور تھوڑے فاصلے پر جا کر آپ نے نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اگر اس طرح آنکھ نہ کھلے تو جب بیدار ہوا کرو۔ اسی وقت نماز ادا کیا کرو۔

فتح خیبر کے اموال غنیمت اور زرعی اراضی سے جو مسلمانوں میں تقسیم ہوئی۔ مہاجرین کا افلاس دور ہو گیا۔ اور وہ صاحب جائداد ہو گئے۔ اور ان کو انصار کی مالی امداد کی حاجت نہ رہی۔

Marfat.com

سنہ ۶ھ

صلح حدیبیہ و بیعت رضوان

(۱) وان جنحوا للسلم فاجنح لہا وتوکل علی اللہ (انفال)

اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو اسی طرف جھک اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر،

(۲) انا فتحنا لک فتحا مبینا۔ لیغفر لک اللہ ما تقدم من

ہم نے تیرے لئے ایک کھلی فتح (کی راہ) کھول دی ہے تاکہ اللہ تیرے لئے اس کی حفاظت

ذنبک وما تاخر ویتم نعمتہ علیک ویہدیک صراطا مستقیما

کرے جو تیرے مزعومہ قصور سے پہلے گزر چکا ہے۔ اور جو پیچھے رہا اور اپنی نعمت کو تجھ پر پورا

وینصرک اللہ نصرا عزیزا (الفتح)

کرے اور تجھے سیدھے رستے پر چلائے۔ اور اللہ تیری زبردست نصرت سے مدد کرے۔ (محمد علی)

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا۔

عدوان اسلام نے اسلام کے پودے کو کئی بار جڑ سے اکھاڑ دینے کی ہر ممکن سعی کی لیکن ہر بار ناکامی و نامرادی سے ہمکنار ہوئے۔ آخری کوشش غزوہ احزاب کی صورت میں ظاہر ہوئی۔ جب کہ تمام قبائل متحد ہو کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ اندر سے منافقوں اور یہودیوں نے بھی ساتھ دیا۔ لیکن اسلام کو کوئی گزند نہ پہنچا سکے۔ اور دلوں میں حسرت اور یاس کی آگ لے کر واپس چلے گئے۔ اس ناکامی نے ثابت کر دیا کہ اسلام کے پیچھے کوئی ایسی غیبی طاقت ہے کہ عرب کی متحد طاقت بھی اس کو تباہ و برباد کرنے میں ناکام رہی ہے۔ یہ مخالفین کی آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد مدینہ پر حملہ آور نہیں ہو سکے۔

ان واقعات کو پڑھ کر دشمن اور دوست اس بات کا اعتراف کرے گا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا۔ بلکہ عداوتوں کے بادلوں کے سائے کے نیچے تلوار کا مقابلہ کرتے ہوئے پھیلا۔ اور دلوں پر اپنی حقانیت اور صداقت کی مہر ثبت کر دی۔

تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ جتنی دشمنی کی آندھیاں اور مخالفتوں کے

Marfat.com

طوفان اسلام کو جڑ سے ہلانے کے لئے اٹھتے تھے۔ اتنا ہی اسلام زیادہ سرسبز اور شاداب ہوتا تھا۔ اور یہ تمام مخالفتیں اس کے لئے کھاد کا کام دیتی تھیں۔

جنگ احزاب پر قریباً ایک سال کی مدت گزر گئی۔ موسم حج قریب آیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں دیکھا کہ آپؐ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس رؤیا کے پیش نظر آپؐ نے بیت اللہ کی زیارت کرنے کا اعلان فرمایا۔ تو یہ خبر سرعت کے ساتھ مدینہ میں پھیل گئی۔ کیونکہ صحابہ پہلے سے ہی اس سعید گھڑی کے منتظر تھے۔ ان کی ارواح بیت اللہ کی زیارت کے لئے تڑپتی تھیں۔ ان کے قلوب میں بیت اللہ کی یاد گدگدی لیتی رہتی تھی۔ حضرت بلالؓ اکثر رو رو کر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃً	کاش کہ وہ دن پھر آجائے کہ میں مکہ کی وادی میں
بواد و حولی اذخر و جلیل	ایک رات بسر کروں اور میرے پاس اذخر اور جلیل ہوں
وھل اردن یوماً میاہ مجنۃ	اور کیا وہ دن بھی آئے گا کہ میں مجنہ کے چشموں پر اتروں
وھل یبدون لی شامۃ و طفیل[1]	اور شامہ اور طفیل مجھ کو دکھائی دیں۔

حالانکہ مکہ کی وہ زمین ہے۔ جہاں اُن پر مصائب و آلام کے پہاڑ توڑے گئے۔ اور بے سرو سامانی کی حالت میں گھروں سے نکالا گیا

کعبہ اسلام کا اصلی مرکز تھا۔ جس کی بنیاد دو مقدس نبیوں (حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام) نے رکھی تھی۔ اس گھر کی تعظیم سب کو تسلیم تھی۔ اور ہمیشہ سے حج کے مناسک ادا ہوتے چلے آرہے تھے۔ اور حج کے ایام میں لڑائیوں کو بھی ملتوی کر دیا جاتا تھا۔ وہ قبائل جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوتے تھے۔ ایک میدان میں جمع نظر آتے تھے۔ اور شیر و شکر ہو کر ملتے تھے۔ خطرناک سے خطرناک دشمن کو بھی حج سے نہیں روکا جاتا تھا۔ اس وجہ سے رسول کریمؐ کو خیال تھا کہ قریش مکہ حج کرنے میں آپ کے مزاحم نہیں ہوں گے۔ سو آپؐ چودہ سو پاکباز مقدس صحابہ کے ساتھ ذی قعدہ ۶ھ ہجری میں عمرہ کے لئے عازم مکہ ہوئے۔ حضرت ام سلمہ بھی ساتھ تھیں۔ قربانی کے اونٹ بھی ساتھ تھے۔ حذر و احتیاط کے لئے آپ نے حکم دیا کہ کوئی بھی جنگ کے ہتھیار اور سامان ساتھ نہ لے۔ تاکہ قریش مزاحمت کا بہانہ نہ بنالیں۔ صرف تلوار جو عرب کا ضروری اسلحہ تھا۔ ساتھ لی جائے۔ اس میں بھی یہ شرط تھی کہ نیام میں بند ہو۔

جب آپ ذوالحلیفہ میں پہنچے۔ جو اہل مدینہ کا میقات ہے۔ آپؐ نے احرام باندھا اور

[1] صحیح بخاری (باب مقدم النبی صلعم و اصحابہ المدینۃ)

Marfat.com

فرمایتیوں کو اشعار کیا۔ یہاں سے بُسر بن سفیان کو قریش کی طرف بھیجا تاکہ ان کے ارادہ کی خبر لائے۔ اس نے مقام عسفان میں واپس آکر آپؐ کو اطلاع دی کہ قریش نے ایک عظیم لشکر مقابلہ کے لئے جمع کر لیا ہے۔ وہ آپؐ کو مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اگر کوئی شخص ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو تو ہمیں مجبوراً اس سے لڑنا چاہیئے۔ آپؐ نے یہ رائے پسند فرمائی اور آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

کفار کی متحدہ فوج مکہ سے باہر بلدح پر جمع ہو گئی تھی۔ اور خالد بن ولید دو سو سواروں کو جن میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا۔ . . . .

. . . .

. . . مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بڑھے۔ اور کراع الغمیم تک پہنچ گئے جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے۔ تاکہ مسلمانوں کی پیش قدمی کو روکیں۔ آپ نے عسفان سے روانہ ہو کر راستے سے کترا کر داہنی طرف سفر اختیار کیا۔ خالد بن ولید کو علم ہوا۔ تو وہ فوراً گھوڑا دوڑا کر قریش کے پاس گئے۔ تاکہ اہل مکہ کو مسلمانوں کے قریب پہنچ جانے کی اطلاع دیں۔

آپؐ بڑھتے ہوئے ثنیۃ المرار تک پہنچ گئے۔ آپ کی اونٹنی اس جگہ بیٹھ گئی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ اونٹنی نے دھوکہ دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا کہ اونٹنی نے دھوکہ نہیں دیا۔ حرمات اللہ کے خلاف تمہاری خواہش پوری نہیں ہو سکتی۔ آپؐ نے اونٹنی کو جھڑکا۔ وہ اٹھ کر چل پڑی۔ آپؐ حدیبیہ[1] کے پہلی طرف کنوئیں پر اترے کنوئیں میں پانی کی قلت تھی۔ آپؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکال کر حضرت براء بن عازبؓ کو دیکر یہ تیر کنوئیں میں ڈال دو۔ تیر ڈالتے ہی اعجاز نبوی سے پانی کی بہتات ہو گئی۔

قبیلہ خزاعہ مسلمانوں کا حلیف اور رازدار تھا۔ کفار کی سازشوں اور منصوبوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا کرتا تھا۔ اس قبیلہ کا رئیس اعظم بدیل بن ورقاء چند آدمیوں کے ساتھ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ قریش نے آپ کی مزاحمت کے لئے ایک عظیم لشکر جمع کر رکھا ہے۔ وہ آپ کو کعبہ میں جانے نہیں دیں گے۔ آپؐ نے فرمایا کہ قریش سے کہدو کہ ہم عمرہ کی غرض سے آئے ہیں۔ جنگ کے ارادہ سے نہیں آئے۔ جنگ نے قریش

---

[1] مکہ معظمہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں ہے۔ جس کو حدیبیہ کہتے ہیں۔ گاؤں بھی اسی کنوئیں کے نام سے مشہور ہو گیا ہے۔

Marfat.com

کی حالت زار کر دی ہے۔ ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ ایک مدت کے لئے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیں۔ اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں۔ اس پر بھی وہ راضی نہیں۔ تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے۔ بدیل یہ پیغام لے کر قریش کے پاس گئے۔ اور کہا "میں محمدؐ کے پاس سے آیا ہوں۔ اجازت ہو تو کچھ کہوں"۔ چند منچلوں نے کہا کہ "ہم کو محمدؐ کے پیغام کے سننے کی ضرورت نہیں۔ ہم ان کو بیت اللہ کی زیارت کے لئے نہیں آنے دیں گے"۔ لیکن کچھ سنجیدہ لوگوں نے اجازت دی۔ تو بدیل نے رسول کریم صلعم کا پیغام سنایا۔ اس پر عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا کہ جو مناسب بات تمہارے سامنے پیش کی گئی ہے۔ اسے قبول کر لو۔ اور میں خود ان کے پاس سمجھوتہ کے لئے جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آپؐ کے پاس آیا اور گفتگو کرنے لگا۔ رسول کریمؐ نے بدیل والی بات فرمائی۔ اس پر عروہ کہنے لگا "محمدؐ فرض کرو۔ کہ تم نے قریش کو تباہ و برباد کر دیا۔ تو کیا اس کی اور بھی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو خود برباد کر دیا ہو۔ اس کے سوا اگر لڑائی کا رُخ بدل گیا۔ تو تمہارے ساتھی تمہیں چھوڑ کر بھاگ جائیں گے" حضرت ابوبکرؓ کو اس پر غصہ آیا اور کہا کہ کیا ہم رسول کریم صلعم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروہ نے پوچھا یہ کون ہیں آپؐ نے فرمایا۔ ابوبکرؓ۔ عروہ کہنے لگا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مجھ پر تیرا احسان نہ ہوتا۔ جس کا بدلہ میں نے ابھی تک نہیں اُتارا۔ تو تجھے جواب دیتا۔

عروہ پھر رسول کریم صلعم سے گفتگو کرنے لگا۔ اور بار بار آپ کی ریش مبارک پر ہاتھ ڈالتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ ہتھیار لگائے ہوئے پشت پر کھڑے تھے۔ اس جرأت کو پسند نہ کر سکے۔ مغیرہ نے تلوار کا دستہ ہاتھ پر مارا اور کہا کہ "اپنا ہاتھ ہٹا لے۔ ورنہ یہ ہاتھ واپس نہ جا سکے گا"۔ عروہ نے آنکھ اٹھا کر پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جواب ملا مغیرہ بن شعبہ۔ عروہ نے کہا "او بے وفا! کیا میں تیری دیت[1] میں کوشش نہ کرتا تھا"۔

اتفاق سے نماز کا وقت آ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ صحابہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وضو کرتے تو وضو کا پانی زمین پر گرنے نہ پاتا تھا عقیدت کیش اپنے چہروں اور ہاتھوں پر مل لیتے تھے۔ عروہ پر اس حیرت انگیز عقیدت نے عجیب اثر کیا۔ بات تو کوئی طے نہ ہوئی۔ وہ قریش کے پاس گیا اور کہا کہ "میں نے قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں۔

---

[1] حضرت مغیرہ نے ثقیف کے تیرہ آدمی قتل کرائے تھے جن کا خونبہا عروہ نے اپنے پاس سے دیا تھا۔

وہاں بھی وہ عشق عقیدت اور وارفتگی کی کیفیت نہیں ہوتی۔ جو محمدؐ کی مجلس میں ہے"۔

چونکہ معاملہ ناتمام رہ گیا تھا۔ رسول کریم صلعم نے حضرت خراشؓ بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا۔ لیکن قریش نے ان کی سواری کے اونٹ کو مار ڈالا۔ اور خراشؓ کو بھی مار ڈالنا چاہا۔ لیکن حلیس اور اس کے لوگوں نے حضرت خراشؓ کو بچاکر واپس روانہ کر دیا۔

اب قریش نے ایک دستہ بھیجا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو۔ لیکن صحابہ کرامؓ نے دیکھ لیا اور سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ اور بعد میں رسول کریم صلعم کے حکم سے سب کو آزاد کر دیا گیا۔ قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم (فتح) اور وہی خدا ہے جس نے مکہ میں ان لوگوں کا ہاتھ تم سے اور تمہارا ہاتھ ان سے روک لیا۔ بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا

حضرت خراشؓ کی ناکامی کے بعد رسول کریم صلعم نے صلح کی گفتگو کے لئے حضرت عمرؓ کا انتخاب کیا۔ لیکن انہوں نے معذرت کر دی کہ قریش میرے سخت دشمن ہیں۔ اور مکہ میں میرے قبیلہ بنو عدی بن کعب کا کوئی آدمی نہیں جو مجھ کو اپنی حمایت میں لے۔ لہذا میرا جانا خطرہ سے خالی نہیں۔ مجھ سے بہتر عثمان بن عفانؓ ہیں۔ کیونکہ ان کے قبیلہ بنو امیہ کے بہت سے صاحب اثر اور طاقتور آدمی موجود ہیں۔

رسول کریمؐ نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کو پسند کیا۔ اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو سفیر کے طور پر ابوسفیان کے پاس بھیجا۔ وہ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی حمایت میں مکہ گئے۔ تمام لیڈروں سے ملاقات کی۔ انہوں نے رسول کریم صلعم کا پیغام سن کر کہا کہ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں بیت اللہ کا طواف کر لو۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ "میں بغیر رسول کریم صلعم کے تنہا طواف نہیں کر سکتا یہ سن کر وہ سب برہم ہوئے۔ اور ان کو نظر بند کر لیا۔

بیعت رضوان

حضرت عثمان بن عفانؓ کے واپس آنے میں تاخیر ہوئی۔ تو یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ شہید کر دئے گئے ہیں۔ اس خبر کے سنتے ہی رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ جب تک عثمان کا بدلہ نہ لے لیں گے۔ یہاں سے نہ ہلیں گے۔ آپ ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور تمام صحابہؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ تاریخ میں یہ بیعت۔ بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہوئی سورۃ

Marfat.com

فتح میں اس کا ذکر ہے۔

لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً۔ (فتح)

خدا مومنوں سے راضی ہو گیا جب کہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان لوگوں کے دلوں میں تھا۔ تو خدا نے ان پر تسلی نازل کی۔ اور جلد فتح دی۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد حضرت عثمانؓ مکہ سے تشریف لے آئے۔ انہوں نے بھی رسول کریمؐ سے اسی قسم کی بیعت کی۔

کفار مکہ کے مآل اندیش اور فہمیدہ لوگ تو پہلے سے ہی لڑائی کو ناپسند کرتے تھے لیکن اب مفسد لوگ بھی مسلمانوں کی جنگ پر آمادگی اور تیاری دیکھ کر کچھ کچھ صلح و آشتی کی طرف مائل ہو گئے۔

چنانچہ سب نے سہیل بن عمر کو اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔ وہ نہایت ہی فصیح و بلیغ مقرر تھا۔ قریش نے ان سے صاف صاف یہ کہہ دیا تھا۔ صلح صرف اس شرط پر ہو کہ محمدؐ اس سال واپس چلے جائیں۔

سہیل رسول کریم صلعم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے شرائط صلح پیش کیں۔ آپؐ نے ان شرائط کو قبول فرما لیا۔ حضرت علیؓ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدہ تحریر کریں۔ حضرت علیؓ نے عنوان پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ تو سہیل نے کہا کہ ہم رحمٰن کو نہیں جانتے۔ ہم عرب کے قدیم دستور کے موافق باسمک اللھم لکھیں گے۔ آپؐ نے فرمایا اچھا ایسے ہی لکھ دو۔ جب حضرت علیؓ نے یہ فقرہ لکھا۔ ھذا ما قاضی علیہ محمد رسول اللہ یعنی یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہؐ نے تسلیم کیا ہے۔ سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ اگر ہم آپ کو رسول تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا ہی کیا تھا۔ آپ صرف "محمد بن عبد اللہ" لکھوائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں"۔ یہ کہہ کر آپؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ سہیل کی خواہش کے مطابق اس لفظ کو کاٹ دو۔ اور خالی میرا نام لکھ دو۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکے گا کہ میں لفظ "رسول اللہ" کو اپنے قلم سے کاٹوں۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا مجھ کو بتاؤ۔ میرا نام کہاں ہے۔ حضرت علیؓ نے بتایا۔ آپؐ

Marfat.com

نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دیا۔

شرائط

اس عہد نامہ کے شرائط یہ تھے۔

(۱) مسلمان اس سال بغیر حج کیے واپس چلے جائیں۔

(۲) اگلے سال آئیں۔ مگر تین دن سے زیادہ مکہ میں قیام نہ کریں۔

(۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں۔ صرف تلوار ساتھ لائیں۔ وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان میں۔

(۴) مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں۔ ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہنا چاہے۔ تو اس کو نہ روکیں۔

(۵) مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینے جائے تو واپس کر دیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں آ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔

(۶) قبائل عرب کو اختیار ہو گا جس فریق کے ساتھ چاہیں۔ معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

ابو جندل کا واقعہ

یہ شرائط مسلمانوں کو سخت ناگوار گزریں۔ مگر ادب کی وجہ سے خاموش تھے۔ اتفاق سے ابھی معاہدہ لکھا جا رہا تھا کہ خود سہیل کے صاحبزادے ابو جندلؓ مکہ میں اسلام لا چکے تھے وہ اس جرم کی پاداش میں پابند سلاسل کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ وہ قید سے کسی طرح بھاگ کر بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو گئے۔ اور اپنی حالت زار دکھائی۔ آپؐ نے ہزار چاہا کہ ابو جندلؓ کو معاہدہ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ مگر سہیل نے ایک نہ مانی۔ آخر کار آپ کو مجبوراً ماننا پڑا کہ ابو جندل واپس چلا جائے۔ ابو جندلؓ نے اپنے جسم سے مار کے زخم دکھائے۔ اور کہا۔ برادران اسلام! کیا تم مجھ کو کفار کے ہاتھ میں دیکھنا چاہتے ہو۔ تمام مسلمان تڑپ اٹھے۔ آخر حضرت عمرؓ نہ رہ سکے۔ بارگاہ نبویؐ میں آئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! کیا آپ برحق نبی نہیں ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں ہوں" حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا ہم حق پر نہیں۔ آپؐ نے فرمایا "ہاں ہم حق پر ہیں" حضرت عمرؓ نے پھر کہا۔ کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں! آپؐ نے فرمایا "ہاں وہ مشرک ہیں۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ آپؐ نے فرمایا "میں خدا کا رسول ہوں۔ اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ وہ مجھے ہرگز ذلیل نہیں کرے گا" حضرت عمرؓ نے کہا "کیا آپؐ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبہ کا

Marfat.com

طواف کریں گے" آپؐ نے ارشاد فرمایا "لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے" حضرت عمرؓ اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے۔ اور یہی گفتگو ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "وہ خدا کے نبی ہیں۔ جو کچھ کرتے ہیں۔ خدا کے حکم سے کرتے ہیں" اس کے بعد جب حضرت عمرؓ کے غصہ کی حدت فرو ہوئی۔ تو وہ اپنی گستاخی پر بہت نادم ہوئے۔ تمام زندگی توبہ و استغفار کرتے رہے اور غلام آزاد کئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔

یا اباجندلؓ اصبر واحتسب فان اللہ جاعل لک ولمن معک من المستضعفین فرجا ومخرجا انا قد عقدنا بیننا وبین القوم صلحا وانا لا نغدر بھم (ابن ہشام)

اے ابوجندلؓ صبر اور ضبط سے کام لو خدا تمہارے لئے اور کمزوروں کے لئے راہ نکالے گا۔ اب صلح ہو چکی ہے۔ ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔

ابوجندلؓ کو اسی حالت میں واپس جانا پڑا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ لوگ یہیں قربانی کر دیں۔ لیکن صحابہؓ اتنے دل برداشتہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا۔ یہاں تک کہ تین دفعہ کہنے پر بھی ایک شخص قربانی کرنے کے لئے نہ اٹھا۔ آپؐ گھر تشریف لائے۔ حضرت ام سلمہؓ سے کہا۔ انہوں نے کہا۔ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں۔ بلکہ اٹھ کر خود قربانی کر دیں۔ اور احرام اتارنے کے لئے بال منڈوا دیں۔ آپؐ اٹھے خود قربانی کی۔ اور بال منڈوائے۔ جب لوگوں نے یہ دیکھا۔ تو سب نے قربانیاں کیں۔ اور احرام اتارا۔

فتح مبین

عہد نامہ کے بعد قبیلہ خزاعہ رسول کریم صلعم کا حلیف ہو گیا اور قبیلہ بنو بکر قریش کا حلیف بن گیا۔ خزاعہ اور بنو بکر کی مدت سے آپس میں مخالفت تھی۔ یہ دونوں ایک ایک فریق کے معاہد بن گئے تھے۔ اس وجہ سے دونوں میں بھی صلح ہو گئی۔

صلح کے بعد تین دن تک رسول کریم صلعم نے حدیبیہ میں قیام کیا۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں سورۂ فتح نازل ہوئی۔ جس کی شروع کی آیات عنوان میں درج ہیں۔ رسول کریم صلعم نے حضرت عمرؓ کو بلایا۔ اور فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ انہوں نے

Marfat.com

نعوب سے پوچھا کہ کیا یہی صلح فتح مبین ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ حضرت عمرؓ مطمئن ہو گئے بعد کے نتائج نے یہ واضح کر دیا کہ وہ صلح فی الواقعہ فتح مبین تھی۔ جنگ و پیکار کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ ملک میں امن و امان قائم ہو گیا۔ مسلمان کفار آپس میں ملنے جلنے لگے۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ آنے جانے لگے۔ ملاقاتوں سے اسلام کی حقیقت سے آگاہ ہونے لگے۔ اس صلح سے لے کر فتح مکہ تک اتنے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے کہ اس سے قبل نہیں ہوئے تھے۔ حضرت عمرو بن العاص اور حضرت خالد بن ولید بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

رسول کریم صلعم کا ایفائے عہد

چند روز کے بعد ایک شخص عتبہ بن اسید (ابو بصیر) بھاگ کر مدینہ آئے۔ قریش نے دو قاصد بھیجے کہ معاہدہ کی شرائط کے مطابق عتبہ کو واپس کیا جائے آنحضرت صلعم نے عتبہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ۔ عتبہ نے عرض کیا کہ آپ مجھ کو کافروں کے پاس بھیجتے ہیں کہ وہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں۔

آپ نے فرمایا۔ ہم تو تم کو واپس کرنے پر مجبور ہیں۔ ہاں اللہ کوئی راہ نکال دے گا۔ عتبہ قاصدوں کے ہمراہ مکہ روانہ ہو گئے۔ جب مقام ذوالحلیفہ پہنچے تو عتبہ نے ایک قاصد کو قتل کر دیا۔ دوسرا بھاگ کر سیدھا مدینہ آیا۔ اور آپ سے شکایت کی۔ ساتھ ابو بصیر بھی پہنچ گئے۔ اور عرض کی۔ آپ نے عہد کے موافق مجھ کو واپس کر دیا۔ آپ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی یہ کہ کر مدینہ سے چلے گئے۔ اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے پر ہے۔ سکونت اختیار کر لی۔ اب مکہ کے ظلم رسیدہ مسلمان بھاگ بھاگ کر عیص پہنچنا شروع ہو گئے۔ اس طرح ایک نو آبادی بن گئی۔ اب ان لوگوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ قریش کے تجارتی قافلوں پر حملہ آور ہوتے۔ اور مال غنیمت حاصل کر کے گذران کرتے۔

قریش نے مجبور ہو کر رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں لکھا کہ ہم معاہدہ کی اس شرط کو چھوڑتے ہیں جس میں یہ لکھا ہے کہ مکہ کا جو آدمی مسلمان ہو کر مدینہ جاتا بیا جاتا ہے اس کو واپس مکہ بھیجا جائے گا۔ اب جو مسلمان چاہے۔ مدینہ جا کر آباد ہو سکتا ہے۔ آپ نے آوارہ وطنوں کو لکھا کہ مدینہ چلے آؤ۔ چنانچہ مسلمان مدینہ چلے آئے۔

شراب کی حرمت

Marfat.com

حرمت شراب کے زمانہ کی تعیین میں سیرنویس حضرات کا اختلاف ہے بعض ۳ھ بتاتے ہیں۔ اور بعض ۶ھ

حقیقت یہ ہے کہ حرمت شراب کا حکم تدریجاً آیا۔ اول یہ سمجھایا کہ اس میں کچھ منافع بھی ہیں۔ لیکن اس کا نقصان نفع سے بڑھ کر ہے۔

"یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر و منافع للناس و اثمھما اکبر من نفعھما۔" (بقرہ)

تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ کہو ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیئے منافع بھی ہیں۔ اور ان کی برائی ان کے فائدے سے بڑی ہے

پھر حکم نازل ہوا کہ نشہ کی حالت میں نماز میں مت آؤ۔

"لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ" (نساء)

یعنی شراب نوشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا نہیں ہو سکتا۔

بالآخر قطعی حکم حرمت کا سورہ مائدہ میں نازل فرمایا۔

یا یھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ)

یعنی اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک کام صرف شیطان کے عمل سے ہیں۔ سو اس سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو۔

سورۂ مائدہ کے اکثر حصوں کا نزول پانچویں اور ساتویں سال ہجری کے درمیان ہوا۔

حرمت شراب کی بڑی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ اس سے باہمی بغض و عناد اور دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں ملک میں جرائم عام ہو جاتے ہیں۔ جب امریکہ نے شراب کو خلاف قانون قرار دیا۔ تو امریکہ کی تمام ریاستوں میں ارتکاب جرائم میں حیرت انگیز کمی واقع ہوئی چنانچہ امریکہ کے محکمہ سراغ رسانی کے افسر مسٹر جیمز ایل عونی نے شکاگو جرنل میں یہ خبر شائع کرائی کہ شراب کو خلاف قانون قرار دینے کے دس روز کے اندر اندر جرائم پچاس فی صد کم ہو گئے ہیں۔ اسی طرح عدالتوں کی طرف سے یہ رپورٹ امریکی اخباروں میں چھپتی رہی کہ پہلے کی نسبت عائلی جھگڑوں کے مقدمے بہت کم ہو گئے ہیں۔

دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ شراب ذکر الٰہی سے روکتی ہے۔ ذکر الٰہی اور

Marfat.com

عبادت ہی تمام حسنات اور خیر کا سرچشمہ ہے۔ جب یہ چشمہ خشک ہوجاتا ہے۔ تو دنیا میں فسق و فجور پیدا ہوجاتا ہے۔ جو دنیا کو تباہی و بربادی کے کنارے لاکھڑا کرتا ہے۔

اگر دنیا کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالیں۔ تو معلوم ہوجائے گا کہ دنیا اسی وقت تباہی و بربادی کی طرف گئی ہے۔ جب لوگوں کے دل ذکر الٰہی سے غافل ہوگئے۔

شاہان عرب و عجم کو دعوتِ اسلام

آخر ۶ ھ تا ۹ ھ

(۱) یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (مائدہ)

اے رسول جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ پہنچا دے۔

(۲) ما ارسلنٰک الا کافۃ للناس۔

ہم نے تجھے (دنیا کے) تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔

(۳) وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لیئے موجب رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

(۴) ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ۔

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃٍ سواءٍ بیننا وبینکم الا نعبدَ الا اللہ ولانشرک بہ شیئًا ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ (آل عمران)

کہو اے اہل کتاب اس بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں۔ اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو سوائے اللہ کے رب بنائے۔

اسلام دوسرے مذاہب کی طرح قومی مذہب نہ تھا۔ بلکہ عالمگیر مذہب تھا۔ جونہی یہود کی طاقت ٹوٹنے اور حدیبیہ کی صلح سے کسی قدر اطمینان نصیب ہوا۔ تو وقت آگیا کہ اتمام حجت

Marfat.com

کے لیئے اسلام کا پیغام تمام دنیا تک پہنچا دیا جائے۔ سب سے پہلے یہ کام سرانجام دیا۔ ایک دن رسول کریم صلعم نے تمام صحابہ کو اکٹھا کیا۔ اور خطبہ دیا "اے لوگو! خدا نے مجھے تمام دنیا کے لیئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو حواریین عیسیٰ کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ جاؤ میری طرف سے پیغام حق ادا کرو"۔

اس کے بعد آپؐ نے قیصر روم۔ کسریٰ۔ عزیز مصر۔ نجاشی۔ اور رؤسائے عرب کے نام خطوط ارسال فرمائے۔

مکتوب الیہم اور حاملین مکتوبات کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) قیصر روم — حضرت دحیہؓ کلبی
(۲) خسرو پرویز — حضرت عبد اللہؓ بن حذافہ سہمی
(۳) عزیز مصر — حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ
(۴) نجاشی بادشاہ حبش — حضرت عمروؓ بن امیہ
(۵) رئیس یمامہ ہوذہ بن علی۔ حضرت سلیطؓ بن عمر بن عبد شمس
(۶) منذر بن ساوی شاہ بحرین۔ حضرت علاءؓ بن الحضرمی
(۷) شاہ عمان — حضرت عمروؓ بن العاص
(۸) حارث بن ابو لشمر شاہ دمشق۔ حضرت شجاعؓ بن وہب الاسدی
(۹) حرث بن عبد کلال حمیری شاہ یمن۔ حضرت مہاجرؓ بن ابی امیہ مخزومی

سفیران رسالت مآبؐ کی مدینہ سے روانگی کے متعلق دو روایات ہیں۔ بعض مورخ کہتے ہیں کہ بیک وقت مدینہ سے روانہ ہوئے۔ بعض مورخین کے نزدیک مختلف اوقات میں روانہ ہوئے۔

قیصر روم کے نام خط

ہرقل نے ایرانیوں کو شکست دے کر اپنے تمام مفتوحہ علاقوں پر دوبارہ قبضہ کر لیا اس کا شکرانہ ادا کرنے کے لیئے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ دحیہ کلبی نے رسول کریم صلعم کا نامہ مبارک بصریٰ میں حارث غسانی کو لا کر دیا۔ اس نے قیصر کے پاس بیت المقدس بھیج دیا۔ قیصر کو جب خط ملا۔ تو اس نے حکم دیا کہ عرب کا کوئی شخص بلاؤ۔ اتفاق کی بات ہے۔ ابوسفیان تجارت کے سلسلہ میں غزہ میں مقیم تھا۔ اس کو قیصر کے پاس لے جایا گیا۔ قیصر کی ابوسفیان

Marfat.com

۔۔۔ کے سامنے رسول کریم صلعم کے حالات دریافت کرنے کے لئے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

قیصر۔ محمدؐ کا خاندان اور نسب کیسا ہے۔؟

ابوسفیان۔ شریف ہے۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا" سچ ہے کہ پیغمبر ہمیشہ اچھے خاندان سے پیدا ہوتے ہیں۔ تاکہ اس کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو"

قیصر۔ اس خاندان میں کسی اور نے بھی دعوی نبوت کیا ہے؟

ابوسفیان۔ نہیں

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا" اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید کی ہے۔

قیصر۔ اس خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔

ابوسفیان۔ نہیں۔

ہرقل نے یہ سن کر جواب دیا" اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس کو سلطنت کی ہوس ہے"۔

قیصر۔ محمدؐ پر ایمان لانے والے مسکین لوگ ہیں یا سرمایہ دار؟

ابوسفیان۔ مسکین۔ کمزور لوگ۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا" ہر ایک نبی کے پہلے ایمان لانے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے ہیں۔

قیصر۔ ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔ یا کہ گھٹ رہی ہے۔

ابوسفیان۔ بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے سن کر جواب دیا" سچے مذہب کا یہی حال ہے کہ وہ بڑھتا جاتا ہے"۔

قیصر۔ کیا نبوت سے قبل یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا۔

ابوسفیان۔ نہیں

قیصر نے کہا" تم مانتے ہو کہ اس نے نبوت سے قبل کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ اب آخری عمر میں خدا پر کیوں کر جھوٹ باندھ سکتا ہے۔

قیصر" وہ کبھی عہد و اقرار کو توڑ بھی دیتا ہے"۔؟

Marfat.com

ابوسفیان۔ نہیں۔ لیکن اب جو نیا عہد کیا ہے۔ اس میں دیکھیں کہ وہ عہد پہ قائم رہتا ہے یا کہ نہیں۔

قیصر نے جواب دیا۔ نبی کبھی فریب نہیں کرتے۔

قیصر۔ تم نے اس سے کبھی جنگ و قتال کی ہے۔

ابوسفیان۔ ہاں

قیصر۔ جنگ کا کیا نتیجہ رہا۔

ابوسفیان۔ کبھی وہ غالب رہا۔ کبھی ہم۔

قیصر۔ اس کی تعلیم کیا ہے۔

ابوسفیان۔ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ کسی اور کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ نماز قائم کرو۔ پاکدامنی اختیار کرو۔ سچ بولو۔ صلہ رحمی کرو۔

یہ سن کر قیصر نے جواب دیا۔ یعنی ہمیشہ نماز۔ تقوی۔ پرہیزگاری۔ پاک دامنی کی ہی تعلیم دیتا ہے۔

ہرقل قیصر روم نے کہا سچے نبی کی یہی علامتیں ہوتی ہیں۔ میں سمجھتا تھا کہ ایک رسول آنے والا ہے۔ لیکن یہ خیال نہ تھا کہ وہ عرب میں پیدا ہوگا۔ ابوسفیان۔ اگر تم نے سچ سچ جواب دئے ہیں۔ تو وہ ایک روز میری قدم گاہ پہ قابض ہوگا۔ کاش میں ان کی خدمت اقدس میں پہنچ سکتا تو خود اس کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد خط پڑھ کر سنایا گیا۔

اس نامہ مبارک کے الفاظ یہ تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیم
من محمد عبد اللہ ورسولہ الی	محمد کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول
ھرقل عظیم روم۔ سلام علی من اتبع	ہے یہ خط ہرقل کے نام ہے۔ جو روم کا
الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ	رئیس اعظم ہے اس پر سلامتی ہو۔ جو ہدایت کا پیرو
الاسلام اسلم تسلم یوتک اللہ اجرک	ہو۔ اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت
مرتین فان تولیت فان علیک اثم	دیتا ہوں۔ اسلام لا۔ تو سلامت
الاریسیین۔ ویا اھل الکتاب تعالوا	رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا اجر دے گا۔ اگر تو

Marfat.com

الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون

ایمان نہ لایا تو اہل ملک کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا نہ بنائے۔ اگر تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

ہرقل اس نامہ مبارک اور کچھ اس خواب کی بناء پر جو اس نے دیکھا تھا بہت متاثر ہوا۔ اس نے بطارقہ اور بشپوں کو بلا کر سمجھانے کی کوشش کی کہ اس دین متین کو ماننے میں ہماری بہبودی اور بہتری ہے۔ جب ان لوگوں کو سخت متنفر پایا۔ تو کہہ دیا کہ میں نے تمہیں آزمانے کے لیئے ایسا کیا ہے۔ اور کفر کی حالت میں ہی مرا۔

اتحاد مذاہب کی بنیاد

اس خط کے اندر اور ایسا ہی بعض دوسرے مکتوبات کے اندر آپ نے یہ آیت قرآنی تحریر کی۔

"ویا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون"

اس آیت کریمہ میں تمام مذاہب کو ایک مرکز پر جمع کرنے کا زریں اصول بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ سب مذاہب میں جو بات مشترک پائی جاتی ہے۔ اس کو بنیاد رکھ لیا جائے پھر ایسے فروع قائم کیئے جائیں۔ جو اس بنیاد کے خلاف نہ ہوں۔

اگر بنظر عمیق مذاہب کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ توحید کا تصور کسی نہ کسی صورت میں ہر مذہب میں پایا جاتا ہے۔ توحید ہی وہ جڑ ہے جس سے امن و امان۔ اتحاد کی شاخیں متفرع ہوتی ہیں۔ ہمارے نبی امی نے آج سے چودہ سو سال قبل دنیا کو اتحاد کا اصول بتا دیا ہے جس پر تمام مذہبی دنیا آسانی سے جمع ہو سکتی ہے۔

۲ کسریٰ کے نام خط

Marfat.com

کسریٰ کے نام جو نامہ مبارک حضرت عبداللہ بن حذافہؓ لے کر گئے تھے۔ یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ وآمن باللہ ورسولہ وشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد رحم کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے) محمد پیغمبر کی طرف سے کسریٰ کے نام۔ سلام ہے اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔ جو خدا اور اس کے پیغمبر پر ایمان لائے۔ اور یہی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور خدا نے مجھ کو تمام دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خوف دلائے تو اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا۔ ورنہ مجوسیوں کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔

کسریٰ بڑی جاہ و جلال کا بادشاہ تھا۔ وہ تکبر اور نخوت کی وجہ سے یہ برداشت نہ کر سکا کہ اس کے نام کے اوپر بھی دنیا میں کسی دوسرے کا نام ہو۔ اور بولا کہ "میرا غلام ہو کر مجھ کو یوں لکھتا ہے"۔ پھر نامہ مبارک کو چاک چاک کر دیا۔ اور ساتھ گورنر یمن کو جس کا نام باذان تھا یہ حکم بھیجا کہ کسی شخص کو حجاز بھیجو کہ وہ مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائے۔ گورنر نے دو شخصوں کو جن کا نام بابویہ اور خرخسرہ تھا۔ مدینہ بھیجا۔ وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ کسریٰ نے تم کو بلایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کل میرے پاس آؤ۔ جب وہ دوسرے دن گئے تو آپؐ نے فرمایا۔ فلاں مہینے کی فلاں رات کو میرے خدا نے آپ کے خدا کو قتل کر دیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ آپ نے کہا۔ واپس جاؤ۔ اور اپنے بادشاہ کو کہہ دو کہ میرا دین اور حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائے گی۔

جب دونوں یمن آئے۔ تو خبر آئی کہ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا ہے۔ باذان مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد جلد ہی کسریٰ کی ساری سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ شیرویہ جلد فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ اس کا کم سن بچہ تخت پر بیٹھا۔ جس کا نام اردشیر تھا۔ اس کو ایرانی سپہ سالار شہر براز نامی قتل کر کے خود تخت پر بیٹھ گیا۔ چند روز کے بعد ارکان سلطنت نے اس کو قتل کر کے خسرو پرویز کی بیٹی بوران کو تخت پر بٹھایا۔ جو صرف ایک سال اور چند ماہ حکمران رہی۔ اس کی

Marfat.com

وفات کے بعد کئی نوخیز لڑکے اور عورتیں تخت پر بیٹھیں۔ آخر میں یزدگرد تخت پر جلوہ افروز ہوا وہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں قتل ہوا۔

۳ شاہ حبشہ کے نام خط

اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ کو آپ نے دعوت اسلام کا جو خط لکھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی النجاشی الاصحم ملک الحبشۃ سلم انت فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو الملک القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسی بن مریم روح اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم البتول والطیبۃ الحصینۃ فحملت بہ عیسی فخلقہ من روحہ ونفخہ کما خلق ادم بیدہ وانی ادعوک الی اللہ وحدہ لا شریک لہ والموالاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتؤمن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ الیک وقد بعثت الیک ابن عمی جعفرًا ونفرًا معہ من المسلمین فاذا جاءک فاقرھم ودع التجبر۔ فانی ادعوک وجنودک الی اللہ وقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط پیغمبر خدا کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے۔ تجھے سلامتی ہو۔ میں پہلے خدا کی تعریف کرتا ہوں۔ جو۔ ملک۔ قدوس۔ سلام مومن اور مہیمن ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسی بن مریم اللہ کی مخلوق ہے۔ اس کا حکم ہیں۔ جو مریم بتول پاکیزہ۔ پاک دامن کی طرف بھیجا گیا۔ اور انہیں عیسٰی کا حمل ٹھہر گیا خدا نے عیسٰی کو روح اور نفخ سے اسی طرح پیدا کیا۔ جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا۔ میں اللہ تعالی کی طرف بلاتا ہوں۔ جو اکیلا اور لاشریک ہے۔ اور ہمیشہ اسکی فرماں برداری پر قائم رہ۔ اور میری پیروی کر۔ اور میری تعلیم کو صدق دل سے مان کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں نے آپ کے ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیجا تھا۔ انہیں آرام پہنچانا۔ تم تکبر کو چھوڑ دو۔ کیونکہ میں تمہیں اور

Marfat.com

تمہارے لشکر کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا ہے۔ اور نصیحت کر دی ہے۔ تم میری نصیحت کو قبول کرو۔ سلام اس پر جو راہ ہدایت پر چلتا ہے

اس خط کے پہنچنے پر نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کی۔

ابن اسحاق نے روایت کی ہے کہ نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں بھیجا۔ لیکن جہاز سمندر میں ڈوب گیا[۱]

عام ارباب سیر لکھتے ہیں کہ نجاشی نے ۹ھ میں وفات پائی۔ رسول کریم صلعم نے مدینہ میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جس نجاشی کی نماز جنازہ پڑھی تھی۔ وہ یہ نہ تھا ابن قیم نے زاد المعاد میں مسلم کی روایت کے اس حصہ کو راوی کا وہم بتایا ہے۔

مہاجرین حبشہ میں سے ام حبیبہؓ بھی تھیں۔ ان کا شوہر انتقال کر چکا تھا۔ رسول کریم صلعم نے نجاشی کو لکھا کہ ام حبیبہؓ کو شادی کا پیغام سنا دو۔ اور واپس مدینہ بھیج دو۔ نجاشی نے خالد بن سعید بن العاص کو مقرر کیا۔ انہوں نے رسول کریم صلعم کی طرف سے ایجاب و قبول ادا کیا اور نجاشی نے رسول کریم صلعم کی طرف سے چار سو اشرفیاں مہر کے طور پر ادا کیں۔ ام حبیبہؓ جہاز میں سوار ہو کر مدینہ آئیں۔ رسول کریم صلعم اس وقت خیبر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؐ اکثر نجاشی کے حالات ام حبیبہ سے پوچھا کرتے تھے[۲]

اس شادی کے متعلق مستشرقین کی دو رائیں ہیں۔

(۱) ام حبیبہؓ ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ ابوسفیان سے قرابت کی وجہ سے اہل مکہ کو صلح حدیبیہ پر قائم رکھنے کے لیئے رسول کریم صلعم نے عقد کیا۔

(۲) ابوسفیان بت پرست تھا۔ اس کو رنجیدہ کرنے کے لیئے شادی کی یہ دونوں رائیں غلط ہیں۔

۴۔ والی مصر کے نام خط

مقوقس والی مصر ہرقل قیصر روم کا باجگزار تھا۔ اس کے پاس حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نامہ مبارک لے کر گئے تھے۔ جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبد اللہ و رسولہ الی المقوقس عظیم القبط سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک

---

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵۶۹ [۲] تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۱۵

مرتین فان تولیت فعلیک اثم القبط۔ یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے مقوقس امیر قبط کے نام۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اما بعد میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔ تو اسلام قبول کر سلامت رہے گا۔ تجھ کو اللہ دوہرا اجر دے گا۔ اگر تو نے نہ مانا۔ تو تجھ پر قبطیوں کا گناہ بھی لازم آئے گا۔ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ۔ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے۔ اگر وہ نہ مانیں تم گواہ رہو کہ ہم اطاعت کرنے والے ہیں۔

اصلی خط فرانسیسی سیاح کو اصیمم کے گرجا میں ۱۸۵۸ء میں ملا ہے۔ اب اصل خط قسطنطنیہ میں محفوظ ہے۔ اور بڑے بڑے عیسائی محققین نے اسے اصلی قرار دیا ہے منجملہ ان کے ڈاکٹر بیجر ہے۔

اب اس کا عکس شائع ہو چکا ہے۔ اس عکسی خط کے بعینہ وہی الفاظ ہیں۔ جو حدیثوں میں منقول ہیں۔

آنحضرت صلعم کی مہر

خط کے آخر پر ایک مہر ثبت ہے جس کا نقش محمد رسول اللہ ہے۔ اس مہر کے نقش اور اس کی دوسری تفصیلات کے متعلق تمام معتبر احادیث میں ذکر پایا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں یہ حدیث مختلف روایتوں سے بیان کی گئی ہے پہلے باب دعا النبی الی الاسلام میں ہے۔

عن قتادۃ قال سمعت انسا رضی اللہ عنہ یقول لما اراد النبی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم فقیل لہ انھم لا یقرءون کتابًا الا ان یکون مختومًا فاتخذ خاتمًا من فضۃ فکانی انی انظر الی بیاضہ ونقش فیہ محمد رسول اللہ۔

۲ ایک اور حدیث ہے۔

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اراد ان یکتب الی رھط او اناس من الاعاجم فقیل لہ انھم لا یقبلون کتابًا الا علیہ خاتم فاتخذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتمًا من فضۃ نقشہ محمد رسول اللہ فکانی بو بیض او ببصیص الخاتم فی اصبع النبی صلی اللہ علیہ وسلم او فی کفہ

اسی باب میں پھر حدیث خاتم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال اتخذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتمًا من ورق وکان فی یدہ ثم کان بعد فی ید ابی بکر ثم کان بعد فی ید عمر ثم کان بعد فی ید عثمان حتی وقع بعد فی بئر اریس نقشہ محمد رسول اللہ۔

پھر یہی حدیث انس بن مالک کی روایت سے ان الفاظ سے بیان ہوئی ہے۔

لما اراد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یکتب الی الروم قیل لہ انھم لن یقرءوا کتابًا اذا لم یکن مختومًا فاتخذ خاتمًا من فضۃ ونقشہ محمد رسول اللہ فکانی انظر الی بیاضہ فی یدہ۔

ایسا ہی دوسری کتب صحاح میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔

یعنی جب رسول کریم صلعم نے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ کیا۔ تو صحابہؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ لوگ خط کو نہیں پڑھتے۔ سوائے اس کے کہ اس پر مرسل کی مہر ثبت ہو۔ چنانچہ آپؐ نے ایک چاندی کی مہر بنوائی۔ جس پر محمد رسول اللہ نقش کر دیا۔ اس سے خطوط پر مہر لگائی۔ یہ مہر رسول کریمؐ کی زندگی میں آپؐ کے ہاتھ میں رہی۔ آپؐ کی وفات کے بعد وہ مہر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں۔

Marfat.com

ان کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضؓ کے ہاتھ میں۔ پھر حضرت عثمان رضؓ سے یہ مہر ایک کنویں میں گر پڑی۔ جس کا نام اریس تھا۔ پھر نہیں ملی۔

مقوقس کے اصلی خط کے دست یاب ہونے کے بعد یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی ہے کہ رسول کریم صلعم نے خطوط پر مہر لگانے کے لئے ایک مُہر بنوائی تھی۔

عزیز مصر نے آپؐ کے خط کے جواب میں عربی زبان میں یہ خط تحریر کیا:

محمد بن عبد اللہ من المقوقس عظیم القبط سلام علیک اما بعد فقد قرأت کتابک و فہمت ما ذکرت فیہ وما تدعوا الیہ وقد علمت ان نبیا بقی وکنت اظن ان یخرج من الشام وقد اکرمت رسولک وبعثت الیک بجاریتین لھما مکان من القبط عظیم وکسوۃ واھدیت الیک بغلۃ لترکبھا و السلام علیک۔

محمد بن عبد اللہ کے نام مقوقس رئیس قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد میں نے آپؐ کا خط پڑھا۔ اس کے متن کو سمجھا۔ مجھ کو معلوم تھا کہ ایک رسول آنے والا ہے۔ لیکن میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظہور کریں گے۔ میں نے آپؐ کے سفیر کی تعظیم و تکریم کی۔ اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں۔ جن کو مصری لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور میں آپ کے لئے کپڑا اور سواری کا ایک خچر بھیجتا ہوں۔

مقوقس نے اپنے خط میں جن دو لڑکیوں کا ذکر کیا ہے۔ ان میں ایک ماریہؓ قبطیہ تھیں۔ جو حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں۔ دوسری سیرین تھیں۔ جو حضرت حسان بن ثابتؓ کی زوجیت میں آئیں۔ یہ دونوں خواتین مدینہ پہنچنے سے پیشتر بطیب خاطر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

حضرت حاطب رضؓ نے مقوقس کا ذکر کیا۔ تو رسول کریم صلعم نے فرمایا کہ اس نے ملک کی طمع کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا۔ حالانکہ اس کا ملک باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۵ ہوذہ کے نام خط

ہوذہ بن علی الحنفی رئیس یمامہ کی طرف یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی ھوذۃ بن علی سلام علی من اتبع الھدی واعلم ان دینی سیظھر

Marfat.com

الی منتھی الخف والحافر فاسلم تسلم اجعل لک ماتحت یدیک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے ہوذہ بن علی کے نام سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ یہ جان لیں کہ میرا دین عنقریب اس حد تک پہنچے گا۔ جہاں تک کہ اونٹ اور خچر جا سکتے ہیں۔ تو اسلام قبول کر۔ سلامت رہے گا۔ میں تیرا ملک تجھ کو دے دوں گا۔

جب حضرت سلیطؓ بن عمرو عامری یہ خط ہوذہ کے پاس لے گئے۔ تو ارکون دمشق جو امرائے نصاریٰ میں سے تھا۔ اس وقت حاضر تھا۔ ارکون نے کہا تم اس نبی پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ ہوذہ نے کہا۔ میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں۔ اگر میں ایمان لے آؤں۔ تو بادشاہت جاتی رہے گی۔ ارکون نے کہا۔ خدا کی قسم! اگر تو اس پر ایمان لے آئے۔ تو وہ ضرور تیرا ملک تجھ کو دے دے گا۔ تیری فلاح و بہبودی اس پر ایمان لانے میں ہے۔ یہ وہ نبی ہے جس کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ لیکن ہوذہ ایمان نہ لایا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہوذہ نے اپنی بادشاہت کی شرط منوانے پر اسلام قبول کرنے کا وعدہ کیا۔ رسول کریم صلعم نے اس کے اس طمع پر لعنت کی۔ ایک سال کے بعد فوت ہوگیا

۷۔ حاکم بحرین کے نام خط

سنہ ۸ھ میں رسول کریم صلعم نے علاء بن الحضرمی کو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس نامہ مبارک دے کر بھیجا۔ وہ پڑھ کر ایمان لے آیا۔ مگر یہود اور مجوس ایمان نہ لائے۔ حضرت منذرؓ نے رسول کریم صلعم کو خط کے ذریعہ اطلاع دی اور دریافت کیا کہ کیا کیا جائے۔ اس پر رسول کریم صلعم نے حضرت منذر کو یہ خط لکھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی المنذر بن ساوی سلام علیک فانی احمد اللہ الیک الذی لا الٰہ الا ھو واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمداً عبدہ و رسولہ۔ امابعد فانی اذکر اللہ عزوجل فانہ من ینصح فانما ینصح لنفسہ وانہ من یطع رسلی ویتبع امرھم فقد اطاعنی ومن نصح لہم فقد نصح لی۔ وان رسلی قد

Marfat.com

اثنوا علیک خیرًا وانی قد شفعتک فی قومک فاترک للمسلمین ما اسلموا علیہ وعفوت من اھل الذنوب فاقبل منھم وانک مھما تصلح فلن نعزلک عن عملک ومن اقام علی یھودیتہ او مجوسیتہ فعلیہ الجزیۃ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر محمدؐ کی طرف سے منذر بن ساوی کی طرف تجھ پر سلام۔ میں تیرے پاس خدا کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کے بندہ اور رسول ہیں۔ امابعد میں تجھے اللہ تعالیٰ کے احکام یاد دلاتا ہوں۔ جو خیرخواہی کرتا ہے۔ وہ درحال اپنے لیئے خیرخواہی کرتا ہے۔ جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرے اور ان کا حکم مانے۔ اس نے میری خیرخواہی کی۔ میرے قاصدوں نے آپ کی تعریف کی ہے۔ میں نے تمہاری سفارش تمہاری قوم کے بارہ میں قبول کی۔ بس مسلمانوں کے لیئے وہ مال وغیرہ چھوڑ دو۔ جس پر وہ مسلمان ہوئے ہیں۔ گناہگاروں کے گناہ معاف کردو۔ ان سے (اسلام) قبول کرو۔ جب تک تم اچھے کام کرتے رہو گے۔ ہم تم کو معزول نہیں کریں گے جو شخص یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہے۔ اس پر جزیہ ہے۔

یہ اصل خط ایک فرانسیسی سیاح نے اطراف بلاد مصر سے ایک قبطی راہب سے خرید کر سلطان عبدالمجید خان مرحوم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ یہ خط شاہی خزانہ میں محفوظ ہے۔ اس کے آخر میں مہر ہے۔

۷۔ شاہان عمان کے نام خط

سنہ ۸ھ ذی قعدہ میں والیانِ عمان کے نام یہ خط لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد بن عبد اللہ الی جیفر و عبد ابنی الجلندی سلام علی من اتبع الھدی۔ اما بعد فانی ادعوکما بدعایۃ الاسلام اسلما تسلما فانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لانذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین وانکما ان اقررتما بالاسلام ولیتکما وان ابیتما ان تقرا بالاسلام فان ملککما زائل منکما وخیلی تحل بساحتکما وتظھر

Marfat.com

نبوتی ملککھا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ محمد بن عبد اللہ کی طرف سے جیفر اور عبد پسران جلندی کے نام ۔ سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی ۔ اما بعد میں تم دونوں کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں ۔ تم اسلام لاؤ ۔ سلامت رہو گے ۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں ۔ تاکہ ڈراؤں ان کو جو زندہ ہیں ۔ اور کافروں پر حجت قائم ہو جائے ۔ اگر تم اسلام قبول کر لو ۔ تو میں تم کو تمہارا ملک دے دوں گا ۔ ....

.... اگر تم نے انکار کیا ۔ تو تمہارا ملک تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا ۔ میرے سوار تمہارے میدانوں میں اتریں گے ۔ اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آئے گی ۔

یہ خط حضرت عمرو بن العاص لے کر گئے تھے ۔ جیفر و عبد دونوں دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے ۔

۸ رئیس غسان کے نام خط

حارث بن ابی شمر غسان کا حاکم اور شام کا گورنر تھا ۔ حضرت شجاع بن وہب نامہ مبارک لے کر گئے ۔ خط پڑھ کر بہت بگڑا ۔ اور کہا ۔ میں خود مدینہ پر حملہ کر دوں گا ۔ بالآخر سفیر کو عزت کے ساتھ رخصت کیا ۔ لیکن اسلام قبول نہ کیا ۔

۹ امیر یمن کے نام خط

رئیس یمن حارث حمیری کے پاس مہاجر بن امیہ مخزومی نامہ مبارک لے کر گئے ۔ خط پڑھ کر بہت بگڑا اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا ۔

چند والیان ملک کا مشرف باسلام ہونا

صلح حدیبیہ کے بعد بعض والیان ملک مبلغین اسلام سے اسلام کی حقانیت معلوم کر کے رسول کریم صلعم پر ایمان لائے تھے ۔ ان کے نام حسب ذیل ہیں ۔

(۱) ثمامہ نجد کا حکمران تھا ۔ ۶ھ میں مسلمان ہوا ۔

(۲) جبلہ سلطنت غسان کا حکمران تھا ۔ ۸ھ میں دائرہ اسلام میں داخل ہوا ۔

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی ۔ علاقہ شام پر قیصر کی طرف سے گورنر تھا ۔ جب مسلمان ہوا ۔ تو قیصر نے ایک اور حکم دیا کہ اسلام ترک کر دے ۔ فروہ نے انکار کر دیا ۔ اور قیصر نے اُسے

Marfat.com

قید میں ڈال دیا۔ پھر قتل کرا دیا۔

۴۔ اکیدر۔ دومۃ الجندل کا رئیس تھا۔ ۹ھ میں مسلمان ہوا۔

(۵) ذی الکلاع حمیری۔ یمن و طائف کے بعض اضلاع کا حکمران تھا۔ خدا کہلاتا تھا۔ اور رعایا سے سجدہ کرایا کرتا تھا۔ جب نور اسلام نے اس کے تاریک دل کو روشن کیا۔ تو مسجود سے ساجد بن گیا۔ اور ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کر دئے۔

واقعات متفرقہ ۶ھ

حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کا اسلام لانا اسلام لانے سے پہلے خالد بن ولید کا نام کفار کی فوجی صف میں ممتاز نظر آتا ہے۔ غزوہ احد میں بھی خالد بن ولید نے ہی درہ کو خالی پاکر منتشر مسلمانوں پر حملہ کیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حدیبیہ کے موقع پر بھی قریش کا جیش ان کی زیر کمان تھا۔

وہ خالد بن ولید جو مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لیئے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر حملہ میں پیش پیش ہے۔ آخر کار اسلام کی حقانیت اور صداقت کی کاری ضرب سے نہ بچ سکا۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب کفار اور مسلمانوں کا عام میل جول ہونے لگا۔ تو خالد بن ولید کی سعید روح بھی نور اسلام سے منور ہو گئی۔

مکہ سے نکل کر مدینہ کا رخ کیا۔ راستہ میں حضرت عمرو بن عاص ملے تو دریافت کیا کدھر جا رہے ہو۔ بولے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی قبول کرنے جا رہا ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ میں بھی اسی ارادہ سے جا رہا ہوں۔ آخر دونوں اصحاب خدمت نبوی میں حاضر ہو کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اور اپنی تمام استعدادوں اور طاقتوں کو اسلام کی اشاعت میں صرف کر دیا۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سیف اللہ کا خطاب حاصل کیا۔

جنگ موتہ میں اپنی خداداد جنگی استعداد سے مسلمانوں کو خطرناک مراحل سے نکال کامیابی سے ہمکنار کیا۔

اسی طرح عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولیدؓ دشمنوں کے لیئے تیغ براں تھے

Marfat.com

اور بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ اسی طرح حضرت عمرو بن العاصؓ بعد میں فاتح مصر کہلائے۔

آج اسلامی تاریخ ان دونوں مایۂ ناز فرزندان اسلام پر فخر کرتی ہے۔

Marfat.com

سنہ ۷ھ

غزوۂ خیبر

ہجرت کے ساتویں سال جنگ خیبر ہوئی تھی جس کی تفصیل زیرعنوان "یہودیوں اور مسلمانوں کے تعلقات" گذر چکی ہے۔ کیونکہ یہ جنگ یہود سے تعلق رکھتی تھی۔ اس وجہ سے یہی مناسب سمجھا کہ اس جنگ کو یہود کے دوسرے واقعات کے ساتھ یکجا بیان کر دیا جائے۔

عقد حضرت صفیہؓ

اسیران خیبر میں خیبر کے رئیس اعظم حی بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی تھیں۔ صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کر کے عرض کیا کہ صفیہ سردار کی بیٹی ہے۔ اگر اس کو آزاد کر کے عقد میں لے آئیں۔ تو اس کی شان کے مناسب ہوگا۔ اور امید ہے۔ اس تعلق کی وجہ سے یہود میں اسلام کی اشاعت کا راستہ کھل جائے۔

حضرت صفیہ آزاد کی گئیں۔ اور رسول کریم صلعم سے آپ کا نکاح ہو گیا۔

مخالفین نے بعض انتہائی غلط روایات پر اپنے تعصب اور بغض کی بنیاد رکھ کر حضرت صفیہ کے عقد کو بدنما پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ اس کی مکمل تفصیل "ازواج مطہرات" کے عنوان کے تحت آئے گی۔

مہاجرین حبشہ کی واپسی۔

اسی زمانہ میں وہ مہاجرین جو مکہ سے ہجرت کر کے حضرت جعفرؓ کی سیادت میں حبشہ چلے گئے تھے۔ واپس آ گئے۔

سریہ ابوبکر صدیقؓ

رسول کریم صلعم جب مدینہ پہنچے۔ تو آپؐ نے ان تمام قبائل کی طرف جو مسلمانوں کی بیخ کنی میں لگے ہوئے تھے۔ ایک ایک دستہ ادب آموزی اور امن و امان قائم کرنے کے لیئے روانہ کیا۔ چنانچہ نجد کے قبیلہ بنو فزارہ کی طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھیجا۔ ان کے ہمراہ سلمہ بن اکوعؓ بھی تھے۔ مال غنیمت میں سے ان کے حصّہ ایک حسین لونڈی آئی

Marfat.com

رسول کریم صلعم نے ان سے لے لی ۔ اس کے عوض میں ان مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ جو مکہ میں تھے ۔

سریہ حضرت عمرؓ

قوم ہوازن کی طرف حضرت عمرؓ کو تیس سواروں کے دستہ کے ساتھ بھیجا۔ جب انہیں اطلاع ہوئی کہ وہ بھاگ گئے ہیں۔ تو مسلمان واپس مدینہ آ گئے

سریہ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ

حضرت عبداللہ بن رواحہ کو تیس سواروں کے ساتھ بشیر بن دارام یہودی کو گرفتار کرنے کے لیے بھیجا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی کہ غطفان نے آپؐ سے جنگ کرنے کے لئے گروہ بندی کی ہے۔ اور اسے وہ خیبر کے علاقہ میں لے آئے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے بشیر کو تیس آدمیوں کے ساتھ گرفتار کیا اور مدینہ روانہ ہو گئے۔ راستہ میں بشیر نے حضرت عبداللہ بن انیس کی تلوار کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا وہ اسکی نیت بھانپ گئے۔ اور موقع پا کر حملہ کر کے اسکی ٹانگ کاٹ دی مسلمانوں نے یہودیوں پر حملہ کر کے سوائے ایک کے سب کو قتل کر دیا۔ اس حادثہ میں کوئی مسلمان شہید نہ ہوا۔

سریہ حضرت بشیر بن سعد

بشیر بن سعد انصاری کو تیس آدمیوں کے دستہ کے ساتھ فدک میں بنو مرہ کی طرف بھیجا۔ ان کا چرواہوں کے ساتھ آمنا سامنا ہوا۔ دونوں طرف سے تیر اندازی ہوئی۔ آخر کار بشیر اور ان کے اصحاب کے پاس تیر ختم ہو گئے ۔

پھر حضرت بشیرؓ نے ان سے سخت لڑائی لڑی۔ اور ان کی بکریاں اور چوپائے لے کر واپس لوٹے ۔

سریہ حضرت اسامہؓ بن زید

حضرت اسامہ بن زید کو ایک جماعت کے ساتھ جہینہ کی طرف بھیجا۔ جب قریب پہنچے۔ تو حضرت اسامہ نے جماعت کو ہدایات دیں۔ پھر متحد ہو کر حملہ کیا۔ اور دشمن کو گھیر لیا۔ حضرت اسامہ بن زید ایک رومی کے پیچھے نکلے جس کا نام نہیک بن مرداس تھا۔ اور قریب پہنچ کر نہیک پر تلوار اٹھائی تو اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا۔ مگر حضرت اسامہ نے قتل کر دیا۔ رسول کریم صلعم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان ہوا۔ تو آپ بہت ناراض ہوئے فوراً اسامہؓ سے جواب طلبی کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اس نے فریب دینے اور اپنی جان

Marfat.com

بچانے کے لیئے کلمہ توحید پڑھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ھل شققت قلبہ۔ کیا آپ نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔ حضرت اسامہؓ نے توبہ کی۔ تمام زندگی اس غلطی پر نادم ہوئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ کلبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غالب بن عبداللہ کلبی کو کدید میں بنی ملوح کی طرف بھیجا۔ اور حکم دیا کہ ان سے جنگ کرو۔ یہ دستہ شام کے قریب وادی کدید میں اترا۔ جب شب کا ایک حصہ گذر گیا۔ تو مسلمانوں نے اچانک ان پر حملہ کیا۔ اور مال غنیمت لے کر واپس لوٹے۔

سریہ ابی حدرد اسلمی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی حدرد اسلمی کو صرف تین آدمیوں کے ساتھ قبیلہ جشم بن معاویہ کے سردار رفاعہ بن قیس کی سرکوبی کے لیئے بھیجا۔ غروب آفتاب کے وقت بستی کے قریب پہنچے۔ اور ایک سمت میں چھپ گئے رات کا کافی حصہ گذر گیا۔ اہل بستی میں سے ایک کا چرواہا نہ آیا۔ یہاں تک کہ انہیں خطرہ لاحق ہوا کہ اس کو ضرور کوئی گزند پہنچا ہے۔ اس پر ان کا سردار رفاعہ بن قیس تلوار لے کر اٹھا اور کہنے لگا۔ بخدا میں اس چرواہے کے نشانات پر جاؤں گا۔ اور خبر لاؤں گا"۔ ساتھیوں نے کہا" اکیلا مت جایئے۔ رئیس نے جواب دیا" نہیں۔ صرف میں ہی جاؤں گا"۔ پھر وہ نکلا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت ابی حدرد اسلمی کے پاس سے گزرا۔ جب وہ حضرت ابی حدرد کی زد میں آگیا۔ تو انہوں نے تاک کر تیر مارا وہ اس کے دل میں پیوست ہوگیا۔ وہیں ڈھیر ہو کر زمین پر گر پڑا۔ حضرت ابی حدرد نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ دوسرے ساتھیوں نے بھی نعرہ لگایا اور دشمن دہشت زدہ ہو کر بھاگ گیا۔ اونٹ اور بکریوں کی ایک بڑی تعداد لے کر رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت ابو حدرد کو تیرہ اونٹ مرحمت فرمائے۔

سریہ ابوقتادہ و محلم بن جثامہ

رسول کریم صلعم نے حضرت ابو قتادہ اور محلم بن جثامہ کو مقام اضم کی طرف روانہ کیا۔ راستہ میں قوم اشجع کا ایک شخص عامر بن اضبط جو اپنے مال و متاع کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ ملا۔ اس نے اسلامی طریق پر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے سمجھا کہ اس نے جان بچانے کے

Marfat.com

کے لیئے سلام کہا ہے۔ مسلمانوں نے سلام کا جواب دینے میں تامل کیا۔ اور محلم بن جثامہ نے عامر پر حملہ کر کے قتل کر دیا۔ جب یہ مہم واپس آئی۔ تو رسول کریم صلعم کو اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ نے محلم سے فرمایا کہ تو نے اٰمنت باللہ کہنے کے بعد اسے قتل کر دیا؟ چنانچہ آپ نے عامر کے ورثاء کو پچاس اونٹ خون بہا دے کر رضامند کر لیا۔ اور حضرت محلم رضؓ کو قصاص سے آزادی ملی۔

سریہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی

رسول کریم صلعم نے حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی کو ایک دستہ کا امیر بنا کر بھیجا آپؐ نے ان کو حکم دیا کہ امیر کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ انہوں نے امیر کو کسی بات میں ناراض کر دیا۔ امیر نے کہا۔ لکڑیاں جمع کرو۔ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ پھر کہنے لگے۔ آگ جلاؤ۔ انہوں نے آگ جلائی۔ پھر کہنے لگے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہ دیا تھا کہ میرا حکم سنو۔ اور اطاعت کرو۔

انہوں نے جواب دیا۔ ہاں

اس پر امیر نے کہا۔ اس آگ میں کود پڑو

مجاہدین ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ ہم آگ سے بھاگ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے تھے۔ اتنے میں امیر غصہ فرو ہو گیا۔ اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اس امر کا تذکرہ کیا۔

آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم اس میں داخل ہو جاتے تو اس سے کبھی نہ نکلتے۔ اطاعت امیر صرف معروف میں ہے۔

امیر کی اطاعت کے حدود و شرائط

اس واقعہ نے امیر کی اطاعت کی بنیادی حد اور شرط مقرر کر دی ہے کہ امیر کی اطاعت نیکی کے کاموں میں ہی لازم ہے۔ کیونکہ خالق کی نافرمانی کرتے ہوئے مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ نے زمام خلافت اپنے ہاتھ میں لے کر سب سے پہلا خطبہ جو دیا تھا اس میں یہی کہا تھا کہ اگر میں نیک کام کروں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ میری مدد کرو۔ اور اگر میں کوئی

Marfat.com

غلط راہ اختیار کروں۔ تو تمہارا فرض ہے کہ تم مجھ کو سیدھے راستہ پر قائم کرو۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کروں۔ تو میری اطاعت کرو۔ جب میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کروں۔ تو تم میرا ساتھ چھوڑ دو۔ کیونکہ پھر تم پر میری اطاعت فرض نہیں۔

عمرہ قضا

معاہدہ حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ اگلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آ کر عمرہ ادا کریں۔ اور تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں۔ اس بناء پر رسول کریم صلعم نے اس سال عمرہ ادا کرنا چاہا۔ اور اعلان کرا دیا کہ جو لوگ صلح حدیبیہ میں شریک تھے۔ وہ سب بیت اللہ کی زیارت کے لیئے نکلیں۔ جو صحابہ خیبر میں شہید ہو گئے یا وفات پا گئے ان کے علاوہ تمام نے یہ سعادت حاصل کی۔

مدینہ میں حضرت ابوذر غفاری کو عامل مقرر کیا۔

معاہدہ میں شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں آئیں۔ تو ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ اس لیے اسلحہ جنگ بطن یاجج میں جو مکہ سے آٹھ میل ادھر ہے۔ چھوڑ دیئے گئے۔ اور دو سو سواروں کا ایک دستہ اسلحہ کی حفاظت کے لیئے متعین کر دیا گیا۔[1]

مکہ سے قریش کی روپوشی

مکہ میں مسلمانوں کے داخلہ سے پہلے قریش کے معززین نے ندامت سے منہ چھپانے کے لیئے گرد و نواح کی پہاڑیوں پر خیمے نصب کر لیئے۔

مکہ میں مسلمانوں کا داخلہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار رفقاء کی مشایعت میں مکہ کی شمالی جانب سے شہر میں داخل ہوئے۔ آپ کی ناقہ (قصواء) کی آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

خلوا بنی الکفار عن سبیلہ	کافرو آج راستہ چھوڑ دو۔ اگر تم نے اترنے
الیوم نضربکم علی تنزیلہ	سے روکا۔ تو ہم تلوار سے کام لیں گے۔ وہ
ضربا یزیل الھام عن مقیلہ	وار جو گردن کو جدا کر دے۔ اور دوست
ویذھل الخلیل عن خلیلہ	کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشعار سنے۔ تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا

[1] سیرۃ النبی حصہ اول ذکر ادائے عمرہ صفحہ ۵

Marfat.com

"مھلاً یا ابن رواحة وقل لا اله الا الله وحده نصر عبده واعز جنده وخذل الاحزاب وحده۔"

اے ابن رواحہ! ان اشعار کی بجائے کہو۔ ایک اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں۔ اس نے اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ اس کے دمقدس لشکر کو عزت بخشی۔ اور کفار کے لشکروں کو شرمسار کر کے ناکام کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ساتھ مسلمانوں نے بھی یہ کلمات دہرائے۔ تو دشت وجبل آواز سے گونج اٹھے۔ اور پہاڑوں میں دبکے ہوئے کفار کے دل ذلت و شرمساری سے پانی پانی ہو گئے۔

عمرہ کے اعمال

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکن یمانی کو چھونے کے بعد حجرہ اسود کو بوسہ دیا۔ پھر کعبہ کے سات طواف کئے۔ پہلے تین طوافوں کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اکڑ کر تیز رفتاری سے کریںؐ عربی زبان میں اس کو رمل کہتے ہیں۔ چنانچہ آج تک یہ سنت باقی ہے۔

مابقی چار طواف معمولی رفتار کے ساتھ ادا کئے۔

رسول کریم صلعم اور آپؐ کے صحابہ طواف کعبہ سے فارغ ہو کر کوہ صفا پر تشریف لائے۔ صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ سعی فرمائی۔ مروہ کے قریب قربانی ذبح کر کے سر کے بال منڈوائے اور عمرہ سے فارغ ہوئے۔

سقف کعبہ پر اذان

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز بیت اللہ میں تشریف لائے۔ حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی۔ صحابہ کے ساتھ ظہر کی نماز ادا کی۔ مسلمانوں نے یہ تین دن ذکر الٰہی میں گزارے۔ وہ مکہ کی گلیوں میں چلتے پھرتے فرشتے معلوم ہوتے تھے۔

ؐ عمرہ کی روانگی کے لئے مدینہ سے روانہ ہونے سے قبل مدینہ میں تپ کی وبا پھیل گئی تھی۔ اور مسلمان کمزور ہو گئے تھے۔ رسول کریم صلعم نے مسلمانوں کی ہمت دکھانے کے لئے پہلے تین طواف تیز رفتاری سے کرنے کا ارشاد فرمایا۔ (بخاری کتاب الحج کیف بدء الرمل)

Marfat.com

حضرت میمونہؓ سے عقد

حضرت میمونہ نے مسلمانوں کے اخلاق حمیدہ سے متاثر ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا تہیہ کر لیا۔ یہ ام الفضل زوجہ حضرت عباسؓ کی ہمشیرہ اور خالد بن ولید کی خالہ تھیں۔ ام الفضل نے وکالت حضرت عباسؓ ہی کے سپرد کر دی۔ رسول کریم صلعم نے قبول فرما کر چار درہم مہر کے عوض عقد فرما لیا۔

جب معاہدہ حدیبیہ کی شرط کے مطابق تین دن ختم ہو گئے۔ تو قریش کے وکیل سہیل بن عمرو اور حویطب بن عبدالعزیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا،

"آپ کی میعاد ختم ہو چکی ہے اب شہر خالی کر دیجئے۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں نے ایک خاتون سے شادی کی ہے۔ آپ لوگوں کی شمولیت کی امید پر دعوت ولیمہ کرنا چاہتا ہوں۔ سہیل نے کہا۔ ہمارے شہر سے نکل جائیں۔ ہمیں آپ کی دعوت ولیمہ منظور نہیں۔"

رسول اللہ صلعم کی مراجعت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم احترام معاہدہ کی غرض سے مکہ سے روانہ ہو گئے۔ اپنے غلام ابورافع سے فرمایا "ام المومنین میمونہ کو ہمراہ لائیں۔" پہلی رات مقام سرف میں گزاری۔ ازواج مطہرات میں حضرت میمونہ آخری حرم ہیں۔ رسول کریمؐ کی وفات کے بعد ۵۰ سال تک زندہ رہیں۔ ان کی قبر بھی مقام سرف میں ہے۔

حضرت حمزہ کی بچی کی تولیت پر جھگڑا۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہونے لگے۔ تو حضرت حمزہؓ کی صغیر السن بچی امامہ آپ کے پاس چچا ابا چچا کہتی دوڑتی ہوئی آئیں۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب نے اسے گود میں اٹھا لیا۔

حضرت علیؓ حضرت جعفرؓ اور حضرت زیدؓ نے بچی کی تولیت پر نزاع کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں نے اسے اٹھایا ہے۔ اور یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ یہ میرے چچا کی صاحبزادی ہے۔ مزید براں اس کی خالہ میری زوجہ ہے۔ حضرت زیدؓ نے

Marfat.com

فرمایا کہ یہ میرے مذہبی بھائی کی بیٹی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ (اسماء) کے حق میں فیصلہ کیا۔ اور فرمایا۔ "خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے"۔

حضرت عثمان بن ابی طلحہ کا قبول اسلام

اسی سال حضرت عثمان بن ابی طلحہؓ کلید بردار کعبہ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

سریہ بنو سلیم

۸ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت جس میں پچاس آدمی تھے۔ بنو سلیم کی طرف تبلیغ کے لیئے بھیجی۔ اس گروہ کے سردار ابن ابی العوجاء تھے انہوں نے بنو سلیم کو اسلام کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے تیر اندازی شروع کر دی۔ رئیس دستہ کے سوا تمام شہید ہو گئے۔

Marfat.com

۸ھ

سریہ ذات اطلح، غزوہ موتہ و غزوہ سلاسل

سریہ ذات اطلح

ربیع الاول ۸ھ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن عمیرؓ غفاری کو پندرہ آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ تبلیغ اسلام کے لیے ذات اطلاح کی طرف روانہ کیا۔ یہ مقام شام کی حدود میں وادی القریٰ سے اس طرف ہے۔ ذات اطلاح پہنچ کر انھوں نے لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ انھوں نے تیغ و سنان کے ساتھ جواب دیا۔ داعیان اسلام نے مقابلہ کیا۔ سوائے ایک کے سب کے سب شہید ہو گئے۔ اس نے آکر رسول کریمؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے ان سے انتقام لینا چاہا۔ لیکن وہ لوگ یہ مقام چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔

غزوہ موتہ جمادی الاولیٰ ۸ھ

موتہ ارض شام بلقاء کے قریب واقع ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شاہ بصریٰ شرجیل بن عمرو غسانی کے نام ایک تبلیغی نامہ مبارک حضرت حارث بن عمیر کے ہاتھ بھیجا۔ بصریٰ بیت المقدس کے قریب شام کا مشہور تجارتی شہر تھا۔ شرجیل رومی سلطنت کی طرف سے گورنر تھا۔ اس نے سفیر کو نہایت ہی بے رحمی سے بلا وجہ قتل کر دیا۔ جب مدینہ منورہ میں قتل کی خبر پہنچی۔ تو مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کے لیئے یہ مہم بھیجی۔ اگر آپؐ اس مہم کی روانگی میں ذرا بھی تامل کرتے تو مدینہ پر حملہ ہونا یقینی تھا۔ رسول کریمؐ نے حکم دیا کہ مسلمان اپنے ہتھیار لے کر موضع حرف میں جمع ہو جائیں۔ چنانچہ تین ہزار مجاہدین موضع حرف میں جمع ہو گئے آپؐ نے اس لشکر کی قیادت زید بن حارث کو دی۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر زید بن حارثہ شہید ہو جائیں۔ تو حضرت جعفر بن ابی طالب کو امیر بنا لینا۔ اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ کو امیر بنا لینا اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر مسلمان جس کو مناسب سمجھیں اپنا امیر بنالیں۔

Marfat.com

ثنیۃ الوداع تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود فوج کے ساتھ گئے۔ اور اسلامی لشکر کو میدان جنگ کی طرف الوداع کرتے ہوئے! اصول جنگ کے متعلق چند ہدایات فرمائیں کیونکہ تمام مہمات کی غرض و غایت تبلیغ اسلام تھی۔ ارشاد ہوا کہ پہلے ان کو دعوت اسلام دی جائے۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں۔ تو جنگ کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ جنگ پہ آمادہ ہو جائیں۔ تو حسب ذیل وصیت پر کاربند رہیں۔

(۱) راہبوں سے کوئی تعرض نہ کرنا۔

(۲) کسی عورت پہ ہرگز ہاتھ نہ اٹھانا۔

(۳) کسی بچے کو قتل نہ کرنا۔

(۴) کسی بوڑھے کو نہ مارنا۔

(۵) پھل دار و سرسبز جنگل کو نہ کاٹنا۔

(۶) کوئی مکان منہدم نہ کرنا۔

اس کے بعد فرمایا۔ اظہار تعزیت کے لیئے اس مقام پہ جانا۔ جہاں حارث بن عمیر کو شہید کیا گیا تھا۔

حضرت زید بن حارث اپنے لشکر کو لئے مقام معان تک بڑھتے چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر یہ خبر ملی کہ شرجیل بن عمرو نے مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک لاکھ فوج جمع کر رکھی ہے۔ اور وادی بلقاء میں مقام مآب پہ ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے۔ ایک اور روایت ہے کہ ہرقل کی بجائے۔ اس کے بھائی تیودور نے یہ لشکر جمع کیا تھا۔

جب حضرت زید بن حارثہؓ کو ان حالات کا علم ہوا۔ تو چاہا کہ ان حالات سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی جائے۔ اور حکم اور امداد کا انتظار کیا جائے لیکن حضرت عبداللہ بن رواحہ کھڑے ہوئے۔ اور لوگوں کو اپنی طرف مخاطب کر کے کہا۔

"تم لوگ شہادت کے لئے نکلے ہو۔ کفار سے ہم گنتی یعنی اعداد و شمار اور قوت کے ذریعہ نہیں لڑتے۔ بلکہ ہم اس دین کے ذریعے لڑتے ہیں۔ جس سے اللہ نے ہم کو مشرف کیا ہے۔ پس مقام موتہ اور لشکر ہرقل کی طرف پیش قدمی کرو۔ اور اپنے لشکر کا میمنہ اور میسرہ درست کر کے کفار کا مقابلہ کرو۔ اس کا نتیجہ ان دو نیکیوں سے خالی نہ ہوگا۔ یا تو ہم

Marfat.com

کو فتح حاصل ہو گی۔ یا شہادت میسر آئے گی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ کی ایمان افروز بہادرانہ تقریر سن کر تمام مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور معان سے روانہ ہو پڑے۔ موضع مشارف کے قریب دشمن کا لشکر جرار نظر آیا۔ مسلمانوں نے وہاں مقابلہ مناسب نہ سمجھا۔ وہاں سے کترا کر موتہ کی طرف بڑھے تاکہ لڑائی کے لیئے اچھا میدان ہاتھ آئے۔ بالآخر دونوں فوجوں کا یہاں مقابلہ ہوا۔ حضرت زید بن حارثہ ہاتھ میں علم لئے قلب لشکر میں تھے۔ میمنہ پر قطبہ بن قتادہؓ تھے۔ اور میسرہ پر عبایہ بن مالک انصاری تھے۔

زید بن حارثہ کی شہادت

حضرت زید بن حارثہ شہادت کے شوق میں کفار کے لشکر جرار کی صفوں کو چیرتے ہوئے۔ آگے نکل گئے۔ دشمن نے چاروں طرف سے گھیر لیا اور وہ اُن کے نیزوں کی آماجگاہ بن گئے۔ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔

جعفر طیار کی شجاعت

ان کی شہادت کے بعد حضرت جعفر طیار نے علم اپنے ہاتھ میں اٹھا لیا۔ گھوڑے سے اُتر کر پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹیں۔ پھر موت سے کھیلتے ہوئے دشمن کی صفوں کے دل میں گھس گئے۔ چاروں طرف سے تیغ و سنان پڑنے لگے ان کا دایاں ہاتھ جس میں رایت اسلام سنبھالا ہوا تھا۔ کٹ کر الگ ہو گیا۔ مگر انہوں نے علم اسلام کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور شوق شہادت کے نشہ میں مخمور ہو کر لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ تو گردن سے علم کو لگا کر سینے سے سنبھالے رکھا۔ اسی حالت میں اپنے محبوب حقیقی کو جا ملے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی۔ تلواروں اور برچھیوں کے نوّے زخم تھے۔ لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے۔

عبداللہ بن رواحہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آگے بڑھ کر اسلامی جھنڈا تھام لیا تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی شہید ہو گئے

خالد بن ولید کی سپہ سالاری

Marfat.com

جب تینوں سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ تو اسلامی لشکر میں پریشانی کے آثار نمایاں ہوئے۔ حضرت ثابت بن اقرمؓ نے جھٹ آگے بڑھ کر علم اٹھا لیا۔ اور بلند آواز سے کہا: "مسلمانو! کسی ایک کو امیر بنالو۔" مجاہدین اسلام کی طرف سے متفقہ آواز بلند ہوئی: "رضینابک" (ہم لوگ تمہاری قیادت پر راضی ہیں) ثابت بن اقرم نے جواب دیا: "ما انا بفاعل فاتفقوا علی خالد بن الولید" (میں قیادت کا کام سرانجام نہیں دے سکتا۔ تم خالد بن ولید کو امیر بنالو) اسلامی لشکر نے فوراً بلند آواز سے کہا۔ "ہم کو خالد بن ولید کی امارت منظور ہے"۔ یہ سنتے ہی حضرت خالد بن ولید نے آگے بڑھ کر حضرت ثابت بن اقرم کے ہاتھ سے جھنڈا لے لیا۔ شکست خوردہ لیکن صاحب ہمت مسلمانوں کو از سر نو لڑائی پر آمادہ کیا۔ پھر اس خوبی سے دشمنوں کے لشکر پر پے در پے حملے کئے کہ لشکر کفار کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ جب شام ہونے کو آئی۔ تو رومی لشکر میدان سے بھاگ نکلا۔ مسلمانوں نے تھوڑی دور تک تعاقب کیا۔ اور کچھ مال غنیمت بھی ہاتھ آیا۔

اس جنگ میں کل بارہ صحابی شہید ہوئے۔ کفار کے مقتولوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو سکی۔

سیف اللہ خالد

حضرت خالد بن ولید کو خدا اور اس کے رسول نے سیف اللہ کا خطاب دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ میں ہی حالات جنگ کی اطلاع دے دی۔ آپ نے اسی وقت تمام مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور منبر پر چڑھ کر فرمایا کہ "تمہارے لشکر کی خبر یہ ہے کہ انہوں نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ زید بن ثابت شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا۔ اس کے بعد جعفرؓ نے اسلامی علم کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ وہ شہید ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی بخش دیا پھر عبداللہ بن رواحہؓ نے رایت اسلامی ہاتھ میں تھاما۔ وہ بھی دشمنوں سے لڑ کر شہید ہو گئے۔ یہ سب کے سب جنت میں اٹھا لئے گئے۔ اور تخت زریں پر متمکن ہیں۔ ان تینوں کے بعد اسلامی جھنڈے کو سیف من سیوف اللہ یعنی خالد بن ولید نے لیا۔ اور لڑائی کی بگڑی ہوئی حالت کو سنبھالا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے دشمن پر غلبہ دیا اسی روز سے حضرت خالد بن ولید سیف اللہ کے نام سے پکارے جانے لگے جب

Marfat.com

اسلامی لشکر مدینہ کے قریب پہنچا تو رسول کریم صلعم مدینہ سے نکل کر دور تک استقبال کرنے کے لئے چلے گئے۔ اور حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ کے خطاب کی بشارت سنائی ایک صحابی نے رویاء میں دیکھا کہ حضرت جعفرؓ جنت کی فضا میں دو بازوؤں سے اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی روز سے ان کا نام جعفر طیار مشہور ہوا۔ خود رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جعفر کو دو بازو مرحمت فرمائے ہیں۔ جن سے وہ جنت کی بلندیوں میں اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی روز سے ذوالجناحین اور طیار کے لقب سے موسوم ہوئے۔

غزوہ ذات السلاسل

غزوہ ذات السلاسل جمادی آخرہ ۸ھ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ سرحد شام کے قریب قبیلہ قضاعہ نے مدینہ پر حملہ کے لئے لشکر جمع کیا ہے۔ آپؐ نے حضرت عمرو بن العاص کو بلایا انہیں ایک سفید علم دیا۔ اور تین سو مہاجر اور انصار کے دستہ کا امیر بنا کر اس طرف بھیجا۔ اس دستہ میں تیس گھوڑے بھی تھے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ بنی عذرہ اور بلقین کے لوگوں کا تعاون بھی حاصل کر لیا جائے۔ چنانچہ یہ لوگ دن کو چھپ جاتے۔ اور رات کو سفر کرتے جب دشمن کے قریب پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ دشمن کی جمعیت بہت زیادہ ہے۔ ایک قاصد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ آپؐ نے مدد کے لئے ابو عبیدہؓ بن جراح کو دو سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجا۔ جن میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ کو جھنڈا دیا۔ اور حکم دیا کہ عمروؓ سے ملیں۔ اتحاد قائم رکھیں۔ اور اختلاف نہ کریں۔

جب یہ دستہ پہنچا تو ابو عبیدہ بن جراح نے امامت کرنا چاہی۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ آپ کو میری مدد کے لئے بھیجا گیا ہے۔ اس لئے امیر میں ہوں۔ چنانچہ حضرت عمروؓ نماز پڑھاتے رہے اور آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ قضاعہ کے علاقہ کو پامال کرتے ہوئے آخری حصہ میں پہنچ گئے۔ اور دشمن کے ایک لشکر پر حملہ آور ہوئے دشمن تاب مقاومت نہ لا سکا۔ اور بھاگ گیا۔ اسلامی لشکر سالماً واپس لوٹا۔

عمرو بن العاص کا اجتہاد

Marfat.com

اس لڑائی میں امیر لشکر حضرت عمروؓ بن العاص کو بد خوابی ہوئی۔ سخت سردی کی وجہ سے انہیں جان کا خطرہ لاحق ہوا۔ اس وجہ سے انہوں نے غسل نہ کیا۔ اور تیمم کر لیا۔ اور لشکر کو نماز پڑھادی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت عمروؓ بن العاص سے پوچھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے جواب دیا کہ سخت سردی تھی کہ پانی سے مجھے جان کا خطرہ تھا۔ اس وجہ سے غسل نہ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ بکم رحیما۔ یعنی اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرنے والا ہے۔

اس پر نبی کریم صلعم ہنس پڑے۔ اور کچھ نہ کہا۔

سریہ خبط ۸ھ

مدینہ سے پانچ منزل کے فاصلہ پر ساحل سمندر کے قریب جہینہ نے مدینہ پر حملہ آوری کے سامان جمع کئے۔ اس کی اطلاع آنحضرتؐ کو ملی۔ تو آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو تین سو مہاجر اور انصار کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ یہ مہم بغیر مقاتلہ کے واپس آئی۔

Marfat.com

فتح مکہ تاریخ اسلام کا عظیم واقعہ

رمضان ۸ھ مطابق جنوری ۶۳۰ء

انا فتحنا لک فتحا مبینا

ہم نے تیرے لیئے ایک کھلی فتح کی راہ کھول دی (محمد علی)

دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ (استثناء ۳۳ : ۲)

صلح حدیبیہ کی رو سے بنو خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیف بن گئے۔ اور بنو بکر قریش کے۔ دونوں قبیلوں کے درمیان پشتینی عداوت چلی آ رہی تھی۔ صلح حدیبیہ کے بعد بظاہر عداوت کی آگ ٹھنڈی ہو گئی۔ لیکن معاہدہ پر ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے رات کے وقت بنو خزاعہ پر حملہ کیا۔ قریش مکہ نے بنو بکر کو اسلحہ وغیرہ سے مدد دی۔ عکرمہ بن ابی جہل۔ صفوان بن امیہ۔ اور سہیل بن عمرو نے راتوں کو بھیس بدل کر بنو بکر کے ساتھ تلواریں چلائیں۔ بنو خزاعہ نے مجبور ہو کر حرم میں پناہ لی۔ لیکن ان ظالموں نے حرم کا بھی احترام نہ کیا۔ وہاں بھی انسانوں کا خون بہا دیا گیا۔

جس رات صلح حدیبیہ کی ظالمانہ طور پر دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں۔ بنو خزاعہ کے چند مظلوموں نے تلواروں کی دھاروں کے نیچے رسول کریم صلعم سے فریاد کی۔ "اے محمد صلعم ہماری مدد کیجئے اور فریاد سنیئے۔ بنو بکر نے ہم پر ظلم کیا ہے۔" اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام المومنین حضرت میمونہؓ کے حجرہ میں وضو کر رہے تھے۔ آپؐ نے فریاد کے جواب میں "لبیک لبیک" کہا۔ حضرت میمونہؓ نے عرض کیا کہ "لبیک آپؐ نے کس کے جواب میں کہا ہے۔" آپؐ نے جواب دیا۔ کہ "بنو خزاعہ کی فریاد میرے کانوں نے سنی ہے۔ اس کا جواب میں نے دیا ہے۔" بنو خزاعہ نے بھی مکہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اپنی فریاد کے جواب میں سنی تھی۔ صبح ہوئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ رات مکہ میں بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ کے آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا۔ کیا آپ کو گمان ہے کہ قریش عہد شکنی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا۔ انہوں نے ضرور بد عہدی کی ہے۔ اور عنقریب

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ان کے حق میں حکم صادر کرنے والا ہے۔

قبیلہ بنو خزاعہ کا سردار عمرو بن سالم چالیس ناقہ سواروں کی جمعیت میں مدینہ پہنچا رسول کریم صلعم مسجد میں صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ عمرو بن سالم نے قریش مکہ کی بدعہدی اور مظالم کی شکایت ایک نہایت پر درد نظم میں بیان کی۔ اس نظم کے چند شعر یہ ہیں۔

(۱) ان قریشاً اخلفوک الموعدا ونقضوا میثاقک المؤکدا

(۲) وجعلوا لی فی کداء رصدا وزعموا ان لست ادعوا احدا

(۳) وهم اذل واقل عددا هم بیتونا بالوتیر هجدا

ترجمہ (۱) قریش نے آپ کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے۔ اور انہوں نے اس مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا توڑ ڈالا ہے۔

(۲) اور ہمیں خشک گھاس کی طرح پامال کر دیا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کے لیئے کوئی نہیں آئے گا۔

(۳) وہ ذلیل ہیں اور تعداد میں قلیل ہیں۔ انہوں نے وتیر[1] میں ہم کو سوئے ہوئے جا لیا۔

آپ نے ان کی درد بھری فریاد سنی اور تسلی دی۔ اور کہا ہم تمہاری امداد کرینگے آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا۔ اور تین شرائط پیش کیں کہ ان میں سے کوئی منظور کی جائے۔

(۱) مقتولوں کا خونبہا دیا جائے۔

(۲) قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔

(۳) اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

قرطہ بن عمرو نے قریش کی زبان سے کہا کہ "صرف تیسری شرط منظور ہے" قاصد چلے جانے کے بعد قریش کو اپنی ناعاقبت اندیشی پر ندامت ہوئی۔ کیونکہ ان کو مستقبل کی تاریکیوں میں خطرات کے سیلاب امڈتے نظر آرہے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان

---

[1] وتیر ایک چشمہ کا نام ہے جس پر بنو خزاعہ رہتے تھے۔ (معجم البلدان)

Marfat.com

کو فوراً مدینہ بھیجا کہ وہ معاہدہ کی تجدید کر آئے۔

ابوسفیان مدینہ میں

ابوسفیان مدینہ پہنچا۔ تو اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہؓ کے گھر گیا۔ جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو ام حبیبہؓ نے بستر لپیٹ دیا۔

ابوسفیان کہنے لگا۔ اے بیٹی! کیا تو نے اس بستر کے باعث میری طرف سے اعراض کر لیا ہے! یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے باعث میری طرف سے منہ پھیر لیا ہے۔؟

ام حبیبہؓ نے جواب دیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ اور آپ ناپاک مشرک ہیں۔

وہ کہنے لگا۔ اللہ کی قسم میرے بعد تجھے خرابی ہو گی۔[1]

ابوسفیان غیض و غضب کی آگ میں جلتے ہوئے اپنی صاحبزادی کے گھر سے نکلے تو حضرت ابوبکرؓ کے ہاں باریاب ہوئے کہ ان سے سفارش کرائیں۔ انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ یہاں سے اٹھے تو حضرت عمر بن الخطاب کے پاس پہنچے۔ تو انہوں نے بھی صاف انکار کر دیا۔ یہاں سے حضرت علیؓ کے ہاں گئے۔ وہاں حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت حسنؓ بھی تھے۔ ابھی ان کی عمر تقریباً پانچ سال تھی۔ ابوسفیان حضرت فاطمہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے۔ اپنے اس بیٹے حسن کو حکم دو کہ یہ لوگوں کے درمیان صلح کرا دے۔ یہ آخر زمانہ تک عرب کا سردار رہے گا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میرا بیٹا ابھی اس عمر تک نہیں پہنچا کہ رسول اللہ کے خلاف کسی شخص کو پناہ دے۔ پھر ابوسفیان حضرت علیؓ کی طرف مخاطب ہوئے تو حضرت علیؓ نے کہا۔ "ابوسفیان! تمہارے لئے کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ چونکہ تم بنو کنانہ کے سردار ہو۔ مدینہ کے کسی مناسب مقام پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ صلح قائم ہے۔ اور اس کے بعد فوراً واپس چلے جاؤ۔"

ابوسفیان مسجد نبوی میں گئے۔ اور کھڑے کھڑے یہ اعلان کر دیا۔ "صلح قائم ہے" پھر مکہ کی راہ لی۔

---

[1] زاد المعاد مصنفہ ابن قیم ذکر فتح مکہ۔

Marfat.com

ابوسفیان مکہ میں

ابوسفیان نے مکہ پہنچ کر لوگوں سے یہ سرگذشت بیان کی۔ تو سب نے کہا کہ یہ نہ تو صلح ہے کہ اطمینان سے بیٹھ جائیں اور نہ جنگ ہے کہ لڑائی کی تیاری کریں۔

رسول اللہ کی مکہ پر چڑھائی کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اتحادی قبائل کی طرف پیغام بھیجے کہ تیار ہو کر آئیں۔ پوری احتیاط برتی گئی کہ قریش کو تیاری کی خبر نہ ہونے پائے۔

ایک بدری صحابی حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے قریش کو مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کی اطلاع دینے کے لئے ایک خط سارہ کنیز کے ہاتھ روانہ کیا۔ علیم و خبیر ذات نے آنحضرت صلعم کو الہام کے ذریعہ اس کی اطلاع دے دی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت مقدادؓ اور حضرت ابو مرثد غنویؓ کو روانہ کیا کہ فلاں عورت قریش مکہ کے نام ایک خط لے جا رہی ہے۔ اس سے خط چھین لاؤ۔ انہوں نے روضہ خاخ میں پہنچ کر اس کو گرفتار کیا۔ اس کی تلاشی لی۔ تو خط کا پتہ نہ چلا۔ حضرت علیؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا کہ رسول کریم صلعم کو خبر غلط ملے۔ چنانچہ انہوں نے بہت ہی ڈرایا اور دھمکایا۔ تو اس نے اپنے جوڑے سے خط نکال کر دیا۔ قاصد خط اور عورت کو گرفتار کر کے رسول کریم صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ تمام صحابہ کو حاطب بن ابی بلتعہ کے افشائے راز پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ تو غصہ سے بے تاب تھے۔ رسول کریم صلعم سے عرض کی کہ "حکم ہو کہ اس کی گردن اڑا دوں"۔ رسول کریمؐ نے حضرت حاطبؓ سے وجہ پوچھی تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے مکہ میں عزیز و اقارب ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ اہل مکہ پر احسان کے طور پر حملہ کی اطلاع دے دوں۔

اگر یہ معاملہ کسی دنیاوی بادشاہ کے سامنے آتا تو ملزم کی گردن زدنی کا فوراً حکم دے دیا جاتا۔ چونکہ مکہ پر چڑھائی انتقامی نہ تھی۔ بلکہ عفو کے لئے تھی۔ پھر اپنے رفقاء کی خطاؤں سے کیوں عفو نہ کیا جاتا۔ چنانچہ اس عفو کے سمندر میں کوئی غصہ کی لہر آئے بغیر حاطب کے عذر کو قبول فرما کر معاف کر دیا۔

مکہ کی طرف روانگی

۱۰ رمضان ۸ھ میں آپؐ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ معظمہ کی طرف

سلہ زرقانی علی المواہب جلد ۲ صفحہ ۳۳۹

Marfat.com

روانہ ہوئے۔ اور نہایت تیز رفتاری سے منزلیں طے کرتے جا رہے تھے۔ مقام جحفہ میں پہنچے کہ آپ کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب معہ اہل و عیال مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف آتے ہوئے ملے۔ آپؐ نے ان کے اہل عیال کو تو مدینہ منورہ بھیج دیا۔ اور حضرت عباس کو اپنے ہمراہ لے لیا۔ مرالظہران (جو مکہ سے چار کوس کے فاصلہ پر ہے) پہنچ کر اسلامی لشکر نے پڑاؤ ڈالا۔ اور مختلف دستے دور دور تک پھیل گئے۔ رات کو آنحضرت صلعم نے حکم دیا تھا۔ کہ ہر مسلمان مجاہد پڑاؤ پر آگ روشن کرے۔ چرواہوں کے ذریعہ قریش کو خبر پہنچی کہ وادی مرالظہران میں ایک لشکر عظیم خیمہ زن ہے۔ قریش نے یہ خبر سن کر ابوسفیان، حکیم بن حزام (حضرت خدیجہ کے بھتیجے) اور بدیل بن ورقاء کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا۔ ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن الخطاب کو ایک دستہ دے کر طلایہ گردی پر مامور فرمایا تھا کہ دشمن اچانک شبخون نہ مار سکے۔ ادھر حضرت عباس کی آنکھوں کے سامنے قریش کے مسلمانوں پر ظلم و ستم جور و جفا اسلام کے استیصال کے منصوبے۔ رسول کریمؐ کو قتل کرنے کی سازشوں کی ایک ایک تصویر آنے لگی۔ اس وجہ سے وہ اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے کے کنارے پر دیکھ رہے تھے۔ اس اضطراب کے نشان ان کے چہرے پر ہویدا تھے۔ آپؐ پہچان گئے۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت عباسؓ کو بطور سفیر قریش کے پاس بھیجا۔ تاکہ مکہ بغیر کشت و خون کے قبضہ میں آجائے۔ وہ آپؐ کی خچر دلدل نامی پہ سوار ہو کر لشکر گاہ سے نکلے۔ اور گذرگاہ اراک پر ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں ابوسفیان اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہ گفتگو کرتے ہوئے آرہے تھے کہ اتنا بڑا لشکر کہاں سے آگیا۔ بدیل بن ورقا خزاعی نے کہا۔ یہ خزاعہ کا لشکر ہے۔ ابوسفیان نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا کہ خزاعہ کی کیا مجال کہ اتنا بڑا لشکر لا سکے۔

حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی۔ اور بلایا۔ اور کہا یہ عظیم لشکر حضرت رسول کریم صلعم کا لشکر ہے۔ اور صبح کو مکہ پر حملہ آور ہوگا۔ یہ سنتے ہی ابوسفیان کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے تدبیر پوچھی۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ تم میرے ساتھ رسول کریم صلعم کی خدمت میں چلو۔ وہیں تم کو امان مل جائے گی۔ بدیل اور حکیم کو مکہ واپس لوٹا دیا۔

جب حضرت عباسؓ ابوسفیان کے ہمراہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں آئے

Marfat.com

تھے۔ تو راستہ میں حضرت عمرؓ فاروق نے ابوسفیان کو پہچان لیا۔ اور قتل کرنا چاہا۔ لیکن حضرت عباسؓ سواری کو مہمیز کر کے جلد رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ حضرت عمرؓ پیدل تھے۔ وہ ذرا دیر سے بارگاہ نبوی میں پہنچے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کفر کے استیصال کا وقت آگیا ہے۔ حکم دیجیئے کہ اس دشمنِ خدا کی گردن اڑا دوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا کہ میں امان دے چکا ہوں حضرت عمرؓ فاروقؓ نے دوبارہ عرض کی۔ تو حضرت عباسؓ نے کہا۔ "عمر! اگر یہ شخص تمہارے قبیلہ کا آدمی ہوتا۔ تو تم کو اس کے قتل میں اتنا اصرار نہ ہوتا۔ اور اتنی بے صبری نہ کرتے"۔ حضرت عمرؓ نے کہا "آپ جس دن اسلام لائے تھے مجھ کو اتنی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ خود میرا باپ بھی اسلام لاتا تو اس قدر خوشی نہ ہوتی[۱]"

صحیح بخاری میں ہے کہ ابوسفیان نے گرفتار ہونے کے ساتھ ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

بعض تاریخوں میں ہے کہ رسول کریم صلعم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھو۔ اور صبح کو پیش کرو۔ حضرت عباس نے رات بھر ابوسفیان کو اپنے خیمہ میں رکھا۔ صبح کو رسول کریم صلعم کی خدمت میں پیش کیا۔ انصار اور مہاجرین دونوں گروہ موجود تھے۔ تو رسول کریمؐ نے فرمایا۔ کیوں ابوسفیان۔ کیا اب بھی تم کو یقین نہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں"۔ ابوسفیان نے جواب دیا "کوئی اور خدا ہوتا تو آج ہمارے کام آتا"۔ رسول کریمؐ نے پھر پوچھا "کیا میرے رسول ہونے میں شک ہے"۔ ابوسفیان نے جواب دیا "اس میں شک ہے"۔ بہر حال حضرت عباسؓ کے سمجھانے بجھانے سے ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بالآخر وہ سچے مسلمان بن گئے۔ اور غزوات میں اپنے عمل سے خلوص اور وفاداری کا اظہار کیا۔ غزوہ طائف میں ان کی ایک آنکھ زخمی ہوئی اور یرموک میں وہ بھی جاتی رہی۔

ابوسفیان کی عزت افزائی۔

حضرت عباسؓ نے رسول کریم صلعم سے کہا "یا رسول اللہؐ! ابوسفیان کو اس موقعہ پر خاص عزت بخشیں"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اچھا۔ جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو امان دی جائے گی۔ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا۔ اس کو بھی امان دی جائے گی۔

[۱] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۳۲

Marfat.com

جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا۔ وہ بھی امان میں رہے گا۔ جو شخص بغیر ہتھیار لگائے راہ میں ملے گا۔ اس کو بھی امان دی جائے گی۔"

اسی وقت قدوسیوں کا لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ ایک وادی میں واقع ہے۔ جس کے ہر طرف اونچے اور دشوار گزار پہاڑ ہیں۔ صرف ایک بڑا راستہ ہے جو شمالاً جنوباً شہر سے گزرتا ہے۔ اور دو ذیلی راستے ہیں۔ جو اس بڑے راستے میں آ کر مل جاتے ہیں۔ یعنی طریق حجون اور کداء۔ فوج کا بڑا حصہ جناب رسالت مآب صلعم کے ساتھ عام شمالی راستے یعنی معلات کی طرف سے بڑھنے لگا۔ کچھ فوج حضرت زبیر بن العوام کے تحت طریق کداء سے بڑھائی گئی۔ تاکہ وادی فاطمہ کی راہ ساحل کی طرف جانے والی گزرگاہ کھلی نہ رہے۔ ایک اور مضبوط دستہ کو سیف اللہ خالد بن الولید کے تحت جنوبی راستہ یعنی مسفلہ کی راہ لیط کی طرف سے شہر میں بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک اور فوج حجون کے راستہ سے بڑھائی گئی۔ ادھر سے ایک راستہ جدہ جاتا ہے۔ اور ایک شاہراہ جنوب میں یمن کی طرف جاتی ہے۔ اور ہر معرکے کی طرح مسلمانوں کے لیئے شعار (اواچ ورڈ) بھی مقرر کر دئے گئے[1]

لشکر اسلام جب مکہ کی طرف بڑھا۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابو سفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو۔ تاکہ اسلامی لشکر کا نظارہ دیکھ لے۔ جب تمام ہوئے راستوں سے اسلامی دستے شہر میں داخل ہونے شروع ہوئے۔ تو ابو سفیان متحیر ہو کر پوچھتا تھا کہ یہ کون ہیں؟ حضرت عباسؓ نام بتاتے جاتے تھے۔ دفعتہً حضرت سعد بن عبادہ ہاتھ میں علم لئے ہوئے گزرے۔

تو ابو سفیان کو دیکھ کر بلند آواز سے پکار اٹھے۔

"الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة"[2]

آج لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔

سب سے آخر میں آفتاب رسالت حضرت محمد مصطفےٰ صلعم جلوہ گر ہوئے۔

ابو سفیان دیکھ کر پکار اٹھا کہ "حضور نے سنا کہ عبادہ کیا کہتے ہیں"۔ آپ نے

---

[1] ابن ہشام ۱۶/۸/۷، عہد نبوی کے میدان جنگ از حمید اللہ د ۱۶ [2] صحیح بخاری

جواب دیا کہ "عبادہ نے غلط کہا ہے۔ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے" یہ کہہ کر حکم دیا کہ فوج کا علم عبادہ سے لیکر ان کے بیٹے قیس کو دے دیا جائے۔

خالد بن ولید کے دستہ پر حملہ

حضرت خالد بن ولید کے دستہ کے سوا باقی اسلامی لشکر بغیر مزاحمت کے اپنے اپنے مقررہ راستوں سے شہر میں داخل ہو گئے۔ مگر حضرت خالدؓ کو مقابلہ کرنا پڑا۔ کیونکہ اس سمت کے لوگوں نے صفوان بن امیہ۔ سہیل بن عمرو۔ اور عکرمہ بن ابی جہل کی قیادت میں مورچے سنبھالے ہوئے تھے۔ جونہی حضرت خالد کا دستہ قریب پہنچا۔ انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ لیکن حضرت خالدؓ نے جوابی حملہ کیا۔ یہ لوگ ۱۳ بروایت دیگر ۱۸ مقتولین چھوڑ کر بھاگ گئے۔ تین مسلمانوں۔ حضرت کرز بن جابر فہری۔ حضرت حبیش بن اشعر اور حضرت سلمہؓ بن المیلاؓ نے شہادت پائی۔

رسول کریم صلعم نے تلواروں کی چمک دیکھی۔ تو حضرت خالد بن ولید سے باز پرس کی۔ لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ قتال کا آغاز دشمنوں کی طرف سے ہوا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ قضائے الٰہی یہی تھی۔"

لوگوں نے رسول کریم صلعم سے دریافت کیا کہ "حضور کہیں اور قیام فرمائیں گے۔ یا اپنے قدیم مکان میں؟" چونکہ عقیل نے وہ مکانات ابوسفیان کے ہاتھ فروخت کر دئے ہوئے تھے۔ اس بناء پر رسول کریمؐ نے ارشاد فرمایا کہ "عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں"۔ اس لئے مقام خیف میں ٹھہروں گا۔ جہاں قریش نے ہمارے خلاف کفر کی تائید میں باہم عہد و پیمان کیا تھا۔ تھوڑا سا عرصہ استراحت کرنے کے بعد اپنی ناقہ قصواء پر سوار ہو کر بیت اللہ کی طرف گئے کسی جبار فاتح کی طرح نہیں کہ جب وہ اپنے دشمنوں پر قابو پا لیتا ہے۔ تو نشۂ نخوت میں چور ہو کر اکڑتا ہوا اور سینہ تانتا ہوا چلتا ہے بلکہ ابن ہشام کے قول کے مطابق شرماتے، بارگاہ خداوندی میں سر نیاز جھکاتے۔ اور بار بار اونٹنی کے کجاوے ہی پر سجدہ شکر ادا کرتے ہوئے جا رہے تھے۔"

لہ صحیح بخاری میں ذکر ہے۔

۵۲ سیرۃ النبی حصہ اول ذکر فتح مکہ۔ صہ ۵۱۶

Marfat.com

سواری پر ہی سات بار بیت اللہ کا طواف کیا۔ بیت اللہ کے ارد گرد جتنے بت تھے۔ ایک ایک کو لکڑی کی ٹھوکر مارتے جاتے تھے۔ اور یہ پڑھتے جاتے تھے۔

جاء الحق و زھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقاً۔

حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور باطل بھاگ ہی جاتا ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر عثمان بن ابی طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید چلی آتی تھی۔ کلید طلب کی۔ دروازہ کھلوایا۔ عین کعبہ کے اندر بہت سے بت تھے۔ جن کو قریش خدا مانتے تھے۔ داخل ہونے سے قبل حکم دیا کہ سب کو نکلوا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے اندر جا کر سب تصاویر کو مٹا دیا۔ جب بیت اللہ بتوں اور تصاویر سے پاک ہو گیا۔ تو آپؐ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اور نماز ادا کی۔

پھر کنجی عثمان کو واپس کر دی۔ اور فرمایا کہ یہ ہمیشہ کے لئے تمہارے پاس اور تمہاری نسل میں رہے گی۔

اس کے بعد خانہ کعبہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا۔ جس میں توحید الٰہی اور نسل انسانی کی وحدت کو بیان کیا ہے۔ وہ خطبہ یہ ہے۔

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ صدق وعدہ و نصر عبدہ و ھزم الاحزاب وحدہ الا کل ماثرۃ او دم او مال یدعی فھو تحت قدمی ھاتین الا سدانۃ البیت و سقایۃ الحاج۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب۔

ایک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندہ کی مدد کی۔ تمام جتھوں کو تنہا شکست دی۔ ہاں تمام مفاخر تمام انتقامات خونبہائے قدیم۔ تمام خونبہا میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں اے قوم قریش! اب جاہلیت کا تکبر اور نسب کا افتخار۔ اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا

Marfat.com

ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں۔ اور آدم مٹی سے ہے۔

پھر یہ آیات پڑھیں۔

یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم ان اللہ علیم خبیر۔

اے لوگو! میں نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیا کرو۔ لیکن خدا کے نزدیک شریف وہ ہے۔ جو زیادہ پرہیزگار ہو۔ خدا جاننے والا اور واقف کار ہے۔

اس کے بعد قریش کے ایک خاص مجمع سے خطاب کیا۔ جن میں وہ بھی شقی القلب موجود تھے جن کے تیغ و سنان نے بے کس مسلمانوں کے خون سے پیاس بجھائی تھی۔ وہ بھی تھے۔ جو مسلمان غلاموں کو دہکتے ہوئے انگاروں اور چلچلاتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر بھاری پتھر رکھ دیتے تھے۔ وہ بھی کینہ پرور اور کور باطن تھے جنہوں نے خیر البشرؐ کے راستہ میں کانٹے بچھائے۔ سوشل بائیکاٹ کر کے شعب میں مصائب و آلام کی بھٹی میں جھونک دیا۔ وعظ و نصیحت کے وقت پتھر مار مار کر پنڈلیوں کو لہولہان کر دیا۔ جن کی زبانیں تمسخر اور گالیوں کے سوا کسی اور چیز سے آشنا نہ تھیں۔ اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ غیض و غضب کی آتش کو بجھانے کے لئے قتل کرنے کا منصوبہ بھی بنایا جب نصرت ایزدی سے بچ کر دوسری جگہ پناہ لینی چاہی۔ تو ان ظالموں نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ بار حملہ آور ہو کر اسلام اور مدینہ کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ یہ سب مجرم اسی سر زمین پر کھڑے تھے۔ جو آپؐ کے خون کی پیاسی تھی۔ اگر کوئی اور فاتح ہوتا۔ تو عبرت کے طور پر بہتوں کی گردنیں سر سے الگ کر اکر موت کی آغوش میں ابدی نیند سلا دیتا۔ بہتوں سے جیل خانے بھر دیتا۔ لیکن قریش کے دل گواہی دیتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ سلوک نہیں کریں گے۔ جب آپؐ نے ان کے نادم اور شرمسار چہروں کی طرف دیکھا۔ تو محبت بھرے لہجہ میں پوچھا۔ تم کو کچھ معلوم ہے۔ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں وہ فوراً پکار اٹھے۔ اخ کریم و ابن اخ کریم یعنی تو شریف بھائی ہے

Marfat.com

اور شریف بھائی کا بیٹا ہے۔ آپؐ نے یہ جواب سن کر فرمایا۔ اچھا میں بھی تم سے وہی کہتا ہوں۔ جو یوسف علیہ السلام نے اپنے مجرم بھائیوں کو کہا تھا۔ لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (آج تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

اس رحمۃ للعالمین کے دل میں بنی نوع انسان کے لیئے کتنی محبت ہے کہ مجرموں کو بھی ایک لفظ ملامت کا نہیں کہا۔ اور ان سے یہ وعدہ بھی نہیں لیا کہ وہ آئندہ ایسی شرارتیں نہیں کریں گے۔ صرف یہی وسعت قلبی کا ثبوت نہیں دیا۔ کفار مکہ نے مہاجرین کی جن جائدادوں پر قبضہ کر لیا ہوا تھا۔ ان کو بھی واپس نہیں مانگا۔ بلکہ مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ اپنی مملوکات سے دست بردار ہو جائیں۔

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت پہ چڑھ کر اذان دی۔ ان کی جاہلیت کی رگ حمیت بھڑک اٹھی۔ عتاب بن اسید نے کہا۔ خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا۔[1] ایک اور رئیس قریش نے کہا۔ "اب جینا بیکار ہے[2]۔

آپؐ صفا پہاڑی پہ چڑھ گئے اور مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول کی بیعت کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑتا تھا۔

(۱) میں خدا کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات۔ صفات۔ و عبادت میں شریک نہ کروں گا۔

(۲) میں چوری نہ کروں گا۔ زنا نہ کروں گا۔ خون ناحق نہ کروں گا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کروں گا۔ کسی پہ بہتان نہ لگاؤں گا۔

(۳) امر بالمعروف میں رسول کریم صلعم کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔

عورتوں سے مزید اقرار یہ بھی لیئے جاتے تھے۔

کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی۔ طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال گھسوٹیں گی۔ نہ گریبان چاک کریں گی۔ نہ سیاہ کپڑے پہنیں گی۔ نہ قبر پہ سوگواری میں بیٹھیں گی۔

---

[1] سیرت ابن ہشام [2] اصابہ تذکرہ عتاب بن اسید۔

Marfat.com

عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ

عورتوں سے بیعت لینے کا طریق یہ تھا کہ پانی کے برتن میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ ڈال کر نکال لیتے تھے۔ پھر بیعت کرنے والی اس برتن میں ہاتھ ڈال کر اقرار کرتی۔

بیعت کرنے والوں میں حضرت امیر معاویہ اور ان کی والدہ ہندہ بھی تھیں جنہوں نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔

فضالہ بن عمیر کا ارادہ سوء

فتح سے دوسرے دن کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلعم بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آں حضرت صلعم کو قتل کر ڈالے۔ وہ اپنے ارادۂ سوء کی تکمیل کے لئے قریب پہنچا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ "کیا فضالہ آ رہا ہے"۔ فضالہ نے کہا۔ "ہاں"۔ آپ نے فرمایا۔ "تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے"۔ فضالہ نے کہا۔ "کچھ نہیں۔ میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"۔ نبی کریمؐ مسکرا اٹھے۔ اور فرمایا۔ "تم اپنے خدا سے معافی کی درخواست کرو"۔ یہ فرما کر اپنا دست مبارک اس کے سینے پہ رکھ دیا۔

فضالہ کا بیان ہے کہ دست مبارک رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینان قلب نصیب ہوا۔ اور رسول کریم صلعم کی محبت میرے دل میں اتنی پیدا ہو گئی کہ آپؐ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

میں وہاں سے گھر کو روانہ ہوا۔ راستہ میں میری معشوقہ ملی جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا۔ اس نے کہا۔ "فضالہ ایک بات سنتے جاؤ"۔ میں نے جواب دیا "نہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اسلام ایسی باتوں سے منع کرتے ہیں"۔

اشتہاری ملزم

رسول کریم صلعم نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام اسلامی لشکر کو ہدایت کر دی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کیا جائے۔ لیکن کچھ آدمیوں کے متعلق حکم دیا تھا کہ جہاں وہ ملیں۔ ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ حافظ مغلطائی نے پندرہ نام مختلف حوالوں سے جمع کئے ہیں۔ عام ارباب سیرت نے دس شخصوں کے نام لئے ہیں۔ ابن اسحاق نے آٹھ نام بیان کئے ہیں۔ ابوداؤد اور دارقطنی میں صرف چھ۔ اور صحیح بخاری

Marfat.com

میں صرف ابن اخطل کا ذکر ہے۔

عام روایات کے مطابق جن دس آدمیوں کے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ وہ کسی ذاتی انتقام اور عناد کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ اتنے شدید مجرم تھے کہ ان کو ان کے جرم کی سزا نہ دینا انصاف کا خون تھا۔ تاہم کچھ آدمی خلوص سے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور ان کو معاف کر دیا گیا۔ صرف چار شخص قتل ہوئے۔ ان میں تین مرد اور ایک عورت تھی۔

جو کچھ آدمی خلوص قلب سے ایمان لائے تھے وہ مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) عبداللہ بن ابی سرح۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کیا۔ بعد میں کاتب وحی کے منصب پر فائز ہوئے۔ ترک اسلام کرکے قریش کے ہاں چلے گئے۔ اور کہتے تھے کہ میں قرآن میں کمی بیشی کرتا رہا ہوں۔

حضرت عثمانؓ کے سوتیلے بھائی تھے وہ بارگاہ نبویؐ میں ساتھ لائے۔ جان بخشی کی سفارش کی۔ رسول کریم صلعم نے کچھ دیر تامل کے بعد پناہ دی۔ اور وہ مسلمان ہو گیا۔

(۲) صفوان بن امیہ نے اس دستہ کی سرداری کی تھی۔ جس نے مکہ میں داخل ہوتے وقت حضرت خالد بن ولید کے دستہ پر تیر اندازی کی تھی۔ پھر تاب مقاومت نہ لاکر بھاگ گیا تھا۔ عمیر بن وہب نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر صفوان کے لیے امان طلب کی۔ آپؐ نے امان دی۔ اور علامت کے طور پر عمامہ عنایت کیا۔ عمیر جدہ پہنچ کر ان کو واپس لائے۔

حنین کے معرکہ تک دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے[1]۔ بعد میں مسلمان ہوئے۔

(۳) عبداللہ بن زبعری۔ عرب کے مشہور شاعر جو رسول کریم کی ہجویں کہا کرتے تھے۔ اور قرآن کریم پر نکتہ چینی کیا کرتے تھے۔ نجران بھاگ گئے۔ لیکن پھر آکر مسلمان ہوئے[2]۔

(۴) عکرمہ بن ابی جہل مکہ میں داخلے کے وقت خالد بن ولید کے دستہ پر حملہ کیا تھا۔ فتح کے بعد مکہ چھوڑ کر یمن کی طرف بھاگ گئے۔ لیکن ان کی بیوی ام حکیمؓ نے رسول کریمؐ سے امان طلب کی۔ اور جا کر یمن سے واپس لائیں[3]۔

---

[1] طبری جلد ۲ صفحہ ۱۶۴۲ و اصابہ ذکر صفوان بن امیہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۷

[2] ابن ہشام [3] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۴۲

Marfat.com

(۵) ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان۔ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے آتش انتقام کو بجھانے کے لئے سید الشہداء، عم رسول حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ مسلمان ہوئیں۔

(۶) ہبار بن الاسود۔ ہبار نے حضرت زینب بنت رسول کریم صلعم کو جب کہ وہ مدینہ کی طرف اونٹ پر سوار ہو کر جا رہی تھیں، نیزہ مارا۔ اور گجاوا گرا دیا۔ اس صدمہ سے حمل ساقط ہوا تھا بالآخر اس صدمہ سے ان کی وفات ہوئی۔ دائرہ اسلام میں داخل ہوا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جان بخشی فرمائی۔

جن اشخاص کو قتل کیا گیا تھا۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) عبداللہ بن اخطل جو اسلام لا چکا تھا۔ اپنے ایک مسلمان خادم کو قتل کر کے مرتد ہو گیا۔ اس پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ اپنی دو کنیزوں سے رسول کریم کی ہجو کے قصائد سننے سنانے کا مشغلہ بنا لیا۔

(۲) مقیس بن صبابہ۔ اس کا ایک بھائی ایک انصاری کے ہاتھوں غلطی سے مارا گیا۔ رسول کریم صلعم نے اس کی دیت ادا کر دی تھی۔ تاہم مقیس منافقانہ اسلام لایا۔ اور انصاری کو قتل کر دیا یہ دونوں خونی مجرم تھے۔ قصاص میں قتل کر دیئے گئے۔

(۳) حویرث۔ رسول کریم کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ جب وہ مدینہ جا رہی تھیں۔ شرارت کی تھی۔ ان دونوں کو اونٹوں سے گرا دینا چاہتا تھا اسے حضرت علیؓ نے قتل کیا۔

(۴) قریبہ۔ ابن اخطل کی کنیز تھی۔ اسلام کی ہجو گایا کرتی تھی۔

فتح مکہ کے دوسرے روز بنو خزاعہ نے بدیل کے ایک مشرک کو دیرینہ عداوت کی بنا پر قتل کر دیا۔ رسول کریم صلعم تک یہ خبر پہنچی۔ تو آپ نے مجمع عام میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

ان مکۃ حرمہا اللہ ولم یحرمہا الناس لا یحل لامرئ یؤمن باللہ والیوم الآخر ان یسفک بہا دما ولا یعضد بہا شجرا فان احد ترخص القتال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیہا فقولوا لہ ان اللہ اذن لرسولہ ولم یاذن لکم وانما اذن لی فیہا ساعۃ من نہار وقد عادت حرمتہا الیوم کحرمتہا بالامس ولیبلغ الشاہد الغائب[1]

---

[1] صحیح بخاری وسیرت ابن ہشام

Marfat.com

یعنی مکہ کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا۔ اور لوگوں نے حرام نہیں کیا۔ جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کے لئے جائز نہیں کہ اس میں خون بہائے۔ اور نہ اس کا درخت کاٹے۔ اگر اس میں رسول کریم صلعم کے جنگ کے وجہ سے لڑائی کو جائز سمجھے۔ تو اس کو کہہ دو کہ خدا نے اپنے رسول کو اجازت دی۔ تم کو اجازت نہیں دی گئی ہے۔ اور آج پھر اس کی حرمت ایسی ہو گئی جیسا کہ کل تھی۔ چاہیئے کہ جو یہاں حاضر ہے۔ وہ غائب کو پیغام پہنچا دے۔

اس کے بعد بنو خزاعہ سے خطاب کیا۔

"اے خزاعہ کے لوگو! قتال سے ہاتھ روک لو۔ اگرچہ تمہارے لئے اس میں منفعت ہی سہی۔ میں یہی فیصلہ کرتا ہوں کہ تمہارے ہاتھ سے جو شخص قتل ہوا ہے۔ اس کے عوض میں قاتلوں کو اپنی طرف سے خونبہا دئیے دیتا ہوں۔ لیکن آئندہ کے لئے مقتول کے وارثوں کو اختیار دیتا ہوں کہ اپنے قتیل کا خون بہا لیں یا قصاص! انہیں اختیار ہے۔"[1]

آپؐ نے مقتول کی دیت اس کے وارثوں کو اپنی طرف سے ادا کر کے تنازعہ ختم کر دیا۔

سنگ میل حرم کی مرمت

بنو خزاعہ سے فرمایا کہ حرم کی بارہ برجیوں میں سے جو برجی مرمت کے قابل ہو۔ اس کی مرمت کرا دیں۔ اس سے اہل مکہ کے دلوں پر اچھا اثر پڑا۔

اہل مکہ سے اظہارِ محبت

اسی لمحہ اہل مکہ سے فرمایا "آپ لوگ دنیا کی بہترین جماعت ہیں۔ مجھے تم سے بے حد محبت ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر مدینہ نہ جاتا۔ اور کسی کو تمہارے ہم پلہ نہ ٹھہراتا۔ مگر کیا کروں، تم ہی نے مجھے اس شہر سے جلاوطن کیا"۔

یہ کلمات اہل مکہ کے دلوں کو کھا گئے۔ وہ اہل مکہ جو کل آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ اب آپؐ کے لئے اپنے خون بہانے کو تیار تھے۔

ابو قحافہ پر شفقت

---

[1] حیات محمدؐ ذکر فتح مکہ و تطہیر کعبہ۔

Marfat.com

اسی وقفہ میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے والد ابو قحافہ کو بارگاہ نبوی میں حاضر کیا۔ اس وقت ابو قحافہ کی بینائی جاتی رہی تھی۔ اور ضعف کی وجہ سے چلنا مشکل تھا۔ آپؐ نے فرمایا "اے ابوبکر! یہ ضعیف ہیں۔ میں خود ہی ان کے ہاں چلا جاتا۔ آپ نے انہیں یہاں آنے کی زحمت کیوں دی؟"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "یارسول اللہ! یہاں کا فرض تھا" رسول کریم صلعم نے ابو قحافہ کو اپنے سامنے بٹھا کر ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اے شیخ! اسلام قبول کیجئے" ابو قحافہ نے کلمہ توحید پڑھا۔ اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔

فتح مکہ اور بت شکنی

جب مکہ فتح ہو گیا۔ اور بیت اللہ کو اصنام کی آلائشوں سے پاک کر دیا گیا۔ تو رسول کریم صلعم نے شہر میں منادی کرا دی کہ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں وہ اپنے گھروں میں کوئی بت نہ رہنے دیں۔ پھر آپؐ نے نواح مکہ کے مشہور بتوں کو توڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو تیس سواروں کی متابعت میں عزیٰ بت کو توڑنے کے لئے روانہ کیا۔ انہوں نے جا کر عزیٰ کو پاش پاش کر دیا۔ بنو شیبان اس کے پجاری تھے۔

حضرت عمرو بن العاص کو قبیلہ ہذیل کے بت سواع کو توڑنے کے لئے روانہ کیا جب حضرت عمرو بن العاص مندر کے قریب پہنچے۔ تو پجاری نے کہا کہ تم بت کو توڑنے میں کیسے قادر ہو سکتے ہو۔ حضرت عمرو بن العاص نے کہا کہ تم دیکھتے جاؤ۔ چنانچہ یہ کہہ کر مندر کے اندر گئے۔ بت کو پاش پاش کر دیا۔ پجاری نے یہ دیکھ کر اسلام قبول کر لیا۔

حضرت سعد بن زید اشہلی کو مناۃ نامی بت توڑنے کے لئے مقام قدید کی طرف روانہ کیا۔ یہ ایک بن گھڑا پتھر تھا۔ ازد۔ غسان۔ اوس۔ خزرج اس کا حج کرتے تھے وہاں کے پجاری بھی یہ یقین رکھتے تھے کہ مسلمان بت توڑنے پر قادر نہیں ہو سکیں گے چنانچہ یہاں کے پجاریوں نے دیکھ لیا کہ کس طرح مسلمانوں نے بت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اس طرح عرب کے تمام بت مسمار کر دیئے گئے۔

فتح مکہ کے بعد اسلام میں بکثرت داخل ہونے کی وجوہات

Marfat.com

فتح مکہ کے بعد لوگ اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ اس کے چند اسباب تھے۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) بہت سے قبائل اسلام قبول کرنے سے اس لئے رکے ہوئے تھے کہ وہ قریش کے مخالف تھے۔ ان کے نزدیک اسلام لانا بمنزلہ عہد شکنی کے تھا۔

(۲) بہت سے قبائل قریش کے مقابلہ میں کمزور تھے۔ اسلام قبول کرنے سے اس وجہ سے رکے ہوئے تھے کہ وہ لوگ قریش کے غصہ کا مرکز بن جائیں گے۔

(۳) بہت سے قبائل کی رائے تھی کہ مکہ پر وہی قابض ہوگا جس کے ساتھ تائید ایزدی ہو۔ وہ اس بات کے منتظر تھے کہ آیا مسلمان مکہ پر قابض ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔

مختلف قبائل میں بہت سے بوڑھے ایسے موجود تھے۔ جنہوں نے ابرہہ کے چالیس ہزار لشکر جرار کو دست ایزدی سے تباہ ہوتے دیکھا تھا۔ اس وجہ سے ان کا قومی ایمان تھا کہ اگر مسلمان مکہ پر قابض ہو گئے تو یہ سچے ہوں گے۔ اگر یہ لوگ قریش کے ہاتھ سے نیست و نابود ہو گئے۔ تو قریش حق پر ہوں گے۔

Marfat.com

فتح مکہ کا ذکر سابقہ کتب میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آخری وصیت میں بشارت

"اور کہا خداوند سینا سے آیا اور طلوع ہوا شعیر سے ان کے لئے وہ جلوہ گر ہوا۔ فاران کے پہاڑ سے اور وہ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت ہے۔ (استثناء ۲:)

سینا سے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے۔ جو سینا پر ہوا۔ اور شعیر سے طلوع ہونا حضرت عیسیٰؑ کا ظہور ہے جن پر سلسلۂ انبیاء بنی اسرائیل ختم ہوا۔

اس کے بعد کی تمام پیش گوئی رسول کریم سے متعلق ہے۔

(۱) خداوند فاران کی چوٹیوں پر جلوہ گر ہوا۔

عرب کے قدیم جغرافیہ نگار۔ اور بعض مسیحی علماء کی تحقیقات سے یہ ثابت ہے کہ "فاران" مکہ معظمہ کے پہاڑوں کا نام ہے۔

چنانچہ توراۃ سامری کا ترجمہ جسے ارکیونن نے ۱۸۵۱ء میں شائع کیا۔ اس میں پیدائش ۲۱ : ۲۱ کے ترجمہ میں فاران کو حجاز میں بتایا ہے۔ ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔

وسکن بریۃ فاران (الحجاز) واخذت لہ امہٗ
امرأۃ من ارض مصر (تکوین ۲۱ : ۲۱)

"اسماعیل بیابان فاران واقعہ حجاز میں سکونت پذیر ہوا۔ اور اس کی ماں نے اس کے لیئے مصر سے ایک عورت لی"

اس ترجمہ سے ظاہر ہے کہ فاران حجاز میں ہے۔

حبقوق نبی نے اسی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "خدا جنوب سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا" حبقوق ۳ : ۳

یہاں صاف طور پر فاران کا جنوب میں ہونا بیان کیا گیا ہے اور حجاز شام کے جنوب میں ہے۔

(۲) دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آمد۔

Marfat.com

دس ہزار قدوسیوں کی معیت نہ صرف فاران کے جائے وقوع کے متعلق فیصلہ کر دیتی ہے۔ بلکہ پیشگوئی کے اصل مصداق کی ناقابل تردید شہادت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں دس ہزار قدوسی صرف رسول کریم صلعم کے ساتھ ثابت ہیں۔

اس کے داہنے ہاتھ پر آتشی شریعت ہوگی۔

یہ پیشگوئی کا آخری حصہ ہے۔ عبرانی عربی دونوں زبانوں میں یمین (داہنے ہاتھ) کا محاورہ برکت بندگی۔ حکومت۔ طاقت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہوگی۔ یعنی اسے مذہبی جنگ کرنے پڑیں گے[1]۔

اتھروید منتر ۳

اس منتر کا ترجمہ پنڈت کھیم کرن نے یوں کیا ہے۔

"اس نے اس ہوشیار آدمی کو سو دینار یں۔ دس تسبیحیں۔ تین سو گھوڑے دس ہزار گایاں دی ہیں۔

پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی اے وی کالج کا ترجمہ یہ ہے۔

اس نے مامح رشی کو سو دینار دس مالائیں تین سو گھوڑے اور دس ہزار گایاں دیں

ان تراجم کے اندر ذیل کی باتیں قابل غور ہیں۔

(۱) اس منتر میں کسی رشی کا ذکر ہے۔

(۲) اس کا نام مامح ہے۔

(۳) سو طلائی دینار۔ دس ہار۔ تین سو گھوڑے اور دس ہزار گایاں اس مامح رشی کو عطا ہوئے۔

ا۔ اس منتر میں رشی کا نام مامح بتایا گیا ہے۔ ہندوستان کے کسی رشی کا نام مامح نہیں اور نہ کوئی اور پیغمبر دنیا میں اس نام کا گذرا ہے۔ لفظی تحقیق کی بناء پر اس لفظ کا اصل مح ہے۔ جس کے معنے بزرگی دینا۔ نہایت اعلیٰ ہونا۔ عزت دیا گیا۔ تعریف کیا گیا۔ خوش ہونا۔ اور بلند ہونا ہیں۔ اس منتر میں محمدؐ کا قریبی تلفظ مامح جو محمدؐ کے ہی معنی رکھتا ہے۔ دیا گیا ہے۔

---

[1] مکمل بحث کے لیے کتاب میثاق النبیین حصہ اول مصنفہ عبدالحق ودیارتھی صفحہ ۱۷۱ تا ۱۸۲ ملاحظہ کریں

Marfat.com

(ب) سو خالص دینار عطا کئے جانا۔ یہ وہ صحابہ ہیں۔ جو رسول کریم کو مکہ معظمہ کی پر مصائب زندگی میں ملے۔ مہاجرین حبشہ کی تعداد بھی تقریباً سو تھی۔

(ج) دس ہار دیئے جانا۔ یہ وہ عشرہ مبشرہ ہیں جن کی مالی۔ جانی قربانیاں اس قدر بے نظیر تھیں کہ اسی زندگی میں ان کے اوج اقبال پر فائز المرام ہونے کی خوشخبری دے دی گئی۔ انہی کی نسبت وید نے بتایا کہ وہ جنت کے دس گلدستے ہیں۔

(د) تین سو گھوڑے دئے جانا۔ جنگ بدر کے جان فروشوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔

ھ دس ہزار گائیں دیا جانا۔ فتح مکہ کے وقت رسول کریمؐ کے ہمراہیوں کی تعداد بیان کی گئی ہے۔ اس منتر میں قدوسیوں کو گائے سے تشبیہ دی ہے۔ کیونکہ وید میں گائے کو رعب اور ہلاکت اور رحم اور محبت کا مظہر قرار دیا گیا ہے۔

یہ دو متضاد صفات صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں ہی اکمل اور احسن طور پر پائی جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم۔ یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے ساتھی کافروں کے مقابلہ میں قوی اور آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں۔

اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکفرین۔ یعنی مومنوں کے ساتھ عاجز اور کافروں پر غالب ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں یہ ساری خوبیاں اور نشانات صرف رسول کریم صلعم کے سوانح حیات میں ہی ملتی ہیں۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جس ترتیب سے ان انعامات کے ملنے کا وید منتر میں ذکر ہے۔ اسی ترتیب سے یہ انعامات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے پہلے سو سابقون الاولون ملے۔ پھر دس عشرہ مبشرہ کی گنتی پوری ہوئی۔ اس کے بعد جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا آخر پر دس ہزار قدوسی ملے۔ کوئی شخص آپ کے سوا دنیا کے کسی اور رشی اور پیغمبر میں یہ باتیں ایک جگہ نہیں دکھا سکتا۔[1]

---

[1] میثاق النبیین حصہ اول مصنف عبدالحق ودیارتھی ص ۵۳ تا ۵۴

Marfat.com

حضرت سلیمانؑ کی بشارت

حضرت سلیمان علیہ السلام غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۵ میں فرماتے ہیں (عبری الفاظ بخط عربی)

دودی صحوی ادوم دا غول مربابا

مطلب "میرا دوست روشن چہرہ اور سرخ رنگ ہے۔ دس ہزار میں ممتاز ہے"۔ رسول کریم صلعم کی سیرت سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ حضور کا چہرہ مبارک روشن تھا۔ (۲) آپؐ کا رنگ سرخ تھا۔ شامی لوگوں کی طرح بالکل سفید نہ تھا (۳) آپؐ اپنے دس ہزار قدوسیوں میں فتح مکہ کے وقت نمایاں امتیاز رکھتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ نے آپ کا حلیہ مبارک بیان کر کے اس کے ساتھ دس ہزار میں ممتاز ہونا بتایا ہے یہ خوبی دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی شخص کو نصیب ہوئی ہے۔ اور وہ وہی حضرت سلیمانؑ کے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی معیت میں فتح مکہ کے وقت دس ہزار قدوسی موجود تھے[1]

---

[1] میثاق النبیین حصہ اول مصنفہ مولوی عبدالحق ودیارتھی صہ ۲۱۶

Marfat.com

غزوہ حنین شوال ۸ھ

ویوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین (توبہ)

اور حنین کے دن جب تمہاری کثرت تمہیں اچھی لگی۔ پھر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تم پر زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی۔ اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔

حنین

محل وقوع حنین کے محل وقوع کے متعلق اختلاف ہے۔ مولانا شبلی سیرۃ النبی حصہ اول میں زرقانی کے حوالہ سے حنین کو مکہ اور طائف کے درمیان۔ عرب کے مشہور بازار ذوالمجاز کے پاس ایک وادی کا نام بتاتے ہیں[1]۔

محمد حمید اللہ صاحب استاذ قانون بین الممالک جامعہ عثمانیہ اپنے کتابچہ "عہد نبوی کے میدان جنگ"[2] میں اپنی مکمل تحقیق کے بعد لکھتے ہیں "حنین غالباً اوطاس کی ایک وادی کا نام ہے"۔ پھر اوطاس کے متعلق تحریر کرتے ہیں "اس نام کا پہاڑ یا وادی نہ تو مکہ اور طائف کے بیچ میں کہیں واقع ہے نہ طائف کے آس پاس کسی جگہ۔ البتہ خدا بخشے۔ سلطان عبدالحمید خاں ثانی کو انہوں نے حجاز ریلوے بنوائی تو انجنیروں نے ایک نقشہ بھی تیار کرایا۔ اسی نقشے میں اوطاس طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس چالیس میل پر اب تک بھی مشہور ہوتا بتا یا گیا ہے"۔

جنگ کے وجوہات

جب مکہ فتح ہوگیا۔ تو تمام قبائل نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان کر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ لیکن ہوازن اور ثقیف کے قبائل نے سوچا کہ اگر ہم مسلمانوں کو شکست دے دیں۔ تو اہل مکہ کے جس قدر باغات وجاگیرات طائف میں ہیں۔ وہ بلا دقدر ہمارے ہو جائینگے[3]۔

دوم:۔ ان کا خیال تھا کہ مسلمان فتح مکہ کے بعد ان پر حملہ آور ہوں گے ان کی ریاست اور

---

[1] سیرۃ النبی حصہ اول ص۵۳۰ [2] ص۰۰ [3] فتوح البلدان بلاذری ص۶۳

امتیاز کو ختم کر دیں گے۔ چنانچہ بنو ہوازن کے رئیس مالک بن عوف نے ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخوں کو جنگ پر آمادہ کیا۔ تاہم کعب اور کلاب الگ رہے۔ قبیلہ جشم کے کہنہ مشق درید بن الصمۃ کو بھی بحیثیت مشیر کے ساتھ لے لیا گیا۔ اس کی عمر اس وقت سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی۔ اس کو پلنگ پر اٹھا کر میدان کارزار میں لائے۔ اس نے پوچھا یہ کون سا مقام ہے۔ لوگوں نے کہا "اوطاس" بولا "ہاں! یہ مقام جنگ کے لئے موزوں ہے۔ اس کی زمین نہ اس قدر نرم ہے کہ پاؤں دھنس جائیں اور نہ اتنی سخت"۔

اس نے بچوں کے رونے کی آواز سنی۔ تو پوچھا کہ "یہ بچوں کے رونے کی آوازیں کیسی آرہی ہیں"۔ لوگوں نے جواب دیا "بچوں اور عورتوں کو اس لئے ساتھ لائے ہیں کہ کوئی شخص جنگ سے منہ نہ موڑے"۔ درید نے جواب دیا "میدان جنگ میں صرف تیغ و سنان کام آتے ہیں۔ بدقسمتی سے اگر شکست ہوئی۔ تو عورتوں کی وجہ سے بے حد ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر پوچھا کہ "کعب اور کلاب بھی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں یا کہ نہیں"۔ جب اس کو یہ بتایا گیا کہ ان قبائل کا کوئی آدمی بھی شریک جنگ نہیں ہے تو کہا "اگر آج کا دن عزت و شرف کا دن ہوتا۔ تو کعب و کلاب غیر حاضر نہ ہوتے" اس کی یہ رائے بھی تھی کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام میں لشکر جمع کئے جائیں۔ لیکن مالک بن عوف نے اس رائے کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا۔[1]

جنگ کی تیاری

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے تصدیق کے لئے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجا۔ انھوں نے دشمن کی فوج میں کئی دن تک رہ کر حالات معلوم کئے۔ پھر لوٹ کر واپس آئے۔ تو آپ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ آپ نے مجبوراً مقابلہ کی تیاری شروع کی۔ عبداللہ بن ربیعہ سے تیس ہزار درہم قرض لئے۔ صفوان بن امیہ سے اسلحہ جنگ مستعار منگے۔ اس نے ایک سو زرہیں پیش کیں۔ اور ساتھ ہی بقدر کفایت ہتھیار بھی مہیا کئے۔[2]

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۵۵ تا ۱۶۵۷ ۔ مسند احمد بن حنبل جلد ۴ صفحہ ۳۶ ۔ زاد المعاد حصہ دوم ذکر غزوہ حنین۔

Marfat.com

شوال ۸ھ میں اسلامی لشکر جس کی تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ پورے ساز وسامان کے ساتھ حنین کی طرف بڑھا۔ اپنی تعداد اور اسلحہ کی وجہ سے بعض صحابہ کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے "آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ کو یہ الفاظ پسند نہ آئے۔ اب اللہ تعالیٰ یہ دکھانا چاہتا تھا کہ مسلمانوں کی فتوحات محض اس کی نصرت اور فضل سے تھیں۔ آغاز جنگ میں مسلمانوں کو وہ نظارہ دیکھنا پڑا۔ جس کا ذکر عنوان باب میں نقل ہو چکا ہے۔ یعنی "حنین کے دن جب تمہاری کثرت تمہیں اچھی لگی۔ پھر وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود اپنی فراخی کے تم پر تنگ ہو گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے"۔

حنین کی لڑائی جبل اوطاس کے دروں اور پرپیچ وادیوں کے قریب ہوئی تھی[1] دشمن لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر پہاڑ کے دروں اور پیچیدہ گزرگاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ جونہی مسلمان پیچیدہ گزرگاہوں میں ہو کر نشیب کی طرف اترے اچانک لشکر کفار نے کمین گاہوں سے نکل نکل کر تیراندازی شروع کر دی۔ اس غیر متوقع حملے نے مسلمانوں کو سراسیمہ اور حواس باختہ کر دیا۔ دو ہزار طلقائے مکہ سب سے پہلے میدان چھوڑ کر بھاگے۔ ان کو دیکھ کر مسلمانوں میں بے ترتیبی اور پسپائی کی صورت پیدا ہو گئی۔ روایات میں اختلاف ہے کہ رسول کریم صلعم کے ساتھ کتنے رفقاء رہ گئے تھے؟

بخاری میں حضرت انسؓ کی روایت ہے "فادبروا عنه حتی بقی وحدہ"۔ (لوگ پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ آپ اکیلے رہ گئے۔)

مسلم میں حضرت عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے اور ابوسفیان بن حارث نے رسول کریم صلعم سے علیحدگی اختیار نہ کی۔[2]

ابن ابی شیبہ کی ایک مرسل روایت میں جو حکم بن عتیبہ سے مروی ہے۔ صرف چار آدمیوں کا رسول کریم صلعم کے ساتھ رہنا بتایا گیا ہے۔[3]

ترمذی میں حضرت ابن عمر کی روایت ہے کہ اس دن حضور کے ہمراہ سو آدمی بھی باقی نہ رہ گئے تھے۔[4]

مسند احمد جلد اول صفحہ ۴۵۳ وحاکم میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۸۴۰ وما بعد [2] مسلم غزوہ حنین [3] فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۳ [4] ترمذی ابواب الجہاد باب ما جاء فی الثبات عند القتال۔

Marfat.com

اس دن رسول کریم صلعم کے ساتھ اسی آدمی باقی رہ گئے تھے[1]

بیہقی نے حارثہ بن نعمان سے روایت کیا ہے کہ سو آدمی باقی رہ گئے تھے۔ (زرقانی جلد ۳ صفحہ ۲۲) ابو نعیم نے دلائل میں ۱۰۰ کی تفصیل بتائی ہے کہ تیس سے کچھ زیادہ مہاجرین تھے۔ بقیہ انصار تھے[2]

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مہاجرین، انصار اور اہل بیت میں سے حسب ذیل رفقاء موجود تھے۔

حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب۔ حضرت ابوسفیان بن حارث۔ حضرت جعفر بن ابی سفیان بن حارث۔ حضرت فضل بن عباس حضرت ربیعہ بن حارث۔ حضرت اسامہ بن زید حضرت ایمن بن ام ایمن۔

ان روایات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس میں تطبیق یوں ہے کہ حضرت انسؓ کے الفاظ "حتیٰ بقی وحدہ" کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنے والے بہت ہی کم تھے۔

جن روایات میں تعداد کا اختلاف ہے۔ اس کی توجیہ یہ ہے کہ لوگ رسول کریم صلعم کے آس پاس تھے۔ اور تھوڑی تھوڑی تعداد میں آپؐ کے پاس پہنچنے لگے۔ اس وجہ سے مختلف لوگوں نے مختلف تعداد بیان کی ہے۔

عارضی پسپائی کے مختلف اسباب تھے۔ مقدمۃ الجیش میں جو حضرت خالد بن ولید کی افسری میں تھا۔ زیادہ تر فتح مکہ کے نومسلم نوجوان تھے۔ وہ نخوت اور غرور میں اسلحہ جنگ پہن کر بھی نہیں آئے تھے۔

لشکر میں دو ہزار ایسے لوگ تھے جن کے دلوں میں اسلام راسخ نہیں ہوا تھا۔ جب ان کے پاؤں اکھڑے تو راسخ فی الاسلام مسلمانوں میں بھی بے ترتیبی پیدا ہو گئی۔

کفار نے میدان کارزار میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیرانداز کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے۔ جب اسلامی لشکر میدان جنگ میں اترا۔ تو تیراندازوں نے اچانک تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور مقدمۃ الجیش ابتری میں پیچھے ہٹا تو تمام فوج کے

---

[1] فتح الباری جلد ۸ صفحہ ۲۲ [2] ایضاً [3] بخاری باب الجہاد۔

Marfat.com

پاؤں اکھڑ گئے۔

اس جنگ میں کچھ لوگ محض اس غرض سے شریک ہوئے تھے کہ مسلمانوں کو عین جنگ میں دھوکہ دیں۔ اگر موقع ملے تو حضور کو قتل کر دیں۔

شیبہ بن عثمان کی کہانی

فتح مکہ کے بعد شیبہ بن عثمان رسول کریم صلعم کے ساتھ ہوازن کا مقابلہ کرنے کے لیے حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ اس خیال سے کہ شاید کوئی موقع مل جائے۔ تو محمد صلعم سے اپنے باپ کا جو احد میں قتل ہوا تھا۔ بدلہ لے سکے۔

میدان حرب میں جب لوگوں کا اختلاط ہوا۔ تو رسول کریم اپنے خچر سے نیچے اُترے شیبہ نے تلوار سونت کر وار کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اچانک آگ کا شعلہ شیبہ کے سامنے بلند ہوا۔ وہ ان کو بھسم کر دینا چاہتا تھا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ آنکھوں پر رکھ لیا۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی۔ آپ نے آواز دی "اے شیبہ! میرے نزدیک ہو"۔ چنانچہ وہ آپؐ کے قریب گئے۔ آپؐ نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ اور دعا کی اے اللہ اسے شیطان سے بچا! شیبہ کہتے ہیں کہ اس وقت آپؐ مجھے دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ محبوب بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے بُرا خیال دور کر دیا۔

اسی لشکر میں کلاہ بن حنبل نے کہا "آج سحر باطل ہو گیا"۔

ابو سفیان بن حرب نے کہا تھا "ان کے طور طریقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سمندر سے ادھر نہیں رک سکتے"۔

ان حوالجات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لشکر میں بعض ایسے لوگ بھی داخل ہو گئے تھے۔ جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف سخت نفرت کے جذبات پائے جاتے تھے وہ مسلمانوں کی فتح کے ہرگز خواہش مند نہ تھے۔ عارضی پسپائی اور بے ترتیبی کے موقع پر ان کے دل کی بات زبان پر آ گئی۔

رسول کریم صلعم کی ثابت قدمی

تیروں کا مینہ برس رہا تھا اسلامی لشکر میں بدنظمی اور افراتفری پھیل چکی تھی خدا کا نبی ایک کوہ ہمت بنا ہوا دشمن کے سامنے کھڑا جلال نبوت کے لہجہ میں فرما رہا تھا۔

Marfat.com

"میں خدا کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں"[1]

بخاری کی دوسری روایت ہے۔

انا النبی لا کذاب انا ابن عبد المطلب۔

میں نبی ہوں۔ یہ جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

آپ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو۔ انہوں نے نعرہ مارا۔

یا معشر الانصار — اے انصار کے گروہ

یا اصحاب الشجرۃ — اے درخت کے نیچے بیعت کرنے) والو۔

جونہی یہ پکار اسلامی لشکر نے سنی دفعتہً آواز کی طرف پلٹ آئے۔ ایسا سخت حملہ کیا کہ لڑائی کا رنگ ہی بدل گیا۔ بنو ہوازن کے میدان جنگ میں بہت سے آدمی مارے گئے۔ باقی بھاگ نکلے۔ ثقیف کی ایک شاخ بنو مالک نے تھوڑی دیر میدان کارزار گرم رکھا آخر اپنے ستر آدمیوں کو میدان جنگ میں چھوڑ کر فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ ان کا علم بردار عثمان بن عبداللہ بھی مارا گیا۔

شکست خوردہ فوج کا کچھ حصہ اوطاس میں پناہ گزین ہو گیا۔ اور کچھ حصہ طائف میں محصور ہو گیا۔ جس کے ساتھ سپہ سالار لشکر مالک بن عوف بھی تھا۔

اوطاس

درید بن الصمۃ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس آیا۔ رسول کریم صلعم نے حضرت ابو عامر اشعری کو تھوڑی سی فوج دے کر بھیجا۔ محصورین نے مقابلہ کیا۔ درید کے بیٹے نے حضرت ابو عامر اشعری کو شہید کر دیا۔ اور اسلامی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری نے آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کیا۔ اور جھنڈا اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔

حضرت ربیعہ اور درید کی لڑائی

درید ایک اونٹ پر ہودج میں سوار تھا۔ حضرت ربیعہ اس کی طرف بڑھے۔ درید نے ربیعہ سے ان کا مقصد پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا "میں تجھے قتل کرنا چاہتا ہوں"۔ اس کے ساتھ ہی تلوار کا وار کیا۔ لیکن خالی گیا۔ درید نے ربیعہ سے کہا۔ "تیری ماں نے تجھ کو اچھے

---

[1] صحیح بخاری جلد دوم ص ۹۲۱ غزوۂ طائف۔

Marfat.com

ہتھیار نہیں دئے"۔ پھر کہا۔ میرے محل سے تلوار نکال لو۔ اس سے کام لو۔ اور جب اپنی ماں کے پاس جانا تو کہنا میں نے دریدؔ کو قتل کیا ہے"۔

حضرت ربیعہ نے یہ واقعہ اپنی والدہ محترمہ سے بیان کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم دریدؔ نے تیری تین ماؤں کو آزاد کیا تھا۔[۱]

محاصرہ طائف

طائف تقریباً تین ہزار فٹ کی بلندی پر ایک سطح مرتفع ہے مکہ سے وہاں پہنچنے کے تین راستے ہیں۔ قریب ترین راستہ جو عرفات سے گزر کر جبل کراء کے دامن میں پہنچتا ہے اور پھر ایک پہاڑی کی دشوار چڑھائی کے بعد طائف پہنچا دیتا ہے۔

دوسرا راستہ جو جعرانہ سے گزرتا ہے اونٹوں کے ذریعے طے ہوتا ہے۔

تیسرا راستہ اب وادیٔ نعمان اور میل سے گزر کر موٹر میں طے ہوتا ہے۔[۲]

حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج طائف میں جا کر محصور ہو گئی۔ سال بھر کا رسد کا سامان جمع کیا۔ چاروں طرف منجنیق اور تیر انداز متعین کئے۔ رسول کریم صلعم خود طائف کی طرف بڑھے۔ حضرت خالد بن ولید کو مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کر دیا گیا تھا۔ غرض محاصرہ ہوا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجنیق۔ دبّابے۔ عرّادے اور اسی طرح قلعہ شکن آلات استعمال فرمائے۔[۳] پھر معاشی دباؤ ڈالنے کے لئے بیرون قلعہ ان کے باغات کو تباہ کرنے کی دھمکی دی۔[۴] لیکن اہل طائف کی درخواست پر باغوں کی مزید قطع و برید روک دی گئی۔

آپ نے ایک تدبیر اختیار کی وہ یہ کہ ایک اعلان کروایا کہ دشمن کے ملک سے جو غلام بھاگ کر آئے گا۔ اور اسلام قبول کرلے گا۔ وہ آزاد سمجھا جائے گا۔ اس اعلان کا بہت فائدہ ہوا۔[۵]

ایک اور انتظام کیا وہ یہ کہ فصیل کے اطراف میں کانٹے بکھیر دئے گئے۔[۶]

ایک انتظام یہ کیا کہ محاصرے کے لئے منجنیق اور دبّابوں وغیرہ کے بنانے اور

---

[۱] طبری جلد ۴ صفحہ ۱۶۶۲ [۲] عہد نبوی کے میدان جنگ از محمد حمید اللہ صفحہ ۵۱ [۳] ابن ہشام صفحہ ۸۷۲ [۴] ابن ہشام صفحہ ۸۷۳ [۵] ابن ہشام ۸۷۴ [۶] واقدی ورق ۲۰۸ ب

Marfat.com

چلانے کی تربیت حاصل کرنے کے لئے چند کاریگروں کو جرش نامی مقام پر روانہ فرمایا۔[1]

اہل طائف نے دبابوں پر لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور شدت سے تیروں کی بوچھاڑ کی۔ چنانچہ مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ بیس دن تک محاصرہ جاری رہا۔ لیکن شہر فتح نہ ہوا۔ رسول کریم صلعم نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر مشورہ لیا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔؟ انہوں نے جواب دیا۔ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی تو پکڑی جائے گی۔ لیکن چھوڑ دی گئی۔ تو بھی کوئی نقصان نہیں۔

رسول کریمؐ نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ چلتے وقت یہ دعا کی۔ اللھم اھد ثقیفاً واءت بھم اے خدا ثقیف کو ہدایت کر۔ اور ان کو میرے پاس لے آ۔

خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی تھوڑی دیر بعد یہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس سے اندازہ کرو کہ آپؐ کے دل میں بنی نوع انسان کے لئے کیسے خیالات تھے کہ اس دشمن کے لئے بھی ہدایت کی دعا کرتے ہیں۔ جنہوں نے ایک عرصہ پہلے پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا تھا جو لوگ اسلام بزور شمشیر پھیلانے کا الزام لگاتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کافی تسلی بخش جواب ہے کہ اگر رسول کریم صلعم کی جنگوں سے غرض تلوار کے زور سے اسلام کو پھیلانا تھا۔ تو اس کے کیا معنی کہ جو لوگ چند روز محاصرہ کو طول دینے سے مطیع و منقاد ہو سکتے ہیں۔ ان کو یونہی چھوڑ دیا جائے۔

تقسیم غنائم

محاصرہ چھوڑ کر آپؐ جعرانہ تشریف لائے۔ وہاں حضرت مسعود بن عمرو غفاری کی حفاظت میں بے شمار مال غنیمت پڑا ہوا تھا۔

چھ ہزار اسیران جنگ۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار سے زائد بکریاں۔ اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔[2]

مال غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے۔ چار حصے حسب قاعدہ فوج میں تقسیم کئے گئے۔ خمس بیت المال اور غرباء و مساکین کے لئے رکھا گیا۔

رضاعی بہن کا احترام

---

[1] ابن ہشام صفحہ ۸۶۹ [2] طبقات ابن سعد

Marfat.com

اسیروں میں حضرت شیماؑ بنت حارث (حضرت حلیمہ کی صاحبزادی) بھی تھیں۔ لوگوں نے جب اسے گرفتار کیا۔ تو اس نے کہا: "تعلموا واللہ انی لاخت صاحبکم من الرضاعۃ" جانتے نہیں ہو کہ میں تمہارے سردار کی رضاعی بہن ہوں۔ لوگوں کو یقین نہ آیا۔ تو انہیں رسول کریم صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ تو حضرت شیماؑ نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی۔ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے کاٹا تھا۔ اس کا نشان تھا۔ فرط محبت سے آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بیٹھنے کے لئے ردائے مبارک بچھا دی۔ اور فرمایا: اے بہن تم میرے ہاں رہنا چاہو تو تمہارا گھر ہے۔ اور واپس جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔[1]

حضرت شیماؑ نے گھر واپس جانا چاہا۔ تو چند شتر اور بکریاں عنایت فرمائیں۔ اور عزت و احترام کے ساتھ رخصت کیا۔ اسی روز مسلمان ہو گئی تھیں۔

روساء مکہ کی دلجوئی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے اکثر روساء جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا۔ جن کو قرآن مجید نے مولفۃ القلوب کہا ہے۔ ان کو فیاضانہ انعامات دئے جن کی تفصیل یہ ہے۔

ابو سفیان مع اولاد	۳۰۰ اونٹ اور ۱۲۰ اوقیہ چاندی
حکیم بن حزام	۲۰۰ اونٹ
نصیر بن حارث بن کلاہ ثقفی	۱۰۰ اونٹ
صفوان بن امیہ	۱۰۰ اونٹ
قیس بن عدی	۱۰۰ اونٹ
سہیل بن عمرو	۱۰۰ اونٹ
حویطب بن عبدالعزیٰ	۱۰۰ اونٹ

ان کے علاوہ تین غیر ملکی جدید الاسلام روساء کو بھی انعامات دئے گئے۔

اقرع بن حابس	۱۰۰ اونٹ
عیینہ بن حصن فزاری	۱۰۰ اونٹ
مالک بن عوف نصری	۱۰۰ اونٹ[2]

---

[1] طبقات ابن سعد۔ و اصابہ [2] سیرۃ النبی حصہ اول ص ۵۴۳

Marfat.com

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدید الاسلام رؤساء مکہ پر یہ فیاضانہ داد و دہش انصار نے دیکھی۔ تو ان کو گوارا نہ ہوسکی ان میں سے بعض نے کہا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو انعامات دیئے ہیں۔ اور ہم کو محروم رکھا ہے۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ بعض کی زبان سے یہ کلمات نکلے کہ مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے۔ اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

یہ اطلاع حضرت سعد بن عبادہ انصاریؓ کے ذریعہ رسول کریم صلعم کے حضور پہنچی۔ آپؐ نے سعد سے کہا کہ "آپ انصار کو اس باغیچہ میں جمع کیجیے۔ میں بھی آتا ہوں۔ جب انصار اکٹھے ہوئے تو آپؐ نے ان سے خطاب کیا۔ کہ تم نے ایسا کہا ہے؟ انصار نے عرض کیا کہ "ہمارے ذمہ دار لوگوں میں سے کسی نے نہیں کہا۔ نوخیز نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے[۱]"

اس تصدیق کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا "کیا سچ نہیں۔ کہ تم پہلے گمراہ تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ تم کو ہدایت کی، تم منتشر اور پراگندہ تھے، خدا نے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے۔ خدا نے میرے ذریعہ تم کو دولت مند کیا ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول کا احسان سب سے بڑھ کر ہے[۲]"

آپؐ نے فرمایا کہ اے انصار تم مجھے یہ بھی کہہ سکتے ہو۔ اور سچ کہنے والے ہوگے کہ تم ہمارے پاس اس حالت میں آئے جب تمہاری قوم نے تم کو جھٹلایا ہم نے تمہاری تصدیق کی۔ جب کوئی بھی تمہاری مدد کرنے والا نہ تھا۔ ہم نے تمہاری نصرت کی۔ اور تم اکیلے گھر سے نکالے گئے تھے۔ ہم نے تم کو پناہ دی۔

شدت سے بھری ہوئی آواز میں ڈوب کر فرمایا۔ "اے انصار! کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ اپنے گھروں کو اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں۔ اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر جاؤ۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرا راستہ چلیں تو میں اس راستہ پر چلوں گا۔ جس پر انصار چلیں"۔ یہ پر خلوص تقریر رسول کریم صلعم

---

[۱] صحیح بخاری باب غزوہ طائف [۲] ایضاً

Marfat.com

کے دل کی کیفیت بتاتی ہے کہ دنیا کا مال ومتاع آپؐ کی نگاہ میں کیا وقعت رکھتا تھا۔

انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ "ہم کو صرف محمد رسول اللہ صلعم درکار ہیں۔ ان کا یہ حال تھا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہوگئیں۔

چھ ہزار اسیروں کی رہائی

اس کے بعد قبیلہ ثقیف کا ایک وفد رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ اسیران جنگ رہا کر دئے جائیں۔ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ اسی قبیلہ کی تھیں۔ رئیس قبیلہ زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر رسول کریم صلعم سے خطاب کر کے تقریر کی "ان اسیروں میں بعض عورتیں آپؐ کی پھوپھیاں ہیں۔ بعض آپؐ کی خالائیں۔ خدا کی قسم! اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں۔ اور آپ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں۔" آپؐ نے فرمایا کہ "خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے۔ وہ آزاد ہے۔ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو۔" نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست پیش کی۔ آپ نے فرمایا "مجھ کو صرف اپنے خاندان کے حصہ پر اختیار ہے۔ لیکن میں تمام مسلمانوں سے اسیروں کی رہائی کی سفارش کرتا ہوں۔" تمام مسلمان بول اٹھے "ہمارا حصہ بھی حاضر ہے"۔ اس طرح چھ ہزار اسیر ایک دم میں آزاد ہو گئے[1]۔

مالک بن عوف کا مسلمان ہونا

اس موقعہ پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالک بن عوف کے متعلق دریافت فرمایا وفد نے عرض کیا "مالک ابھی تک طائف میں بنو ثقیف کے ہاں پڑا ہے۔" آپؐ نے فرمایا کہ مالک اگر خود اطاعت قبول کر کے آجائے۔ تو اس کے تمام اہل وعیال اور تمام مال واسباب کے علاوہ اسے ایک سو شتر اور عطا ہوں گے۔

مالک نے یہ خبر سنی تو فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسلام قبول کیا حسب فرمان اپنے زن وبچہ اور ایک سو شتر لے کر چلا گیا۔

جنگ حنین کے متعلق یرمیاہ نبی کی کتاب میں پیشگوئی

---

[1] طبری جلد ۳ صفحہ ۱۶۷۲

Marfat.com

"اٹھو قیدار پر چڑھو۔ اور پورب کے لوگوں کو ہلاک کردو۔ ان کے خیموں اور ان کے گلوں کو ڈے لیں گے۔ اور ان کے سارے برتنوں اور ان کے اونٹوں کو وہ اپنے لیئے لیتے جائیں گے۔ (یرمیاہ نبی کی کتاب ۴۹ باب ۲۸ درس)

قیدار پر چڑھائی سے مراد مکہ پر چڑھائی ہے۔ جہاں فرزندان قیدار آباد تھے۔ اور پورب والوں سے مراد حنین و طائف کے لوگ ہیں۔ حنین مکہ سے پورب کی طرف ہے۔

مکہ کا پہلا امیر

رسول کریم صلعم نے جعرانہ سے مکہ جاتے ہوئے عمرہ کی نیت کی۔ مکہ میں داخل ہوئے۔ عمرہ کے ارکان سے فارغ ہوئے۔ مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے حضرت عتاب بن اسید کو مکہ کا عامل مقرر کیا۔ ان کی عمر بیس برس سے کچھ زیادہ تھی۔ معاذ بن جبل کو بغرض تعلیم قرآن اور احکام دین ان کے پاس چھوڑا۔ عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر اور عامل اس لئے مقرر کیا کہ ان کو دینی واقفیت حاصل کرنے کا بہت ہی شوق تھا۔ ایک درہم روز عتاب کے لئے وظیفہ مقرر کیا تاکہ وہ کسی کے دست نگر نہ رہیں۔

ذی قعدہ ۸ھ ہجری کو آپ نے صحابہؓ کے ساتھ مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ تو طائف کے ایک سردار حضرت عروہ بن مسعود جو محاصرے کے ایام میں طائف کے اندر نہ تھے۔ محاصرہ اٹھ جانے کے بعد طائف میں آئے۔ جب ان کو یہ خبر ملی کہ آپؐ مدینہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ تو وہ آپ کے پیچھے روانہ ہو پڑے۔ مدینہ میں داخل ہونے سے قبل ہی راستہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف باسلام ہوئے۔ اور آپؐ سے عرض کی کہ اجازت دیجئے کہ میں واپس جا کر اپنی قوم کو دعوت اسلام دوں۔ آپ نے فرمایا کہ تیری قوم کو غرور ہے مسلمان ان کو فتح نہیں کر سکے۔ وہ تیری بات نہیں سنیں گے بلکہ خوف ہے کہ تجھے قتل کردیں گے۔

حضرت عروہ نے عرض کی کہ میری قوم مجھ سے بہت محبت کرتی ہے۔ اس وجہ سے میری بات کو رد نہیں کریں گے۔ ان کے اس اصرار پر آپؐ نے تبلیغ اسلام کی اجازت دے دی۔ وہ طائف میں آگئے۔ ایک بلند مقام پر کھڑے ہوکر اہل طائف کو اسلام کی طرف بلایا۔ بنگ دلوں نے ان پر تیروں کی بارش شروع کردی۔ اور وہ شہید ہوگئے۔ آخری وقت یہ وصیت کی کہ مجھے ان شہداء کے پاس دفن کرنا جو یہاں ایام محاصرہ میں شہید ہوکر دفن ہوئے ہیں۔ رسول کریم

Marfat.com

صلعم نے جب عروہ کی شہادت کا حال سنا تو فرمایا کہ "عروہ اپنی قوم میں ایسا ہی تھا جیسا کہ صاحب یٰسین اپنی قوم میں۔"

متفرق واقعات

اسی سال آپؐ کے صاحبزادے ابراہیمؑ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے تقریباً سترہ اٹھارہ ماہ کی عمر میں فوت ہو گئے۔

اسی سال آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے انتقال کیا۔

اسی سال کے آخری ایام میں آپ کے لیے لکڑی کا منبر بنایا گیا جس پر بیٹھ کر آپؐ خطبہ فرمایا کرتے تھے۔

اسی سال منذر بن ساوی حاکم بحرین کو جو آپؐ کا خط دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ ایک حکم نامہ بھیجا جس کی رو سے وہ یہودیوں اور مجوسیوں سے جزیہ وصول کرنے لگا۔

اسی سال شاعر اسلام کعب بن زہیر (وحشی قاتل حضرت حمزہؓ) ابولہب کے دو بیٹے عتبہ اور معتب، سہیل بن عمرو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ رسول کریمؐ ان کے ایمان لانے پر بہت خوش ہوئے۔

Marfat.com

۹ سنہ

واقعہ ایلاء و تخییر و غزوہ تبوک

یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک۔ تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولٰکم وھو العلیم الحکیم (تحریم)

اے نبی کیوں اسے حرام کرتا ہے۔ جو اللہ نے تیرے لئے حلال کیا تو اپنی بیبیوں کی رضا چاہتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کیا ہے۔ اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور علم والا حکمت والا ہے (محمد علی)

یا ایہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحًا جمیلاً وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرًا عظیمًا۔ (احزاب)

اے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت چاہتی ہو۔ تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو۔ تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر تیار کیا ہے۔ (محمد علی)

واقعہ ایلا

سورہ تحریم کی آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کی خاطر کوئی چیز اپنے اوپر حرام کر لی تھی۔ اس بارہ میں اختلاف ہے کہ وہ کیا چیز تھی۔

ایک غیر مستند تفسیری قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کی ناراضگی کی وجہ سے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔

یہ حدیث تفسیر ابن جریر۔ طبرانی۔ مسند ہیثم میں مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ ان کتابوں میں عموماً رطب و یابس روایتیں مذکور ہیں۔ اس وجہ سے جب تک ان کی صحت کے متعلق خاص تصریح نہ ہو۔ قابل قبول نہیں۔

امام نووی نے صاف تصریح کی ہے کہ ماریہ کا واقعہ کسی صحیح طریقہ سے مروی نہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان میں ایک طریقہ کی توثیق کی ہے۔ یعنی وہ روایت جس کے راوی اخیر مسروق ہیں۔

مسروق تابعی ہیں۔ اس لئے یہ روایت اصول حدیث کی رو سے منقطع ہے۔

اس حدیث کے ایک اور طریقہ کو حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں صحیح لکھا ہے لیکن اس طریقہ کے ایک راوی عبدالملک رقاشی ہیں۔ جن کی نسبت دارقطنی نے لکھا ہے

کثیر الخطأ فی الاسانید والمتون۔ یحدث عن حفظه۔

سندوں میں اور اصل الفاظ حدیث میں بہت خطا کرتے ہیں۔ اس کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

اگر روایت کی رو سے بھی اس حدیث پر بحث کی جائے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ اس قسم کا رکیک واقعہ ایک معمولی آدمی کی طرف بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ ایک ایسی مقدس ذات کی طرف منسوب کیا جائے۔ جس نے اپنی قوت قدسیہ سے گنہگاروں کو با خدا انسان بنا دیا تھا۔[1]

دوسرا واقعہ شہد پینے کا ہے۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے گھر شہد پیا کرتے تھے۔ تو حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مشورہ کیا کہ جب آپ تشریف لائیں۔ تو کہا جائے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ (یہ ایک بدبودار گوند ہے۔ جو درخت سے جھڑتا ہے۔) چنانچہ ایسا کہا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ شہد استعمال نہیں کروں گا۔ یہ روایت بخاری کی ہے۔ مگر محفوظ معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ شہد کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔ فیہ شفاء للناس (شہد میں لوگوں کے لئے شفا ہے) اس بنا

---

[1] سیرۃ النبی حصہ اول مصنفہ مولانا شبلیؒ سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

پر یہ بات قابل قبول نہیں کہ آپؐ مطلق شہد کو چھوڑ دیتے۔

دوم: حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے متعلق یہ بات قابل قبول نہیں کہ انہوں نے جھوٹ گھڑ لیا ہو۔

ممکن ہے اس قصہ میں کچھ اصلیت ہو۔ اور وہ صرف اتنی ہو کہ آپؐ نے خاص قسم کا شہد پینا چھوڑ دیا ہو جس میں بو آتی ہو۔ اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے بدبو محسوس کر کے کہا ہو۔ لیکن یہاں پر اس قصہ کا ذکر نہیں ہو سکتا۔

تیسری بات جس کی طرف یہاں اشارہ ہے۔ وہ بھی بخاری اور دیگر صحاح میں موجود ہے۔ امام بخاریؒ نے باب تبتغی مرضات ازواجک قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم کے ماتحت ایک حدیث نقل کی ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ وہ دو عورتیں کون ہیں۔ جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ وان تظاھرا علیہ۔ آپ نے جواب دیا حضرت حفصہ اور حضرت عائشہؓ۔ پھر فرمایا کہ ہم جاہلیت میں عورتوں کی کچھ قدر و منزلت نہ سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارہ میں قرآن کریم میں احکام اتارے۔ ان کے حقے مقرر کئے۔ ایک دن میں ایک معاملہ میں غور و خوض کر رہا تھا۔ تو میری بیوی نے کہا کہ آپ یوں کریں۔ میں نے اس کو ڈانٹا۔ انہوں نے الٹ کر جواب دیا۔ میں نے کہا کہ میری بات کا جواب دیتی ہو۔ بولیں تم کیا ہو۔ تم میری بات برداشت نہیں کرتے۔ اور تمہاری بیٹی رسول اللہؐ سے سوال جواب کرتی ہے۔ یہاں تک کہ آپ بعض وقعہ ناراض بھی ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ فوراً اٹھے اور حضرت حفصہؓ کے پاس آئے۔ اور پوچھا۔ حضرت حفصہؓ نے اقرار کیا۔ پھر حضرت ام سلمہؓ کے پاس گئے۔ کیونکہ ان سے بھی کچھ تعلق قرابت تھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ تم ہر بات میں دخل دیتے ہو۔ یہاں تک کہ رسولؐ اور ان کی ازواج میں بھی دخل دینے لگے ہو۔ اس جواب پر آپ خاموش ہو کر واپس آ گئے۔ پھر اسکے جلدی بعد آپ کے ہمسایہ نے خبر دی کہ رسول کریم صلعم اپنی ازواج مطہرات سے الگ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں فوراً مدینہ آیا اور رسول کریم صلعم سے اجازت لے کر اس بالاخانہ میں گیا۔ جہاں آپؐ نے علیحدگی اختیار کی تھی۔ اسکی روایت میں یہ لفظ آتے ہیں کہ مدینہ میں یہ خبر مشہور ہو گئی تھی کہ آپؐ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ تو میں نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپؐ نے اپنی

Marfat.com

بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ اور اس کے آخر پر یہ لفظ آتے ہیں کہ رسول کریم صلعم نے قسم کھائی تھی کہ آپ ایک ماہ تک اپنی ازواج کے پاس نہیں جائیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اظہار ناراضگی فرمایا۔

اگر یہ شہد کا واقعہ ہوتا تو اظہار ناراضگی صرف حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ پر ہوتا۔ حالانکہ یہاں آگے چل کر "عسی ربہ ان طلقکن" میں سب ازواج کو شامل کیا ہے یہ اس بات پر قطعی شہادت ہے کہ یہاں ذکر ایلا کے واقعہ کا ہے جس میں سب ازواج مطہرات شامل تھیں اور مطالبہ مال و متاع بھی کا تھا جس کا ذکر سورہ احزاب میں ہے کہ رسول کریم صلعم سے بیبیوں نے زیادہ نفقہ طلب کیا جس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

یا یہا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا وزینتہا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرا عظیما۔

اے نبی اپنی ازواج سے کہہ دے کہ اگر تم دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کو چاہتی ہو۔ تو آؤ میں تمہیں سامان دوں اور تمہیں اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔ اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور آخرت کے گھر کو چاہتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لیے بڑا اجر تیار کیا ہے۔

بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں جن میں ازواج کو رسولؐ کے گھر میں رہنے یا طلاق لینے کا اختیار دیا گیا ہے۔ تو آپ نے سب سے پہلے مجھ سے دریافت فرمایا۔ تو میں نے جواب دیا۔ میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ تب آپؐ نے باقی بیبیوں سے بھی یہی دریافت فرمایا۔ انھوں نے بھی یہی جواب دیا۔

دوسری روایات سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ "لم تحرم ما احل اللہ لک" کا حکم واقعہ ایلاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ احمد کی روایت کے آخر میں یہ لفظ ہے۔ حتی عاتبہ اللہ اور عتاب سوائے اس آیت کے اور کہیں نہیں۔ ابن جریر میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔ عن عائشۃ قالت الی رسول اللہ صلعم وحرم فامرنی الاحلام

بکفارۃ وقیل لہ فی التحریم لم تحرم ما احل اللہ لک۔ یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کیا۔ اور حرام ٹھہرایا۔ تو ایلاء کے متعلق کفارہ کا حکم دیا گیا۔ اور تحریم کے متعلق فرمایا گیا۔ لم تحرم ما احل اللہ لک۔

نسائی میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلعم کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں نے اپنی بیوی کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ تو جھوٹ کہتا ہے وہ تجھ پر حرام نہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ لم تحرم ما احل اللہ لک۔ جس سے معلوم ہوا کہ یہ بیوی کے اپنے اوپر حرام کر لینے کے متعلق ہے۔

اہل لغت کے نزدیک بھی حرام اور تحریم کا لفظ بالخصوص ایسے موقعہ پر بولا جاتا ہے۔

اب صرف ایک سوال رہ جاتا ہے۔ تبتغی مرضات ازواجک (ازواج کی رضا مندی کو چاہتا ہے) کیا مراد ہے

اگر اس میں رسول کریم صلعم کا شہد پینا ترک کر دینا ایک بیوی کو خوش کرنے کے لئے مانا جائے۔ تو دوسری بیوی کو ناخوش کرنے والا تھا۔ اس لئے تبتغی مرضات ازواجک پر یہ واقعہ صادق نہیں آسکتا بلکہ یہ رضامندی ایک کی ہے۔ یا کم از کم بہت بڑے حصّے کی ہے

اگر ایلاء کا واقعہ لیں۔ تو "تبتغی مرضات ازواجک" کے تین معنی ہوں گے۔

(۱) کیا تو اپنی بیبیوں کی رضامندی چاہتا ہے؟ یعنی اگر تم ایسا چاہتے ہو۔ تو پھر ان کو الگ کرنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ان کی خوشی اسی میں ہے کہ وہ تمہاری زوجیت میں رہیں اور وہ تھوڑی سی متاع دنیا پر بھی خوش ہیں۔

(۲) یوں بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ تم تو اپنی ازواج کی رضامندی کو چاہتے ہو۔ پھر علیحدگی کیوں اختیار کرتے ہو۔ گویا یہ آپ کے حسن سلوک کا نقشہ کھینچا ہے۔ جو آپؐ اپنی بیبیوں سے کرتے تھے۔

(۳) مرضات ازواجک سے مراد بیبیوں کے لئے رضامندی ہے۔ یعنی بیبیوں کے لئے رضائے الٰہی چاہتے ہو۔ اصل بات یہ تھی کہ آپؐ چاہتے تھے کہ ازواج مطہرات رضائے الٰہی کو حاصل کریں۔ کیونکہ ان کا زیادہ نفقہ کا مطالبہ رضائے الٰہی کے حصول کے منافی تھا۔ اس لئے آپؐ کا اپنے آپ کو ایک حلال چیز سے روکنا محض دوسروں کی خیر خواہی کے لئے تھا۔ مگر اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے رد کر دیا۔ کیونکہ آپؐ کے لئے اگر ایسا جائز رکھا جاتا۔ تو امت میں

Marfat.com

اس قسم کی افراط یا تفریط کے لئے راہ نکل آتی[1]

غزوۂ تبوک

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم انہ بھم رءوف رحیم (توبہ)

ترجمہ۔ اللہ نے نبی پر اور ان مہاجرین اور انصار پر رحمت سے توجہ فرمائی۔ جنہوں نے تنگی کی گھڑی میں اس کا ساتھ دیا۔ اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے۔ پھر ان پر رحمت سے متوجہ ہوا بے شک وہ ان پر مہربان بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(محمد علی)

مسلمانوں کی ہمدردی بت پرستوں اور آتش پرستوں کے خلاف اہل کتاب سے تھی۔ جب ایرانی فوجوں نے بعثت نبوی کے آٹھویں سال شام کا ملک فتح کر کے بیت المقدس پر قبضہ کیا۔ اور نصرانیوں سے صلیب چھین کر لے گئے۔ ساتھ ہی فلسطین کے تمام علاقہ کو فتح کر کے اسکندریہ تک پہنچ گئے۔ مشرکین مکہ نے ایرانیوں کی فتوحات پر بڑی خوشیاں منائیں۔ رسول کریم صلعم پر قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون فی بضع سنین (روم)

یعنی رومی قریب کی زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر غالب آئیں گے۔ نو سال کے اندر اندر چنانچہ ہجرت کے دوسرے سال رومیوں نے ایرانیوں پر فتح عظیم حاصل کی۔ تو مسلمان رومیوں کی عظیم کامیابی پر خوش ہوتے۔ لیکن جب ملک عرب میں چاروں طرف اسلام کا غلغلہ بلند ہوا۔ تو سلطنت روما نے اس ترقی کو حسد کی نظر سے دیکھا پہلی لڑائی موتہ کے مقام پر ہوئی جس میں رومیوں کے لشکر جرار نے شکست کھائی اس ہزیمت کا انتقام لینے کے لئے قیصر روم نے غسانی خاندان کو جو شام میں رومیوں کے زیر اثر حکومت

---

[1] بیان القرآن حصہ سوم (سورہ تحریم) مصنفہ مولوی محمد علی سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

کر رہا تھا۔ اس مہم پر متعین کیا۔

شام کے قبطی سوداگر مدینہ میں آئے۔ انہوں نے خبر دی[1] کہ قیصر نے مدینہ پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر گراں جمع کیا ہے۔ اور فوج میں سال بھر کی تنخواہیں تقسیم کر دی ہیں۔ اس فوج میں لخم جذام اور غسان کے تمام عرب شامل ہیں۔

رسول کریم صلعم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت دور سرحد پر ہونی چاہیئے تاکہ اندرون ملک امن کی فضا مکدر نہ ہو۔ اس بنا پر رسول کریم صلعم نے فوج کو تیاری کا حکم دے دیا۔ مگر کئی ایک موانع بھی تھے۔ سفر لمبا تھا شدت کی گرمی تھی۔ فصل پکی ہوئی تھی۔ اور کاٹنے کا موسم تھا۔ اس وجہ سے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ مگر اسلامی مہم اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جاں نثاران اسلام پر اثر کیئے بغیر کیسے رہ سکتا تھا۔

منافق رسول کریم صلعم کی خدمت میں آتے عذر تراشتے اور مدینہ میں رہنے کی اجازت طلب کرتے آپؐ کی عادت تھی کہ جب آپ کے سامنے کوئی عذر کرتا تو آپ انکار نہ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسروں کے حوصلے پست کرنے کے لئے کہتے۔ لا تنفروا فی الحر۔ گرمی میں نہ نکلو۔

سُوَیلم ایک یہودی تھا۔ اس کے گھر پر منافق جمع ہوتے اور لوگوں کو لڑائی میں شمولیت سے روکنے کی تدابیر سوچتے۔

مالی اعانت سفر لمبا تھا مسلمان بے سروسامان تھے۔ یہ دیکھ کر نبی کریم صلعم نے اُمراء سے اپیل کی کہ غریب وفادار مجاہدین کی اعانت کریں۔ صحابہ میں سے حضرت عثمان غنیؓ نے ۹۰۰ اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دئے۔ ان کو مجہز جیش العسرۃ[2] کا خطاب ملا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چالیس ہزار درہم دئیے۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا تمام اثاثہ لا کر چندہ میں دے دیا۔ اور کہا کہ اہل و عیال کو خدا کے سپرد کر آیا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے گھر کا نصف مال و اسباب آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔

---

[1] مواہب لدنیہ مع زرقانی جلد ۳ صفحہ ۶۷
[2] فاقہ زدہ لشکر کا سامان تیار کرنے والا (ابن خلدون)

Marfat.com

حضرت ابو عقیل انصاری نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کیئے اور کہا۔ رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری میں کمائے ہیں۔ ان میں سے دو سیر بیوی کے لئے چھوڑ آیا ہوں۔ اور دو سیر آپ کی خدمت میں لے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ[1] زاد و سامان پر بکھیر دو۔

غرض تیس ہزار فوج تیار ہوئی۔ بہت سے مسلمان اس وجہ سے رہ گئے۔ سفر کا سامان نہیں رکھتے تھے۔ وہ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اپنے شوق کا اظہار آنسوؤں سے کرتے۔ آپ کو ان پر رحم آیا۔ تاہم ان کے لئے کچھ سامان نہ ہو سکا۔ انہی کی شان میں سورہ توبہ کی یہ آیات نازل ہوئیں

ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم
عليه تولوا واعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا
ما ينفقون (توبہ)

اور نہ ان لوگوں پر اعتراض ہے کہ جب وہ تیرے پاس آئے تاکہ تو ان کو سواری دے اور تو نے کہا کہ میرے پاس سواری کہاں ہے جس پر تم کو سوار کر سکوں۔ تو وہ واپس چلے گئے۔ اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ افسوس! ان کے پاس خرچ نہیں ہے[2]

رجب سنہ ۹ ھ کو تیس ہزار کا لشکر مدینہ سے تبوک کی طرف روانہ ہوا۔ تبوک ایک مشہور مقام ہے۔ جو مدینہ اور دمشق کے وسط میں نصف راہ پہ مدینہ سے ۱۴ منزل پہ ہے[3]

رسول کریمؐ کا معمول تھا کہ جب آپؐ مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو کسی کو شہر کا حاکم مقرر کر جاتے۔ اس موقعہ پہ مدینہ میں سباع بن عرفطہؓ کو خلیفہ بنایا۔ اور حضرت علیؓ کو اہل بیت کی حفاظت اور ضروریات کے لئے مامور فرمایا۔

صحابہ کو آپؐ کے ساتھ کس قسم کی محبت تھی۔ اس کا اس واقعہ سے اظہار ہوتا ہے کہ ایک صحابی اپنے باغ میں ٹھنڈی چھاؤں میں دوپہر کے وقت آرام کر رہے تھے۔ معاً دل میں خیال آیا۔ اور پکار اٹھے کہ خیر البشرؐ تو اس گرمی میں حالت سفر میں ہوں۔ اور میں یہاں باغ میں آرام کروں۔ فوراً سواری لی۔ اور ساتھ مل گئے۔

---

[1] سیرۃ النبی حصہ اول صفحہ ۵۶۲۔ [2] طبری۔ [3] صحیحین۔

Marfat.com

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی۔ ۱۸ مجاہدین کے لیئے ایک اونٹ مقرر تھا۔ رسد کے نہ ہونے کی وجہ سے درختوں کے پتے کھانے پڑتے تھے جس سے ہونٹ متورم ہو گئے بعض جگہ پانی میسر نہیں ہوا تو اونٹوں کو ذبح کر کے ان کی امعاء کا پانی استعمال کیا۔ [۱]

راستہ میں حجر کا مقام تھا۔ جہاں قوم ثمود پر عذاب نازل ہوا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ کوئی شخص یہاں قیام نہ کرے۔ نہ پانی پیئے۔ اور نہ کسی کام میں لائے۔ یہ مسلم قوم کو سبق دینا تھا کہ ظالموں کے ساتھ کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیئے۔

ابھی تبوک کے راستہ ہی میں تھے کہ حضرت علیؓ بھی پہنچ گئے۔ رسول کریم صلعم نے مدینہ سے آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو حضرت علیؓ نے کہا کہ منافق نکما ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ میں نے اس طعنہ کو برداشت نہ کیا۔ اس وجہ سے لشکر کے ساتھ آملا ہوں۔ تو آپؐ نے "الا ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انہ لا نبی بعدی" علیؓ تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لیئے ویسے ہی ہو۔ جیسا کہ موسٰیؑ کے لیئے ہارونؑ تھے۔ گو میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ سن کر حضرت علیؓ مدینہ واپس تشریف لے گئے۔

رسول کریم صلعم کا بغیر جنگ کے واپس آنا۔

تبوک پہنچ کر آپ نے ڈیرہ ڈال دیا۔ حالات کا جائزہ لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے جرار لشکر کو دیکھ کر اور اس واقعہ کو یاد کر کے جب موتہ کے مقام پر تین ہزار مسلمانوں نے ایک لاکھ فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ غسان۔ جذام۔ لخم وغیرہ قبائل کے حوصلے پست ہو گئے اور قیصر روم نے حالت تذبذب میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کا کوئی فیصلہ نہ کیا۔ غرض آپؐ نے سرحد کو امن میں پایا۔ اگر آپ کا ارادہ تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بنانا ہوتا تو آپ کو روم کی سرحد میں داخل ہونے سے کون روک سکتا تھا۔ آپؐ کے ساتھ رفقا بھی وہ تھے۔ جو زندگی سے موت کو محبوب سمجھتے تھے۔ کیونکہ آپ کا مقصد صرف اپنے علاقہ کی سرحد کو محفوظ رکھنا تھا۔ ملک گیری کی ہوس آپ کے دل میں نہ تھی۔ اس وجہ سے آپؐ نے قرآن کریم کے اس حکم کی تعمیل کی کہ اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑائی کرو۔ جو تمہارے

---

[۱] مدارج النبوۃ۔

Marfat.com

ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ بیس دن قیام کر کے واپس تشریف لے آئے۔

اس اثناء میں ایلہ کے سردار نے جس کا نام یوحنا تھا۔ بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہو کر جزیہ دینا منظور کیا۔ ایک سفید خچر بھی نذرانہ کے طور پیش کی جس کے صلہ میں آپؐ نے اس کو چادر عنایت کی[1]۔ جرباء اور اذرح کے عیسائی بھی آئے۔ انہوں نے بھی جزیہ ادا کرنے کا اقرار کیا۔ اور آپؐ نے صلح نامہ لکھ دیا۔ دومتہ الجندل دمشق سے پانچ منزل ہے۔ وہاں کے سردار کا نام اکیدر تھا۔ جو قیصر کے زیر اثر تھا۔ آپؐ نے حضرت خالد بن ولید کو چار سو بیس سواروں کی جمعیت کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ حضرت خالد نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس شرط رہائی دی کہ خود رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر شرائط صلح پیش کرے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آیا۔ آپؐ نے اس کو امان دی۔

ذوالبجادین کی وفات

ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کی وفات ہوئی۔ ان کا نام عبداللہ تھا۔ ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ چچا نے پرورش کی۔ جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ بکریاں دے کر ان کا گذارا چلا دیا۔ عبداللہ نے اسلام کے متعلق سنا۔ دل سے بتوں کی دنیا اجڑ گئی توحید کا ذوق پیدا ہوا۔ لیکن چچا کا ڈر اس قدر تھا کہ وہ اسلام کا اظہار نہ کر سکے۔ جب رسول کریم صلعم فتح مکہ سے واپس لوٹے۔ تو عبداللہ اپنے چچا کی خدمت میں آئے اور کہا "چچا! میں مدت سے انتظار میں تھا کہ آپ کب اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے۔ میں تو اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ اسلام قبول کر لوں۔"

چچا نے جواب دیا۔ "اگر تو نے محمدؐ کا دین قبول کر لیا۔ تو تجھ سے سب کچھ چھین لونگا تیرے جسم پر چادر اور تہ بند تک باقی نہ رہنے دونگا۔"

عبداللہ نے جواب دیا۔ "چچا! میری طبیعت شرک سے متنفر ہے۔ میں تو ضرور اسلام قبول کرونگا۔ آپ کا جو منشا ہے کر گزریئے۔ جو کچھ میرے پاس مال و متاع ہے۔ سنبھال لیجئے۔ میں جاتا ہوں۔" عبداللہ نے یہ کہہ کر اپنے جسم سے تمام کپڑے اتار دیئے۔ اور مادر زاد برہنہ ہو کر

---

[1] زرقانی بحوالہ ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۸۶

Marfat.com

والدہ کے سامنے گیا۔ ماں دیکھ کر حیران ہو گئی۔ عبداللہ نے کہا کہ میں موحد بن گیا ہوں۔ رسول کریم صلعم کی بارگاہ میں جانا چاہتا ہوں، کپڑے دیجئے۔ ماں نے ایک کمبل دیا۔ عبداللہ نے کمبل کے دو حصے کر کے ایک تہ بند بنا لیا۔ دوسرا اوپر اوڑھ لیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ صبح مسجد نبوی میں پہنچ گیا۔ اور مسجد میں رسول کریم صلعم کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ آپؐ جب مسجد میں آئے۔ تو دیکھ کر پوچھا۔ کون ہے۔ کہا: میرا نام عبدالعزیٰ ہے۔ طالب ہدایت ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں۔

"نبی کریم صلعم نے فرمایا: تیرا نام عبداللہ ہے۔ ذوالبجادین لقب۔ اور مسجد میں ہی رہا کرو۔"

عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا۔ اور آپ سے قرآن سیکھتا۔ ایک دفعہ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور وہ بلند آواز سے تلاوت قرآن پاک کر رہا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اعرابی بلند آواز سے تلاوت کر کے نمازیوں کی نماز میں خلل پیدا کرتا ہے۔

رسول کریم صلعم نے فرمایا اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو خدا اور اس کے رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ کر آیا ہے۔

جب تبوک کی تیاری ہونے لگی۔ تو عبداللہ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا: "یا رسول اللہ دعا فرمائیے کہ میں خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔"

نبی کریم صلعم نے فرمایا: "جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ۔ جب عبداللہؓ چھلکا اتار لائے۔ تو آپ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا۔ اور فرمایا: "الٰہی میں کفار پر ان کا خون حرام کرتا ہوں۔" عبداللہ نے کہا: "یا رسول اللہ! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔" آپؐ نے فرمایا: "جنگ کی نیت سے نکلو اور بخار آ جائے۔ اور مر جاؤ تب بھی شہید ہو۔"

جب تبوک پہنچے۔ بخار چڑھا اور موت کی آغوش میں ابدی نیند سو گئے۔

بلال بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

رات کا وقت تھا۔ بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ لحد میں رکھ رہے تھے۔ رسول کریم صلعم بھی قبر میں اترے۔ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ

Marfat.com

سے فرمارہے تھے۔ ادبًا الی اخا کما اپنے بھائی کا ادب ملحوظ رکھو۔
آپؐ نے قبر پر اینٹیں بھی اپنے دست مبارک سے رکھیں۔ اور پھر دعا فرمائی۔
"الٰہی! آج کی شام تک میں اس سے راضی رہا ہوں۔ تو بھی اس سے راضی ہو جا۔"
حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں "کاش اس لحد میں میں رکھا جاتا"۔

مسجد ضرار کا انہدام

منافقین نے مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لیئے مسجد قبا کے مقابلہ پر وہیں ایک مسجد بنائی۔ جو لوگ ضعف یا کسی بیماری کی وجہ سے مسجد نبوی میں نہ پہنچ سکیں۔ تو یہاں آکر نماز ادا کریں۔ اور ان کو اسلام کے خلاف برگشتہ کیا جائے۔

رسول کریم صلعم جب تبوک جانے لگے۔ تو منافقین نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ہم نے معذوروں کے لیئے ایک مسجد تیار کی ہے۔ آپ وہاں ایک نماز پڑھا دیں تاکہ وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس وقت میں مہم پہ جا رہا ہوں۔ جب مہم سے واپس لوٹے۔ تو مالکؓ اور معنؓ بن عدی کو حکم دیا کہ جا کر مسجد کو آگ لگا دیں۔ اسی مسجد کے بارہ میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

والذین اتخذوا مسجدًا ضرارًا وکفرًا وتفریقًا بین المؤمنین وارصادًا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل۔ ولیحلفنّ ان اردنا الا الحسنی۔ واللہ یشھد انھم لکاذبون۔ لا تقم فیہ ابدًا لمسجد اسس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ۔ فیہ رجال یحبون ان یتطھروا واللہ یحب المتطھرین

اور وہ جنھوں نے اس غرض سے مسجد بنائی کہ ضرر پہنچایا جائے۔ اور کفر کیا جائے۔ اور مومنوں میں پھوٹ ڈالی جائے۔ اور اس شخص کے لیئے گھات ہو جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑ رہا ہے۔ اور وہ یقینًا قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا ارادہ سوائے بھلائی کے کچھ نہ تھا۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور اس میں کبھی کھڑا نہ ہونا۔ یقینًا وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے۔ اس بات

---

[1] مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۳۲۴

Marfat.com

کے زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ پاک ہو جائیں۔ اور اللہ پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (محمد علی)

کعب بن مالک، مرارۃ، ہلال کا واقعہ۔

جب رسول کریم صلعم واپس لوٹے، تو منافق بہت پریشان ہوئے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے عذر لنگ تراشے۔ آپؐ نے سب کو معاف فرما دیا۔ لیکن یہ تین مخلص صحابی تھے۔ جو اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو اپنی سستی کا اعتراف کیا۔ اپنی اس صداقت کی وجہ سے ایک امتحان دینا پڑا۔

ان کا ذکر صحیح احادیث میں آتا ہے۔ اور ایک طویل حدیث میں خود کعب نے بیان کیا ہے کہ وہ غزوہ تبوک میں ایک سے دوسرے دن پر ملتوی کرتے کرتے پیچھے رہ گئے تھے جب رسول کریم صلعم واپس لوٹے۔ منافق تو جھوٹے عذر تراش کر معافی لینے جاتے تھے کعب اور ان کے دونوں ساتھیوں نے آپ سے سچ سچ کہہ دیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک اللہ کا ان کے بارہ میں کوئی حکم نازل نہ ہو۔ مسلمان ان سے قطع تعلق کر لیں۔ پچاس دن تک ان تینوں کی یہی حالت رہی۔ کوئی شخص ان سے کلام نہ کرتا تھا۔

کعب کہتے ہیں کہ میں مسجد میں رسول کریم صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے بھی آتا۔ مگر کوئی شخص مجھ سے کلام نہ کرتا تھا۔ انہی ایام میں جب ایک دن میں بازار میں جا رہا تھا۔ ملک غسان کے قاصد نے مجھے ایک رقعہ دیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب نے تمہارے ساتھ سختی کی ہے۔ اور اہانت کا برتاؤ کیا ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ تو ہم تم سے ہمدردی کریں گے۔

حضرت کعب کہتے ہیں میں نے سمجھا یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ میں اس قاصد کو لے کر تنور کی طرف چل دیا۔ اور خط تنور میں جلا دیا۔ اور قاصد سے کہا۔ "جاؤ کہہ دینا کہ آپ کی عنایات والتفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے"۔

پچاس دن کے بعد رسول کریم پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

وعلی الثلثۃ الذین خلفوا۔ حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ

Marfat.com

الا الیہ ثم تاب علیھم لیتوبوا ان اللہ ھو التواب الرحیم (توبہ)

اور ان تینوں پر بھی جو پیچھے رکھے گئے تھے۔ یہاں تک کہ زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی۔ اور وہ اپنی جانوں سے بھی تنگ آ گئے اور یقین کر لیا کہ اللہ (کی سزا) سے سوائے اس کے کوئی پناہ نہیں۔ تب وہ رحمت سے ان پر پھر آیا تاکہ وہ بھی پھر آئیں بے شک اللہ بہت رحمت والا ہے

رسول کریم صلعم نے تینوں کو بلایا۔ اور بشارت دی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو صداقت سے کس قدر محبت تھی۔ اس کی خاطر رسول اللہ صلعم کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کی۔ اگر ایک طرف صحابہ کا گروہ اپنی جان نثاری۔ مال وجان کی قربانی میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتا۔ تو دوسری طرف اخلاق حمیدہ میں بھی ان کا کوئی ثانی نہیں یہی وہ انقلاب عظیم ہے۔ جو آپ کی قوت قدسیہ سے رونما ہوا۔ ان کو خدا تعالیٰ نے وہ ارفع مقام عطا فرمایا جو دنیا کی کسی قوم کو نہیں ملا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

حج اسلام اور اعلان برأت

غزوہ تبوک سے واپسی کے بعد ذی قعدہ یا ذوالحج ۹ھ میں رسول کریم صلعم نے حضرت ابوبکرؓ کو تین سو صحابیوں کا امیر مقرر کر کے حج کے لئے مکہ روانہ کیا۔ آپ کی روانگی کے بعد حضرت علیؓ کو روانہ کیا کہ سورۂ توبہ کی پہلی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں۔ جن میں ان مشرکین سے علیحدگی کا اعلان کیا گیا ہے۔ جو بار بار عہد شکنی کا ارتکاب کرتے تھے۔ مسلمانوں کو مشرکین نے سب سے بڑی مصیبت یہی پہنچتی تھی کہ ایک دن مسلمانوں سے عہد کر لیتے۔ اگلے دن جب مخالفین کا دباؤ پڑتا۔ تو عہد شکنی کر دیتے۔ فتح مکہ کے بعد ملک عرب میں جنگوں کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ ملک میں ایک عالمگیر صلح وامن کی بنیاد رکھی جائے۔ اس وجہ سے تمام جمیع شدہ قبائل میں اعلان کیا گیا۔

سورۂ توبہ کی ان آیات کے اعلان کے بعد ذیل کے امور کا اعلان کیا گیا۔ اول یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک خانہ کعبہ کے قریب نہ جائے گا[۱]۔ دوم۔ کوئی ننگا ہو کر طواف نہ کرے گا۔ سوم۔ یہ کہ ہر ایک سے عہد پورا کیا جائے گا۔

---

[۱] دیکھو یسعیاہ ۳۵ باب ۸ درس "وہ جو ناپاک ہے اس پر سے گزر نہ کرے گا۔ وہ ان ہی کے لئے ہے"

واقعات متفرقہ

(۱) غیر مسلم قوموں سے جزیہ لینے کا حکم اس سال نازل ہوا۔

"حتی یعطوا الجزیۃ عن ید وھم صاغرون" (توبہ)

یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ محکوم ہوں۔

جزیہ ایک ٹیکس ہے۔ جو غیر مسلموں سے اخراجات حفاظت ملک کے بدلہ میں لیا جاتا ہے۔ جس حفاظت کے لیئے ایک مسلمان جان دیتا ہے۔ غیر مسلم سے صرف ایک قلیل رقم لی جاتی ہے۔

یہ امر کہ یہ صرف حفاظت کا بدلہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب اسلامی فوجیں حمص سے جو شام میں واقع ہے۔ ہٹ آئیں۔ تو حضرت ابو عبیدہؓ نے وہاں کے یہودیوں اور عیسائیوں کو بلا کر کئی لاکھ جزیہ کی تمام رقم واپس کر دی۔

(۲) سود کی حرمت اس سال نازل ہوئی۔ حجۃ الوداع میں رسول کریم صلعم نے خود اس کا اعلان فرمایا۔

(۳) نجاشی نے اس سال وفات پائی۔ آپؐ نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔

(۴) اسی سال آپؐ کی صاحبزادی ام کلثومؓ کی وفات ہوئی۔

(۵) زکوۃ کا حکم اسی سال نازل ہوا۔ اور تحصیل زکوۃ کے لیئے عمال قبائل میں مقرر کیئے گئے۔

(۶) **عدی بن حاتم کا قبول اسلام**۔ نبی کریم صلعم نے حضرت علیؓ کو قبیلہ طے کے مشہور بت "فلس" کو منہدم کرنے کے لیئے بھیجا۔ رئیس قبیلہ سے مقابلہ ہوا۔ اور اس کو شکست کھانی پڑی۔

اسیران جنگ میں حاتم طائی کی بیٹی سفانہ بھی قید ہو کر آئی۔ رسول کریم صلعم کو جب یہ علم ہوا کہ یہ حاتم کی بیٹی ہے۔ تو آپؐ نے اس کے باپ کی تعریف کی۔ اور اس کو اور اس کے قبیلہ کے زن و مرد کو رہا کر دیا۔

سفانہ جب واپس یمن گئی۔ تو اپنے بھائی عدی کو ساری کیفیت سنائی۔ عدی بہت متاثر ہوا۔ اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ آپؐ اس کا ہاتھ پکڑ کر حجرہ مبارک کی طرف روانہ ہوئے۔ تو درمیان میں ایک بڑھیا نے اپنی حاجات بیان کرنا شروع کر دیں۔ جب تک بڑھیا نے

Marfat.com

فارغ ہوئے تو آپ عدی کو ساتھ لے کر حجرہ مبارک میں داخل ہوئے۔ اپنا سادہ بستر عدی کے لئے بچھایا۔ اور فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ۔ عدی بہت اصرار کے بعد بستر پر بیٹھ گئے۔ اور آپ سامنے زمین پر رونق افروز رہے۔

آپ نے فرمایا "عدی! اسلام قبول کر لو۔ کیونکہ اسلام قبول کرنے میں دین و دنیا کی فلاح ہے"۔

عدی نے کہا۔ میں تو مستقل دین (عیسائیت) پر ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے دین سے تم سے زیادہ واقف ہوں۔ اس میں تحریف کی گئی ہے۔ اور علمائے نصاریٰ نے خود ساختہ عقائد دین عیسوی میں داخل کر دئیے ہیں۔

آپ نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔ عدی! تم اس دین کو اس وجہ سے قبول نہیں کرتے کہ سب لوگ کمزور نادار اور مفلس ہیں۔ اور ان کے مقابل مشرک اور عیسائی قومیں متمول ہیں۔ بخدا ان مفلس لوگوں میں اس قدر مال آنے والا ہے کہ ایک متمول شخص کسی سائل کی تلاش میں نکلے گا۔ تو اس کو کوئی مال قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

عدی! شاید تم اس دین میں اس وجہ سے شامل نہیں ہوتے کہ ہم لوگ تعداد میں قلیل ہیں۔ اور ہمارے دشمن زیادہ ہیں۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ وقت قریب آرہا ہے۔ جب تو سن لے گا۔ کہ اکیلی عورت قادسیہ سے چلے گی اور بیت اللہ کا حج کرے گی۔ اور اسے کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔

عدی! اس دین میں داخل ہونے سے شاید تم کو یہ امر بھی مانع ہے کہ مسلمانوں کے پاس حکومت اور سلطنت نہیں ہے۔ اے عدی! تو عنقریب سن لے گا کہ بابل کے قصر ابیض مسلمانوں کے ہاتھ پر مفتوح ہوں گے۔

عدی نے ان کلمات کو سن کر خیر البشر صلعم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیا۔ اور اپنی زندگی میں ہی ارض بابل کے محلات مسلمانوں کے ہاتھ پر فتح ہوتے۔ اور ایک بڑھیا کو قادسیہ سے مکہ تک حج کے لیئے اکیلی آتے دیکھ لیا۔

Marfat.com

منافق اور ان کا انجام

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ تو نئے نئے رنگ کے دشمن پیدا ہو گئے۔ جو اصطلاح اسلام میں منافق کہلاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کھلا بندا اسلام سے دشمنی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ پس پردہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن سعی کرتے رہتے تھے۔ ان کا رئیس عبداللہ بن ابی تھا۔ آپ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے اس شخص کا اتنا اثر و رسوخ تھا کہ مدینہ کے لوگ اسے اپنا بادشاہ بنانے کو تیار تھے۔ مگر آپ کی مدینہ تشریف آوری سے یہ نقشہ پلٹ گیا۔ اور عبداللہ بن ابی بالکل ایک معمولی انسان کی حیثیت میں رہ گیا۔ اس نے ظاہراً اسلام قبول کر لیا۔ اور ۹ھ یعنی وفات تک مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر قسم کی کوشش کرتا رہا۔

غزوۂ احد کے موقع پر تین سو آدمیوں کو الگ کر کے مدینہ واپس چلا آیا۔ بنو نضیر نے جب شرارت کی آگ بھڑکائی۔ تو عبداللہ نے ان کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ مگر وہ وعدہ پورا نہ کر سکا۔

غزوۂ خندق میں جب تمام عرب اسلام کے پودے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے امنڈ آئے تھے۔ تو عبداللہ اور اس کے رفقاء یہ کہہ کر اپنے گھروں کو چلے گئے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔

بنی مصطلق کی مہم میں انصار اور مہاجرین کے درمیان سنگ تفرقہ پھینکنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام و نامراد رہا۔ اسی مہم سے واپسی پر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضؓ پر اتہام باندھا۔ اور مسلمانوں کے جذبات کو بری طرح مجروح کیا۔

غزوۂ تبوک میں یہ عذر کر کے شریک نہ ہوئے کہ گرمی بڑی سخت ہے۔ اصل منشا یہ تھا کہ جب مسلمان مدینہ سے مہم پر چلے جائیں گے۔ تو مجھے شرارت کا موقعہ مل جائیگا۔

ابو عامر کی سازش سے مدینہ میں مسجد بنائی تا کہ مسلمانوں کے درمیان افتراق پیدا کرنے کی مہم جاری رہے۔

غرضیکہ اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ہر قسم کے منصوبے بنائے۔ لیکن دنیا کی تاریخ میں صرف ایک ہی انسان نظر آتا ہے جس نے اتنے شدید دشمن سے بھی محبت کا برتاؤ

Marfat.com

گیا۔ وہ ہے۔ سید المرسلین خیر البشر النبی الامی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپؐ صرف رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی زندگی میں ہی محبت سے پیش نہیں آئے بلکہ جب وہ مرتا ہے۔ تو اس کے بیٹے حضرت عبداللہ کی درخواست پر اپنا کرتہ عنایت فرماتے ہیں کہ اس میں کفنایا جائے۔ دوسرے اس کے جنازہ کی نماز میں شامل ہوتے ہیں۔ رحمۃ للعالمینؐ کا شفیق قلب دشمن کے لئے بھی کتنا رحم اور شفقت سے بھرا ہوا ہے۔

عبداللہ بن ابی کی وفات کے ساتھ منافقوں کا زور ٹوٹ گیا۔ بعض منافق تو رسول کریمؐ کے اس اسوہ حسنہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ سچے دل سے مسلمان ہو گئے۔ ہاں چند ایک شقی القلب باقی رہ گئے تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپؐ نے نام لے لے کر مسجد سے نکال دیا۔ ان لوگوں کو قتل نہیں کیا۔ شہر سے خارج نہیں کیا۔ صرف مسلمانوں کو ان کی شرارت سے آگاہ کر دیا۔ صرف سزا کے طور پر ان سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی تھی۔

Marfat.com

وفود کا سال

اذا جاء نصر اللہ والفتح و رأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا فسبح بحمد ربک واستغفرہ انہ کان توابا (النصر)

جب اللہ کی مدد اور فتح آگئی۔ اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔ تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور اس کی حفاظت مانگ۔ وہ رجوع پر رحمت کرنے والا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وقتاً فوقتاً دور دراز سے وفود آیا کرتے تھے۔ ان کی دو اغراض تھیں۔

بعض سفارتیں ملکی حیثیت رکھتی تھیں۔ جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ آپ سے بحیثیت فاتح کے معاہدہ کریں۔ لیکن اکثر اس غرض کے لئے آتی تھیں کہ اسلام کی صداقت سے مطلع ہو کر اس کو قبول کریں۔

ابن اسحاق نے صرف پندرہ وفود کا حال لکھا ہے۔

ابن سعد نے ستر وفود کا۔ لیکن مصنف سیرت شامی نے ایک سو چار وفود کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ابن قیم اور قسطلانی نے نہایت تحقیق اور احتیاط کے ساتھ ان میں سے صرف ۴۲ وفود کا حال لکھا ہے

یہ وفود زیادہ تر فتح مکہ کے بعد ۸ھ و ۹ھ اور ۱۰ھ میں آئے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمام عرب مسلمانوں اور قریش کے انجام پر نظر رکھے ہوئے تھا کہ ان دونوں میں سے کون غالب آتا ہے۔ جب مکہ فتح ہو چکا۔ تو قریش کی طاقت ٹوٹ گئی۔ اب ہر قبیلہ نے چاہا کہ خود رسول کریم صلعم کی خدمت میں جا کر کوئی فیصلہ کرے۔

۸ھ سے قبل بھی چند وفود بارگاہ نبوت میں پہنچے تھے۔ تسلسل بیان کے لئے ان کا تذکرہ کرنا بھی مناسب ہو گا۔

مزینہ ۵ھ میں اس قبیلہ کے چار سو اشخاص رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام لائے۔ حضرت نعمان بن مقرن جو فتح مکہ میں قبیلہ مزینہ کے علمبردار

Marfat.com

تھے۔ اسی قبیلہ سے تھے۔ اصفہان ان ہی نے فتح کیا تھا۔[1]

بنو تمیم ۔ بنو تمیم کے وفود میں قبیلہ کے نامور بڑے بڑے روساء مثلاً اقرع بن حابس زبرقان، عمرو بن الاہتم۔ نعیم بن زید سب شامل تھے۔ فخر و غرور کے نشہ میں مخمور مسجد نبوی میں پہنچے۔ تو آپؐ گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ آستانہ اقدس پر جا کر پکارا۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر آؤ۔ آپؐ باہر تشریف لائے۔ بولے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم اس لیے یہاں آئے ہیں کہ تم سے مفاخرہ کریں۔ آپ نے اجازت دی۔ عطارد بن حاجب جو مشہور خطیب تھا۔ اٹھا اور اپنی قوم کے مفاخرہ پر ایک پرزور تقریر کی۔

عطارد تقریر کر کے بیٹھ گیا تو رسول کریم صلعم نے ثابت بن قیس کو جواب دینے کے لیے اشارہ کیا۔ ان کی تقریر کا ماحصل یہ تھا۔

"اس کی تعریف جس نے زمین و آسمان بنائے۔ اس نے ہم کو بادشاہت دی۔ اور اپنے بندوں میں سے بہترین شخص کو انتخاب کیا۔ جو سب سے زیادہ شریف النسب سب سے زیادہ راست گفتار سب سے زیادہ شریف الاخلاق تھا۔ وہ تمام عالم کا انتخاب تھا اس لئے خدا نے اس پر کتاب نازل کی۔ اس نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تو سب سے پہلے مہاجرین اور ان کے بعد ہم (انصار) نے دعوت اسلام پر لبیک کہا۔ ہم لوگ انصار الٰہی اور وزرائے رسالت ہیں"

تقریروں کے بعد اشعار کی باری آئی۔ تو تمیم کے مشہور شاعر زبرقان بن بدر نے قصیدہ پڑھا۔

نحن الکرام فلا حی یعادلنا　　　منا الملوک وفینا تنصب البیع

ہم شرفائے قوم ہیں کوئی قبیلہ ہمارا ہمسر نہیں ہوسکتا ہم میں بادشاہ ہیں اور ہم کلیساؤں کے بانی ہیں

جب زبرقان اپنا قصیدہ ختم کر چکا۔ تو رسول کریم صلعم نے حسان بن ثابت کی طرف دیکھا انہوں نے یہ قصیدہ پڑھا۔

ان الذوائب من فہر واخوانھم　　　قد بینوا سنۃ للناس یتبعوا

شرفائے قبیلہ فہر اور برادران فہر نے لوگوں کو وہ راستہ (ہدایت) بتا دیا ہے جس کی وہ پیروی کرتے ہیں

---

[1] اصابہ فی احوال الصحابہ ترجمہ نعمان بن مقرن

Marfat.com

نظم و نثر کا مقابلہ ختم ہوا تو سفارت نے اعتراف کیا کہ دربارِ رسالت کے خطیب اور شاعر دونوں ہمارے شاعر اور خطیب سے افضل ہیں۔ پھر سب دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

بنو سعد:۔ بنو سعد نے ضمام بن ثعلبہ کو سفیر بنا کر بھیجا۔ صحیح بخاری میں متعدد موقعوں پر اس کا ذکر ہے۔ کتاب العلم کی روایت حسب ذیل ہے۔

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول کریمؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص ناقہ پر سوار آیا۔ اور صحن مسجد میں آکر اترا۔ پھر حاضرین سے پوچھا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کس کا نام ہے؟ لوگوں نے آفتاب رسالت کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ "گورے رنگ کے جو تکیہ لگائے بیٹھے ہیں"۔ قریب آکر کہا "اے عبدالمطلب کے بیٹے!" آپ نے فرمایا کہ "میں جواب دے چکا ہوں"۔ بولا میں تم سے کچھ باتیں دریافت کروں گا لیکن سختی سے۔ اس پر ناراض نہ ہونا"۔ آپ نے فرمایا کہ "جو پوچھنا ہو پوچھو"۔ بولا "خدا کی قسم کھا کر کہو۔ کیا خدا تعالیٰ نے تم کو دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے"۔ آپ نے فرمایا "ہاں"۔ پھر قسم دلا کر پوچھا "کیا تم کو خدا نے پنج وقتہ نماز کا حکم دیا ہے"؟

اسی طرح زکوٰۃ، روزہ اور حج کی نسبت دریافت کیا۔ آپ برابر "ہاں ہاں" فرماتے جاتے تھے۔ جب سب احکام سن لئے تو کہا کہ "میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ اور مجھ کو میری قوم نے بھیجا ہے۔ اور جو تم نے بتایا ہے۔ اس میں نہ زیادہ کروں گا نہ کم"۔ جب وہ جا چکا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا "اگر یہ سچ کہتا ہے تو اس نے فلاح پائی"۔

ضمام نے واپس جا کر اپنی قوم سے کہا کہ "لات وعزیٰ کوئی چیز نہیں"۔ قوم نے کہا۔ کیا کہتے ہو۔ کہیں تم کو جنون یا جذام نہ ہو جائے"۔ ضمام نے کہا۔ خدا کی قسم نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ ضرر۔ میں تو اللہ تعالیٰ اور محمد صلعم پر ایمان لاتا ہوں"۔ ان کی اس مختصر تقریر سے تمام قبیلہ مرد و زن مسلمان ہو گئے[1]۔

وفد اشعریین۔ یمن کا ایک نہایت معزز قبیلہ اشعریہ کا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے آنے پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تمہارے ہاں یمن کے لوگ آئے ہیں جو نہایت رقیق القلب ہیں۔

---

[1] ابن ہشام

Marfat.com

ایمان یمنیوں کا ہے اور حکومت یمنیوں کی۔ مسکنت بکریوں والوں میں ۔ فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے۔ جو مشرق کی طرف رہتے ہیں۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جب اشاعرہ کا وفد آیا۔ تو یہ لوگ جوش مسرت سے رجز پڑھتے تھے۔

غداً نلقى الاحبة محمداً و حزبه

کل ہم اپنے دوستوں یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے رفقاء سے ملیں گے۔

خدمت اقدس میں پہنچے۔ تو عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اپنے مذہب کے متعلق کچھ احکام سیکھیں۔ اور ابتدائے کائنات کے کچھ حالات پوچھیں" آپ نے ارشاد فرمایا "پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ اس کا تخت پانی پر تھا" ؎۱

دوس ۔ دوس عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اس قبیلہ کے مشہور شاعر اور رئیس طفیل بن عمرو تھے۔ وہ ہجرت سے قبل مکہ گئے۔ قریش نے ان کو رسول کریم ؐ کے پاس جانے سے منع کیا۔ اتفاقاً ایک دفعہ بیت اللہ میں گئے رسول اللہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے۔ سن کر بہت متاثر ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھے اسلام کی حقیقت سے آگاہ کریں۔ آپ نے قرآن مجید کی آیات سنائیں اور وہ مسلمان ہو گئے۔ اسلام کے قبول کرنے کے بعد جب وطن جانے لگے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ؐ کہ میری قوم بھی مسلمان ہو جائے۔ آپؐ نے دعا فرمائی۔ خدایا طفیل کو ایک نشانی بنا دے۔

حضرت طفیل ؓ گھر پہنچے۔ تو معمر باپ ملنے کے لئے آیا۔ حضرت طفیل ؓ نے کہا۔ ابا جان۔ اب نہ میں تمہارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں۔ باپ نے کہا یہ کیوں؟ حضرت طفیل ؓ نے جواب دیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ باپ نے کہا بیٹا۔ جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے۔ حضرت طفیل ؓ نے کہا کہ غسل کیجئے۔ پاک کپڑے پہنئے تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں۔ پھر ان کی زوجہ آئیں۔ اس سے بھی وہی گفتگو کی۔ اور وہ بھی مسلمان ہو گئیں۔ اب حضرت طفیل ؓ نے تبلیغ اسلام شروع کر دی۔ لیکن قوم مسلمان نہ ہوئی۔

حضرت طفیل ؓ پھر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ اس وجہ سے وہ مسلمان نہیں ہوتے۔ حضور نے ان کے لئے دعا فرمائی

؎۱ صحیح بخاری باب بدء الخلق

Marfat.com

اللّٰھم اھد دوسًا - اے خدا - دوس کو ہدایت دے -

پھر طفیل سے ارشاد فرمایا - کہ جا کر نرمی ملاطفت اور محبت سے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو - غرض دعائے نبوی کی برکت اور حضرت طفیل کی تبلیغ سے قبیلہ دوس مسلمان ہو گیا - اسی خاندان جن میں ابوہریرہؓ بھی تھے ، ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے [1]

وفد بنی الحارث ۹ھ - یہ نجران کا ایک نہایت معزز خاندان تھا - رسول کریم صلعم نے حضرت خالد بن ولید کو اشاعت اسلام کے لئے بھیجا - ان کی تبلیغ سے خلوص کے ساتھ اسلام لائے - حضرت خالد بن ولید نے آپ کو اطلاع بھیجدی - خود ان کی تعلیم کے لئے وہاں ٹھہر گئے - آپ نے لکھ بھیجا کہ تم واپس آجاؤ - اور اس کے چند رؤسا بھی ساتھ لاؤ -

اسی وفد میں قیس بن الحصین اور عبد اللہ بن قراد وغیرہ تھے - چونکہ یہ لوگ اکثر معرکوں میں قبائل عرب پر غالب رہے تھے ، آپ نے پوچھا - کہ تمہارے غلبہ کے اسباب کیا ہیں - انہوں نے جواب دیا - ہم ہمیشہ متحد اور متفق ہو کر لڑتے ہیں - اور کسی پر ظلم نہیں کرتے - نبی کریم صلعم نے فرمایا - سچ ہے - یہی وجہ ہے -

آپ نے قیس کو رئیس مقرر کیا [2]

قبیلہ طے ۹ھ - یمن میں طے مشہور قبیلہ تھا - اس قبیلہ کے رؤسائ زید الخیل اور عدی بن حاتم تھے -

۹ھ میں زید الخیل چند معزز اشخاص کے ساتھ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے - آپ نے فرمایا - عرب کے جس شخص کی تعریف میرے سامنے ہوتی ہے - وہ دیکھنے کے وقت اس سے کم ہی نکلا ہے - ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے - پھر ان کا نام زید الخیر رکھا - آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی - سب صدق قلب سے مسلمان ہو گئے [3]

عدی بن حاتم کے اسلام لانے کا واقعہ پہلے گزر چکا ہے -

وفد ثقیف - طائف کے دو مشہور رئیس تھے - ایک عروہ بن مسعود تھے - جن کی نسبت اہل مکہ کہا کرتے تھے کہ کلام الٰہی اترتا ، قرآن پر نازل ہوتا - حدیبیہ کی صلح بھی ان ہی کی سفارت سے انجام پائی تھی -

---

[1] اصابہ اور زاد المعاد اور ابن اسد جزو ۹ - رحمۃ للعالمین [2] اصابہ و زاد المعاد [3] اصابہ و زاد المعاد -

Marfat.com

رسول کریم صلعم جب طائف کا محاصرہ اٹھا کر واپس چلے۔ تو مدینہ کے راستہ میں عروہ آپؐ کو جا ملے۔ اور اسلام قبول کر کے واپس لوٹنے لگے۔ تو آپؐ سے اپنی قوم کو تبلیغ اسلام کی اجازت چاہی۔ آپ نے کہا کہ تیری قوم غرور کی وجہ سے اسلام قبول نہ کرے گی۔ عروہ نے کہا کہ میری قوم مجھ سے کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ محبت رکھتی ہے۔ میری بات ضرور مان جائے گی۔ اصرار کے بعد رسول کریم صلعم نے اجازت دے دی۔ عروہ نے واپس آکر لوگوں کو اسلام کی ترغیب دی۔ لوگوں نے بُرا بھلا کہا۔ صبح کو جب اذان دینے کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو شوریدہ سروں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اس پہ تیروں کی بارش برسائی شہادت کی آغوش میں ابدی نیند سو گئے۔

صخر بن عیلہ رئیس حمس یہ سن کر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ سواروں کی مدد لیکر چل کھڑا ہوا۔ اتفاق سے اس وقت پہنچا۔ جب رسول کریمؐ محاصرہ اٹھا کر چلے گئے تھے۔ صخر نے عہد کر لیا۔ کہ جب تک اہلِ طائف آپؐ کی اطاعت قبول نہیں کریں گے۔ محاصرہ نہ چھوڑوں گا۔ آخر اہلِ طائف نے اطاعت قبول کر لی۔ باہم مشورہ کے بعد یہ رائے قرار پائی۔ کہ چند سفیر مقرر کر کے بارگاہ نبوت میں بھیجے جائیں۔

عبدیالیل امیر الوفد تھا۔ جب مدینہ پہنچے۔ تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ کہ یہ میری قوم کے لوگ ہیں۔ میں انہیں اپنے پاس اُتاروں اور ان کی تواضع کروں۔

قوم کی عزت کا سبق:۔ آپؐ نے فرمایا۔ لا امنعک ان تکرم قومک میں منع نہیں کرتا۔ کہ تم اپنی قوم کی عزت کرو لیکن ایسی جگہ اتارو۔ جہاں قرآن مجید کی آیات ان کے کانوں میں پڑیں۔ ان کو مسجد نبوی میں اُتارا گیا۔ نماز اور خطبہ کے وقت یہ لوگ موجود ہوتے تھے۔ گو خود شریک نہیں ہوتے تھے۔ مسلمانوں کی نماز میں محویت اور استغراق سے بہت متاثر ہوئے۔ بالآخر ان لوگوں نے اسلام قبول کرنے کی آمادگی ظاہر کی۔ لیکن یہ شرائط پیش کیں:۔

(۱) ہم کو ترکِ صلوٰۃ کی اجازت دی جائے۔ آپ نے جواب دیا۔ لاخیر فی دین لیس فیہ رکوع۔ جس دین میں نماز نہیں ہے۔ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا ہمیں جہاد کے لئے نہ بلایا جائے۔ اور نہ ہم سے زکوٰۃ لی جائے۔ آپ نے یہ شرطیں قبول فرمالیں۔ اور صحابہؓ

Marfat.com

سے فرمایا کہ اسلام کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔

(۲) زنا ہمارے لئے جائز رکھا جائے۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ وطن سے دور رہتے ہیں اس لئے زنا کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ زنا حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے۔ لا تقربوا الزنیٰ انہ کان فاحشۃ و ساء سبیلا (بنی اسرائیل) تم زنا کے قریب نہ جاؤ۔ یہ تو سخت بے حیائی اور برا طریق ہے۔

(۳) ہماری قوم کے کاروبار کا انحصار سود پر ہے۔ اس لئے سود خواری جائز رکھی جائے آپؐ نے فرمایا۔ یہ بھی جائز نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا (بقرہ) اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے۔ وہ بھی چھوڑ دو۔

(۴) یا رسول اللہؐ! شراب سے نہ روکا جائے۔ آپؐ نے فرمایا۔ شراب حرام ہے دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون (مائدہ) اے ایمان والو! شراب۔ جوا۔ انصاب۔ ازلام ناپاک ہیں شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچو۔ تاکہ فلاح پاؤ۔

بالآخر ان لوگوں نے کہا۔ اچھا! ہم آپ کی باتیں مان لیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بت لات کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ منہدم کیا جائے گا۔ وہ حیران ہوئے۔ کہ کیا کوئی اُن کے خدائے اعظم کو بھی توڑ سکتا ہے۔ بولے۔ اگر ہمارے معبود اعظم کو آپ کے ان ارادوں کا علم ہو جائے۔ تو وہ تمام شہر کو تباہ و برباد کر دے گا۔ حضرت عمرؓ نے غصہ میں کہا۔ لات صرف ایک پتھر ہے۔ ان لوگوں نے کہا۔ عمر! ہم تمہارے پاس نہیں آئے۔ یہ کہہ کر آپؐ سے کہا۔ اسے گرانے کی خود ذمہ داری لیں۔ کیونکہ ہم اُسے ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں گرا دینے والے بھیج دوں گا۔

ان میں سے ایک شخص عثمان بن ابو العاص تھے۔ وہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے لیکن سب سے زیادہ تیز فہم اور مائل تحقیق تھے۔ وہ قوم سے خفیہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے۔ قرآن مجید سیکھتے کبھی حضرت ابوبکرؓ سے بھی مسائل اسلام سیکھتے۔ رسول کریم صلعم نے اسی کو ان کا امام مقرر کیا۔

Marfat.com

وفد جب واپس چلا گیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان اور مغیرہ بن شعبہ کو طائف کے معبود اعظم لات کو توڑنے کے لئے بھیجا۔ مغیرہ نے طائف پہنچ کر صنم کدہ کو منہدم کرنا چاہا تو مستورات ننگے سر روتی ہوئی آئیں۔ آخر مغیرہ نے تمام لوگوں کے سامنے ان کے معبود اعظم لات کو زمین پر گرا دیا۔

وفد نجران

کتب احادیث میں جو جملہ روایات وفد نجران کے متعلق پائی جاتی ہیں۔ ان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عیسائیان نجران کے وفد دو دفعہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے تھے۔ اس لئے اسی ترتیب سے ذکر کیا جاتا ہے۔

ابوعبداللہ حاکم کی روایت یونس بن بکر سے ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو دعوت اسلام کا نامہ مبارک بھیجا جب اسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا۔ اس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا۔ یہ قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتا تھا۔ کوئی بڑا آدمی بھی اس کی رائے لئے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ اسقف نے اسے خط دیا۔ اور رائے پوچھی شرجیل نے کہا۔ پیٹرآپ کو معلوم ہی ہے کہ اسماعیلی نسل سے ایک نبی آنے والا ہے ممکن ہے یہ وہی نبی" ہو۔ "مذہب کے متعلق کیا رائے دے سکتا ہوں۔ کوئی دنیوی معاملہ ہوتا۔ تو اس پر رائے دے سکتا تھا"۔

اسقف نے ایک دوسرے شخص عبداللہ بن شرجیل کو جو قوم حمیر سے تھا بلایا اور اس کی رائے دریافت کی۔ اس نے بھی شرجیل کا سا جواب دیا۔

اسقف نے تیسرے شخص جبار بن قیس کو بلایا۔ یہ بنوالحارث بن کعب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس سے رائے پوچھی۔ اس نے بھی ان دونوں سا جواب دیا۔ جب اسقف نے دیکھا۔ کہ ان سے کوئی جواب نہیں ملا۔ تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکائے جائیں۔ جب کل علاقہ کے عیسائی اکٹھے ہو گئے۔ تو اسقف نے وہ تبلیغی خط پڑھ کر سنایا۔ رائے دریافت کی۔ مشورہ کے بعد یہ قرار داد ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ اور جبار کو بارگاہ نبوت میں بھیجا جائے اور حالات معلوم کرکے آئیں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے۔ اور چند روز رسول کریمؐ کی خدمت میں رہے حضرت عیسٰی علیہ السلام

Marfat.com

کی شخصیت سے متعلق گفتگو کی۔ اس گفتگو پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

انّ مثل عیسٰی عند اللّٰہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ الحق من ربک فلا تکن من الممترین۔ فمن حاجک فیہ من بعد ما جاءک من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءکم ونساءنا ونساءکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتہل فنجعل لعنت اللّٰہ علی الکاذبین (آل عمران)

بے شک عیسٰی کی حالت اللہ کے نزدیک آدم کی حالت کی مانند ہے۔ اسے مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اسے کہا ہو جا۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔ حق تیرے رب سے ہے پس تو جھگڑا کرنے والوں سے نہ ہو۔ پھر اگر کوئی اس کے بعد جو تیرے پاس علم آ چکا اس کے بارہ میں تجھ سے جھگڑا کرے تو کہو آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں اور تمہاری عورتوں کو اور اپنے لوگوں اور تمہارے لوگوں کو بلائیں پھر گڑگڑا کر دعا کریں۔ پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔ (محمد علی)

ان آیات میں عیسائیوں کو مباہلہ کے لئے بلایا ہے۔ دعا کی قبولیت کے عیسائی بھی قائل تھے، اور انجیل میں ہے کہ متقی کی دعا سنی جاتی ہے۔ چنانچہ عبرانیوں ۵ : ۷ میں جہاں مسیح کے صلیب کی موت سے بچنے کے لئے دعائیں کرنے کا ذکر ہے "بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اس کو موت سے بچا سکتا تھا۔ دعائیں اور منتیں کیں" وہاں اس دعا کی قبولیت کا ذکر ان الفاظ میں ہے۔ وسمع لہ من اجل تقوٰہ یعنی اس کے تقویٰ کی وجہ سے اس کی دعا سنی گئی۔ عیسائیوں کا دعویٰ تھا کہ ساری دنیا گنہگار ہے۔ اور ہم کفارہ پر ایمان لانے کی وجہ سے پاک باز ہیں۔ اس وجہ سے ضروری تھا کہ اس پہلو سے بھی ان پر اتمام حجت کیا جاتا۔

ان آیات کے نزول پر رسول کریم صلعم نے حسنؓ و حسینؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو بلایا[1] اور مباہلہ کے لئے نکلے۔ عیسائیوں کی جماعت میں سے ہی ایک نے رائے دی کہ مباہلہ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر یہ واقعی رسولؐ ہے تو ہم لوگ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ غرض ان لوگوں نے جزیہ پر صلح کر لی۔ ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابی نے تحریر کیا تھا اور ابوسفیان بن حرب، غیلان

[1] بعض روایات میں حضرت علی رضؓ کی موجودگی بھی درج ہے۔

Marfat.com

بن عمرو۔ مالک بن عوف اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اس پر ثبت ہے۔ انہیں عنایت فرمایا۔

لنجران جوار اللہ وذمہ محمد النبی علی انفسھم وملتھم وارضھم واموالھم وغائبھم وشاھدھم وعشیرتھم وتبعھم وان لا یغیروا لما کانوا علیہ ولا یغیر حق من حقوقھم ولا ملتھم... ولا یغیر کانما تحت ایدیھم من قلیل او کثیر ولیس علیھم ربیۃ ولا دم جاھلیۃ ولا یحشرون ولا یعشرون ولا یطاء ارضھم الجیش الخ

اہل نجران کو خدا اور محمد رسول اللہ ؐ کی حفاظت حاصل ہے۔ جان اور مذہب زمین اور جائداد کے متعلق ان سب کو جو حاضر یا غائب ہیں صاحب قبیلہ ہیں یا پیروی کرنے والے ہیں۔ ان کی حالت میں اور حقوق میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ اور جو کچھ کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے۔ اسے بدلا نہ جائے گا۔ پچھلے زمانہ کے شبہات یا قتل کے مقدمہ ان پر نہ چلائے جائیں گے۔ ان سے بیگار نہ لی جائے گی۔ ان کے علاقہ سے فوج عبور نہ کرے گی۔

یہ فرمان لے کر وفد نجران واپس چلا گیا۔ اسقف اور دیگر رؤسا نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ وفد نے وہ فرمان اسقف کو دیا۔ اسقف وہ فرمان پڑھتا جاتا تھا۔ اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہ بھی غور سے سنتا جاتا تھا۔ اور وہ اونٹنی سے گر گیا۔ اس نے گرتے ہوئے کہا "خرابی ہو اس شخص کی جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے" اسقف نے کہا۔ دیکھ کیا کہتا ہے۔ وہ تو رسول ؐ ہے بشر نے جواب دیا "بخدا میں پھر ابھی اس کے قدموں میں جاتا ہوں" یہ کہہ کر مدینہ کا رخ کیا۔

اسقف نے اس کے پیچھے اپنی ناقہ ڈالی۔ اور کہتا تھا کہ میری بات تو سنو لیکن بشر بھی کہتا جاتا تھا۔ "نہیں نہیں۔ میں اب اس کی خدمت میں ہی جاؤں گا۔"

بشر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور بالآخر درجہ شہادت پایا۔

جب یہ وفد نجران پہنچا۔ تو ایک راہب نے بھی جو سالہا سال سے گرجہ کے برج کے

Marfat.com

بالائی حصّہ پر رہتا تھا۔ یہ داستان سنی۔ تو وہ بے ساختہ پکار اٹھا کہ مجھے اتار دو۔ ورنہ اوپر سے چھلانگ لگا دوں گا۔"

یہ راہب بھی چند تحائف لے کر مدینہ آیا۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ راہب نے کچھ عرصہ مدینہ میں اسلامی تعلیم کے حصول کے لئے قیام کیا۔ پھر آپ سے اجازت لے کر اور واپس آنے کا وعدہ کر کے نجران چلا گیا۔ مگر آپ کی زندگی تک واپس نہ آیا۔

(۲) اس سفارت کے کچھ عرصہ بعد اسقف ابوالحارث جو گرجا کا امام تھا اور اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا حاکم بھی تھا۔ جو سید کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ اور عبدالمسیح جو سارے علاقے کا امیر تھا۔ ۲۴ روسا اور بھی تھے۔ کل سفارت ۶۰ آدمیوں پر مشتمل تھی۔

رسول کریم صلعم نے ان کو مسجد میں اتارا۔ ان کو وہیں عبادت کی اجازت دی قیام کے دوران مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ ایک سوالی رسول کریم سے یہ کیا "کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں۔ جیسا کہ عیسائی عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں" رسول کریم صلعم نے جواب دیا "اللہ کی پناہ کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کا حکم دوں"۔ اس موقعہ پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

ماکان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ
ثم یقول للناس کونوا عبادا لی من دون اللہ ولکن کونوا
ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون
ولا یامرکم ان تتخذوا الملائکۃ والنبیین اربابا۔
ایامرکم بالکفر بعد اذ انتم مسلمون (آل عمران)

کسی بشر کے لئے (شایاں) نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم اور نبوت دے پھر وہ لوگوں کو کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ۔ لیکن (وہ کہے گا) تم ربانی ہو جاؤ۔ اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے تھے۔ اور اس لئے کہ تم درس دیتے تھے۔ اور نہ یہ کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو خداوند بناؤ۔ کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا۔ اس کے بعد کہ تم مسلم ہو چکے ہو۔

جب واپس جانے لگے۔ پھر ایک معاہدہ لکھ کر دیا۔ اس فرمان کی پوری نقل

Marfat.com

ذیل میں دی جاتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد النبی الی الاسقف ابی الحارث واساقفة نجران وکهنتهم ورهبانهم واهل بیتهم ورقیقهم وملتهم وسوقتهم وعلی کل ما تحت ایدیهم من قلیل او کثیر جوار اللہ ورسوله لا یغیر اسقف من سقیفة ولا راهب من رهبانیة ولا کاهن من کهانیة ولا یغیر حق من حقوقهم ولا سلطانهم ولا مما کانوا علیه علی ذالک جوار اللہ ورسوله ابداً ما نصحوا واصلحوا علیهم غیر متقلبین لظالم ولا ظالمین

کتب المغیرة بن شعبة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ معاہدہ محمد نبی صلعم کی جانب سے ہے اسقف ابوالحارث کے لیئے نجران کے دیگر اسقفوں کاہنوں راہبوں ان کے معتقدوں۔ علاقوں اس مذہب والوں پولیس والوں کے متعلق اور ان کم یا زیادہ چیزوں کے متعلق جو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ سب کو خدا اور اس کے رسول کی حفاظت حاصل ہوگی۔ گرجا کے کسی عہدہ دار کو بدلا نہ جائے گا۔ نہ مداخلت کی جائے گی۔ ان کی موجودہ حالت میں تغیر نہ ہوگا بشرطیکہ رعایا کے خیرخواہ رہیں۔ نہ ظالم کا ساتھ دیں اور نہ خود ظلم کریں۔ (مغیرہ بن شعبہ نے لکھا ہے)

ان کی درخواست پر ابو عبیدہ بن جراح کو جزیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ شخص میری امت کا امین ہے۔

بنو اسد ۹ھ۔ یہ وہ قبیلہ ہے جو جنگوں میں قریش کے دوش بدوش تھا۔ طلحہ بن خویلد جس نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ خلافت میں دعوی نبوت کیا تھا۔ اسی قبیلہ سے تھا۔ ۹ھ میں دس آدمیوں کا ایک وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا[۱] اور ازراہ نخوت کہا کہ آپ نے ہمارے پاس کوئی مہم نہیں بھیجی۔ بلکہ ہم از خود حاضر ہوئے ہیں۔ اور اسلام قبول کیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

یمنون علیک ان اسلموا قل لا تمنوا علیّ اسلامکم بل

---

[۱] زادالمعاد

Marfat.com

اللہ یمن علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین

(سورۃ حجرات)

تجھ پر احسان جتاتے ہیں کہ وہ اسلام لائے کہو مجھ پر اپنے اسلام کا احسان مت رکھو۔ بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا کہ تمہیں ایمان کی راہ دکھائی۔ اگر تم سچے ہو۔ (محمد علی)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کو کوئی دینی کام کر کے یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کو کسی دینی خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ تو وہ بڑائی کے طور پر بیان کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے اپنے فریضہ کو ادا کیا ہوتا ہے۔

بنو فزارہ ۹ھ - جب رسول کریم صلعم تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو بنو فزارہ کا ایک وفد جس میں دس پندرہ آدمی تھے۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ اور اسلام قبول کیا۔

کندہ ۱۰ھ - حضر موت (یمن) کے اضلاع میں ایک شہر تھا۔ یہاں کندی خاندان حکومت کرتا تھا۔ اس خاندان کے حاکم اشعث بن قیس تھے۔ ۱۰ھ میں انسی سواروں کے ساتھ ریشمی چادریں اوڑھے ہوئے آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے مسلمان پہلے ہو چکے تھے۔ معلم اعظم نے دیکھ کر کہا۔ کیا تم اسلام قبول کر چکے ہو؟ جواب دیا "ہاں" آپ نے فرمایا۔ "پھر یہ حریر کیسا"

ان لوگوں نے فوراً اپنی چادریں تار تار کر کے پھینک دیں۔[1]

وفد عبدالقیس

قبیلہ عبدالقیس کا وفد رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کس قوم سے ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم خاندان ربیعہ سے ہیں۔ فرمایا۔ مرحبا لا خزایا ولا ندامی۔ پھر ان لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں۔ ہم اشہر حرم کے سوا اور مہینوں میں نہیں آسکتے اس لئے ایسی باتیں سمجھا دیجئے۔ جن پر ہمیشہ عمل کریں۔ اور اپنے اہل وطن کو بھی ان کی تعلیم

---

[1] ابن ہشام وفد کندہ

Marfat.com

دیں گے

آپؐ نے فرمایا کہ میں چار باتوں کے کرنے کا اور چار باتوں سے باز رہنے کا حکم دیتا ہوں۔"

جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں۔

خدا کو ایک مانو۔ نماز پڑھو۔ روزہ رکھو۔ زکوٰۃ اور خمس دو۔

چار اور جن سے باز رہنے کا حکم دیا۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) دُبا (تونبا) خنتم (لاکھی برتن) (۳) نقیر (شراب کے لئے لکڑی کا برتن)، (۴) مزفت (قیر آلودہ برتن)

عرب میں چار قسم کے برتن تھے۔ جن میں شراب رکھ کر تیار کی جاتی تھی۔ رسول کریم صلعم کی عادت شریف تھی کہ جب کسی کو حرمت خمر کا حکم دیتے تو ساتھ ان ظروف کا استعمال بھی منع فرماتے۔ جن میں شراب رکھی جاتی۔ تاکہ شراب نوشی کی مرض ہمیشہ جڑ سے اکھڑ جائے۔

اس وفد کے ساتھ جارود بن العلا بھی آیا ہوا تھا۔ یہ عیسائی تھا۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اس وقت ایک مذہب رکھتا ہوں۔ اگر اسکو چھوڑ کر آپکے دین میں آجاؤں تو آپ ہمارے ضامن بنیں گے؟ فرمایا ہاں جو کیوں کہ جس مذہب کی طرف میں بلا رہا ہوں وہ اس سے بہتر ہے۔ جس پر تم اب تک تھے۔ جارود اور اس کے دوسرے عیسائی رفقاء مسلمان ہو گئے تھے۔

بنو عامر ۹ ؁ھ

بنو عامر قبیلہ قیس عیلان کی شاخ تھا۔ ان کے تین رؤساء تھے۔ عامر بن طفیل۔ اربد بن قیس اور جبار بن سلمی۔ عامر اور اربد صرف جاہ و حشمت کے خواہاں تھے۔ اور شر کی نیت سے آئے تھے۔ جبار اور قبیلہ کے لوگ خلوص نیت سے صداقت اسلام کے طالب تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بنو عامر نے آپؐ سے کہا۔ "انت سیدنا" حضور ہمارے آقا ہیں۔

سلہ زاد المعاد صفحہ ۲۸ ج ۳

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا "السید اللہ" آقا خدا ہے۔

انہوں نے پھر عرض کی۔ "حضور ہم سب سے افضل اور سب سے بڑھ کر سخی ہیں"

آپؐ نے فرمایا "بات کرو تو اس کا لحاظ رہے کہ شیطان تم کو گمراہ نہ کر دے۔

عامر بن طفیل نے کہا "محمد! تین باتیں ہیں۔ اہل بادیہ پر تم حکومت کرو اور شہروں میں۔ اگر یہ نہیں تو اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ منتخب کر دو۔ اگر یہ بھی منظور نہ ہوا۔ تو میں غطفان کو لے کر حملہ آور ہوں گا۔"

عامر نے اربد کو سمجھا دیا تھا کہ میں محمدؐ کو ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رکھوں گا۔ ادھر تم ان کو قتل کر دینا" عامر نے دیکھا کہ اربد بالکل بے حس بیٹھا ہوا ہے۔ دونوں اٹھ کر چلے گئے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا "اے خدا ان کے شر سے محفوظ رکھنا" عامر کو طاعون ہو گیا عرب میں صاحب فراش ہونا شرم کی بات تھی۔ اس نے کہا کہ مجھے گھوڑے پر سوار کر دو۔ گھوڑے پر بٹھا دیا گیا۔ اور اسی پر مر گیا۔

جبار اور دوسرے لوگ مسلمان ہو کر واپس لوٹے تھے۔

حمیر وغیرہ کے وفود

سلاطین حمیر خود نہیں آئے تھے بلکہ قاصد بھیجے کہ ہم مسلمان ہو گئے ہیں۔

بجیلہ کا وفد

بجیلہ کا وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ ان کا مشہور مندر ذوالخلصہ تھا۔ یہ مندر یمن کا کعبہ کہلاتا تھا۔ اس کا بت خلصہ بھی توڑا گیا۔

وفد بنی حنیفہ

بنو حنیفہ کا وفد رسول کریمؐ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ اسی وفد میں مسیلمہ کذاب بھی تھا۔ وہ مدینہ میں لوگوں کو یہ کہتا پھرتا تھا کہ اگر محمدؐ صلعم یہ اقرار کریں کہ ان کا جانشین مجھے بنایا جائے گا۔ تو میں بیعت کر لوں گا۔ آپؐ نے سنا۔ تو ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی۔ فرمایا میں تو اس چھڑی کے عوض بھی بیعت نہیں لینا چاہتا آپؐ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں۔ مجھے ناگوار معلوم ہوئے۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ آپ نے تعبیر کی کہ ان سے مراد مسیلمہ اور عنسی صاحب صنعا ہے۔

Marfat.com

مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی دونوں نے دعویٰ نبوت کیا۔ دونوں کو خدا تعالیٰ نے تباہ کر دیا۔

وفد تجیب

قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص بارگاہ نبوت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ۔ اور اپنے قبیلہ کے مساکین میں تقسیم کر دو۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مساکین کو دے کر جو بچا ہے۔ ہم وہی لے کر آئے ہیں۔
ان لوگوں نے رسول کریم صلعم سے چند مسائل دریافت کئے۔ حضور نے وہ لکھوا دیئے۔

یہ لوگ جلد واپس جانے کے لئے بے تاب تھے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ تم جانے کے لئے کیوں مضطرب ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو باتیں ہم نے رسول کریمؐ سے سیکھی ہیں۔ اور جو انوار ہدایت حاصل کئے ہیں۔ ان سب کی اطلاع ہم اپنی قوم کو دیں۔
آپؐ نے ان کو عطیات دئے۔ اور پوچھا کہ کوئی شخص تم میں سے باقی بھی ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ایک نوجوان ہے جو اسباب کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ وہ بلایا گیا۔ تو نوجوان نے کہا۔ یا رسول اللہ میں گھر سے صرف اس لئے آیا تھا کہ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے بخشش دے۔ مجھ پر رحم کرے۔ اور مجھے قانع بنائے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ ۱۰ھ کو جب آپؐ حج کے لئے گئے تو آپؐ نے اس قبیلہ کے لوگوں سے اس نوجوان کے متعلق دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا۔ یا رسول اللہ! وہ بہت متقی اور غنی القلب ہے۔ اگر دنیا بھر کی دولت اس کے سامنے رکھ دی جائے۔ تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔[1]

وفد عذرہ

یہ وفد ماہ صفر ۹ھ میں رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انیس اشخاص تھے۔ ان میں حمزہ بن نعمان بھی تھا۔ آپؐ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم بنی عذرہ ہیں۔ اور ماں کی طرف سے قصی کے بھائی ہیں۔ آپؐ نے خوش آمدید کہی۔ اور

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۴ جلد اول

Marfat.com

بشارت سنائی کہ عنقریب شام کا علاقہ مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہو جائے گا۔ اور ہرقل اپنے علاقہ سے بھاگ جائے گا۔ آپؐ نے ان کو عطیات دے کر رخصت کیا۔ رسول کریم صلعم نے ان کو حکم دیا کہ کاہنوں سے جا کر سوال نہ کیا کریں۔ اور جو قربانیاں دیا کرتے ہیں آئندہ نہ کریں صرف عید اضحی کی قربانی باقی رہ گئی ہے۔ کچھ دن مدینہ منورہ میں رہے۔ پھر انعام و اکرام سے مشرف ہو کر لوٹ گئے[1]

وفد خولان

وفد خولان ماہ شعبان ۱۰ھ میں بارگاہ نبوی صلعم میں حاضر ہوا۔ یہ دس شخص تھے انہوں نے کہا کہ ہم اپنی پسماندہ قوم کی طرف سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ آپ اس کے رسول ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کا ہم پر بہت احسان ہے۔ ہم محض زیارت کے لئے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ جو میری مدینہ میں زیارت کرتا ہے وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہو گا۔

آپؐ نے عم انس کے متعلق دریافت فرمایا (یہ ایک بت کا نام ہے) انہوں نے جواب دیا کہ اسلام کی تعلیم نے ہمارے دلوں سے بت کی محبت محو کر دی ہے۔ بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں اس کی پوجا کر لیتی ہیں۔ واپس جا کر اس کو گرا دیں گے آپؐ نے فرمایا کہ کوئی واقعہ سناؤ۔

وفد نے عرض کی۔ ایک دفعہ ہم نے سو زگاؤ جمع کئے۔ وہ سب بت کے نام پر قربان کر دئے۔ اور درندوں کے لئے چھوڑ دئے گئے۔ حالانکہ ہمیں گوشت اور جانوروں کی بہت ضرورت تھی۔

انہوں نے کہا۔ چوپایوں اور زراعت میں عم انس کا برابر کا حصہ ہوتا ہے کھیتی میں وسطی حصہ بت کا ہوتا ہے۔ کنارے کا خدا کا۔ جب کھیتی ماری جائے۔ تو خدا کا حصہ بت کو دے دیا جاتا ہے۔ مگر بت کا حصہ خدا کے نام پر نہیں کرتے۔

رسول کریمؐ نے فرائض دین کی تعلیم دی۔ خصوصاً ان اخلاقی امور پر بہت زور دیا عہد کو پورا کرنا۔ امانت کا ادا کرنا۔ ہمسایہ سے اچھا سلوک کرنا۔ کسی پر ظلم نہ کرنا۔ یہ

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۶

Marfat.com

فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہو گا۔[1]

وفد محارب

سنہ ۱۰ھ میں وفد محارب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ دس شخص تھے۔ ایک دن آپ نے ظہر سے عصر تک کا پورا وقت انہی کو وعظ و نصیحت کے لئے دیا۔ ان میں سے ایک شخص کو غور سے دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ میں نے آپ کو کہیں دیکھا ہوا ہے۔ وہ شخص بولا۔ ہاں بازار عکاظ میں آپ لوگوں کو ہدایت کی طرف بلاتے تھے تو مجھ سے بھی بات کی تھی میں نے بدترین کلام سے آپ کو جواب دیا۔ آپ نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ اس شخص نے کہا میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی آپ کی مخالفت نہ کرنے والا تھا۔ وہ تو سب کفر کی حالت میں مر گئے ہیں۔ خدا نے مجھے زندگی دی۔ اور دولت ایمان سے بہرہ ور ہوا ہوں

رسول کریم صلعم نے فرمایا "سب کے دل خدا کے ہاتھ میں ہیں"

اس شخص نے گناہ کی معافی کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ اسلام نے آپ کے ان تمام گناہوں کو مٹا دیا ہے۔ جو حالت کفر میں ہوئے تھے۔[2]

وفد غسان سنہ ۱۰ھ

قبیلہ غسان کے تین شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اسلام قبول کیا۔ اپنی قوم کو ہدایت دینے کے لئے واپس چلے گئے۔

وفد بنی عبس

یہ وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار ماہ پیشتر مسلمان ہو کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تھا۔ وفد نے کہا۔ یا رسول اللہ صلعم ہم نے سنا ہے کہ حضور کا ارشاد ہے۔ لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ یعنی جس نے ہجرت نہیں کی۔ اس کا اسلام کامل نہیں۔ کیا ہم تمام مال و متاع فروخت کر کے خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ اتقوا اللہ حیث کنتم فلن یلتکم من اعمالکم شیئا۔ یعنی تم جہاں آباد ہو۔ وہیں خدا سے ڈرو۔ تمہارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آئے گی۔[3]

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۰۸ [2] زاد المعاد صفحہ ۵۰۹ [3] ایضاً

Marfat.com

وفد غامد

یہ وفد سنہ ۱۰ھ میں آیا۔ یہ دس شخص تھے۔ مدینہ سے باہر اترے۔ اپنے سامان کے پاس ایک لڑکے کو بٹھا آئے تھے۔ اور رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اسباب کے پاس کس کو چھوڑ آئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ ایک لڑکے کو۔ آپؐ نے فرمایا وہ لڑکا سو گیا۔ ایک شخص آیا۔ خورجی چرا کر لے گیا۔ ایک شخص نے کہا۔ وہ خورجی تو میری تھی آپؐ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ وہ لڑکا چور کے پیچھے بھاگا ہے۔ اور اس کو پکڑ لیا ہے۔ خورجی واپس لے آیا ہے۔

یہ لوگ جب واپس آئے۔ تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے ویسے ہی ماجرا ہوا تھا۔ یہ لوگ اسی پر مسلمان ہو گئے۔

رسول کریم صلعم نے ابی بن کعب کو اسلام سکھانے کے لیے مقرر کیا۔ جب وہ واپس جانے لگے۔ تو ان کو شرائع اسلام لکھوا کر دے دیئے گئے۔[۱]

وفد سلامان سنہ ۱۰ھ

سترہ اشخاص کا وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہی میں حبیب بن عمرو تھا۔ انہوں نے سوال کیا کہ سب سے افضل عمل کیا ہے۔ آپؐ نے جواب فرمایا۔ "وقت پر نماز پڑھنا"۔

وفد نے کہا۔ یا رسول اللہؐ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی۔ دعا فرمائیے۔ آپؐ نے دعا کی۔ "اللھم اسقھم الغیث فی دارھم"۔ اے اللہ ان کے دیار کو بارش سے سیراب کر دے۔

حبیب نے کہا۔ "یا رسول اللہ اپنے مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائیے"۔ آپؐ مسکرائے اور دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی۔

جب وفد وطن واپس لوٹا۔ تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی جس دن آپؐ نے دعا فرمائی تھی۔[۲]

وفد نخع

---

[۱] زاد المعاد صفحہ ۵۱۲ - [۲] زاد المعاد صفحہ ۵۱۱

Marfat.com

دوسو اشخاص پر مشتمل وفد نصف محرم ۱۱ھ میں رسول کریمؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ یہ حضرت معاذ بن جبل کے ہاتھ پر بیعت کر کے آئے تھے۔ ان کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا۔

ایک دن زرارہ بن عمرو نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ راستہ میں مَیں نے عجیب خواب دیکھے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ بیان کرو۔

زرارہ بن عمرو نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے۔ جو سفید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے۔

آپؐ نے تعبیر کی کہ آپ کی بیوی کے ہاں فرزند پیدا ہو گا۔ زرارہ نے کہا۔ یا رسول اللہ ابلق رنگ ہونے سے کیا مراد ہے؟

آپ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ پھر آہستہ سے پوچھا۔ کیا تمہارے جسم پر برص کے داغ ہیں جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو۔

زرارہ نے کہا۔ بخدا آپ صحیح فرماتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا۔ بچہ پر اسی کا اثر ہے۔

زرارہ نے دوسرا خواب بیان کیا کہ میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا ہے کہ گوشوارے بازو بند۔ خلخال پہنے ہوئے ہے آپؐ نے فرمایا۔ اس کی تاویل عرب ملک ہے۔ جو اب آسائش اور آرائش حاصل کر رہا ہے۔

زرارہ نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک بڑھیا ہے۔ جس کے کچھ بال سفید کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے نکلی ہے۔

آپؐ نے تعبیر کی یہ دنیا ہے۔ جس قدر باقی رہ گئی ہے۔

زرارہ نے چوتھی خواب بیان کی کہ میں نے دیکھا ہے۔ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی ہے۔ میرے اور میرے بیٹے کے درمیان آگئی ہے۔ اور وہ آگ کہہ رہی ہے جھلسو جھلسو بینا ہو۔ نابینا ہو۔ لوگو اپنی غذا اپنا کنبہ اپنا مال مجھے کھانے کے لئے دو۔

آپؐ نے فرمایا۔ یہ ایک فتنہ ہے۔ جو آخری زمانہ میں ظاہر ہو گا۔

زرارہ نے عرض کیا۔ یہ فتنہ کیسا ہو گا۔

Marfat.com

آپ نے فرمایا۔ لوگ اپنے امام و پیشوا کو قتل کریں گے۔ ان کے درمیان پھوٹ اور افتراق پڑجائے گا۔ ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو جائیں گے۔ بدکار اپنے آپ کو نکوکار اور متقی سمجھے گا۔ اور مومن کا خون ارزاں ہوگا۔
مگر تیرا بیٹا مرگیا۔ تب تو اس فتنہ کو دیکھے گا۔ اگر تو مرگیا۔ تو تیرا بیٹا دیکھے گا۔
زرارہ نے کہا۔ یا رسول اللہ دعا کیجئے کہ میں اس فساد کی آگ کو نہ دیکھ سکوں۔
رسول اللہ نے دعا فرمائی۔ زرارہ کا تو انتقال ہو گیا۔ اس کا بیٹا زندہ رہا۔ اس نے سیدنا و امامنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ثالث کی بیعت کو توڑ دیا تھا۔[1]

عرب میں اسلام کا غلبہ

ہجرت کے نویں سال کے آخر اور دسویں سال میں جنگوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اور دین اسلام میں لوگ فوج در فوج داخل ہونے لگے۔ دو سال کے اندر اندر عرب کا گوشہ گوشہ نور اسلام سے چمکنے لگا۔ توحید کی صدا بلند ہونے لگی۔ کیا عجیب انقلاب ہے ایک وہ وقت تھا کہ وہ شخص حج کے ایام میں لولوء توحید ہاتھ میں لے کر لوگوں کے پیچھے گھومتا ہے۔ لیکن مجنون اور دیوانہ کہہ کر دھتکار دیا جاتا ہے۔ اور کوئی بھی توحید کے جواہرات سے جھولی نہیں بھرتا۔ لیکن آج ہر سمت سے لوگ توحید کے سچے موتیوں سے جھولیوں کو بھرنے کے لئے دیوانہ وار بارگاہ نبوت میں حاضر ہو رہے ہیں اور دولت توحید سے مالا مال ہو کر گھروں کو واپس جا رہے ہیں۔ دنیا اس قسم کے عظیم انقلابی انسان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔

---

[1] زاد المعاد صفحہ ۵۱۰

حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (مائدہ)

آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ (محمد علی)

ذی قعدہ سنہ ۱۰ھ میں اعلان ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حج کے لئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ اس اعلان کے بعد تمام اکناف عرب سے انبوہ در انبوہ لوگ مدینہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔

۲۶ ذی قعدہ کو آپؐ نے غسل فرمایا۔ چادر اور تہمد باندھی۔ نماز ظہر کے بعد مدینہ منورہ سے باہر نکلے۔ اور تمام ازواج مطہرات کو ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جب ذوالحلیفہ پہنچے جو مدینہ کی میقات ہے۔ وہاں رات گزاری۔ دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا۔ اس کے بعد دو رکعت نماز ادا کی پھر قصواء پر سوار ہوئے۔ اور احرام باندھا۔ یہیں سے لبیک اللھم لبیک لاشریک لک لبیک ان الحمد والنعمۃ لک والملک لاشریک لک کا ترانہ بلند کیا۔ جب یہ مقدس اور پاکباز قافلہ احرام کے ساتھ مکہ کی طرف چل پڑا۔ تو راستہ میں ہر قبیلہ کے لوگ شامل ہوتے جاتے تھے۔ جب کسی ٹیکری سے گزرتے۔ تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے۔[۱] سرف پہنچ کر غسل فرمایا۔ ذوالحجہ کی چار تاریخ اتوار کے روز مکہ معظمہ میں داخل ہوئے جب کعبہ پر نظر پڑی تو فرمایا کہ "اے خدا! اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے"

کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیمؑ پر دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر صفا اور مروہ پر تشریف لے گئے۔ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے یہ الفاظ فرمائے۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر لا الہ الا اللہ وحدہ انجز وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ[۲]

---

[۱] حجۃ اللہ البالغہ صہ ۲۵۳ [۲] "بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کریں گے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑ کی چوٹیوں سے للکاریں گے۔ یسعیاہ باب ۴۲ درس ۱۱۔ بحوالہ رحمۃ للعالمین حاشیہ صہ ۲۹۶ ج ۳۔ ابوداؤد

Marfat.com

اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے لئے سلطنت ہے اور اس کے لئے حمد ہے۔ وہی زندہ رکھتا ہے۔ اور وہی مارتا ہے۔ وہ تمام چیزوں پر قادر ہے۔ کوئی معبود نہیں۔ مگر وہ اکیلا خدا اس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ اپنے بندہ کی مدد فرمائی۔ اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔

صفا اور مروہ کی سعی اور طواف سے فارغ ہو کر جن لوگوں کے پاس قربانی کے جانور نہیں تھے انھیں احرام اتارنے کا حکم دیا۔ چونکہ حضورؐ کے ساتھ قربانی کا جانور تھا۔ اس وجہ سے آپؐ نے احرام نہ اتارا۔ ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کو آپ تمام حاجیوں کے ساتھ منیٰ میں ٹھہرے ظہر، عصر، مغرب، عشاء، صبح کی نمازیں منیٰ میں ادا فرمائیں۔

قریش کا معمول تھا کہ جب حج کے لئے نکلتے۔ تو عرفات کی بجائے مزدلفہ میں ٹھہرتے۔ جو حرم کی حدود میں تھا ان کا یہ خیال تھا کہ اگر قریش حرم کے سوا کسی اور مقام پر مناسک حج ادا کریں تو یہ انکی شان کے منافی ہے اسلام مساوات کا پیغام لیکر آیا تھا خدا کا حکم تھا۔ "ثم افیضوا من حیث افاض الناس"۔ آپ نویں ذی الحج کو طلوع آفتاب کے بعد وادی نمرہ میں آکر ٹھہرے۔ دن ڈھلنے کے بعد یہاں سے روانہ ہو کر عرفات میں قیام فرمایا۔ اور یہ اعلان فرمایا۔

"قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث من ارث ابیکم ابراهیم"
اپنے مقدس مقامات پر ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو۔ [1]

میدان عرفات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا اجتماع ہے جن کے قلوب صافی سے توحید اور عشق الٰہی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔ تکبیر و تہلیل، تحمید و تقدیس سے فضا عطر بیز ہے۔

دن ڈھلنے پر آپ ناقہ پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور ناقہ پر ہی سے خطبہ پڑھا۔ لوگ شمع رسالت کے اردگرد تھے۔ جو کچھ فرماتے جاتے تھے۔ دوسرے لوگ بلند آواز سے دوہراتے جاتے تھے۔ تاکہ سارے مجمع کو آپؐ کی بات پہنچ جائے۔

آپؐ نے فرمایا۔

"اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اس سال کے بعد پھر

---

[1] ابوداؤد موضع الوقوف بعرفہ

Marfat.com

بھی میں کبھی اس موقع پر تمہارے درمیان ہوں گا۔

آپؐ کو اپنی وفات کے قرب کا یقین ہو گیا تھا کیونکہ خطبہ سے قبل آیت تکمیل دینؐ نازل ہو چکی تھی۔

پھر آپؐ نے فرمایا:

"تم جانتے ہو۔ یہ کون سا دن ہے؟ یہ یوم النحر یعنی قربانی کا دن ہے۔ تم جانتے ہو۔ یہ کون سا مہینہ ہے یہ شہر حرام، یعنی حرمت والا مہینہ ہے۔ پس میں تم کو اطلاع دیتا ہوں کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اسی طرح ایک دوسرے پر حرمت کا استحقاق رکھتی ہیں۔ جیسے اس حرمت والے شہر میں اس حرمت والے مہینہ میں یہ حرمت والا دن۔ دیکھو حاضر غائب کو یہ بات پہنچا دے۔ اور تم اپنے رب سے ملنے والے ہو سو وہ تم کو تمہارے اعمال کے متعلق سوال کرے گا۔"

آج تمام سود کی رقمیں چھوڑی جاتی ہیں۔ اور عباس بن عبدالمطلب کی رقم سود بھی چھوڑی جاتی ہے۔"

آج تمام خون جو جاہلیت میں ہو چکے ہیں۔ ان کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے۔ اور سب سے پہلے ربیعہ بن الحارث ابن عبدالمطلب کے خون کا قصاص موقوف کیا جاتا ہے۔"

"اے لوگو! آج شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ تمہاری سرزمین میں اس کی عبادت پھر کبھی ہو۔ لیکن اس کے سوائے (یعنی بت پرستی چھوڑ کر) اگر اور امور میں اس کی اطاعت کی گئی ایسے اعمال ہیں جن کو تم حقیر خیال کرو۔ تو یہ اس کی خوشی کا موجب ہو گا۔ پس اپنے دین میں اس سے بہت احتیاط کرو۔"

"پھر اے لوگو۔ تمہارے تمہاری بیبیوں پر حق ہیں۔ اور تمہاری بیبیوں کے تم پر حق ہیں وہ تمہارے ہاتھوں میں خدا کی امانت ہیں۔ پس تم ان سے نیک سلوک کرو۔ اور تمہارے غلام دیکھو تم ان کو وہ خوراک دو۔ جو خود کھاتے ہو۔ اور وہ لباس پہناؤ۔ جو تم خود پہنتے ہو۔"

"اے لوگو! میری باتوں کو سن لو۔ اور ان کو سمجھ لو۔ جان لو کہ ہر مسلم دوسرے مسلم کا بھائی

۱؎ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت کو پورا کر دیا۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام کا دین ہونا پسند کیا ہے۔

Marfat.com

ہے اور تم سب بھائی یکساں ہو (یعنی ایک جیسے حقوق اور ذمہ داریاں رکھتے ہو) اور تم سب ایک ہی سلسلہ اخوت میں ہو۔ پس کسی شخص کے لئے اپنے بھائی سے کچھ لینا جائز نہیں مگر وہی جو وہ اپنے نفس کی خوشی سے خود دے۔ پس اپنے لوگوں پر کوئی ظلم مت کرو۔ یعنی ان کا کوئی حق مت چھینو"۔

تب آپ نے بلند آواز سے کہا "اللھم ھل بلغت" کیا میں نے پیغام پہنچا دیا ہے لاکھوں انسانوں کی زبان سے جواباً یہ آواز بلند ہوئی "اللھم نعم" بے شک آپ نے پیغام پہنچا دیا ہے۔

یوم النحر کو نبی کریم صلعم نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے اور ۳۷ اونٹ حضرت علیؓ نے آپ کی طرف سے ذبح کیے۔ یہ قربانی منیٰ پر کی گئی۔ قربانی سے فارغ ہو کر آپؐ نے معمر بن عبداللہ کو بلایا۔ اور سر کے بال منڈوائے۔ اپنے دست مبارک سے کچھ بال ابوطلحہ انصاری اور ان کی بیوی ام سلیم اور بعض ان لوگوں کو جو پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ عنایت فرمائے۔ اور باقی ابوطلحہ نے تمام مسلمانوں میں ایک ایک اور دو دو کر کے تقسیم کر دیئے۔ اس کے بعد بیت اللہ میں تشریف لائے۔ خانہ کعبہ کا طواف ادا کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر چاہ زمزم کے پاس آئے خاندان عبدالمطلب لوگوں کو پانی نکال نکال کر پلا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا "اے بنو عبدالمطلب! اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر اور لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پینے لگیں گے تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا"۔

حضرت عباسؓ نے پانی پیش کیا۔ آپؐ نے قبلہ رو ہو کر پانی کھڑے کھڑے نوش فرمایا۔ پھر یہاں سے منیٰ واپس تشریف لے گئے۔ اور وہیں ظہر کی نماز ادا کی۔

۱۲ ذی الحج تک آپؐ نے منیٰ میں قیام فرمایا۔ ہر روز زوال کے بعد رمی اجمار کی غرض سے تشریف لے جاتے اور پھر واپس آجاتے۔

۱۳ ذی الحج کو دن ڈھلنے کے بعد آپؐ نے منیٰ سے نکل وادی محصب میں قیام کیا اور رات وہیں بسر کی۔ پچھلے پہر مکہ معظمہ تشریف لائے۔ اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کر کے میں صبح کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد لوگ اسی وقت اپنے اپنے مقامات کو روانہ ہو گئے۔ آپؐ مہاجرین اور انصار کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ راستہ میں غدیر خم آتا ہے۔ آپؐ نے تمام صحابہ کو جمع کر کے ایک مختصر تقریر فرمائی۔ جو یہ تھی :-

Marfat.com

"حمد و ثنا کے بعد اے لوگو! میں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے کہ مجھے جلد موت آجائے۔ میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑو۔ دوسری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں خدا کو یاد دلاتا ہوں (صحیح مسلم مناقب حضرت علیؓ)

بعض روایتوں میں ایک فقرہ اکثر مشترک ہے۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ"

جس کو میں محبوب ہوں۔ علیؓ بھی اس کو محبوب ہے۔ خدایا! جو علیؓ سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ۔ اور جو علیؓ سے دشمنی رکھے۔ تو بھی اس سے دشمنی رکھ

اس خطبہ کا پس منظر یہ تھا۔ کہ حضرت علیؓ یمن بھیجے گئے۔ ان سے تقسیم غنیمت کے متعلق بعض ایسے افعال صادر ہوگئے جن کو ان کے بعض رفقا نے ناپسند کیا۔ بریدہ اسلمیؓ نے رسول کریم صلعم سے شکایت کی۔ آپؐ نے ان کے شکوک کو رفع کرنے کے لیئے حضرت علیؓ کے بارہ میں تعریفی کلمات کہے۔

اس خطبہ کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو اس شرف کی مبارک باد دی۔ اور حضرت بریدہؓ نے اپنی تمام عمر حضرت علیؓ کے دامن محبت کو نہیں چھوڑا۔ یہ بزرگ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں رات بسر کی۔ صبح کے وقت کوکبۂ نبوی مدینہ منورہ میں داخل ہوا۔ مدینہ پر نظر پڑی تو یہ الفاظ زبان پر جاری تھے۔

"اللہ اکبر لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر آئبون تائبون عابدون ساجدون لربنا حامدون صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ وھزم الاحزاب وحدہ"

خدا بزرگ و برتر ہے اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ اس کا کوئی ساجھی نہیں۔ اسی کی سلطنت ہے اسی کی حمد ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے۔ ہم لوٹ رہے ہیں۔ توبہ کرتے ہوئے۔ عبادت کرتے ہوئے اپنے رب کا سجدہ شکر بجا لاتے ہوئے۔ اس کی حمد و ستائش کرتے ہوئے خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اپنے بندہ کی مدد کی۔ اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی۔

Marfat.com

حجۃ الوداع کے متعلق یسعیاہ نبی کی کتاب میں پیشگوئی

یسعیاہ نبی کی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔ "اُٹھ روشن ہو کہ تیری روشنی آئی اور خداوند کے جلال نے تجھ پر طلوع کیا ہے۔ دیکھ تاریکی زمین پر چھا جائے گی۔ اور تیرگی قوموں پر لیکن خداوند تجھ پر طالع ہوگا۔ اور اس کا جلال تجھ پر نمودار ہوگا (یسعیاہ ۶۰: ۱ تا ۳)

"تیری روشنی آئی" یہ الفاظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کو ظاہر کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قرآن مجید میں نور کہا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں کہا ہے قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین۔ (المائدہ) اسی طرح سورہ نور میں "مثل نورہٖ کمشکوٰۃ فیھا مصباح" میں نور سے مراد رسول کریم صلعم ہیں۔

فتح مکہ سے قبل بیت اللہ تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا پڑا تھا۔ اور خدا کے گھر کے نور کو بتوں نے مکدر کر رکھا تھا تو خدا تعالیٰ یسعیاہ نبی کی کتاب میں بیت اللہ کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وقت آ گیا ہے کہ خدا کا نور آئے۔ اور بتوں کی تاریکی کو ختم کر کے تجھے دوبارہ روشنی عطا کرے۔ یہ پیشگوئی فتح مکہ کے موقع پر پوری ہوتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کو بتوں سے پاک صاف کیا۔ ظلمت کو نور سے پاش پاش کیا۔ اور بیت اللہ روشن ہو گیا جس کی روشنی اب تک تاریک دلوں کو منور کر رہی ہے

Marfat.com

وفات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (آل عمران)

اور محمد (صلعم) ایک رسول ہی ہیں اس سے پہلے سب رسول مر چکے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائے۔ یا قتل کیا جائے۔ تو کیا تم الٹے پاؤں پر پھر جاؤ گے۔

جب انسانِ کامل کی دستِ مبارک سے عقائد۔ عبادات۔ علم۔ امورِ تمدن و معاشرت و سیاست و مکارم۔ اخلاق کی عمارت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ اور آپ شرف انسانیت سے گری ہوئی قوم کے تزکیہ کا عظیم الشان کام درجہ کمال تک پہنچا چکے۔ تو سفر آخرت کی تیاری شروع کر دی حکم ربانی "فسبح بحمد ربک واستغفرہ" کے مطابق زیادہ تر اوقات تسبیح و تہلیل میں بسر فرمانے آپ عموماً ہر سال رمضان میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ لیکن رمضان ۱۰ھ میں بیس دن اعتکاف میں بیٹھے۔ سال میں ایک دفعہ رمضان میں آپ پورا قرآن جبرئیل کی زبانی سنتے۔ لیکن وفات کے سال دو دفعہ سماعت کا شرف حاصل ہوا[1]۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے خطبہ میں یہ اعلان فرما دیا تھا۔ کہ "مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں"

ایک دن رسول کریم صلعم احد تشریف لے گئے۔ شہدائے احد کے لیئے دعائے خیر فرمائی۔ واپس آ کر خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا "لوگو! میں تم سے آگے جانے والا ہوں۔ اور حوض کو دیکھ رہا ہوں۔ اس کی وسعت اتنی ہے۔ جتنی ایلہ سے حجفہ تک۔ مجھے ممالک کے خزانوں کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ مجھے یہ ڈر نہیں رہا کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے۔ لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ منافست نہ کرنے لگو۔ آپس میں کشت و خون نہ کرو۔ تو پھر اسی طرح تباہ و برباد ہو جاؤ۔ جس طرح پہلی اقوام ہلاک ہوئیں"۔

صفر ۱۱ھ میں نصف شب کو آپ جنت البقیع تشریف لے گئے۔ وہاں دعا فرمائی[2]۔

ایک روز مسلمانوں کو جمع کیا۔ اور فرمایا۔

"مسلمانو! اللہ تعالیٰ تم کو اپنی آغوش رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دور فرمائے

[1] صحیح بخاری باب الاعتکاف و باب تالیف القرآن۔

Marfat.com

تم کو رزق دے۔ تمہاری نصرت کرے۔ تم کو رفعت دے۔ تمہیں امن و امان سے رکھے۔ تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور اللہ کو ہی تمہارا خلیفہ بناتا ہوں۔ اور تم کو اسی سے ڈراتا ہوں کیونکہ میں نذیر مبین ہوں۔ یاد رکھو۔ اللہ کی بستیوں میں اور اس کے بندوں میں تکبر غرور اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے۔

تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبۃ للمتقین"

یہ آخرت کا گھر ہے۔ ہم ان لوگوں کو دیتے ہیں جو زمین میں تکبر اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے۔ اور بہترین انجام متقیوں کے لئے ہے۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔

الیس فی جہنم مثوی للمتکبرین۔ کیا تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں[1]؟

آغاز علالت سے ایک دن پہلے آپؐ نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں شام کی سرحد کی طرف لشکر روانہ فرمایا۔

۲۹ صفر ۱۱ھ بروز دوشنبہ رسول کریم صلعم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ہی درد سر شروع ہو گیا۔ پھر شدید بخار ہو گیا۔

ابوسعید خدریؓ کا بیان ہے کہ جو رومال آپؐ نے اپنے سر مبارک پر باندھ رکھا تھا۔ میں نے اس پر ہاتھ رکھا۔ تو سینک آتا تھا۔ بدن ایسا تپتا تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔

وہ دن حضرت میمونہؓ کی باری کا دن تھا۔ پانچ دن تک بیماری کی حالت میں ہی از راہ عدل باری باری ہر بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ جب مرض میں شدت ہوئی اور ضعف کی وجہ سے چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔ تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ہی قیام فرمائیں۔ آخری ہفتہ آپؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں گذارا۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ جب کبھی آپؐ بیمار ہوا کرتے تھے تو یہ دعا پڑھا کرتے تھے

---

[1] زرقانی ج ۸ بحوالہ واحدی سندہ عن ابی مسعودؓ

Marfat.com

اور اپنے ہاتھ جسم مبارک پر پھیر لیا کرتے تھے۔

اَذْھِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ۔ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔

اے لوگوں کے رب بیماری کو دور فرما۔ اور رحمت عطا فرما۔ شفا دینے والا تو ہی ہے۔ اسی شفا کا نام شفا ہے۔ جو تو عنایت فرماتا ہے۔ ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بیماری کے آخری ایام میں میں نے یہ دعا آپؐ کے ہاتھوں پر پڑھی اور چاہا کہ آپؐ کے جسم اطہر پر ہاتھوں کو پھیر دوں۔ مگر آپؐ نے ہاتھ ہٹا لیئے۔ اور فرمایا۔ "اللھم اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ"[۱]

چلنے پھرنے کی سکت جب تک رہی آپؐ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لے جاتے رہے۔ آخری نماز مغرب کی پڑھائی تھی جب عشاء کا وقت آیا۔ تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ نہیں آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔ آپؐ نے مخضب میں پانی بھروایا۔ اور غسل فرمایا۔ پھر اٹھنا چاہا۔ تو بیہوشی طاری ہو گئی۔ افاقہ ہوا۔ تو پھر پوچھا کہ نماز ہو چکی ہے لوگوں نے وہی جواب دیا۔ آپؐ نے پھر غسل کیا۔ اور جب پھر اٹھنا چاہا۔ تو غش آ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا اور لوگوں نے وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر غسل کیا۔ پھر اٹھ کر مسجد جانے کا ارادہ کیا۔ تو غشی طاری ہو گئی۔ جب افاقہ ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا۔ یا رسول اللہ ابوبکرؓ رقیق القلب ہیں۔ آپؐ حضرت عمرؓ کو امام مقرر فرما دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ ہی امامت کریں گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

وفات سے چار دن قبل آپؐ نے فرمایا کہ قلم دوات لاؤ۔ میں تمہارے لیئے ایک تحریر لکھ دوں جس کے بعد تم گمراہ نہ ہو گے۔

بعض صحابہؓ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض کی شدت ہے۔ قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور ہم کو کافی ہے۔ اس پر اختلاف ہوا۔ اور جب اس پر شور و شغب ہوا تو آپؐ نے فرمایا سب اٹھ جاؤ۔

---

[۱] بخاری عن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود

Marfat.com

اس کے بعد اسی روز آپؐ نے تین وصایا فرمائیں۔

(۱) یہودیوں کو عرب سے باہر کر دیا جائے۔

(۲) وفود کی عزت و احترام اسی طرح کی جائے۔ جیسا کہ آپؐ کے زمانہ میں معمول تھا۔

(۳) تیسری وصیت راوی کو یاد نہیں رہی[۱]۔

اسی دن ظہر کی نماز کے وقت آپؐ کی طبیعت کچھ سنبھلی۔ آپؐ نے فرمایا کہ پانی کی سات مشکیں آپؐ پر ڈالی جائیں۔ جب غسل فرما چکے تو آپؐ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے کندھوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے۔ حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ صدیقؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ تو آپؐ نے اشارہ سے روکا۔ پھر صدیق اکبرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی اقتدا کرتے تھے۔ اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی تکبیرات پر نماز ادا کرتے تھے[۲]۔

نماز کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔

آپؐ نے فرمایا۔

اِنَّ عبدًا من عباد اللّٰہ خیّرہ اللّٰہ بین الدنیا والآخرۃ وبین ما عندہ فاختار ما عندہ[۳]

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ وہ دنیا و عقبیٰ اور خدا کی نعمت دونوں میں سے کسی ایک کو اپنے لئے قبول کرے۔ مگر اللہ کے اس بندہ نے خدا کی ملاقات کو ترجیح دی ہے۔

یہ سن کر رازدار نبوت حضرت ابو بکرؓ رو پڑے اور سمجھ گئے کہ وہ بندہ خود محمد رسول اللہ صلعم ہیں۔ اور آپؐ اس فانی دنیا کو چھوڑنے والے ہیں۔

رسول کریم صلعم نے اپنی تقریر کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا "سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور محبت کا ممنون ہوں۔ وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اگر دنیا میں کسی کو اپنی امت میں سے اپنا خلیل بنا سکتا تو ابو بکر کو بناتا۔ لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔ مسجد کے تمام دروازے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے دریچہ کے بند کر دئیے جائیں۔ پہلی قوموں نے

---

[۱] صحیح بخاری ذکر وفات و صحیح مسلم کتاب الوصیۃ۔ [۲] صحیحین۔ [۳] حیات محمد صلعم مترجم مصنفہ محمد حسین ہیکل صفحہ ۱۰۴

اپنے انبیاء اور صلحاء کی قبور کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اے مسلمانو! تم ایسا نہ کرنا۔"[۱]

اس کے بعد آپؐ نے انصار کی نسبت لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ "اے لوگو! انصار کے ساتھ (حسن سلوک) کی وصیت کرتا ہوں۔ عام مسلمان بڑھتے جائیں گے۔ لیکن انصار اس طرح کم ہو کر رہ جائیں گے۔ جیسے کھانے میں نمک وہ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں اب تمہیں ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں۔ جو تمہارا خلیفہ ہو۔ اس کو چاہیئے کہ ان میں جو متقی ہیں۔ ان کو قبول کرے۔ جن سے خطا ہوئی ہو۔ ان کو معاف کرے۔"[۲]

بعض منافقین نے حضرت اسامہ بن زیدؓ کی امارت پر اعتراض کیا تھا کہ بزرگوں کے ہوتے ہوئے نوجوان کو اس لشکر کا کیوں امیر بنایا گیا ہے۔ آپؐ نے اس اعتراض پر ارشاد فرمایا۔

"اگر اسامہ کی امارت پر تم کو اعتراض ہے۔ تو اس کے باپ کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ بخدا وہ اس منصب کا مستحق تھا۔ اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اب اس کے بعد اسامہ سب سے زیادہ عزیز ہے۔"[۳]

حلال و حرام کے متعلق فرمایا "حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وہی چیز حلال کی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے۔ اور وہی حرام کی ہے جو خدا تعالیٰ نے حرام کی ہے۔"

ذاتی اعمال کی اہمیت کے متعلق فرمایا جس سے مسئلہ شفاعت کی بھی وضاحت ہو جاتی ہے۔

"اے رسول خدا کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے رسول خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا۔"

خطبہ سے فارغ ہو کر آپؐ حجرہ عائشہؓ میں واپس تشریف لے آئے بیماری کی حالت میں جو چیز سب سے زیادہ آپؐ کے پیش نظر تھی۔ وہ شرک کا استیصال تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ عین کرب کی شدت میں جبکہ چادر منہ پر ڈالے ہوئے تھے۔ اور کبھی گرمی اور اضطراب

۱۔ صحیح بخاری و مسلم ۲۔ صحیح بخاری مناقب انصار ۳۔ صحیح بخاری باب بعث اسامہ و مناقب زید بن حارثہ

Marfat.com

کی وجہ سے چادر کو الٹ دیتے تھے۔ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد[۱]

یہود اور نصاری پر خدا کی لعنت ہو۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہیں بنا لیا ہے۔

وفات سے ایک روز قبل سب غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ ان کی تعداد چالیس تھی حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ دینار رکھوائے ہوئے تھے فرمایا کہ عائشہؓ وہ دینار کہاں ہیں؟ محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ ان کو غرباء و مساکین میں خیرات کر دو[۲]۔

آخری دن

دوشنبہ کو نماز فجر کے وقت رسول کریم صلعم نے آرام محسوس کیا۔ آپؐ نے وہ پردہ اٹھایا جو حجرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور مسجد کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ مسلمانوں کو بارگاہ الٰہی میں کھڑا دیکھ کر فرط مسرت سے مسکرا پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ سمجھے کہ حضور خود نماز پڑھانا چاہتے ہیں .... پیچھے ہٹنے کا قصد کیا۔ تو آپؐ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پڑھاتے رہو۔ پھر آپؐ نے پردہ ڈال دیا[۳]۔

صبح ہوئی۔ آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو بلایا۔ کان میں کچھ بات کہی۔ وہ رونے لگیں۔ پھر کان میں کچھ اور بات کہی تو ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا۔ تو کہا کہ آنحضرتؐ نے پہلی دفعہ فرمایا کہ میں دنیا چھوڑ کر جا رہا ہوں اور دوسری دفعہ یہ کہا کہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے تم ہی میرے پاس آؤ گی[۴]۔

اسی دن آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو سیدۃ نساء العالمین ہونے کی بشارت فرمائی[۵]۔

پھر حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بلایا۔ دونوں سے پیار کیا۔ اور ان کے احترام کی وصیت کی[۶]۔

پھر ازواج مطہرات کو بلایا۔ ان کو نصائح فرمائیں۔

پھر حضرت علیؓ کو بلایا۔ ان کو نصائح فرمائیں۔

---

[۱] صحیح بخاری ذکر وفات [۲] مسند احمد حنبل جلد ۶ صفحہ ۴۹ [۳] بخاری و مسلم [۴] صحیح بخاری [۵] صحیح بخاری [۶] مدارج النبوۃ۔

Marfat.com

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ شدید اضطراب اور کرب کی حالت میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے۔

مع الذین انعم اللہ علیھم۔ ان لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام کیا۔

اور کبھی یہ فرماتے۔ اللھم فی الرفیق الاعلیٰ

وفات سے ذرا پہلے عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی آپؐ نے مسواک کی طرف دیکھا۔ حضرت عائشہ سمجھ گئیں کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی۔ اور حضور نے مسواک کی۔

اب اپنے حقیقی مولا سے ملنے کا وقت آ رہا تھا۔ کرب اور اضطراب کی شدت بڑھ گئی تو اس حالت میں آپ کی زبان مبارک سے لوگوں نے یہ الفاظ سنے۔ (الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم) نماز اور جنکے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ نبی کریم صلعم کی یہ آخری وصیت تھی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ان الفاظ کو آپؐ نے کئی بار دہرایا[1]

پانی کا ٹب پاس تھا۔ اس میں ہاتھ بار بار ڈالتے۔ اور اپنے چہرہ پہ ملتے۔ شدت کرب سے چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے۔ اور کبھی ہٹا دیتے تھے۔ اتنے میں انگلی سے اشارہ کیا۔ اور زبان قدسی سے تین بار فرمایا۔

بل الرفیق الاعلیٰ۔ بل الرفیق الاعلیٰ۔ بل الرفیق الاعلیٰ

وفات ۱۱ھ ۱۲ ربیع الاول۔ اسی وقت ہاتھ لٹک گیا۔ آنکھیں بند ہو گئیں۔ روح پاک جسد مطہر سے جدا ہو کر عالم قدس میں پہنچ گئی۔

یا رب صل علی نبیک دائما
فی ھذہ الدنیا و بعث ثانی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر مدینہ میں پھیل گئی۔ صحابہ دیوانہ وار مسجد میں جمع ہو گئے حضرت عمرؓ بھی آموجود ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص کہے گا کہ رسول کریم صلعم فوت ہو گئے

---

[1] بخاری عن انس

Marfat.com

ہیں۔ میں اس کا سر تلوار کے ساتھ جسم سے جدا کر دوں گا۔ آپ نے خیال کیا کہ شاید کسی منافق نے تشویش پیدا کرنے کے لئے یہ خبر پھیلا دی ہے۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور سیدھے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں داخل ہو گئے۔ رخ انور سے کپڑا اٹھایا۔ تو دیکھا کہ آپؐ فوت ہو چکے ہیں۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا۔

حضرت ابوبکرؓ مسجد میں آئے۔ اور تمام لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔

اما بعد۔ فمن کان منکم یعبد محمداً فان محمداً قد مات و من کان منکم یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت قال اللہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم و من ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً و سیجزی اللہ الشاکرین[1]۔

جو کوئی شخص تم میں سے محمد (صلعم) کی عبادت کرتا تھا۔ وہ تو وفات پا گئے ہیں اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ تو اللہ زندہ ہے۔ کبھی نہیں مرے گا۔ اللہ نے فرمایا ہے۔ محمد تو ایک رسولؐ ہے۔ ان سے پہلے بھی رسول فوت ہو چکے ہیں کیا اگر وہ مر گیا۔ یا شہید ہو گیا۔ تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ اور جو کوئی ایسا کرے گا۔ وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ اور اللہ تو شکر گزاروں کو اچھا بدلہ دینے والا ہے۔

جیش اسامہ کی جرف سے واپسی

جس دن رسول کریم صلعم فوت ہوئے تھے۔ اس صبح کو مسلمانوں کو آپ کی صحت کے عود کر آنے کا یقین ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے اسامہ جرف کی طرف گئے۔ جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا۔ تاکہ فوج کو کوچ کا حکم دیں۔ اتنے میں حضور کے انتقال کی خبر پہنچ گئی۔ تو اسامہ سنتے ہی لشکر کو لے کر مدینہ لوٹ آئے۔ اور فوج کا علم حضرت عائشہؓ کے دروازہ کے قریب نصب کر کے مسلمانوں کے فیصلہ کے انتظار میں سفر ملتوی کر دیا[2]۔

سقیفہ بن ساعدہ میں انصار کا مشورہ

---

[1] صحیح بخاری [2] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۰۶۳ تا ۱۰۶۴ اردو ایڈیشن

Marfat.com

ابھی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ مسجد میں ہی تھے کہ ایک انصاری نے یہ خبر پہنچائی کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار جمع ہو کر خلیفہ کے انتخاب کی تجویز کر رہے ہیں۔ خبر سنتے ہی حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ سقیفہ کی طرف گئے۔ وہاں سعد بن عبادہؓ کی تقریر پر تقریباً یہ فیصلہ ہو چکا تھا کہ سعد کو امیر منتخب کیا جائے۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کے پہنچنے پر ایک انصاری نے انصار کے مناقب بیان کئے۔ حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور تقریر کی۔

"ایہا الناس! نحن المہاجرون اول الناس اسلاماً واکرمھم احساباً واوسطھم داراً واحسنھم وجوھاً واکثرھم ولادۃً فی العرب وامسھم رحماً برسول اللّٰہ اسلمنا قبلکم وقدمنا فی القرآن علیکم فقال تبارک وتعالیٰ والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسانٍ نحن المہاجرون وانتم الانصار اخواننا فی الدین وشرکاؤنا فی الفئ وانصارنا علی العدو۔ اما ماذکرتم فیکم من خیر فانتم لہ اھل وانتم اجدرنا بالثناء من اھل الارض جمیعاً فاما العرب فلن تعرف ھذا الامر الا لھذا الحی من قریشٍ فمنا الامراء ومنکم الوزراء[1]"

اے لوگو! ہم مہاجر ہیں، سب سے پہلے اسلام لائے۔ ملک کے تمام باشندوں میں حسب ونسب کے لحاظ سے مقتدر، مولد مکہ معظمہ ہے۔ خوبیوں کے لحاظ سے افضل عرب کے تمام قبائل سے تعداد میں زیادہ۔ قرابت کے لحاظ سے رسول کریم صلعم کے قریب تر۔ ہم نے آپ لوگوں سے پہلے اسلام قبول کیا۔ خدا تعالیٰ نے السابقون الاولون کہا۔ ہم مہاجر ہیں۔ اور انصار ہمارے دینی بھائی۔ جو مال غنیمت میں ہمارے ساتھ حصہ دار ہیں۔ جنگوں میں ہمارے مددگار۔ آپ نے اپنے جو محاسن بیان کئے۔ ہم ان کا انکار نہیں کرتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ تم تمام اہل ارض سے افضل ہو۔ لیکن عرب کا کوئی قبیلہ قریش کے سوا کسی کی امارت پر اتفاق نہیں کر سکتا۔ اس لئے امیر قریش میں سے ہوگا اور وزیر انصار میں سے۔

---

[1] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۱۰۶۶٬۱۰۶۵ اردو ایڈیشن

Marfat.com

یہی بات درست تھی۔ ملک عرب میں کسی قبیلہ کو دوسرے قبیلہ پر بادشاہت اور امارت حاصل نہ ہوئی تھی۔ لیکن قریش کی عرب کے روحانی مرکز بیت اللہ کے متولی ہونے کی وجہ سے خاص عزت تھی۔ اس وجہ سے اگر تمام قبائل کسی ایک ہاتھ پر جمع ہو سکتے تھے تو وہ کوئی قریشی ہو سکتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ کی ژرف نگاہی نے اس امر کو دیکھ لیا تھا۔ یہی بات مجمع کے سامنے بیان کی۔

انصار کی طرف سے یہ بات بھی پیش ہوئی تھی کہ ایک امیر مہاجرین میں سے ہو۔ اور ایک انصار میں سے۔ اس سے بھی رشتہ اتحاد ٹوٹتا تھا۔ آخر بہت سی بحث کے بعد انصار کو یہ بات سمجھ میں آگئی۔ ایک انصاری اٹھا۔ اس نے تقریر کی کہ ہم نے محض حصول رضائے الٰہی کے لئے اپنی جانیں اور اپنے مال خدا کی راہ میں دئے تھے۔ اب بھی رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھ کر کہتے ہیں کہ قریش میں سے امیر ہو۔ ہم جس طرح خدا کے رسول کے معاون و مددگار رہے تھے۔ اسی طرح اس کے جانشین کے مددگار رہیں گے۔

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "ان میں سے جسے مسلمان پسند کریں۔ اسے خلیفہ منتخب کر لیں"۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ "آپ اپنا ہاتھ بڑھایئے"۔ اور حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا

"الم یامرک النبی بان تصلی انت یا ابا بکر المسلمین فانت خلیفتہ ونحن نبایعک فنبایع خیر من احب رسول اللہ منا جمیعا۔"[1]

کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اے ابوبکر تم مسلمانوں کو نماز پڑھاؤ۔ پس آپ رسولؐ کے جانشین ہیں۔ اور ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ ہم جس شخص کی بیعت کر رہے ہیں۔ وہ ہم سب سے رسول اللہؐ کو محبوب ترین تھا۔

روایات میں ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے بیعت کی۔ پھر انصار نے صرف حضرت سعد بن عبادہؓ رہ گئے۔

یہ موقعہ بہت ہی نازک تھا۔ اگر انصار اپنے میں سے کسی کو امیر بنا لیتے۔ تو اسلام کا

---

[1] حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل صفحہ ۱۰۶ اردو ایڈیشن۔

Marfat.com

اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اپنی فراست سے یہ معاملہ حل نہ کر لیتے۔ تو اسلام کو اندرونی تفرقہ کا سامنا کرنا پڑتا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک طرف اس مقدس انسان کا جسدِ اطہر پڑا ہوا ہے۔ جس کے لئے انہوں نے چوتھائی صدی اپنی جانوں۔ مالوں اور اولادوں کو قربان کر رکھا تھا اور اب جس کی ابدی جدائی نے دیوانہ کر دیا تھا۔ دوسری طرف قومی اتحاد کا سوال۔ ان بزرگوں نے اپنی خواہشات پر قومی اتحاد کو مقدم کیا۔ اور اسلام کی وہ خدمت سرانجام دی۔ جس کے لئے ہمیشہ ہر مسلمان ان کا مرہونِ منت رہے گا۔

تجہیز و تکفین کی خدمت خاص اعزہ و اقارب۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے قثم اور فضل اسامہ بن زید۔ اور شقرانؓ [1] نے انجام دی۔

انصار کے اصرار پر حضرت علیؓ نے اوس بن خولی انصاری جو اصحاب بدر میں تھے کو حجرہ میں بلا لیا تھا۔ وہ پانی کا گھڑا بھر بھر کر لاتے تھے۔ حضرت علیؓ نے جسدِ اطہر کو سینہ سے لگا رکھا تھا حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادے جسم مبارک کی کروٹیں بدلتے تھے۔ اسامہ اوپر سے پانی ڈالتے تھے۔

آپؐ کے جسدِ اطہر کو تین سوتی سفید کپڑوں میں جو سحول کے بنے ہوئے تھے۔ کفنایا گیا تھا۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا[2]۔

تکفین سے فارغ ہونے کے بعد جسد مبارک کی آخری زیارت کرنے کے لئے پردہ ہٹا دیا گیا۔ محزون زائرین آخری دیدار کرنے کے لئے آنے لگے۔ اور چشم پُرنم کے ساتھ واپس لوٹتے گئے۔

جب نماز جنازہ پڑھنے کا وقت آیا تو لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے باری باری حجرہ کے اندر جاتے۔ اور نماز جنازہ ادا کرتے۔ پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز پڑھی لیکن کوئی امام نہ تھا۔

ترمذی کی روایت سے ظاہر ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کی تجویز حضرت ابوبکرؓ نے پیش کی۔ اور حضرت علیؓ نے اس سے اتفاق کیا۔

نماز جنازہ سے فارغ ہو کر ہر شخص غم و الم کی حالت میں خاموش کھڑا تھا۔ اس موقعہ

---

[1] شقران حضورؐ کے خدمت گار غلام ہیں۔ [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الجنائز۔

Marfat.com

پر حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی

السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نشھد ان نبی ورسولہ قد بلغ رسالۃ ربہ وجاھد فی سبیلہ حتی اتم اللہ النصر لدینہ۔ وانہ وفی بوعدہ وامر الا نعبد الا اللہ وحدہ ولا شریک لہٗ۔[1]

اے اللہ کے رسول تجھ پر اللہ کی سلامتی اور اس کی رحمت اور اس کی برکات نازل ہوں۔ ہم گواہ ہیں کہ اللہ کے نبی اور رسول نے اپنے پروردگار کی رسالت پہنچا دی اسکی راہ میں اس وقت تک جہاد جاری رکھا کہ جب تک اللہ نے اپنے دین کی نصرت نہ فرما دی۔ ہم اس پر بھی گواہ ہیں کہ خدا کے رسول نے اللہ کے ساتھ جو وعدہ کیا تھا۔ اسے پورا کیا۔ اس نے حکم دیا تھا کہ ہم خدائے وحدہ لاشریک کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

جب تدفین کا وقت آیا۔ تو مدفن کی تعیین پر گفتگو ہوئی جس میں تین مختلف آراء تھیں

ا۔ مکہ معظمہ۔ ب۔ بیت المقدس۔ ج۔ مدینہ منورہ

مکہ معظمہ اور بیت المقدس میں دفن کرنے پر مسلمان رضامند نہ ہو سکے۔

مدینہ منورہ میں آپؐ کا مدفن بنانے پر صحابہؓ نے اتفاق کر لیا۔ اس کے بعد مرقد کے لئے جگہ کی تعیین پر گفتگو ہوئی۔ اس میں بھی مختلف آراء تھیں۔

ا۔ مسجد نبوی میں منبر کی جگہ جہاں آپؐ خطبہ فرماتے تھے۔

ب۔ مصلیٰ کی جگہ جہاں آپؐ امامتِ صلوٰۃ کے لئے قیام فرماتے تھے۔

یہ دونوں رائیں۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کی روایت کی وجہ سے مسترد کر دی گئیں کہ آپؐ نے مرض کے آخری لمحات میں زبان مبارک سے یہ الفاظ فرمائے تھے۔

قاتل اللہ قوما اتخذوا قبور انبیاءھم مساجدا۔

خدا ایسی قوم کو ہلاک کرے۔ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا

اس آخری اختلاف کو بھی حضرت ابوبکرؓ نے دور فرمایا۔

آپ نے فرمایا۔

---

[1] حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل ص ۷۰۲-۷۰۳ اعداد اردو

Marfat.com

"سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ما قبض نبی الا دفن حیث یقبض"[1]

میں نے رسول کریم صلعم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ نبی جس جگہ پر وفات پاتا ہے وہیں دفن کیا جاتا ہے۔

آخر حجرہ عائشہ میں اسی مقام پر قبر کھودنا تجویز ہوا۔ مدینہ میں حضرت ابو عبیدہؓ اور حضرت ابو طلحہؓ قبر کھودنے کے ماہر تھے۔ ابو عبیدہ اہل مکہ کے دستور کے مطابق صندوقی قبر کھودتے تھے۔ اور حضرت ابو طلحہؓ مدینہ کے رواج کے مطابق بغلی قبر۔ اس پر بھی اختلاف رائے ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا۔ دونوں صاحبوں کی طرف آدمی بھیجا جائے۔ جو پہلے آجائے۔ صحابہؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے دونوں صاحبوں کی طرف آدمی بھیجے۔ حضرت ابو عبیدہؓ گھر پر موجود نہ تھے۔ حضرت ابو طلحہؓ آئے۔ انہوں نے مدینہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی۔ رسول کریم صلعم کے اوڑھنے کی سرخ رنگ کی چادر کو قبر میں بچھا دیا گیا۔

جسم اطہر کو حضرت علیؓ فضل بن عباسؓ۔ اسامہؓ بن زید اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اتارا۔

---

[1] حیات محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل اردو ایڈیشن ص۱۰۱

Marfat.com

متروکات

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات سے متعلق عمرو بن حویرث رضی کی جو ام المومنین جویریہ کے بھائی تھے۔

صحیح بخاری میں روایت ہے۔

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند موتہ درھما ولا دینارًا ولا عبدًا ولا امۃ ولا شیئًا الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضًا جعلھا صدقۃ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتے وقت کچھ نہ چھوڑا۔ نہ درہم نہ دینار، نہ غلام نہ لونڈی۔ اور نہ کچھ اور صرف اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جو عام مسلمانوں پر صدقہ کر گئے۔

ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے۔

ماترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دینارًا ولا درھما ولا بعیرًا ولا شاۃ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم نہ اونٹ نہ بکری۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میرے وارث اشرفی بانٹ کر نہیں پائیں گے۔"

حضرت عائشہؓ کو وفات کے وقت دینار خیرات کر دینے کا حکم دے دیا تھا۔

عمرو بن حویرث کی حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ کچھ زمین، سواری کے جانور اور ہتھیار تھے ان کے متعلق بھی عام اعلان فرما چکے تھے۔

نحن معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔

ہم انبیاء کی جماعت اپنے کسی عزیز و قرابت دار کو اپنے متروکہ کا وارث نہیں بناتے ہمارا ترکہ امت کے لئے صدقہ ہوتا ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ، خیبر اور فدک کی زمین کے متعلق صحابہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ حضرت عباسؓ، حضرت فاطمہؓ اور اکثر ازواج مطہرات مدعی تھیں

لے صحیح بخاری کتاب الوصایا۔

Marfat.com

کہ آپ کے متروکات کو بطور وراثت تقسیم ہونا چاہیئے۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور دیگر اکابر صحابہ اس موقف پر تھے کہ وہ آپ کا ترکہ بطور وراثت تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ وقف عام ہے اور آپ خود اپنی زندگی میں جس طرح زمین کی آمدنی صرف کرتے تھے۔ اس میں تغیر نہیں ہوگا

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں تینوں جائدادوں کی آمدنی مختلف مدوں میں صرف کیا کرتے تھے۔ مدینہ میں بنو نضیر کی جائداد کی آمدنی ناگہانی ضروریات کے لئے وقف تھی۔ فدک کی جائداد کی آمدنی مسافروں کے لئے اور خیبر کی آمدنی کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا دو حصے عام مسلمانوں کے لئے تھے۔ ایک حصہ ازواج مطہرات کو سالانہ اخراجات کے لئے ملتا تھا۔

اسلحہ

جہاد کی ضرورت کے لئے خانہ مبارک میں حسب ذیل اسلحہ تھا۔

۸ تلواریں تھیں۔ جن کے نام یہ ہیں۔ ماثور۔ عصب۔ ذوالفقار۔ قلعی۔ تبار۔ حتف۔ مخذم۔ قضیب۔

سات زرہیں تھیں۔ ذات الفضول۔ ذات الوشاح۔ ذات الحواشی۔ سعدیہ۔ فضہ۔ تبرا۔ خرنق۔

یہ زرہیں سب لوہے کی تھیں۔

چھ کمانیں تھیں۔ زوراء۔ روحاء۔ صفراء۔ بیضاء۔ کتوم۔ شداد۔

ایک ترکش تھا۔ جس کو کافور کہتے تھے۔

ایک ڈھال تھی۔ جس کا نام زلوق تھا۔

پانچ برچھیاں تھیں۔

لوہے کے دو مغفر تھے۔ موشح اور سبوغ۔

تین جبے تھے۔ جن کو آپ لڑائی میں پہنتے تھے۔

ایک سیاہ علم تھا۔ جس کا نام عقاب تھا۔ اور بھی زرد اور سفید علم تھے۔

جانور

تیہ۔ دلدل۔ یہ وہ خچر ہے۔ جس کا ذکر حضرت عمرو بن حریثؓ کی روایت میں ہے۔ یہ خچر مقوقس مصری نے آپ کو تحفۃً بھیجی تھی۔

Marfat.com

احادیث کے استقراء سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ دُلدل کے علاوہ اور بھی سواری کے جانور آپ کی ملک میں آ گئے تھے۔ اس سے عمرو بن حویرث کی روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ عمرو صرف اس بات کا مدعی ہے کہ وفات کے وقت یہی سرمایہ تھا ممکن ہے۔ دوسرے سواری کے جانور حسب عادت ہبہ یا خیرات کر دیئے ہوں۔

روایات صحیحہ سے یہ ظاہر ہے کہ حسب ذیل سواری کے جانور آپ کی ملک میں آئے نجیف، عفیر، عضبا (قصواء)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رئیس ایلہ نے بھی ایک سفید خچر غزوہ تبوک کے موقع پر تحفہ میں بھیجی تھی۔

حضرت ابوبکرؓ نے زمام خلافت ہاتھ میں لیتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عام اعلان کے تحت آپ کا تمام ترکہ بیت المال میں داخل فرما دیا۔

رسول کریم صلعم کے اسباب و دواب کی ایک بڑی فہرست طبری میں درج ہے۔ وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔ اس کی سند واقدی سے آگے نہیں بڑھتی۔

آثار متبرکہ

ان متروکات کے علاوہ آپ کے عقیدت مندوں کے پاس اور بھی بعض یادگاریں تھیں۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے صحابہ کو موئے مبارک عطا فرمائے تھے۔ زیادہ تر حضرت ابوطلحہ انصاری کے ہاتھ آئے تھے۔

حضرت انسؓ بن مالک کے پاس موئے مبارک کے علاوہ نعلین مبارک اور ایک لکڑی کا ٹوٹا ہوا پیالہ تھا۔ جو چاندی کے تاروں کے ساتھ جوڑ دیا گیا تھا۔ حضرت علیؓ کے پاس ذوالفقار تھی جو ان کے بعد ان کے خاندان میں یادگار رہی۔

حضرت عائشہؓ کے پاس آپ کے وہ کپڑے تھے۔ جن میں آپ نے وفات پائی۔

خاتم اور عصائے مبارک پہلے حضرت ابوبکرؓ پھر حضرت عمرؓ پھر حضرت عثمانؓ کے قبضہ میں آئے لیکن حضرت عثمانؓ کے عہد میں دونوں چیزیں ضائع ہو گئیں۔ خاتم تو آپ کے ہاتھ سے کنواں میں گر گئی اور عصائے مبارک کو جہجاہ غفاری نے توڑ دیا تھا۔

مسکن مبارک

آپ کا ایک مکان مکہ میں موجود تھا۔ جو والد کی طرف سے ملا تھا جس پر عقیل نے

Marfat.com

قبضہ کر لیا تھا اور اسے فروخت کر دیا تھا۔ (صحیح بخاری فتح مکہ)

جب مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی۔ تو اس کی اطراف میں ازواج مطہرات کے لیے چھوٹے چھوٹے حجرے بنا دیے گئے تھے۔ جن میں دو صحن تھا نہ دالان۔ ہر حجرہ کی وسعت چھ سات ہاتھ تھی۔ دیواریں مٹی کی تھیں چھت کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ بلندی اتنی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو ہاتھ سے چھو سکتا تھا۔ حجرہ کے دروازوں پر پردہ ہوتا تھا۔[1]

ان حجروں کے علاوہ ایک بالاخانہ بھی تھا۔

حضرت عمرؓ کے عہد تک یہ تمام حجرے اپنے حال پر قائم رہے حضرت عثمانؓ نے بعض حجرے توڑ کر مسجد نبوی میں داخل کر دیے اور ۹۱ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے جو مدینہ کے والی تھے۔ تمام حجرے بجز حجرہ عائشہؓ مدفن نبوی کے توڑ کر مسجد نبوی میں داخل کر دیے تھے۔

دایہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو والد کی طرف سے ایک حبشیہ کنیز ام ایمن ترکہ میں ملی تھیں، آپؐ ان کو ماں کہہ کر پکارتے تھے۔ جب آپؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ سے شادی کی۔ تو آزاد کر کے حضرت زیدؓ سے شادی کر دی۔ ان ہی کے بطن سے حضرت اسامہؓ پیدا ہوئے تھے۔

خدام خاص

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود۔ جلوت اور خلوت میں ساتھ رہتے۔ جب رسول کریم صلعم سفر میں جاتے۔ تو خواب گاہ۔ وضو اور مسواک وغیرہ کا اہتمام کرتے۔ جب کسی مجلس میں جا کر بیٹھتے۔ تو نعلین مبارک اتار کر پاس رکھ لیتے۔ جب اٹھتے۔ تو سامنے لا کر رکھ دیتے۔ راہ میں آگے آگے عصا لے کر چلتے

حضرت بلالؓ

حبشی نژاد غلام تھے۔ جب ایمان لائے۔ تو حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ گھر کا انتظام انہی کے سپرد تھا۔

---

[1] پوری تفصیل ادب المفرد بخاری کا باب التطاول فی البنیان میں ہے۔

Marfat.com

حضرت انس بن مالک

جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو ان کو ان کی والدہ آپ کی خدمت میں لائیں۔ اور عرض کی کہ "یا رسول اللہ یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ کے پاس خدمت گزاری کے لئے بھیجتی ہوں"۔

حضرت انسؓ نے دس برس تک آپؐ کی خدمت کی۔

Marfat.com

ازواج مطہرات

یاایھا النبی قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا
وزینتھا فتعالین امتعکن واسرحکن سراحا جمیلا۔ (احزاب)

اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارا مقصد دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہے۔ تو آؤ میں تمہیں سامان دوں۔ اور اچھی طرح رخصت کر دوں (محمد علی)

ازواج مطہرات کے مختصر حالات زندگی لکھنے سے قبل اس شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو مستشرقین ایک سے زیادہ بیویوں کے متعلق ظاہر کرتے ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب ایک سے زیادہ بیوپاں کرنے کی تائید میں ہیں اور ان کے بڑے بڑے مقدس انسانوں کی زندگی میں ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرنے کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔

ہندو مذہب

(۱) مہاراجہ دسرت کی تین بیویاں تھیں۔ پٹ رانی کوشلیا والدہ رام چندر جی۔ رانی سمترا والدہ لچھمن جی۔ رانی کیکئی والدہ بھرت جی (۲) سری کرشن جی کی سینکڑوں بیویاں تھیں (۳) راجا پانڈو کی دو بیویاں تھیں۔ کنتی۔ والدہ یدہشتر و بھیم سین وارجن۔ مادری والدہ نکل و سہدیو (۴) راجا شنتن کی دو بیویاں تھیں۔ گنگا۔ والدہ بھیکم۔ ستیہ وتی والدہ چترانگد۔ (۵) چھتراپرج کی دو بیویاں اور ایک لونڈی تھی۔ امبکا۔ والدہ دھرتراشٹ پسر بیاس جی۔ امبالکا، والدہ پانڈو پسر بیاس جی۔ لونڈی والدہ بدر پسر بیاس جی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی بزرگی کا اعتراف نصف دنیا سے زیادہ کو ہے، ان کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔

(۱) سیدہ ہاجرہ۔ کتاب پیدائش ۱۶/۴ والدہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام

(۲) سیدہ سارہ۔ کتاب پیدائش ۱۸/۱۵ والدہ اسحاق علیہ السلام

(۳) قتورہ خاتون۔ کتاب پیدائش ۲۵/۱ والدہ زمران۔ یقسان۔ مدان۔ مدیان۔ اسباق۔ سوخ۔

حضرت یعقوب کی چار بیویاں تھیں

(۱) لیاہ کتاب پیدائش ۲۹/۲۳ والدہ روبن لاوی یہودہ۔ اشکار۔ زبلون۔

(۲) زلفہ کتاب پیدائش ۲۹/۲۴ والدہ جد۔ اشر

Marfat.com

(۳) راخل کتاب پیدائش ۲۹/۲۸ والدہ یوسف علیہ السلام و بن یامین۔

(۴) بلہہ کتاب پیدایش ۲۹/۲۹ والدہ دان و نفتالی۔

حضرت موسٰی علیہ السلام کی چار بیویاں تھیں۔

(۱) سفورہ خاتون کتاب خروج ۲/۲۱ والدہ جیرسوم۔ الیسرز

(۲) جیشیہ

(۳) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام قینی تھا۔ قاضیون ۱/۱۶

(۴) ایک اور بیوی جس کے باپ کا نام حباب تھا۔ قاضیون ۴/۱۱

توراۃ میں تعددازدواج کا جواز

"جب تو لڑائی کے لئے اپنے دشمنوں پر خروج کرے۔ اور خداوند تیرا خدا ان کو تیرے ہاتھوں سے گرفتار کرے۔ اور تو انہیں اسیر کر لائے۔ اور ان اسیروں میں خوبصورت عورت دیکھے۔ اور تیرا جی اسے چاہے کہ تو اسے اپنی جورو بنائے۔ تو تو اسے اپنے گھر میں لا۔ اس کا سر منڈا اور ناخن کٹوا۔ تو وہ اپنا اسیری کا لباس اتارے اور تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ بھر اپنے باپ اور اپنی ماں کے سوگ میں بیٹھے۔ بعد اس کے تو اس کے ساتھ خلوت کر اور اس کا خصم بن اور وہ تیری جورو بنے۔" (کتاب استثناء ۱۱ تا ۱۳/۲۱)

حضرت داؤدؑ کی ۹ بیویوں اور دس حرموں کا ذکر بائیبل میں صراحت سے ملتا ہے۔

حضرت سلیمانؑ کی ایک ہزار عورتیں تھیں۔

سات سو جوروئیں اور ۳۰۰ حرمیں تھیں۔ سلاطین ۱۱/۳

وحدت ازدواج کو مسیحی اصول نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ چند صدی پیشتر مسیحی ممالک میں تعدد ازدواج کا رواج رہا ہے۔ اور نہ صرف عوام الناس میں بلکہ پادریوں میں بھی اس کا رواج تھا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی آکر تعداد ازدواج کے متعلق کوئی بات نہیں کہی۔ جسٹینین قیصر روم نے وحدت ازداج کو قانون ملکی بنایا تھا پھر یہ قانون مذہبی رنگ اختیار کر گیا۔

رسول کریمؐ کی زندگی کے چار حصے۔

شادی کے لحاظ سے آپ کی عمر کے چار حصے کئے جا سکتے ہیں۔

Marfat.com

پہلا حصہ وہ ہے۔ جب آپ نے تجرد کی زندگی بسر کی۔ یہ پچیس سال کی عمر تک ہے۔
دوسرا حصہ وہ ہے۔ جب آپ نے ایک بیوی سے شادی کی۔ یہ پچیس سال سے پچپن سال کی عمر تک ہے۔ تیسرا حصہ وہ ہے۔ جب آپ نے کئی ازواج سے شادی کی۔ یہ پچپن سال سے ساٹھ سال تک ہے۔ اور آخری حصہ ساٹھ سال سے لے کر وفات تک ہے۔ اس حصہ عمر میں آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔

مجردانہ زندگی۔

پہلے پچیس سال مجردانہ زندگی کہے ہیں۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے۔ جب جذبات حیوانیہ میں اشتعال ہوتا ہے۔ ان پر قابو اور حکمرانی کرنا مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ خصوصاً گرم ممالک میں جہاں بلوغت کی عمر جلد آجاتی ہے۔ یہی وہ عمر کا دور ہے۔ جب آپ کی عفت اور پاک زندگی کی وجہ سے قوم کی طرف سے "الامین" کا خطاب ملا تھا۔ یہ خطاب ظاہر کرتا ہے کہ جہاں آپ میں دوسرے تمام اخلاق حمیدہ اکمل طور پر پائے جانے تھے وہاں آپ عفت اور پاکیزگی کے وصف سے بھی احسن طور پر متصف تھے۔ سر ولیم میور جو مخالفانہ نقطۂ نگاہ سے آپ کی زندگی کے حالات لکھتا ہے۔ وہ بھی مانتا ہے کہ تمام راوی اس بات پر متفق ہیں کہ جوانی میں حضرت محمد (صلعم) حیا پاکیزگی اور نیک چلنی کی صفات سے جو مکہ میں شاذ و نادر ہی پائی جاتی تھیں متصف تھے۔

عمر کا یہ حصہ ظاہر کرتا ہے کہ آپ اپنے جذبات حیوانیہ پر حاکم تھے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس وقت عرب سوسائٹی کی عام حالت ایسی تھی کہ بدکاری ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ کوئی شخص کبھی اس گناہ پر ملامت نہ ہوتا تھا۔ بلکہ مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات پر اشعار میں اعلانیہ فخر کیا جاتا تھا۔

ایک بیوی سے نکاح کی حالت

آپ کی عمر پچیس سال کی تھی۔ جب آپ نے حضرت خدیجہؓ سے شادی کی جن کی عمر چالیس سال کی تھی۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات تک آپ نے کوئی شادی نہیں کی۔ ان کی وفات کے بعد آپ نے حضرت عائشہؓ سے نکاح کیا۔ چونکہ وہ نابالغ تھیں۔ اور جب تک وہ بالغ نہ ہوں آپ کو مجرد ہی رہنا تھا۔ اس لئے ایک معمر بی بی حضرت سودہ نام سے آپ نے شادی کی۔ جو ایک مخلص صحابی کی بیوہ تھیں۔ جنہوں نے قریش مکہ کی ایذاؤں

Marfat.com

سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ یہ معمر بی بی تین سال مکہ میں اور دو سال مدینہ میں آپ کے گھر میں رہیں۔ حضرت عائشہ کا رخصتانہ ہجرت کے دوسرے سال ہوا۔

عرب میں ایک آدمی کے لئے تین چار شادیاں کرنا معمولی بات تھی۔ تعداد ازدواج صرف امراء تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ غربا میں بھی رواج تھا۔

ایک مشہور وجہ یہ تھی کہ عرب میں اکثر خانہ جنگی رہتی تھی جس کی وجہ سے مردوں کی تعداد بہت کم ہو گئی تھی۔

دوسرے عورتیں محنت مزدوری کر کے خاوند کی مزدوری بڑھانے کا موجب ہوتی تھیں اس وجہ سے اگر آپ کو دوسری شادی کرنے کی خواہش ہوتی تو کوئی امر مانع نہیں تھا۔

ایک دفعہ قریش نے خود یہ پیش کش کی تھی کہ آپ کو سردار بنانے کو تیار ہیں۔ مال و دولت سے گھر بھر دینے کو تیار ہیں۔ عرب کی حسین سے حسین عورت سے شادی کرانے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ توحید کی منادی سے رک جائیں۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

آپ کے وہ صحابہ جنہوں نے آپ کے لئے اپنی جائیدادیں، گھر بار، رشتے دار چھوڑ دئیے تھے۔ کیا وہ آپ کی خواہش کے مطابق اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کرنے کو تیار نہ تھے؟ دراصل جب تک آپ کو متعدد شادیاں کرنے کی ضرورت پیش نہ آئی۔ اس وقت تک اس بات کو صحیح کرتے تھے کہ ایک مرد کا ایک شادی کرنا ہی اصل قانون ہے۔

متعدد شادیاں

متعدد شادیاں آپ نے زندگی کے تیسرے دور میں کی ہیں۔ یہ دور پچپن سے ساٹھ سال تک کا ہے۔ جو شخص پچیس سال تک عفیفانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ پھر ایک شادی کر کے دوسری شادی کی طرف مائل تک نہیں ہوتا۔ جب کہ لوگ حسین سے حسین عورت سے شادی کرانے کی پیش کش کرتے ہیں۔ وہ پچپن سال کے بعد جب کہ بڑھاپے کے آثار ظاہر ہو چکے ہوتے ہیں۔ اپنی خواہش کے مطابق کیونکر متعدد شادیاں کرے گا۔

جب ہم واقعات پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ متعدد شادیوں کا زمانہ اور اقوام عرب کے ساتھ جنگ کرنے کا زمانہ ایک ہی ہے۔ یعنی ۵ھ سے شروع ہوتا ہے ۸ھ تک کا زمانہ۔ جب اقوام عرب سے لڑائیوں کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے تو آپ کوئی شادی نہیں کرتے پھر یہ وہ زمانہ ہے جب کہ دشمن مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو ہستی سے نیست و نابود کرنے

Marfat.com

ہوتا ہوا ہے۔ کبھی ایک قبیلہ کی طرف سے یہ خبر ملتی ہے کہ وہ حملہ کی تیاریاں کر رہا ہے کبھی دوسرے قبیلہ کی طرف سے یہ خبر سنائی دیتی ہے کہ وہ مدینہ پہ حملہ آور ہونا چاہتا ہے مسلمان دن رات مسلح ہو کر شہر کا پہرہ دیتے رہتے ہیں۔ کبھی تنگ آ کر آپؐ سے کہتے ہیں "اے اللہ کے رسول ہم دن رات زرہ لگائے اور ہتھیار پہنے تھک گئے ہیں۔ تو آپ جواب دیتے ہیں۔ کہ یہ زمانہ ختم ہو جائے گا۔"

آپؐ کو دن رات یہی فکر لگی رہتی ہے کہ کس طرح مٹھی بھر مسلمانوں کی حفاظت کا سامان کیا جائے۔ پھر آپ کو صرف بیرونی دشمنوں کا ہی خطرہ نہیں ہے۔ بلکہ شہر کے اندر یہود اور منافق بھی مسلمانوں کو ہر وقت گزند پہنچانے کے منصوبے تیار کرتے رہتے ہیں۔ ان حالات میں تو ایک عیاش بھی رنگ رلیاں اور عیش و عشرت بھول جاتا ہے۔ چہ جائیکہ ایک مسلمہ پاک باز انسان اپنے حیوانی جذبات کا غلام بن کر رنگ رلیوں میں مصروف ہو جائے۔

جب آپؐ کے دن ان تفکرات اور خدشات میں گذرتے ہیں تو کیا آپؐ رات کے وقت عیش و طرب کی محفل جما سکتے ہیں؟ اسی زمانہ کی شہادت ہے کہ آپؐ رات کو تہجد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو لمبے قیام سے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں۔ اب غور کا مقام ہے کہ آپؐ کب عیش و عشرت میں اپنے ہاتھ رنگتے ہیں۔ دن تو مسلمانوں کو پند و نصائح۔ نماز پڑھانے اور دشمنوں سے بچاؤ کی تدابیر سوچنے میں گزر جاتا ہے۔ جب لڑائی کا موقعہ آتا ہے۔ تو آپؐ بنفس نفیس مزدوروں کی طرح کام کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

رات بارگاہ الٰہی میں قیام کے ساتھ گزر جاتی ہے۔ ان حالات کے اندر کوئی شخص آپؐ کے متعلق عیش و عشرت کا وہم بھی دل میں نہیں لا سکتا۔ ہاں وہی شخص جس کی آنکھوں پر تعصب کی پٹی بندھی ہو دل میں بغض و عناد کی آگ ہو۔ کان حقیقت پسندی سے ناآشنا ہوں۔

پس بڑھاپے میں آپؐ کا متعدد شادیاں کرنا اور صرف جنگ کے زمانہ تک کرنا صاف بتاتا ہے کہ تعدد ازدواج کا جنگ سے ضرور تعلق ہے۔ اب ظاہر ہے کہ لڑائی میں مرد مارے جاتے ہیں۔ عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ ضروری ہے کہ عورتوں کی خبرگیری اور اخلاق حسنہ کے لئے سے پیراستہ رکھنے کے لیئے متعدد شادیاں کی جائیں۔

پس ایک تو آپؐ نے بیواؤں پر ترحم اور خبرگیری کے لئے نکاح پہ نکاح کئے۔ باسورتھ سمتھ ایک عیسائی مصنف نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

Marfat.com

"یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت محمد (صلعم) کے بہت سے نکاحوں کی جہاں دیگر وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یہ معقول وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ نے یہ نکاح ان بیبیوں پر رحم کھا کر کئے جو بے کس اور بے یار و مددگار رہ گئی تھیں۔ یہ عورتیں قریباً سب کی سب بیوہ ہی تھیں۔ اور ان کے حسن و دولت کا کوئی شہرہ نہ تھا۔ بلکہ بات اس کے بالکل برعکس تھی۔

دوسرے تجرد کی زندگی سے طرح طرح کی اخلاقی کمزوریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جذبۂ شہوانی ایک فطری جذبہ ہے۔ اس کو زائل نہیں کیا جا سکتا۔ جذبات کو روکنا صحت کے لئے مضر ہے ان حالات خاصہ میں تعدد ازدواج کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

جنگ عظیم کے بعد یورپ میں یہی صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو گئی۔ تو تعدد ازدواج کے اصول کو نہ ماننے کی وجہ سے عیسائی ممالک میں بدکاری کی کثرت ہو گئی۔ اور لوگ قسم قسم کی خطرناک بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ افسوس اس امر پہ ہے کہ یورپ کے فلاسفروں کی نظر میں ایک مرد کی دو بیویوں کا ہونا سب سے بڑا جرم ہے لیکن عورتیں جذبہ حیوانی کی تسکین یا معاشی تنگی کی وجہ سے اپنے جوہر عفت کو بیچیں اور لاکھوں کی تعداد میں بدکاری کی وجہ سے بچے پیدا ہوں۔ جن کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس پر ان معترضین کا دل نہیں کڑھتا۔

چوتھا زمانہ

یہ دور ساٹھ سال سے وفات تک کا زمانہ ہے۔ جب ملک عرب میں جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا۔ عیش و عشرت کے لیئے مناسب وقت تھا۔ لیکن آپ نے اس دور میں کسی عورت سے شادی نہیں کی۔ اگر آپ کسی نفسانی خواہشات کے تحت شادیاں کرتے ہوتے۔ تو اب نفس امارہ کی شہوانی ہوس کی تسکین کے لئے موزوں ترین وقت تھا۔ ملک کے بادشاہ تھے۔ دشمن کی طاقت کا عصا ٹوٹ چکا تھا۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ کیونکہ تعدد ازدواج کی ضرورت ختم ہو چکی تھی۔

آپ کی سادہ زندگی

آپ کی سادہ اور فقیرانہ زندگی بھی اس بات پر شاہد ہے کہ آپ کو عیش و عشرت اور رنگ رلیوں سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ لباس سادہ موٹا پیوند لگا ہوا ہوتا۔ اور بسر و ریاضت کے لئے نہایت ہی مختصر سامان رکھتے گھر میں کئی کئی دن تک کھانا نہیں پکتا۔ کھجوروں پر ہی وقت

Marfat.com

گزار رہتا۔
اگر آپ دولت کے خواہاں ہوتے۔ تو بیت المال سے جس قدر چاہتے لے سکتے تھے۔ عیاشی اور سادگی اور دنیا سے بے رغبتی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

بیویوں کو سامان زینت دینے سے انکار

دنیا میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ عیاش آدمی اپنی بیوی کی ہر ضرورت کو پورا کرنے کو تیار رہتا ہے۔ خاص طور پر سامان زینت کی ضرورت کو۔ لیکن اس کے برعکس رسول کریم صلعم کا یہ نمونہ ہے کہ جب مدینہ میں مال غنیمت آنا شروع ہوتا ہے۔ تو رسول کریم صلعم کی بیویوں کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ ہم بھی بحصہ رسدی مال سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔ آپ کی خدمت میں درخواست کرتی ہیں۔ تو خدا کا نبی خدا سے وحی پا کر یہ کہتا ہے کہ اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہارا مقصد دنیا کی زندگی اور اس کی زینت ہے۔ تو آؤ میں تمہیں سامان دے دوں اور اچھی طرح رخصت کر دوں (احزاب)

کیا شہواتِ نفسانی کا بندہ یہ بات کہہ سکتا ہے کہ اگر سامان زینت چاہتی ہو تو گھر سے نکل جاؤ۔

تعدد ازدواج کی غرض

متعدد نکاحوں کی غرض قرآن مجید یہ بیان کرتا ہے۔

وان کنتن تردن اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنٰت منکن اجرا عظیما واذکرن ما یتلی فی بیوتکن من ایات اللہ والحکمۃ (احزاب)

اور اگر تمہاری غرض اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے نیکی کرنے والیوں کے لئے بڑا اجر رکھا ہے۔ اور یاد کرو۔ وہ جو اللہ کی آیات اور دانائی کی باتوں سے تمہارے گھروں میں پڑھا جاتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں ازواج مطہرات کے آپ کی زوجیت میں آنے کی غرض کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی باتیں پھیلائیں۔ کیا مقدس غرض ہے۔ جب کہ عام لوگ شادی صرف سکون قلب کے لئے کرتے ہیں۔ لیکن رسول کریم صلعم کی غرض اس سے بہت بلند ہے اور وہ یہ ہے عورتوں سے متعلقہ مسائل جن کو آپ بھی کھول کر عورتوں سے بیان نہیں کر سکتے

Marfat.com

متعدد ازواج مطہرات دوسروں کو سکھا ہیں۔

متعدد نکاحوں کی ضرورت

رسول کریم صلعم ایک عالمگیر تعلیم لے کر آئے تھے۔ اس عالمگیر تعلیم میں ان تمام ضرورتوں کا پورا کرنے کا سامان موجود ہونا چاہیئے تھا بعض اوقات مرد کو ایسی ضرورتیں پیش آجاتی ہیں جس کی وجہ سے اس کو نکاح ثانی کرنا پڑتا ہے۔ مثلاً بیوی بانجھ ہو یا عورت کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے تو مرد کو دوسری شادی کرنا لازم ہو جاتا ہے۔

ملکی مصلحت

بعض اوقات ملکی مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہوتا تھا۔ مثلاً جب حضرت جویریہؓ سے شادی کی تو مسلمانوں نے اس قبیلہ کے تمام اسیروں کو آزاد کر دیا۔ اور وہ لوگ جو عداوت اور بغض کی جس آگ میں جل رہے تھے۔ اس رشتہ نے اس آگ کو بجھا دیا دشمنی دوستی میں بدل گئی۔ اسی طرح بعض اور شادیوں سے بھی خاطر خواہ نتائج نکلے۔

مطلقہ عورتوں کی عزت افزائی

ہر معاشرہ میں مطلقہ عورتوں کو عزت کی نظر نہیں دیکھا جاتا تھا رسول کریم صلعم نے مطلقہ عورت سے بھی شادی کر کے اس کی عزت افزائی کی ہے۔ اور اپنے عملی نمونہ سے واضح کر دیا کہ اگر کوئی عورت کسی خاص مجبوری کی وجہ سے خلع لے لیتی ہے۔ یا مرد طلاق دے دیتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے نام پر کوئی داغ نہیں آنا چاہیئے۔

غیر قوموں کی عورتوں سے شادی کرنا

رسول کریم صلعم کے عقد میں قریشی عورتیں بھی تھیں غیر قریشی بھی حضرت صفیہ بنی اسرائیل میں سے تھیں مگر پھر بھی عرب کی تھیں۔ لیکن آپ نے غیر قوم کی عورت سے شادی کر کے عملی نمونہ سے بتا دیا کہ آپ دوسری قوموں کی بھی ویسے ہی عزت کرتے ہیں جیسا کہ اپنی قوم عرب کی۔ اور اپنی قوم کو سبق دیا کہ اگر وہ غیر قوم سے شادی کریں۔ تو ان سے ویسا ہی برتاؤ کرنا چاہیئے جیسا کہ اپنی قوم کی عورت سے کرتے ہیں۔

مساوات بین الرجال والنساء کے حامی یہ عذر پیش کریں گے کہ پھر ایک عورت کو بھی کئی شادیاں کرنے کی اجازت دینی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہر مولود کے والدین کی تشخیص ضروری ہے تاکہ بچے کی تربیت

Marfat.com

کی ذمہ داری ہر شخص پر ہو سکے۔ اگر ایک عورت کو کئی مردوں کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت دے دی جائے۔ تو مولود کے باپ کی تشخیص مشکل ہو جائے گی۔
علاوہ بریں ایک عورت کے کئی خاوند ہوں تو وہ امراض خبیثہ مخصوصہ نساء میں مبتلا ہو جائے گی۔

حضرت خدیجہؓ

رسول کریم صلعم کی سب سے پہلی شادی۔ حضرت خدیجہؓ سے ہوئی تھی۔ آپؐ کی عمر پچیس سال تھی۔ اور حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی۔ ابراہیم کے سوائے آپ کی ساری اولاد انہی کے بطن سے ہوئی۔ ہجرت سے تین سال پیشتر حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا تھا۔

حضرت عائشہؓ

حضرت خدیجہؓ کی وفات آپؐ کے لیئے بڑا صدمہ تھا۔ ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنی لڑکی حضرت عائشہ کا نکاح رسول کریم صلعم کے ساتھ کر دیا۔ حضرت عائشہ کی عمر کم تھی اس لیئے وہ اپنے والد کے گھر ہی رہیں۔ ہجرت کے کوئی سات یا آٹھ ماہ بعد مدینہ میں پہنچ کر وہ رسول کریم صلعم کے گھر آئیں۔ آپؐ کی ازواج میں سے صرف حضرت عائشہؓ ہی کنواری تھیں۔

حضرت سودہؓ

حضرت عائشہؓ سے نکاح ہونے کے بعد آپؐ نے حضرت سودہؓ سے مکہ میں ہی نکاح کر لیا۔ سودہؓ عمر رسیدہ بی بی تھیں۔ وہ اور ان کا خاوند سکران ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے واپسی پر سکران وفات پا گئے۔ حضرت سودہؓ کو معاشی تنگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس وجہ سے انہوں نے رسول کریم صلعم سے شادی کی درخواست کی۔ آپؐ نے اسے منظور کر لیا۔ اور شادی کر لی۔

حضرت حفصہؓ

حضرت حفصہؓ کے خاوند خنیس بن حذافہ جنگ بدر میں شہید ہو گئے تھے تو حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابوبکرؓ سے پھر حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ وہ ان کی بیوہ صاحبزادی سے شادی کر لیں۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ آخر رسول کریم صلعم نے ۳ھ میں ان سے شادی کر لی۔

Marfat.com

زینب بنت خزیمہؓ

۳ھ میں عبداللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی زینب بنت خزیمہ بیوہ رہ گئیں۔ اور آپؐ نے ان سے شادی کرلی۔

ام سلمہؓ

۴ھ میں ابوسلمہ وفات پاگئے۔ آپؐ نے ان کی بیوہ ام سلمہؓ سے اسی سال شادی کرلی۔

زینب بنت اہیم

زینت بنت اہیم رشتہ میں آپؐ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ آپؐ نے خود نکاح حضرت زیدؓ سے کرایا تھا۔ وہ ایک آزاد کردہ غلام تھے۔ حضرت زینب اعلیٰ خاندان قریش میں سے تھیں۔ اس بنا پر حضرت زید اور حضرت زینب کا آپس میں نباہ نہ ہو سکا۔ آخر کار انہوں نے طلاق دے دی۔ اور ۵ھ ہجری میں آپؐ نے نکاح کرلیا۔

آنحضرت کے زینب سے نکاح کی وجوہات

زید کے طلاق دینے کے بعد رسول کریم صلعم نے خدا کے حکم سے نکاح کیا تھا۔ اس کی دو وجوہات تھیں۔ ایک یہ کہ زید منہ بولے بیٹے تھے۔ عرب کے رواج کے مطابق منہ بولے بیٹے کی بیوی سے شادی کرنا ناجائز تھا۔ عرب کی اس رسم کو ختم کرنے کے لیے خدا نے رسول کریم کو حضرت زید کی بیوی سے شادی کا حکم دیا۔ تاکہ آپ عملی نمونہ سے اس رسم کو ختم کردیں۔

دوسری وجہ یہ ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مطلقہ عورتوں کی عزت افزائی کے طور پر نکاح کیا تھا۔ کیونکہ مطلقہ عورت کے نام پر عموماً داغ سا لگ جاتا ہے۔

رسول کریم صلعم کی سوائے حضرت عائشہؓ کے تمام بیبیاں بیوہ تھیں۔ اس لیے آپؐ کو یہ حکم ہوا کہ ایک مطلقہ عورت سے نکاح کرکے امت کے لئے نمونہ قائم کریں۔

جھوٹے قصے

اس نکاح کے متعلق بلاتحقیق قصے لکھے گئے ہیں۔ جن کو مستشرقین نے خوب اچھالا ہے کہ زید نے طلاق اس لئے دی تھی کہ آنحضرت صلعم کا ارادہ حضرت زینب سے نکاح کا تھا۔ بعض نے یہ لغو تفصیلات بڑھائی ہیں کہ رسول کریم حضرت زید کی غیر حاضری

Marfat.com

میں ان کے گھر گئے۔ وہاں حضرت زینبؓ کے حسن و جمال کو دیکھ کر نکاح کا ارادہ کر لیا۔ تو حضرت زیدؓ نے آپؐ کے اس ارادے کو بھانپ کر طلاق دے دی۔ نعوذ باللہ من ہذہ الخرافات۔

اگر رسول کریم صلعم کا منشا خود نکاح کرنے کا تھا تو آپؐ حضرت زیدؓ کو طلاق دینے سے کیوں روکتے۔ اگر یہ کہا جائے کہ لوگوں کے خوف سے تو اتق اللہ کی ہدایت کس طرح موزوں تھی۔ نعوذ باللہ خود تو خلاف تقوی کام کریں اور مرید کو تقوی کی تلقین کریں۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو حضرت زیدؓ ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی بیعت میں نہیں رہ سکتے تھے۔

یہ بات اور بھی زیادہ لغو ہے کہ آپؐ نے زینب کو دیکھ لیا تھا۔ حضرت زینبؓ آپؐ کی رشتہ دار تھیں۔ حضرت زیدؓ سے نکاح کرنے سے قبل ایک دفعہ نہیں بلکہ ہزاروں دفعہ دیکھا ہوگا۔ زینبؓ اور ان کا بھائی خود بھی چاہتے تھے کہ آپؐ شادی کر لیں۔ آپؐ نے انکار کر دیا۔ اور حضرت زیدؓ سے شادی کر دی۔ کنوارہ پن میں تو نہ ہی فریفتہ ہوئے اور نہ ہی نکاح کرنا قبول کیا۔ حضرت زیدؓ سے شادی ہو چکنے کے بعد حسن و جمال آنکھوں کو بھا گیا۔ اور نکاح کرنے کا بھی ارادہ کر لیا۔ یہ تمام مفتریات ہیں۔ اسے مطلقہ ہونے کی حالت میں اپنے نکاح میں لانا سوائے کسی مجبوری کے نہیں ہو سکتا۔ یہ وجوہات اوپر بیان ہو چکی ہیں۔

حضرت جویریہؓ

حضرت جویریہ حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں۔ جو قبیلہ بنی مصطلق کا رئیس تھا۔ حضرت جویریہ کا پہلا خاوند مسافع بن صفوان غزوہ مصطلق میں قتل ہوا۔ اس لڑائی میں کثرت سے لونڈیاں اور غلام مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ ان میں حضرت جویریہ بھی تھیں۔ حضرت جویریہ ثابت بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں آئیں۔

حضرت جویریہ ۱۹ اوقیہ سونا کی شرط پر مکاتبہ بن گئیں۔ یہ رقم حضرت جویریہ کی استطاعت سے باہر تھی۔ وہ رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ اور کہا۔ "یا رسول اللہ! میں ایک کلمہ گو مسلمان عورت اور حارث کی بیٹی جویریہ ہوں۔ جو اپنی قوم کا رئیس ہے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں۔ وہ آپؐ سے مخفی نہیں ہیں۔ میں ثابت کے حصے میں آئی ہوں۔ ۱۹ اوقیہ سونے پر ان سے عہد کتابت کیا ہے۔ آپؐ کی خدمت میں استعانت کے لئے آئی ہوں۔" آپؐ نے فرمایا۔

Marfat.com

"ایک بہتر صورت پیش کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ میں زر فدیہ ادا کر دیتا ہوں آپ مجھ سے عقد کرنا منظور کر لیں"۔

وہ راضی ہو گئیں۔ آپؐ نے ثابت کو بلایا۔ ان کو رقم ادا کی۔ اور حضرت جویریہؓ سے شادی کر لی۔

جب مسلمانوں کو علم ہوا کہ آپؐ نے بنو مصطلق سے رشتہ مصاہرت جوڑ لیا ہے۔ تو انہوں نے بنی مصطلق کے تمام لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کر دیا۔ ایک روایت میں تعداد سات سو بتائی گئی ہے۔

بعض مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت جویریہ کے والد خود اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مع اپنے دو بیٹوں کے مشرف باسلام ہوا۔ خود حارث نے جویریہ کا نکاح آپؐ سے کر دیا۔

ام حبیبہؓ

رملہ نام اور ام حبیبہ کنیت تھی۔ عبیداللہ بن جحش سے نکاح کیا۔ دونوں مشرف باسلام ہوئے۔ حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہاں جا کر عبیداللہ بن جحش نے نصرانیت قبول کی۔ اور ام حبیبہ اسلام پر قائم رہیں۔ اختلاف مذہب کی بنا پر عبیداللہ بن جحش نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔

رسول کریم صلعم نے عمرو بن امیہ الضمری کو نجاشی کے پاس نکاح کی غرض سے بھیجا چنانچہ نجاشی نے نکاح پڑھایا اور رسول کریم صلعم کی طرف سے چار سو دینار مہر ادا کیا۔ جب نکاح کی تمام رسومات ادا ہو گئیں تو نجاشی نے ان کو شرجیل کے ساتھ آپؐ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ ام حبیبہؓ نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔ اور مدینہ میں دفن ہوئیں۔

حضرت میمونہؓ

میمونہ نام باپ کا نام حارث اور ماں کا نام ہند تھا۔ پہلے مسعود بن عمرو بن عمیر سے نکاح ہوا تھا۔ مسعود نے طلاق دی۔ تو ابو رہم بن عبد العزیٰ نے نکاح کیا۔ ابو رہم کی وفات کے بعد رسول کریم صلعم کے نکاح میں آئیں۔

مقام سرف میں نکاح ہوا۔ اور مقام سرف ہی میں ان کا انتقال ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس نے جنازہ کی نماز پڑھائی ۔ ۵۱ھ ہجری میں وفات پائی۔

لہ سیرت خیر البشر مصنفہ مولوی ص ۱۶۸

Marfat.com

حضرت صفیہؓ

زرقانی نے لکھا ہے کہ مال غنیمت کا جو بہترین حصہ بادشاہ کے حصہ میں آتا تھا۔ اس کو صفیہ کہتے تھے۔ چونکہ صفیہ غزوہ خیبر میں اسی طریق کے موافق آپؐ کے نکاح میں آئی تھیں۔ اس لئے صفیہ کے نام سے مشہور ہوئیں۔ اصلی نام زینب تھا۔ باپ کا نام حی بن اخطب۔ ماں کا نام ضرہ تھا۔

حضرت صفیہ کی پہلی شادی سلام بن مشکم القرظی کے ساتھ ہوئی۔ اس نے طلاق دے دی۔ تو کنانہ بن ابی الحقیق کے عقد میں آئیں۔ جنگ خیبر میں ان کے شوہر۔ باپ اور بھائی کام آئے۔ اور خود بھی اسیر ہو کر مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ جب خیبر کے قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ کلبی نے آپؐ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ تو آپؐ نے انتخاب کرنے کی اجازت دے دی۔ حضرت دحیہ کلبی نے حضرت صفیہ کو منتخب کیا۔ ایک صحابی نے جا کر عرض کی کہ آپؐ نے رئیسۂ بنو نضیر و قریظہ کو دحیہ کو عنایت کر دیا ہے۔ وہ تو آپؐ کے قابل ہے۔ آپؐ نے حکم دیا کہ دحیہ لونڈی کو لے کر حاضر خدمت ہو۔ وہ صفیہ کو لے کر آئے۔ تو آپ نے دوسری لونڈی دے دی۔ اور صفیہ کو آزاد کر کے خود شادی کر لی۔ مخالفین نے اس واقعہ کو نہایت ہی بدنما پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

حضرت صفیہ کا واقعہ حضرت انسؓ سے مختلف روایات میں منقول ہے۔ اور وہ بھی باہم مختلف ہیں۔ بخاری کی روایت میں بہ تصریح ہے کہ جب قلعہ خیبر فتح ہوا۔ تو لوگوں نے آپؐ کے سامنے حضرت صفیہ کے حسن کا ذکر کیا۔ آپؐ نے ان کو اپنے لئے پسند کر لیا۔

دوسری روایت اس طریقہ سے منقول ہے کہ جب لڑائی کے بعد قیدی جمع کئے گئے تو حضرت دحیہ کلبی نے آپؐ سے درخواست کی کہ قیدیوں میں سے ایک لونڈی ان کو عنایت کی جائے۔ آپؐ نے ان سے کہا کہ انتخاب کر لیں۔ تو انہوں نے حضرت صفیہ کو چن لیا۔ لیکن لوگوں کو اعتراض ہوا۔ تو ایک صحابی نے آ کر آپؐ سے کہا۔

یا رسول اللہ! آپؐ نے صفیہ کو دحیہ کے حوالہ کیا ہے۔ وہ قریظہ اور نضیر کی رئیسہ ہے اور آپؐ کے سوا اور کوئی لائق نہیں ہے۔[1]

اس کے بعد آپؐ نے حضرت صفیہ کو آزاد کر دیا۔ اور ان سے نکاح کر لیا۔

ابوداؤد میں یہ دونوں روایتیں ہیں۔ اور دونوں حضرت انسؓ سے مروی ہیں۔ ابوداؤد کی

[1] صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۵۶۵ باب فضل عتق الامۃ ثم التزوج بہا۔

Marfat.com

شرح میں مازری کا یہ قول نقل کیا ہے۔ چونکہ وہ عالی مرتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں اس لئے ان کا کسی اور کے پاس جانا ان کی توہین تھی۔

حضرت صفیہؓ سے شادی کرنے کی وجہ یہی تھی کہ وہ ایک عالی مرتبہ خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ باپ اور شوہر دونوں قتل ہو چکے تھے۔ اس لئے پاس خاطر کے لئے آپؐ نے ان سے شادی کر لی۔

مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے کہ آپؐ نے ان کو اختیار دیا کہ وہ آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائیں۔ یا آپ کے نکاح میں آنا قبول کریں۔ انہوں نے دوسری صورت قبول کر لی۔

تراحم اور حسن خلق کے علاوہ سیاسی حیثیت سے بھی یہ اقدام نہایت موزوں تھا۔

ماریہ قبطیہ

ؔ۶ھ میں شاہ مصر نے ماریہ قبطیہ کو آپؐ کی خدمت میں بطور تحفہ بھیجا تھا۔ آپ نے ان کو اپنے حرم میں داخل کیا۔ اور ان کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں میں یہ غلط خیال ہے کہ آپؐ نے حضرت ماریہ قبطیہ کو لونڈی کی حیثیت میں رکھا آپ کی زندگی خود اس بات کی تردید کرتی ہے کہ آپ نے کسی کو بھی بحیثیت غلام کے اپنے پاس رکھا ہو بلکہ سب کو آزاد کر دیا تھا۔

لونڈیوں کے بارہ میں تو آپؐ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس لونڈی ہو پھر وہ اسے اچھی تربیت دے اور آزاد کر کے اس کا نکاح کر دے۔ وہ دوہرے اجر کا مستحق ہے جب آپ دوسروں کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ لونڈی کو آزاد کر کے یا خود نکاح کریں۔ یا کسی سے نکاح کر دیں تو خود کس طرح اس کے خلاف کر سکتے تھے۔ حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ جنگ میں قیدی بن کر آئیں۔ آپؐ نے پہلے ان کو آزاد کیا۔ پھر شادی کی صحابہ کا عمل بھی یہی تھا۔

جب قرآن مجید میں آپؐ کو یہ حکم ہوا کہ آپؐ اپنی ازواج کو پردہ کا حکم دیں۔ یہ حکم صاف الفاظ میں بیبیوں کے لئے تھا۔ لونڈیوں کے لئے نہ تھا۔ لیکن یہ ثابت ہے کہ حضرت ماریہ قبطیہ بھی پردہ کیا کرتی تھیں۔

قرآن شریف میں یہ حکم نازل ہوا کہ مسلمان رسولؐ کی ازواج سے شادی نہ کریں تو آپ کی وفات کے بعد دوسری ازواج کی طرح ماریہ قبطیہ نے بھی شادی نہ کی۔ آپ کی وفات کے بعد دوسری بیبیوں کی طرح ماریہ قبطیہ کو [illegible]

Marfat.com

پس یہ تمام تاریخی واقعات اس بات پر شاہد ہیں کہ ماریہ قبطیہ کو آپ نے اپنی ازواج میں شامل کیا تھا لونڈی نہ تھیں۔

حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ آپ کی زندگی میں فوت ہوئیں۔

ازواج مطہرات کے مصارف کا انتظام

ازواج مطہرات کے مصارف کا انتظام یہ تھا کہ بنو نضیر کے نخلستان میں ان کا حصہ مقرر کر دیا گیا تھا۔ وہ فروخت کر دیا جاتا۔ جو سال بھر کے اخراجات کے لئے کافی ہوتا تھا جب خیبر فتح ہوا تو ہر بیوی کے لئے ۸۰ وسق کھجور اور ۲۰ وسق جو سالانہ مقرر کیا گیا۔

ازواج مطہرات کی سادہ زندگی

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ رسول کریم صلعم کے گھر کا انتظام بہت ہی سادہ تھا کئی کئی دن تک چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ جب مال و دولت کثرت کے ساتھ مدینہ میں آنے لگا۔ تو ازواج مطہرات نے بھی آپ سے مزید نفقہ اور زخارف دنیوی کا مطالبہ کیا۔ تو آپؐ نے ان سے ایلا کر لیا۔

حسن سلوک

آپؐ کو ازواج مطہرات سے بہت محبت تھی۔ کبھی بھی ان سے ترش روئی اور کرخت لہجہ سے پیش نہیں آئے۔ ان کی ہر طرح خاطر داری فرماتے اور ان کی نازک مزاجیاں برداشت کرتے تھے۔ آپ کے حسن سلوک کا ہی کرشمہ تھا کہ جب ابوسفیان مدینہ تجدید معاہدہ کے لئے جاتے ہیں۔ تو پہلے اپنی بہن ام حبیبہ کے پاس گئے۔ تو ابوسفیان نے آپؐ کے بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو بہن نے بڑھ کر بستر کو لپیٹ کر ایک طرف کر دیا اور ابوسفیان سے کہا کہ وہ اس بستر پر بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا۔

"اے لوگو! تمہارے کچھ حقوق بیویوں پر ہیں۔ اور ایسے ہی ان کے حقوق تم پر ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھوں میں اللہ کی امانتیں ہیں۔ ان کے ساتھ بہت ہی مہربانی کا سلوک کرو"
(مسلم)

پھر ایک دفعہ فرمایا تھا۔

"عورتوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے میں میری نصیحت قبول کرو" (بخاری)

Marfat.com

پھر فرمایا۔
تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی بیویوں سے بہترین سلوک کرتا ہے (مشکوٰۃ)
آپ کا معمول یہ تھا کہ ہر روز ازواج مطہرات کے گھروں میں تشریف لے جاتے۔ ہر ایک کے پاس تھوڑی دیر ٹھہرتے۔ جب ان کا گھر آتا جن کی باری ہوتی۔ تو آپ وہاں قیام فرماتے۔

Marfat.com

اولاد

رسول کریم صلعم کی اولاد کی تعداد میں سخت اختلاف ہے۔ متفق علیہ روایت یہ ہے کہ آپ کے چھ بچے تھے۔

قاسم۔ ابراہیم۔ زینب۔ رقیہ۔ ام کلثوم۔ فاطمہ

ابن اسحاق نے دو اور صاحبزادوں کا ذکر کیا ہے۔ طاہر۔ طیب اس بنا پر لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد برابر ہو جاتی ہے۔

آپ کی اولاد کے بارہ میں تمام اقوال جمع کئے جائیں تو ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بارہ بچے تھے۔ جن میں آٹھ لڑکے اور چار لڑکیاں تھیں۔ قاسم اور ابراہیم پر تمام راویوں کا اتفاق ہے۔

حضرت ابراہیم ماریہ قبطیہ کے بطن سے اور بقیہ اولاد حضرت خدیجہؓ سے تھی۔

حضرت قاسم

آپ کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ مجاہد کے نزدیک یہ صرف سات دن زندہ رہے۔ ابن سعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو سال تک زندہ رہے۔ اور ابن فارس نے تحریر کیا ہے کہ سن تمیز کو پہنچ گئے تھے۔ رسول کریم صلعم کی کنیت ابوالقاسم ان ہی کے نام پر ہے۔ عام روایت ہے کہ قبل از بعثت وفات پائی۔

حضرت زینبؓ

لڑکیوں میں سے سب سے بڑی لڑکی تھی۔ بعثت سے دس برس پہلے جب کہ آپ کی عمر ۳۰ سال کی تھی۔ پیدا ہوئیں۔

حضرت زینب کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع لقیط سے ہوئی غزوہ بدر میں ابوالعاص گرفتار ہو گئے۔ تو جب رہا کئے گئے۔ تو ان سے وعدہ لیا گیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے مکہ جا کر اپنے بھائی کنانہ کے ساتھ حضرت زینبؓ کو مدینہ روانہ کیا۔ جب ذی طوی میں پہنچے تو چند کفار نے تعاقب کیا۔ ہبار بن اسود نے حضرت زینبؓ کو اونٹ سے گرا دیا۔ وہ حاملہ تھیں۔ حمل ساقط ہو گیا۔

Marfat.com

کنانہ نے تیر نکال لیے۔ اتنے میں ابوسفیان رؤسا قریش کے ساتھ آیا۔ اور کہا: "اب تیر ترکش میں ڈال لو۔ ہم نے آپ سے کچھ گفتگو کرنی ہے"۔ کنانہ نے تیر ترکش میں ڈال لیے تو ابوسفیان نے کہا: "محمدؐ کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچی ہیں۔ تم کو معلوم ہیں۔ اب اگر تم علانیہ ان کی لڑکی لے گئے تو لوگ کہیں گے کہ ہماری کمزوری ہے۔ ہم کو زینب کے روکنے کی ضرورت نہیں جب شور و ہنگامہ کم ہوگا۔ تو چوری چھپے لے جانا"۔ کنانہ نے یہ رائے تسلیم کرلی چند روز کے بعد حضرت زینب کو رات کے وقت لے کر روانہ ہوئے۔ حضرت زید بن حارثہ بطن یا جج میں موجود تھے۔ جنہیں آپؐ نے پہلے سے بھیج دیا تھا۔ کنانہ نے زینب کو ان کے حوالے کردیا۔ وہ ان کو لے کر روانہ ہوگئے۔

جمادی الاول ۶ھ میں ابوالعاص دوبارہ ایک سریہ میں گرفتار ہوئے حضرت زینب نے ان کو پناہ دی جب ابوالعاص واپس مکہ آئے۔ لوگوں کی امانتیں واپس کیں۔ اور اسلام لانے کے بعد ہجرت کرکے مدینہ آگئے۔ تو حضرت زینبؓ دوبارہ ان کے نکاح میں آگئیں۔

۸ھ میں حضرت زینب نے انتقال کیا۔

حضرت زینب نے دو اولاد چھوڑیں امامہ اور علی۔ علی بچپن میں ہی فوت ہوگئے لیکن عام روایت ہے کہ سن رشد کو پہنچے۔

ابن عساکر نے لکھا ہے کہ یرموک کی جنگ میں شہادت پائی۔

حضرت فاطمہ کے انتقال کے بعد حضرت امامہ کی شادی حضرت علیؓ سے ہوئی۔ جب حضرت علیؓ نے شہادت پائی تو ان کی شادی حضرت مغیرہؓ سے ہوئی۔

حضرت رقیہ

حضرت زینبؓ کے بعد ۳۳ سنہ قبل نبوت میں پیدا ہوئیں پہلے ابولہب کے بیٹے عتبہ سے شادی ہوئی۔ یہ شادی قبل از نبوت ہوئی۔ آپؐ کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم کی شادی بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوئی تھی۔ جب رسول کریمؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو ابولہب نے دونوں بیٹوں سے طلاق دلوادی۔ آپؐ نے حضرت رقیہ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی۔

نکاح کے بعد حضرت عثمانؓ نے مع اپنی زوجہ کے حبش کی طرف ہجرت کی۔ وہیں ایک

Marfat.com

لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام عبداللہ تھا۔ صرف ۶ سال زندہ رہا۔ جب حضرت عثمانؓ حبش سے مکہ کو واپس آئے تو وہاں سے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ رقیہ وہاں بیمار ہوئیں۔ غزوہ بدر کا زمانہ تھا۔ عین اسی دن جس روز زید بن حارثہ نے مدینہ آکر فتح کی خوشخبری سنائی۔ وفات پائی۔ حضرت رسول کریم غزوہ بدر کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت ام کلثومؓ

حضرت رقیہ کے انتقال کے بعد ربیع الاول ۳ھ میں حضرت عثمانؓ نے حضرت ام کلثوم کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب حضرت حفصہ بیوہ ہوئیں۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا۔ دوسری روایات میں ہے کہ جب رسول کریم صلعم کو علم ہوا تو آپ نے حضرت عمرؓ سے کہا: میں تم کو عثمان سے بہتر شخص بتاتا ہوں۔ اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر شخص۔ تم اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دو اور میں اپنی لڑکی کا نکاح حضرت عثمان سے کر دیتا ہوں۔ اور نکاح کے بعد ام کلثوم ۶ برس تک زندہ رہیں۔ شعبان ۹ھ میں فوت ہوئیں۔ رسول کریم صلعم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت فاطمہؓ

نام فاطمہؓ۔ زہرا لقب۔ سن ولادت میں اختلاف ہے۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ بعثت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں۔ بعض روایات میں ہے۔ نبوت سے تقریباً ایک سال پیدا ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے۔ پہلے سال بعثت میں پیدا ہوئیں۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ابراہیم کے علاوہ تمام اولاد دعوئی نبوت سے قبل پیدا ہوئی۔

ہجرت کے بعد ۲ھ میں جب حضرت فاطمہؓ کی عمر پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ ہوئی۔ تو رسول کریمؐ نے حضرت علیؓ سے شادی کر دی۔

جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر دیا۔ اصابہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے ایک چادر۔ دو چکیاں اور ایک مشک بھی دی۔

حضرت فاطمہؓ کی زندگی تک حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔
حضرت فاطمہؓ کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ حسنؓ۔ حسینؓ۔ محسنؓ۔ ام کلثومؓ۔ زینبؓ۔ محسن نے بچپن ہی میں انتقال کیا۔

حضرت فاطمہؓ نے رمضان ۱۱ھ میں رسول کریمؐ کی وفات کے ۶ ماہ بعد وفات پائی۔

Marfat.com

حضرت ابراہیم

رسول کریم صلعم کی آخری اولاد ہے۔ ذی الحجہ ۸ھ میں ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے ابو رافع کی بیوی سلمیٰ نے دایہ گیری کی خدمت انجام دی۔ ساتویں دن عقیقہ ہوا۔

آپ نے بال کے برابر چاندی خیرات کی۔ دودھ پلانے کے لئے ام بردہ خولہ بنت زید الانصاری کے حوالہ کیا۔ اس کے معاوضہ میں کھجور کے چند درخت دیے۔

ام بردہ عوالی مدینہ میں رہتی تھیں۔ آپؐ وہاں جاتے حضرت ابراہیم کو گود میں لیتے اور چومتے تھے۔ حضرت ابراہیم نے ام بردہ ہی کے یہاں انتقال کیا۔ جب آپ کو خبر ہوئی حضرت عبدالرحمان بن عوف کے ساتھ تشریف لائے۔ نزع کی حالت تھی۔ گود میں اٹھایا۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

جب حضرت ابراہیم فوت ہوئے تو اتفاق سے اسی دن سورج میں گہن لگ گیا۔ مشہور ہوگیا کہ یہ ان کی موت کا اثر ہے۔ آپ کو معلوم ہوا۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ چاند اور سورج خدا کی نشانیاں ہیں کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔

رسول کریمؐ نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ عثمان بن مظعون کے پہلو میں دفن ہوئے۔ قبر میں فضل بن عباس اور اسامہ نے اتارا۔ حضرت ابراہیمؑ کی عمر کے متعلق اختلاف ہے۔ ابو داؤد اور بیہقی کی روایت کے موافق دو ماہ ۱۰ دن کی عمر پائی۔ اس روایت کی بنا پر ۸ھ میں انتقال ہوا۔ واقدی کے نزدیک ماہ ربیع الاول ۱۰ھ میں وفات پائی۔ اس لحاظ سے تقریباً پندرہ ماہ زندہ رہے۔ بعض روایات میں ۱۶ ماہ ۸ دن کی عمر پائی۔ بعض مورخین نے مدت عمرؓ ایک برس دس ماہ ۶ دن لکھی ہے۔ لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ ابراہیم ۱۸ ماہ تک زندہ رہے۔

Marfat.com

شمائل

حلیہ مبارک

رسول کریم صلعم کے حلیہ اقدس بیان کرنے سے پیشتر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ کمال خُلق کی طرح کمال خلقت میں بھی خدا تعالیٰ نے کسی مخلوق کو آپ کے مثل پیدا نہیں کیا۔ اور نہ کریگا

لم یخلق الرحمان مثل محمد
ابداً و علمی انہ لا یخلق[1]

یعنی اللہ نے مثل محمد صلعم کا کبھی پیدا نہیں کیا اور مجھے علم ہے کہ وہ نہ پیدا کرے گا۔

روئے مبارک

آپ کا چہرہ نہ کتابی تھا نہ بالکل ہی گول بلکہ قدرتی گولائی کی طرف مائل تھا۔ اور مدکا یعنی بہت پرگوشت نہ تھا۔

اسی روئے مبارک کو حضرت عبداللہ بن سلام رضؓ دیکھتے ہی پکار اٹھے۔ وجھہٗ لیس ھو جہ کذا اب[2]۔ یعنی آپ کا چہرہ کسی دروغ گو کا چہرہ نہیں ہو سکتا۔ اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلعم لوگوں سے بڑھ کر خوب رُو اور خوش خُو تھے۔

حضرت جابر بن سمرہ سے کسی نے پوچھا۔ آپ کا چہرہ تلوار سا چمکتا تھا؟ بولے نہیں ماہ خورشید کی طرح[3]۔ یہی صحابی روایت کرتے ہیں کہ ایک رات کو جب مطلق ابر نہ تھا اور چاند نکلا تھا۔ میں کبھی آپ کو دیکھتا تھا کبھی چاند کو دیکھتا تھا۔ تو آپ مجھے چاند سے زیادہ خوبصورت معلوم ہوتے تھے[4]۔

چشم مبارک

آپ کی آنکھیں بڑی بڑی کشادہ سیاہ سرگیں اور پلکیں دراز تھیں جن میں خفیف سی جھلک سرخی کی تھی۔

---

[1] بہجۃ المیدان لاعلامہ کمال الدین الدمیری شافعی جزو اول صفحہ [2] ترمذی ابواب الزہد صفحہ ۴۰۹۔ [3] مشکوٰۃ باب صفت النبی صلعم بحوالہ مسلم [4] مشکوٰۃ باب مذکور بحوالہ ترمذی و دارمی۔

Marfat.com

ابرو مبارک

آپؐ کی بھویں باریک خوبصورت اور دراز تھیں اور درمیان اس قدر متصل نہیں کہ دور سے ملی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ دونوں بھوؤں کے درمیانی حصہ میں غضب کی چمک پائی جاتی تھی۔

بینی مبارک

آپؐ کی ناک ستواں اور لمبی تھی۔

پیشانی مبارک

آپؐ کی پیشانی فراخ تھی۔ اور چراغ کی طرح چمکتی تھی۔ حسان بن ثابتؓ ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

متی یبدُ فی اللیل البیھم جبینہٗ　　یلوح مثل مصباح الدجی المتوقد[1]

جب اندھیری رات میں آپؐ کی پیشانی ظاہر ہوتی تو تاریکی کے روشن چراغ کی مانند چمکتی

گوش مبارک

آپؐ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔

دہان مبارک

منہ مبارک کشادہ۔ رخسار ہموار دانت کسی قدر کھلے کھلے تھے۔ جب آپؐ ہنستے تھے۔ تو ان کی چمک بجلی کو مات کرتی تھی۔

ہونٹ مبارک۔ آپؐ کے ہونٹ خوبصورت اور دلکش تھے

سر مبارک۔ سر مبارک بڑا تھا۔

گردن مبارک۔ آپؐ کی گردن دوسرے لوگوں کی گردنوں سے زیادہ حسین تھی۔ نہ لمبی تھی اور نہ چھوٹی۔

دست مبارک

کف دست اور بازو پرگوشت تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم کو آپؐ کے کف دست سے زیادہ نرم نہیں پایا۔ (صحیح بخاری)

---

[1] زرقانی علی المواہب جزء رابع ص ۹۱

Marfat.com

سینہ مبارک

آپ کا سینہ کشادہ تھا۔ کسی حصہ کا گوشت دوسرے حصوں کے گوشت سے زیادہ نمایاں نہ تھا۔ بلکہ ہموار اور چکنا تھا۔ سینہ مبارک میں ناف تک بالوں کی ہلکی لکیر تھی۔

شکم مبارک

آپ کا شکم اور سینہ ہموار اور برابر تھے۔ نہ تو شکم سینہ سے اور نہ سینہ شکم سے بلند تھا۔ حضرت ام ہانیؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلعم کے شکم مبارک کو دیکھا۔ گویا کاغذ ہیں۔ ایک دوسرے پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور تہ کئے ہوئے ہیں (خصائص کبریٰ بحوالہ ابن سعد و طبرانی جز اوّل)

پشت مبارک

آپ کی پشت چوڑی صاف و سفید تھی کہ گویا پگھلائی ہوئی چاندی ہے۔ (خصائص کبریٰ)

شانے مبارک

شانے پُر گوشت اور مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی تھیں۔ شانوں پر بال تھے۔

پنڈلی مبارک

آپ کی ران اور پنڈلی پُر گوشت تھیں۔

پائے مبارک

پاؤں پُر گوشت اور خوبصورت تھے۔ ایڑیاں نازک اور ہلکی تھیں۔ پاؤں کے تلوے بیچ سے ذرا خالی تھے۔ نیچے سے پانی نکل جاتا تھا۔

قد مبارک

آپ کا قد نہ بہت دراز تھا اور نہ کوتاہ۔ بلکہ میانہ مائل بہ درازی تھا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلعم بہت دراز قد نہ تھے۔ اور مائل بہ درازی ہونے کے سبب اوسط قد سے زیادہ تھے۔ مگر جب لوگوں کے ساتھ ہوتے۔ تو سب سے بلند معلوم ہوتے۔

رنگ مبارک

Marfat.com

آپ کا رنگ سفید تھا۔ لیکن نہ سانولا نہ بہت سفید۔ بلکہ ایسا سفید جس میں کسی رنگ مثلاً زردو سرخ کی آمیزش نہ ہو۔ بعض لوگوں نے آپ کا رنگ مائل بسرخی تحریر کیا ہے۔ اور روایت مذکورہ بالا سے مطابقت یوں کی ہے کہ جو حصّہ جسم مثلاً ہاتھ پاؤں گردن کان وغیرہ کھلے رہتے تھے۔ وہ مائل بسرخی تھے۔ اور اندر کا جسم نہایت گورا تھا۔

موئے مبارک

سر کے بال نہ بہت پیچیدہ تھے۔ نہ بالکل سیدھے۔ ریش مبارک گھنی تھی۔

سر کے بال اکثر شانے تک لٹکے رہتے تھے۔ فتح مکہ میں لوگوں نے دیکھا تو شانوں پر چار گیسو پڑے ہیں

مہر نبوت

شانوں کے درمیان میں کبوتر کے انڈے کے برابر خاتم نبوت تھی۔ یہ بظاہر سرخ ابھرا ہوا گوشت سا تھا۔

رفتار

رفتار بہت تیز تھی چلتے تھے۔ تو معلوم ہوتا تھا کہ ڈھلوان زمین پر اتر رہے ہیں۔

گفتگو خندہ تبسم

گفتگو نہایت شیریں اور دلاویز ہوتی تھی۔ ٹھہر ٹھہر کر گفتگو کرتے۔ ایک بات کو تین تین بار دہرا تے تھے۔ جس بات پر زور دینا ہوتا۔ اس کا اعادہ فرماتے۔ تاکہ سننے والوں کو یاد رہ جائے۔

بے ضرورت گفتگو نہ فرماتے۔ ہاتھ سے اشارہ کرتے تو پورا ہاتھ اٹھاتے کسی بات پر تعجب کا اظہار کرتے۔ تو ہتھیلی کا رخ پلٹ دیتے۔ تقریر میں کبھی ہاتھ پر ہاتھ مارتے۔

ہنسنے بہت کم تھے۔ ہنسی آتی تو مسکرا دیتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ کبھی کبھی جب آپ کو زیادہ ہنسی آتی تو نواجذ (ڈاڑھ کے دانت) نظر آتے

Marfat.com

لگتے۔

لباس

رسول کریم صلعم عام طور پر لباس چادر، قمیص اور تہمد استعمال فرماتے تھے۔ یمن کی دھاریدار چادریں سب سے زیادہ پسند فرماتے۔ بعض اوقات آپؐ نے اونی جبہ شامیہ بھی پہنا۔ جس کی آستینیں اس قدر تنگ تھیں کہ وضو کے وقت ہاتھ آستینوں سے نکال نہ سکتے تھے۔ کبھی جبہ کسروانی بھی پہن لیتے تھے۔ جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔

سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ سرخ ناپسند۔ پاجامہ کبھی استعمال نہیں کیا۔ لیکن امام احمدؒ نے روایت کی ہے کہ آپؐ نے منا کے بازار میں پاجامہ خریدا تھا۔ حافظ ابن قیم نے لکھا ہے کہ اس سے قیاس ہو سکتا ہے کہ استعمال بھی فرمایا ہو گا۔

عمامہ کا شملہ کبھی دوش مبارک پر کبھی دونوں شانوں کے بیچ میں پڑا رہتا تھا۔ کبھی عمامہ میں تحنیک فرماتے۔ یعنی دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے سے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے۔ عمامہ کے نیچے ایک ٹوپی ہوتی تھی۔ عمامہ اکثر سیاہ رنگ کا ہوتا تھا۔

نعلین

نعلین مبارک اس طرز کے تھے۔ جس کو ہمارے ملک میں چپلی کہتے ہیں۔ یہ صرف ایک تلا ہوتا تھا جس میں تسمے لگے ہوتے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل کی انگلی کے بیچ میں دوسرا انگشت میانہ اور بنصر کے بیچ میں ہوا کرتا تھا۔

موزوں کی عادت نہ تھی۔ لیکن نجاشی نے جو سیاہ موزے بھیجے تھے۔ آپؐ نے استعمال فرمائے۔ وہ چرمی تھے۔

کمبل

جب انتقال ہوا۔ تو حضرت عائشہؓ نے کمبل جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور گاڑھے کی ایک تہمد نکال کر دکھائی۔ ان ہی کپڑوں میں انتقال فرمایا تھا

Marfat.com

انگوٹھی

بادشاہوں کی طرف خطوط لکھے۔ تو ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس میں اوپر تلے تین سطور میں محمد رسول اللہ تحریر کیا ہوا تھا۔ داہنے ہاتھ کی انگلی میں پہنتے تھے۔ اُوپر اللہ درمیان میں رسول اور نیچے محمد تھا۔

خود و زرہ

جنگوں میں خود اور زرہ استعمال فرماتے تھے۔

غذا اور طریقہ طعام

سرکہ۔ شہد۔ حلوا۔ روغن زیتون۔ کدو۔ حیس[1] آپ کو کھانے میں مرغوب تھے۔ لیکن قناعت کی وجہ سے لذیذ اور پُرتکلف کھانے کبھی استعمال نہیں کئے۔

گوشت

آپ نے گوشت کی اقسام میں سے دنبہ۔ مرغ۔ بٹیر۔ اونٹ۔ بکری۔ بھیڑ۔ گورخر۔ خرگوش مچھلی کا گوشت کھایا۔ دست کا گوشت بہت پسند فرماتے تھے۔

پانی۔ دودھ۔ شربت

ٹھنڈا پانی بہت پسند فرماتے۔ دودھ کبھی خالص نوش فرماتے کبھی اس میں پانی ملا کر۔ کشمش کھجور انگور پانی میں بھگو دیا جاتا۔ کچھ دیر کے بعد وہ پیتے تھے۔

جو سالن سامنے آجاتا۔ اسی میں سے کھاتے۔ اِدھر اُدھر ہاتھ نہ بڑھاتے۔ تکیہ پر ٹیک لگا کر کھانا کبھی تناول نہیں فرمایا۔ میز یا خوان پر کبھی کھانا نہیں کھایا۔

خوشبو

خوشبو آپ کو بہت پسند تھی۔ اگر کوئی خوشبو ہدیہ کے طور پر بھیجتا۔ تو رد نہ فرماتے تھے۔

---

[1] عرب میں ایک کھانا ہوتا تھا۔ یہ گھی میں پنیر اور کھجور ڈال کر پکایا جاتا۔

Marfat.com

نفاست پسندی

آپؐ نہایت نفاست پسند تھے۔ ایک شخص کو میلے کچیلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔

بعض اوقات مسلمان مسجد میں آتے، تو عین نمازیں دیواروں پر سامنے زمین پر تھوک دیتے آپؐ ناپسند فرماتے۔ اگر کوئی تھوک کا دھبّہ دیکھتے تو درخت کی ٹہنی سے کھرچ دیتے تھے۔

بدبودار چیزوں مثلاً پیاز۔ لہسن۔ اور مولی وغیرہ سے نفرت تھی۔ آپؐ صحابہؓ کو فرمایا کرتے تھے کہ مسجد میں آتے وقت ان چیزوں کو نہ کھایا کریں۔

سواری کا شوق

گھوڑے کی سواری بہت پسند فرمایا کرتے تھے۔ علاوہ گھوڑوں کی سواری کے اونٹ۔ خچر۔ گدھے کی بھی سواری فرمائی ہے[1]

---

[1] سیرت النبیؐ حصہ دوم۔ سیرت رسول عربی مصنفہ محمد نور بخش توکلی۔ نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل مصنفہ خواجہ کمال الدین سے استفادہ کیا ہے۔

Marfat.com

باب
اخلاق نبوی

اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ[2]

تو خلق عظیم پر ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی تصویر حضرت عائشہؓ نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔ یعنی آپؐ کا خلق قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس کی تفسیر عملی طور پر آپؐ نے نہ فرمادی ہو۔ دیگر مذاہب میں خوش آئند نصائح کثرت سے ملتی ہیں۔ لیکن ان مذاہب کے بانیوں نے خود عمل کر کے نہیں دکھایا۔ کیونکہ ان کو اپنی زندگی میں خوش آئند نصائح پر عمل کرنے کا موقعہ نہیں ملا جس نے حوادث زندگی کا تجربہ نہیں کیا وہ دوسروں کے لئے عملی نمونہ نہیں بن سکتا۔ ہر اخلاقی صفت کے اظہار کے لئے مخصوص حالات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب تک کوئی ان حالات سے دوچار نہ ہوا ہو۔ وہ شخص ان صفات سے متصف ہونے کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ آپؐ کی زندگی میں ہر قسم کے حالات رونما ہوئے اس لئے آپؐ کو مختلف صفات کے اظہار کا موقعہ ملا اس لئے آپ کی حیات طیبہ ہر شخص کے لئے ایک کامل نمونہ ہے یتیم۔ تاجر۔ ہمسایہ۔ بیٹا۔ خاوند۔ مہاجر۔ فاتح۔ قاضی۔ مقنّن۔ جنگ آزما۔ سپہ سالار۔ مدبّر ملک۔ بادشاہ۔ مرشد۔ ہادی غرضیکہ تمام حالات مختلفہ میں آپ کی زندگی ہر قسم کے لوگوں کے لئے کامل اسوہ ہے۔ اس لحاظ سے آپ تاریخ عالم میں فردِ فرید ہیں۔ دنیا کا کوئی آدمی بھی اپنے مذہب کے بانی کو اس حیثیت سے پیش نہیں کر سکتا کہ اس کی زندگی تمام لوگوں کے لئے اُسوہ حسنہ بن سکتی ہو۔ اگر کسی شخص

---

[1] اخلاق۔ خلق کی جمع ہے۔ عربی زبان میں خَلق کا لفظ ظاہری بناوٹ یا خُلق صورت باطنی کے وصف پر بولا جاتا ہے۔ گویا یہ انسان کی اندرونی بناوٹ ہے [2] عظیم کے لفظ کے ساتھ جس چیز کی تعریف کی جائے وہ عرب کے محاورہ میں اس چیز کے انتہائے کمال کی طرف اشارہ ہوتا ہے

Marfat.com

کی زندگی میں شان عالمگیریت نہیں پائی جاتی۔ وہ عالمگیر اسوہ کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ کی زندگی تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز نظر آتی ہے اور آپؐ ان تمام اخلاق فاضلہ کا جامع ہیں۔ جو انبیاؑ میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں۔

سچائی

سچائی کو سب نیکیوں کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ اس وجہ سے قرآن مجید نے صدق پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ انصاف کو قائم رکھنے والے اللہ کے لئے (سچی) گواہی دینے والے رہو۔ گو معاملہ تمہاری ذات یا ماں باپ یا قریبیوں کے خلاف ہو اگر امیر ہو یا غریب تو اللہ کا دونوں کی نسبت تم پر زیادہ حق ہے۔ سو تم خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ اگر تم پیچدار بات کرو یا سچ سے اعراض کرو۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔ جو تم کرتے ہو۔ (۴۔۱۳۵)

آپؐ کی سچائی سارے عرب میں مشہور تھی۔ یہی وجہ ہے۔ جب آپؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو کفار میں جو لوگ آپؐ سے واقف تھے۔ انہوں نے آپؐ کو کاذب یقین نہیں کہا بلکہ نعوذ باللہ۔ آپؐ کو مجنون۔ ساحر اور شاعر کہا۔

آپ کے شدید دشمن ابوجہل کا اعتراف موجود ہے۔ جب اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے بلکہ اس پیغام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ جو آپؐ لائے ہیں[1] اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظالمین بایات اللہ یجحدون (انعام)

ہم جانتے ہیں کہ اے پیغمبر ان کافروں کی باتیں تم کو غمگین کرتی ہیں کیونکہ وہ تجھ کو جھٹلاتے نہیں۔ البتہ یہ ظالم اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں

ایک روز رؤساء قریش بیٹھے ہوئے رسول کریم صلعم کے خلاف مشورہ کرنے

---

[1] جامع ترمذی تفسیر انعام

Marfat.com

لگے۔ تو نضیر بن حارث نے جو قریش میں سے سب سے زیادہ جہاندیدہ تھا۔ کہا کہ "محمد تمہارے سامنے بچہ سے جوان ہوا۔ وہ تم میں سے سب سے زیادہ پسندیدہ صادق القول اور امین تھا۔ اور جب وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اور تمہارے پاس پیغام لایا ہے۔ تو تم اسے ساحر۔ کاہن۔ شاعر۔ مجنون کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہے۔"

جب خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو حکم دیا کہ اپنے اہل خاندان کو اسلام کی دعوت دو۔ تو آپؐ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر پکارا۔ یا معشر قریش۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ "اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے ایک لشکر جرار آ رہا ہے۔ تو تم یقین کر لو گے"؟ سب نے کہا ہاں۔ کیونکہ ہم نے تم کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

قیصر روم نے دربار میں ابوسفیان سے پوچھا کہ تمہارے ہاں ایک رسول نے دعویٰ نبوت کیا ہے۔ اس دعویٰ سے پہلے کبھی تم نے اس کو دروغ گو بھی پایا۔ ابوسفیان نے کہا نہیں۔

ایک روز قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو رسول کریم صلعم کے پاس گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے آپ کے سامنے چند امور پیش کئے کہ ان میں سے جو چاہیں اختیار کر لیں۔ اور نئے مذہب سے باز آئیں۔ اس کے جواب میں آپ نے سورہ حم سجدہ کا پڑھنی شروع کی۔ جب آپ آیت فان اعرضوا پر پہنچے۔ تو عتبہ نے آپؐ کے دہن مبارک پر ہاتھ رکھ کر اور قرابت کی قسم دے کر کہا کہ آپ آگے نہ پڑھیں۔ اس کے بعد عتبہ قریش کے پاس آیا۔ اور واقعہ سنایا۔ اور کہا کہ اس نے مجھے قرآن سنایا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا۔ فان اعرضوا الخ تو میں نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ بس آگے نہ پڑھیئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ محمد (صلعم) جب کچھ کہہ دیتا ہے۔ تو جھوٹ نہیں بولتا۔ اس لئے میں ڈر گیا کہ کہیں تم پر وہ عذاب نازل ہو جائے جس سے اس نے ڈرایا ہے[1]۔

ایفائے عہد

قرآن مجید میں ایفائے عہد کے متعلق تعلیم دی ہے۔

[1] خصائص کبریٰ للسیوطی۔

Marfat.com

"اور جو لوگ اپنی امانتوں اور عہدوں کی حفاظت کرتے ہیں" (۲۳ : ۸)
"اپنے عہد کو پورا کرو۔ ہر عہد کے متعلق باز پرس ہوگی" (۱۷ : ۳۴)
"اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے اقرار کو پورا کرو۔" (۵ : ۱)
"اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ جب تم عہد کرلو۔ اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد مت توڑو۔ اور تم نے اللہ کو اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے۔ (۱۶ : ۹۱)

مومنوں کی شناخت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے معاہدات کی پابندی کرتے ہیں۔ اور جب وعدہ کرتے ہیں۔ تو اسے وفا بھی کرتے ہیں۔ (قرآن مجید ۲۳ : ۸، ۵ : ۱)

جب ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان سے پوچھا "کیا وہ مدعی نبوت عہد شکنی کرتا ہے"۔ تو ابوسفیان نے جواب دیا نہیں۔

ابو رافع ایک قبطی غلام ہے۔ جو مکہ میں رہا کرتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ قریش نے مجھے رسول کریم صلعم کے پاس سفیر بنا کر بھیجا۔ جب میں آپ کے پاس گیا۔ اور آپ کا نورانی چہرہ دیکھا" تو اسلام کی صداقت میرے دل میں جاگزین ہوگئی۔ میں نے آپ سے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میں کبھی قریش کے پاس نہیں جاؤں گا"۔ آپ نے فرمایا کہ میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں۔ تم اب واپس لوٹ جاؤ۔ اگر وہاں بھی تمہارے قلب میں صداقت اسلام رہی۔ تو واپس آجانا۔ ابو رافع کا قول ہے کہ میں چلا گیا۔ پھر آپ کے پاس حاضر ہو کر ایمان لایا۔[۱]

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی کہ مکہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا۔ وہ اہل مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا۔ عین اس وقت جب کہ معاہدہ کی شرائط زیر تحریر تھیں۔ تو ابو جندل بیڑیوں میں جکڑا ہوا آپ کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے نہایت اطمینان سے کہا کہ اے ابو جندل صبر کرو ہم بد عہدی نہیں کر سکتے اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راستہ کھول دے گا۔[۲]

---

[۱] ابوداؤد۔ [۲] صحیح بخاری

Marfat.com

غزوہ بدر کے موقعے پر حذیفہ بن الیمان اور ابوجبیل دو صحابی مکہ سے آرہے تھے۔ راستہ میں کفار نے ان کو روک لیا کہ محمدؐ کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے انکار کیا۔ آخر اس شرط پر رہائی ملی کہ کہ وہ جنگ میں شریک نہ ہوں گے۔ جب وہ آپؐ کے پاس آئے۔ تو ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا تم دونوں واپس جاؤ۔ ہم بہرحال وعدہ وفا کریں گے۔ ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے[1]۔

صفوان بن امیہ آپؐ کا شدید دشمن تھا۔ فتح مکہ ہوا تو وہ بھاگ کر یمن چلا گیا عمیر بن وہب نے حاضر خدمت ہو کر ماجرا سنایا۔ آپؐ نے امان کے طور پر عمامہ دیا۔ عمیر عمامہ لے کر صفوان کے پاس گیا۔ اور کہا کہ بھاگنے کی ضرورت نہیں تم کو امان ہے۔ جب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا تو عرض کی کیا آپ نے مجھے امان دی ہے آپؐ نے فرمایا ہاں یہ سچ ہے۔

---

[1] صحیح مسلم باب الوفا بالعہد۔

Marfat.com

انصاف پسندی

انصاف پسندی کو شعار بنانا بہت مشکل کام ہے۔ جب فریقین میں سے ایک فریق اپنا دشمن ہو۔ اور دوسرا دوست۔ لیکن قرآن مجید میں آتا ہے۔

"یقیناً اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی فریق کی معاندانہ روش تم کو جادہ انصاف سے منحرف کر دے۔ خبردار انصاف کو مدنظر رکھو۔ کیونکہ معدلت تقوی سے قریب ہے" (قرآن مجید ۵:۹،۱۶:۸)

انصاف کے معاملہ میں آپؐ ایسے اعلیٰ اصول پر قائم تھے کہ دشمن اور دوست میں کوئی فرق نہ کرتے تھے۔

ایک دفعہ خاندان مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی۔ قریش کی عزت کے لحاظ سے لوگ چاہتے تھے کہ سزا سے بچ جائے۔ اور معاملہ دب جائے۔ حضرت اسامہ بن زید کو رسول کریم صلعم کے پاس سفارش کے لیئے بھیجا۔ آپؐ نے غضب آلود ہو کر فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی کی بدولت تباہ و برباد ہوئی کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے اور امراء سے درگزر کرتے تھے۔[1]

ابو حدرد اسلمی ایک صحابی تھے۔ ان پر ایک یہودی کا قرض تھا۔ صحابی بالکل مفلس اور نادار تھا۔ انہوں نے یہودی سے کچھ مہلت طلب کی لیکن وہ نہ مانا۔ ان کو پکڑ کر رسول کریم صلعم کی خدمت میں لے گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ان کا قرض ادا کر دو۔

انہوں نے عذر کیا۔ آپؐ نے پھر فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی جواب دیا۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ! خیبر کی مہم قریب ہے۔ شاید وہاں سے واپسی پر کچھ ہاتھ آ جائے تو میں ادا کر دوں۔ آپ نے پھر یہی حکم دیا کہ فوراً ادا کر دو۔ آخر اپنا تہبند اس یہودی کو قرض میں نذر کیا اور سر سے عمامہ کھول کر کمر سے لپیٹ لیا۔[2]

---

[1] صحیح بخاری [2] مسند احمد جلد ۳

Marfat.com

خیبر کی فتح کے بعد وہاں کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی۔ تو عبداللہ بن سہل ایک دفعہ کھجوروں کی بٹائی کے لیئے گئے۔ ان کے ساتھ ان کے چچیرے بھائی محیصہ بھی تھے۔ عبداللہ کو کسی نے قتل کر دیا۔ محیصہ نے آکر رسول کریم صلعم کے پاس جاکر استغاثہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم قسم کھا سکتے ہو کہ یہودیوں نے ان کو قتل کیا ہے۔ بولے ہیں نے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تو یہود سے حلف لیا جائے۔ بولے یہودیوں کی قسم کا اعتبار کیا وہ تو سو دفعہ جھوٹی حلف کھالیں گے۔ خیبر میں یہود کے سوا اور کوئی قوم نہ تھی۔ اور انہی میں سے کسی نے عبداللہ بن سہل کو قتل کیا ہے۔ چونکہ کوئی عینی شہادت نہیں تھی۔ اس وجہ سے آپؐ نے یہود سے تعرض نہیں فرمایا اور خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلوائے[1]۔

اپنی وفات سے چند روز قبل آپؐ نے اعلان فرمایا کہ اگر آپ کے ذمہ کسی کا کچھ آتا ہے۔ تو طلب کرے۔ کل جماعت خاموش رہی ایک شخص چند درہم کا متقاضی ہوا فوراً وہ رقم قلیل ادا کر دی گئی (ابن اسحاق)

ایک مرتبہ آپؐ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک جماعت آپ کے گرد تھی۔ ایک شخص نے اپنے بدن کا سارا بوجھ آپؐ پر ڈال دیا۔ آپ نے پتلی سی چھڑی سے اسے ہٹا دیا۔ لیکن چھڑی کی نوک سے اس کے چہرے پر خفیف سی خراش آگئی آپؐ نے فوراً اس سے فرمایا۔ مجھ سے انتقام لے سکتے ہو۔ اس نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! میں نے بطیب خاطر آپ کو معاف کیا۔ (ابن داؤد)

صفت ایثار

ویطعمون الطعام علی حبہ مسکیناً ویتیماً و اسیراً (قرآن)

اور خدا کا حب کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں۔

رسول کریم صلعم کی زندگی میں ایثار ایک نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

---

[1] یہ واقعہ بخاری نسائی وغیرہ میں باب القسامۃ میں باختلاف روایات مذکور ہے۔

Marfat.com

آپ کو اپنے بچوں سے بے حد محبت تھی۔ جب کبھی حضرت فاطمہؓ آپؐ سے ملنے آتی تھیں تو آپؐ فرطِ محبت سے کھڑے ہو جاتے تھے۔ پیشانی پر بوسہ دیتے تھے۔ تاہم حضرت فاطمہ کی عسرت اور تنگ دستی کا یہ حال تھا کہ گھر میں کوئی خادمہ نہیں تھی۔ خود چکّی پیستیں اور خود ہی پانی کی مشک بھر لاتیں۔ ایک دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں۔ لیکن اپنی تکالیف بیان کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے یہ حال عرض کیا اور درخواست کی۔ کہ فلاں غزوہ سے جو کنیزیں آئی ہیں۔ اُن میں سے ایک کنیز مل جائے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اصحاب صفہ کے لیئے کوئی تسلی بخش انتظام نہیں ہو سکا۔ اور جب تک اس طرف سے اطمینان نہ ہو جائے۔ اس وقت تک میں کسی طرف توجہ نہیں کر سکتا[1]۔

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے کسی امر کے متعلق درخواست کی۔ فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کو دوں اور اہل صفہ کو اس حال میں چھوڑ دوں کہ وہ بھوکے رہیں[2]۔

ایک روایت ہے کہ حضرت زبیرؓ کی دو صاحبزادیاں اور حضرت فاطمہؓ آپؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اپنے افلاس کی شکایت کی اور عرض کی کہ غزوہ میں جو کنیزیں آئی ہیں۔ اُن میں سے ایک دو ہم کو مل جائیں آپؐ نے فرمایا بدر کے یتیم تم سے پہلے درخواست کر چکے ہیں[3]۔

ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک چادر آپؐ کو تحفۃً پیش کی۔ اور آپؐ نے قبول فرما لیا۔ آپؐ کو اس چادر کی اشد ضرورت تھی۔ جب آپؐ زیب تن فرما چکے تو ایک شخص نے کہا۔ کیسی اچھی چادر ہے۔ آپؐ نے اُتار کر اس کو دے دی۔ لوگوں نے ملامت کی اور کہا۔ تم جانتے ہو کہ حضورؐ کو چادر کی ضرورت تھی اور آپؐ نے کبھی سائل کے سوال کو رد نہیں کیا۔ پھر تم نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں میں یہ دونوں باتیں جانتا تھا۔ لیکن میں نے حصول

---

[1] ابوداؤد [2] مسند احمد [3] ابوداؤد۔

Marfat.com

برکت کی غرض سے کیا ہے۔ میں وصیت کر جاؤں گا کہ مرنے کے بعد اس چادر کا مجھ کو کفن دیا جائے۔ اور اسی میں دفن کیا جائے۔ (بخاری)

ایک صحابی نے شادی کی۔ سامان ولیمہ کے لیئے گھر میں کچھ نہ تھا رسول کریمؐ نے فرمایا کہ عائشہؓ کے پاس جاؤ۔ اور آٹے کی ٹوکری مانگ لاؤ وہ صحابی گئے اور جا کر لے آئے۔ حالانکہ گھر میں اس ذخیرہ کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا۔ (مسند احمد جلد ۴)

ایک دفعہ ایک غفاری آکر مہمان ہوا۔ رات کو کھانے کے لیئے صرف بکری کا دودھ تھا۔ وہ آپؐ نے مہمان کو دے دیا۔ اور آپؐ نے تمام رات فاقہ میں بسر کی۔ حالانکہ اس سے پہلی شب میں بھی آپؐ فاقہ میں تھے۔

(مسند احمد)

مہمان نوازی

مہمان نوازی کی صفت بھی آپؐ میں کمال کو پہنچی ہوئی تھی۔ مہمان نوازی میں کافر و مسلمان میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک کافر مہمان ہوا۔ آپؐ نے بکری کا دودھ پلایا۔ .... وہ سارے کا سارا پی گیا۔ آپؐ نے دوسری بکری کا دودھ پلایا وہ بھی پی گیا۔ غرض سات بکریوں کا دودھ پلایا۔ جب تک وہ سیر نہ ہوا آپؐ پلاتے گئے۔ (صحیح مسلم)

صحابہ میں سے سب سے مفلس اور نادار اصحاب صفہ تھے۔ وہ مسلمانوں کے مہمان عام تھے۔ لیکن ان کو زیادہ تر خود آپؐ کے مہمان ہونے کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

اصحاب صفہ میں حضرت ابو ہریرہؓ اپنے فاقہ کی داستان بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز شدت گرسنگی کی حالت میں ایک گزرگاہ پر بیٹھ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ گزرے تو میں نے اُن سے ایک قرآن مجید کی آیت پوچھی۔ جس میں بھوکوں کے کھانے کی تعلیم تھی۔ لیکن وہ گزر گئے میری بھوک کی حالت کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ انہوں نے

Marfat.com

بھی توجہ نہ دی۔ اس کے بعد رسول کریم صلعم کا گزر ہوا۔ آپؐ دیکھ کر مسکرائے اور کہا کہ میرے ساتھ چلتے آؤ۔ آپؐ گھر پہنچ گئے تو دودھ کا پیالہ نظر آیا۔ آپؐ نے کہا کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔ میں اُن کو بلا لایا۔ تو آپؐ نے وہ دودھ سب میں تقسیم فرما دیا۔ (ترمذی)

مقداد کا بیان ہے کہ میں اور میرے دو رفیق اس قدر تنگ دست تھے کہ بھوک سے بینائی جاتی رہی ہم نے لوگوں سے گزارہ کی درخواست کی۔ لیکن کسی نے منظور نہیں کی۔ آخر ہم رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپؐ گھر سے آئے۔ اور تین بکریوں کو دکھا کر فرمایا کہ ان کا دودھ پیا کرو۔ چنانچہ ہم میں سے ہر ایک شخص دودھ دوہ کر اپنا اپنا حصّہ پی لیا کرتا تھا۔

رسول کریم صلعم نے مہمان نوازی کو اس قدر اہمیت دی ہے کہ اس کو ایمان کا ایک جزء قرار دیا۔ اور فرمایا "کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے اور جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ اپنے مہمان کا جائزہ عزت کے ساتھ دے" کہا گیا یا رسول اللہ اس کا جائزہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن کی ہے۔ اس کے آگے مہمان پر صدقہ ہوگا۔

جود و کرم

قرآن مجید میں آتا ہے۔

(۱) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ۔ (بقرہ ۱)

اور ہم نے جو روزی دی اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

(۲) وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ)

اور سوالی کو نہ ڈانٹ۔

آپؐ سائل کو کبھی رد نہ فرماتے۔ اگر کچھ بھی دینے کے لیئے پاس نہ

Marfat.com

ہوتا تو سائل سے عذر کرتے گویا کوئی شخص معافی چاہتا ہے۔

ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں آکر سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ نہیں۔ تم میرے نام پر قرض لے لو۔ میں پھر اسے اتار دوں گا حضرت عمرؓ نے کہا کہ خدا نے آپؐ کو یہ تکلیف نہیں دی کہ طاقت سے بڑھ کر کام کریں۔ آپؐ خاموش رہے۔ ایک انصاری نے پاس سے کہہ دیا یا رسول اللہ خوب داد و دہش کیجئے۔ رب العرش مالک ہے۔ عسرت کا کیا ڈر ہے۔ آپؐ ہنس پڑے۔ رخ مبارک پر خوشی و انبساط کی لہر دوڑ گئی۔ اور فرمایا کہ مجھے یہی حکم ملا ہے[1]۔

ایک بار ایک سائل کو آدھا وسق غلہ قرض لے کر دلایا۔ قرض خواہ تقاضا کے لیئے آیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسے ایک وسق غلہ دے دو۔ آدھا تو قرض کا ہے۔ آدھا ہماری طرف سے سخاوت کا[2]۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ اگر کوئی شخص مقروض مر جائے۔ اور مال نہ چھوڑے تو ہم اسے ادا کریں گے۔ اور اگر کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ حق وارثوں کا ہے[3]۔

ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ دو ہزار تک آپؐ کی بکریوں کا ریوڑ پھیلا ہوا ہے۔ اس نے درخواست کی۔ آپؐ نے سب کی سب دے دیں۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جاکر کہا کہ اسلام قبول کر لو۔ محمد (صلعم) ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

(صحیح مسلم)

ایک مرتبہ عین اقامت نماز کے وقت ایک بدو آیا اور آپؐ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری ایک حاجت باقی رہ گئی ہے۔ خوف ہے کہ میں اس کو بھول نہ جاؤں اس کو پورا کر دیجئے۔ چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس کی حاجت پوری کر کے آئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری)

---

[1] شفا صفحہ ۵ بحوالہ شمائل ترمذی [2] عن ابی ہریرۃ شفا صفحہ ۵ [3] صحیح بخاری کتاب الفرائض

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ نے حضرت عمرؓ سے اونٹ خریدا۔ پھر اسی وقت حضرت عبداللہ بن عمر کو دے دیا۔ حضرت جابرؓ کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ مذکور ہے۔ (بخاری)

کسی غزوہ میں ۱۳۰ صحابہ ہمراہ تھے۔ آپؐ نے ایک بکری ذبح کروائی۔ اور کلیجی کے بھوننے کا حکم دیا۔ وہ تیار ہوئی تو تمام صحابہ میں تقسیم فرمایا، جو لوگ موجود نہ تھے۔ ان کا حصہ الگ محفوظ رکھا۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ ایک رات وہ آپؐ کے ساتھ ایک راستہ سے گزر رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ابوذرؓ اگر اُحد کا پہاڑ میرے لیئے سونا ہو جائے۔ تو میں کبھی یہ پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گزر جائیں۔ اور میرے پاس دینار بھی رہ جائے۔ لیکن وہ دینار جس کو میں ادائے قرض کے لیئے چھوڑ دوں۔[1]

ایک بار عصر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول فوراً گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ اور پھر فوراً نکل آئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا۔ آپؐ نے فرمایا مجھ کو نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں ہے۔ گمان ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے۔ سونا گھر میں پڑا رہ جائے۔ اس لیئے جا کر اس کو خیرات کر دیا ہے۔[2]

غزوہ حنین میں جو کچھ ملا آنحضرت اس کو خیرات فرما کر واپس آرہے تھے۔ راہ میں بدوؤں کو خبر ہوئی کہ ادھر سے آپ کا گزر ہونے والا ہے۔ آس پاس سے دوڑ دوڑ کر آئے اور لپٹ گئے کہ ہمیں عنایت ہو آپؐ بھیڑ سے گھبرا کر ایک درخت کی آڑ میں کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے چادر تھام لی۔ بالآخر اس کشاکش میں چادر اتر کر ان کے ہاتھ میں رہ گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری چادر دے دو۔ خدا کی قسم اگر ان جنگلی درختوں کے برابر بھی اونٹ میرے پاس ہوتے تو میں سب تم کو دے دیتا اور پھر مجھ کو بخیل نہ پاتے نہ دروغ گو نہ نامرد۔[3]

۱؎ صحیح بخاری کتاب الاستقراض ۔ ۲؎ صحیح بخاری الفکر الرجل الشئی فی الصلوۃ ۔ ۳؎ بخاری

Marfat.com

شرم وحیا

قرآن مجید میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ ذالکم کان یوذی النبی فیستحی منکم (احزاب)

یعنی تمہاری اس بات سے رسول کو ایذا پہنچتی ہے تو تم سے شرماتا ہے

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ پردہ نشین لڑکی سے بڑھ کر نبی کریم صلعم میں حیا تھی۔ شرم وحیا کا اثر آپؐ کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا تھا۔ جب کوئی ایسی بات حضورؐ کے سامنے کی جاتی جس کو آپؐ ناپسند فرماتے تو چہرے سے فوراً معلوم ہو جاتا۔[1]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ اگر کسی شخص کی کوئی حرکت نبی کریم صلعم کو پسند نہ آتی۔ تو اُس کا نام لے کر منع نہ فرماتے۔ بلکہ عام الفاظ میں اس قسم حرکت وفعل سے منع فرما دیتے تھے[2]

جب کوئی عذر خواہ سامنے آکر معافی کا طالب ہوتا۔ تو رسول کریم شرم سے گردن مبارک جھکا دیتے۔[3]

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول کریم صلعم کی برہنگی کو کبھی نہیں دیکھا۔

ایک دفعہ فرمایا کہ حمام سے احتراز کرو۔ لوگوں نے عرض کی کہ حمام میں نہانے سے میل اترتا ہے۔ اور بیماری میں فائدہ ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ تو پردہ کر لیا کرو۔

عرب میں جائے ضرورت نہ تھے۔ لوگ میدانوں میں رفع حاجت کے لیے جاتے اور پردہ نہیں کرتے تھے۔ آمنے سامنے بیٹھ کر ہر قسم کی باتیں کرتے رہتے۔ آپؐ نے اس کی سخت ممانعت کی۔ اور فرمایا کہ خدا اس سے ناراض

---

[1] صحیح بخاری [2] شفاء صـ۶۸ [4] ابو داؤد۔

[3] شفاء صـ۶۸

ہوتا ہے۔

حیا اسلام کا ایک مخصوص اخلاقی وصف بن گیا ہے۔ اس وجہ سے آپؐ نے فرمایا کہ ہر دین کا ایک خاص خلق ہوتا ہے۔ اور اسلام کا خلق حیا ہے۔ (موطا امام مالک کتاب الجامع باب ماجاء فی الحیاء)

ایک اور حدیث ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ ایمان کی کچھ اوپر ساٹھ شاخیں ہیں۔ اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے (صحیح بخاری کتاب الایمان)

عفو و حلم

فاعف عنھم واصفح ان اللہ یحب المحسنین۔

پس ان کو معاف کر اور درگزر کر بیشک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کو چاہتا ہے

رسول کریمؐ عفو کی صفت سے اس قدر متصف تھے کہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ آپؐ کو قرآن میں یہ حکم دیا جاتا ہے۔ خذ العفو جس کی تفسیر یوں بتائی گئی ہے کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ جو شخص تم کو محروم کرتا ہے۔ اسے تم دو۔ اور جو شخص تم پر ظلم کرتا ہے۔ اسے معاف کرو۔ عفو کی تعلیم دینے والے دنیا میں بہت گذرے ہیں۔ لیکن اس صفت کو اپنے عمل سے ظاہر کرنے والے بہت کم ہیں۔

صحیحین میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا۔ بجز اس صورت کے کہ اس نے احکام الٰہی کی توہین کی ہو۔¹

جنگ احد میں آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے۔ روئے مبارک زخمی ہو گیا۔ آپ گر گئے۔ بعض صحابہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہؐ۔ ان لوگوں پر جنہوں نے خدا کے رسول کو ستایا اور دکھ دیا ہے۔ بددعا کیجیئے۔ فرمایا مجھے لعنت کرنے کے لیئے نہیں بھیجا۔ بلکہ رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپؐ نے

ے ابو داؤد وابن ماجہ ے صحیح بخاری کتاب الادب۔

Marfat.com

دُعا کی۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت دے۔ کیونکہ وُہ نہیں جانتے۔ کس قدر دل میں رحمت۔ عفو کا جوش ہے کہ دشمن ایذا دینے پر تُلا ہوا ہے۔ اور آپ اپنے دشمنوں کے لیئے دُعا ہدایت و مغفرت کر رہے ہیں۔

عفو کی بے نظیر مثال فتح مکہ کے دن تھی۔ وہ دشمن جس نے آپ کو ہر قسم کی تکلیف دی۔ سوشل بائیکاٹ کر کے شعب ابی طالب میں محصور کر دیا۔ قتل کے منصوبے کیئے۔ شہر سے نکال دیا۔ جب وہ مغلوب ہو کر سامنے آتے ہیں تو سراپائے حلم و عفو انسان لا تثریب علیکم الیوم کہہ کر تمام خطاؤں کو معاف کر دیتا ہے۔

جس زمانہ میں آپؐ فتح مکہ کے لیئے تیاریاں کر رہے تھے۔ اس بات کا خاص خیال فرما رہے تھے کہ قریش کو ہمارے ارادہ کی خبر نہ ہو۔ حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش کو اطلاع دینے کے لیئے ایک عورت کو خط دے دیا۔ جب آپؐ کو خبر ہوئی۔ تو حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو عورت کو پکڑ لانے کے لیئے بھیجا۔ آپؐ نے حاطب کو بلا کر دریافت فرمایا تو انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا۔ اگر کوئی اور بادشاہ ہوتا۔ تو فوجی راز کو افشا کرنے کے جرم میں اُن کو قتل کر دیتا۔ لیکن آپؐ نے اس لیئے معاف فرما دیا کہ یہ بدری صحابی ہے۔ عورت جو اس جرم میں شریک تھی۔ اس سے بھی کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔[1]

آپؐ کی محبوب ترین زوجہ حضرت عائشہؓ پر منافقین نے تہمت لگائی خود خدا تعالیٰ نے واقعہ کی تکذیب کی۔ عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین کو اس بنا پر چھوڑ دیا گیا تھا کہ اس کو تہمت لگانے کا اقرار نہ تھا۔ اور ثبوت کے لیئے شرعی شہادت موجود نہ تھی۔ اگر دنیا کا کوئی اور بادشاہ ہوتا تو وہ عبداللہ ابی سلول کو اس کے کیفر کردار تک پہنچاتا۔ نبوت کے دسویں سال جب رسول کریم صلعم طائف کو دعوتِ اسلام دینے کے لیئے گئے مگر بجائے رُو براہ

---

[1] صحیح بخاری فتح مکہ

Marfat.com

ہونے کے انہوں نے سنگ باری سے استقبال کیا۔ اور نعلین مبارک خون آلودہ ہوگئیں۔ جب آپ واپس ہوئے تو راستہ میں فرشتہ نے آکر کہا۔ یا محمد! اگر آپ حکم دیں تو اس پہاڑ کو ان پر الٹ دوں۔ آپ نے جواب دیا کہ میں ان کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے[1]

حضرت جابر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم رسول کریم صلعم کے ہمراہ تھے۔ واپس آتے ہوئے ایک گھنے جنگل میں دوپہر کاٹی۔ آپ ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ اور تلوار ایک درخت سے لٹکائی۔ اسی اثنا میں آپ نے آواز دی۔ تمام صحابہ اکٹھے ہوئے۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بدو سامنے کھڑا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا۔ اس نے آکر میری تلوار کھینچ لی۔ اور میں بیدار ہوا تو یہ تلوار سونتے میرے سرہانے کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔ "تجھ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے"۔ میں نے کہا۔ اللہ یہ سن کر اس نے تلوار نیام میں کر لی۔ آپ نے اس کو سزا نہ دی[2]۔ اس اعرابی کا نام غورث بن حارث تھا۔

ایک شخص نے رسول کریم صلعم سے آکر پوچھا کہ یا رسول اللہ میں اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں۔ آپ پہلے تھوڑی دیر خاموش رہے اس نے پھر یہی پوچھا۔ تب آپ نے فرمایا "ہر روز ستر دفعہ اس سے آپ کی تعداد کی تحدید مقصود نہیں بلکہ عفو کی کثرت۔

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ عفو کرنے سے رعب و وقار ختم ہو جاتا ہے۔ غلط بات ہے غصے سے عارضی طور پر رعب ماتحتوں پر بیٹھ جاتا ہے۔ لیکن پائیدار عزت کسی کے دل میں نہیں بیٹھتی۔ اسی لیے آپ نے فرمایا۔ وَمَا زَادَ اللّٰہُ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو درگزر سے کام لیتا ہے۔ انہیں عزت میں بڑھاتا ہے۔ (ترمذی ابواب

---

[1] صحیح بخاری [2] صحیح بخاری کتاب الجہاد

Marfat.com

ابو داؤد الصلٰوۃ باب ماجاء فی التواضع)

دشمنوں سے عفو و درگزر

دنیا میں بہت ہی کم آدمی ملیں گے کہ جو اپنے دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو اور درگزر سے کام لیں۔ لیکن یہ وصف رسول کریمؐ میں فراواں تھا۔

فتح مکہ کے دن دشمنوں سے انتقام لینے کا موقع تھا۔ لیکن لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء کہہ کر چھوڑ دیا۔

وحشی نے رسول کریم صلعم کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہؓ کو جنگ احد میں قتل کیا۔ فتح مکہ کے بعد وہ طائف بھاگ گیا۔ آخر طائف نے بھی سر اطاعت خم کیا۔ وحشی کے لیے یہ بھی جائے امن نہ رہا۔ لیکن اس نے سنا تھا کہ رسول کریمؐ سفراء سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتے۔ ناچار خود بارگاہ رحمت میں حاضر ہوا۔ اور اسلام قبول کیا۔ آپؐ نے صرف اس قدر فرمایا کہ میرے سامنے نہ آیا کرنا تم کو دیکھ کر چچا کی یاد آتی ہے[1]۔

ہند زوجہ ابو سفیان جس نے حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبایا تھا۔ فتح مکہ کے دن نقاب پوش آئی۔ لیکن رسول کریم صلعم پہچان نہ سکے اور بیعت کر کے سند امان حاصل کر لی۔ پھر اس موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ آئی۔ آپؐ نے ہند کو پہچان لیا۔ لیکن حضرت حمزہ کے واقعہ کا ذکر نہ کیا۔

ہبار بن الاسود وہ شخص تھا۔ جس نے آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو اونٹ سے گرایا تھا۔ جس سے ان کو سخت چوٹ آئی۔ اور حمل ساقط ہو گیا۔ اس کے علاوہ اس کے اور بھی بہت جرائم تھے۔ اس بنا پر فتح مکہ کے دن ہبار اشتہاری قاتل میں داخل تھا۔ وہ ایران بھاگ جانا چاہتا تھا۔ آخر پیکر عفو کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ میں ایران بھاگ جانا چاہتا تھا۔ لیکن پھر آپ کے احسانات اور حلم اور عفو یاد آئے

---

[1] صحیح بخاری قتل حمزہ۔

Marfat.com

مجھے اپنے قصور کا اعتراف ہے۔ اب اسلام سے مشرف ہونے آیا ہوں۔ رحمتِ عالم نے اس کو معاف فرما دیا۔

کفارِ مکہ نے آپ اور آپ کے رفقاء کو تین سال شعب ابی طالب میں محصور رکھا۔ غلہ کا ایک دانہ اندر پہنچ نہ سکتا تھا۔ بچے بھوک سے بلبلاتے تھے۔ لیکن ان کے سنگ دلوں میں جذبہ رحم مفقود ہو چکا تھا۔ لیکن رحمتِ عالم نے اس کے معاوضہ میں قریش کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ مکہ میں غلہ یمامہ سے آتا تھا۔ وہاں کا سردار ثمامہ بن اثال مسلمان ہو گیا تھا۔ کفار نے تبدیل مذہب پر طعنہ دیا۔ انہوں نے کہا۔ خدا کی قسم آپ لوگ رسول اللہ کی اجازت کے بغیر ایک دانہ بھی مکہ نہیں جانے دوں گا۔ اس بندش سے مکہ میں اناج کا قحط پڑ گیا۔ آخر گھبرا کر قریش آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضور نے کہلا بھیجا کہ بندش اٹھا لو۔ چنانچہ بدستور غلہ آنے لگا۔

Marfat.com

کفار اور مشرکین سے حسن سلوک

مستشرقین کہتے ہیں کہ جب تک اسلام ضعیف تھا۔ اس وقت تک محبت اور لطف و آشتی کی تعلیم دیتا رہا۔ اس لیئے چند ایسے واقعات اس زمانہ کے حسنِ سلوک کے بیان کیئے جاتے ہیں جب اسلام کو پورا غلبہ حاصل ہو چکا تھا۔

حضرت ابو ھریرہؓ کا روایت کرتے ہیں ایک شب کو ایک کافر رسول کریم صلعم کا مہمان ہوا۔ تو وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپؐ نے کوئی تنغص ظاہر نہ فرمائی۔ اسی حسنِ سلوک کا یہ اثر ہوا کہ وہ صبح کو مسلمان تھا۔ اور صرف ایک بکری کے دودھ پر قانع ہو گیا۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ کی والدہ کافرہ تھیں۔ مدینہ میں بیٹے کے ساتھ رہتی تھیں۔ جہالت میں رسول کریم صلعم کو گالیاں دیتی تھیں۔ ابو ہریرہؓ نے آپؐ کی خدمت اقدس میں بیان کیا۔ آپؐ نے بجائے غیظ و غضب کے ان کی والدہ کے لیئے دعا کی۔[2]

عبد اللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین سے ہمیشہ حسن سلوک سے پیش آتے حالانکہ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔ مخالفین کو مسلمانوں کے مخفی رازوں کی خبر دیتا رہتا تھا۔ آپ اس کے تمام حالات سے واقف تھے۔ پھر بھی اس کو ہمیشہ دامن عفو میں پناہ دیتے رہے۔

یہود و نصاریٰ کے ساتھ برتاؤ

ایک دفعہ ایک یہودی نے بازار میں کہا۔ "قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔

---

[1] جامع ترمذی ان المؤمن یاکل فی معاء واحد۔

[2] صحیح بخاری

Marfat.com

ایک صحابی سن رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا محمد صلعم سے بڑا ہیں یہودی نے کہا ہاں۔ انہوں نے یہودی کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا وہ یہودی سیدھا آپؐ کے پاس آیا۔ اور واقعہ عرض کیا۔ آپؐ نے صحابی پر اظہار ناراضی کیا۔ (بخاری)

ایک یہودی لڑکا بیمار ہوا۔ آپ اس کی عیادت کے لیے گئے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے باپ کی طرف دیکھا۔ گویا باپ کی رضامندی دریافت کی۔ باپ نے کہا جو آپؐ فرماتے ہیں۔ اس پر عمل کر۔ چنانچہ اس نے کلمہ پڑھا۔[1]

ایک دفعہ سرراہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ تو آپ کھڑے ہو گئے۔[2]

ایک دفعہ چند یہودی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو سلام علیکم کے بجائے السام علیکم (تم پر موت) کہا۔ حضرت عائشہؓ نے غصہ سے جواب دیا، لیکن پیکر رحمت نے روکا۔ اور فرمایا "عائشہ بدزبان نہ ہو۔ نرمی کرو۔ اللہ ہر بات میں نرمی پسند کرتا ہے۔"[3]

نصاریٰ کا وفد نجران سے مدینہ آیا۔ آپؐ نے ان کی مہمانداری کی۔ مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی۔ مسجد میں ہی اپنے طریق پر نماز پڑھنے کی اجازت دی۔ جب مسلمانوں نے ان کو اس کام سے روکنا چاہا۔ تو آپؐ نے منع فرمایا۔[4]

غریبوں سے شفقت

خلق عظیم میں امیر و غریب۔ شاہ و فقیر میں کوئی تمیز نہ تھی۔ تمام پر ابر شفقت یکساں برستا تھا۔

ایک دفعہ تقاضائے بشریت سے آپ کا فعل اس کے خلاف ہوا

---

[1] صحیح بخاری [2] صحیح بخاری کتاب الجنائز [3] صحیح مسلم کتاب الادب

[4] ملکہ تہذیب اسعاد۔

Marfat.com

تو خدا تعالےٰ کی طرف سے باز پرس ہوتی۔ مکہ کا واقعہ ہے کہ رسول کریمؐ چند اکابر قریش کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ اتفاق سے عبداللہ ابن ام کلثوم جو آنکھوں سے معذور تھے۔ آ نکلے۔ وہ بھی آپؐ سے باتیں کرنے لگے۔ روسائے قریش کو یہ برابری ناگوار گزری آپؐ نے اس امید پر کہ شاید یہ روسا اسلام کی سعادت کو قبول کر لیں۔ ابن ام کلثوم کی طرف توجہ نہ دی۔ لیکن خدا کو یہ انتہا پسند نہ آیا اور آیت نازل ہوئی۔

عبس و تولی ہ ان جاءہ الاعمیٰ ہ وما یدریک لعلہ یزکی ہ (عبس)

پیغمبر نے ترش روئی کی اور منہ پھیر لیا کہ اس کے پاس ایک اندھا آیا۔ اے پیغمبر! تجھے کیا خبر کہ شاید وہ تیری باتوں سے پاک ہو جائے۔

رسول کریم صلعم ان کو لے کر حرم میں نماز پڑھنے جاتے تھے۔ اور کفار دیکھ کر استہزاء کرتے تھے۔

اھو لاء منّ اللہ علیھم من بیننا

یہی وہ لوگ ہیں۔ جن پر خدا نے ہم لوگوں کو چھوڑ کر احسان کیا ہے۔

آپؐ ان کے استہزاء کو بطیب خاطر برداشت کرتے تھے۔

رسول کریم صلعم اکثر دعا کیا کرتے تھے "خداوندا! مجھے مسکین زندہ رکھ۔ مسکین اٹھا۔ اور مسکینوں ہی کے ساتھ میرا حشر کر"

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا۔ یہ کیوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس لیے کہ یہ دولت مندوں سے پہلے جنت میں جائیں گے"۔ پھر فرمایا۔ "اے عائشہ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نامراد نہ پھیرو۔ گو چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ اے عائشہ غریبوں سے محبت رکھو۔ اور ان کو اپنے نزدیک کرو۔ تو خدا بھی تم کو اپنے سے نزدیک

Marfat.com

کرے گا[1]

عوالی میں ایک غریب عورت رہتی تھی۔ وہ بیمار ہو گئی۔ اس کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ خیال تھا کہ وہ آج کسی وقت مرجائے گی۔ آپ نے لوگوں سے کہا کہ جب وہ مرجائے تو اطلاع دینا۔ کچھ رات گئے وہ عورت فوت ہو گئی۔ جنازہ جب تیار ہو گیا۔ تو آپؐ آرام فرما رہے تھے۔ صحابہ نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ خیال کیا۔ رات کو نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ صبح ہوئی تو آپؐ نے دریافت فرمایا۔ صحابہؓ نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ آپ سن کر کھڑے ہوئے۔ اور صحابہ کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر دوبارہ نماز جنازہ ادا کی۔[2]

حضرت جریر روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ رسول کریمؐ کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے ایک قبیلہ مسافر وارد حاضر خدمت ہوا۔ ان کی ظاہری حالت بہت خراب تھی۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اضطراب میں آپؐ گھر کے اندر گئے۔ پھر باہر آئے۔ حضرت بلالؓ کو اذان کے لئے حکم دیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا۔ اور اُن مفلسوں کی مدد کے لئے آمادہ کیا۔[3]

بچوں پر شفقت

بچوں سے بہت پیار کرتے۔ آپ کا معمول تھا۔ سفر سے تشریف لاتے۔ تو راستہ میں جو بچے ملتے۔ ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے۔ بچوں کو خود سلام کرتے۔

ایک دن خالد بن سعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ ان کی چھوٹی لڑکی بھی ساتھ تھی۔ سرخ رنگ کا کرتہ جسم پر تھا۔ آپؐ نے فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ باب فضل الفقراء بروایت ترمذی۔ [2] سنن نسائی کتاب الجنائز باب الصلوٰۃ فی اللیل۔ [3] صحیح مسلم صدقات

Marfat.com

سنہ سنہ حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں۔

لڑکی مہر نبوت سے کھیلنے لگی۔ خالد نے ڈانٹا۔ رسول کریمؐ نے روکا کہ کھیلنے دو۔[1]

ایک صحابی کا بیان ہے کہ بچپن میں انصار کے نخلستان میں چلا جاتا ڈھیلوں سے مار کر کھجوریں گراتا۔ لوگ مجھ کو پکڑ کر آپؐ کی خدمت اقدس میں لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ڈھیلے کیوں مارتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ کھجوریں کھانے کے لیئے۔ آپؐ نے فرمایا کھجوریں جو زمین پر ٹپکتی ہیں۔ ان کو کھا لیا کرو۔ ڈھیلے نہ مارو۔ یہ کہہ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔ (ابو داؤد)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلعم فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں۔ دفعتاً صف سے کسی بچے کی رونے کی آواز آتی ہے تو نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہوگی۔[2]

آپؐ کا معمول تھا کہ جب کوئی فصل کا نیا میوہ آپؐ کی خدمت میں پیش کرتا۔ تو حاضرین میں سے سب سے کم عمر والے بچے کو عنایت فرماتے۔[3] بچوں کو چومتے اور ان سے پیار کرتے ایک دفعہ آپؐ اسی طرح پیار کر رہے تھے۔ باہر سے ایک بدو آیا۔ اس نے کہا۔ تم لوگ بچوں کو پیار کرتے ہو۔ میرے دس بچے ہیں۔ میں نے اب تک کسی سے پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اگر تمہارے دل سے محبت چھین لے۔ تو میں کیا کر دوں"۔ (صحیح بخاری کتاب الادب)

جابر بن سمرہ صحابی اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے رسول کریم صلعم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ اپنے گھر کی طرف چلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ ادھر سے چند اور لڑکے

---

[1] بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۸ [2] بخاری کتاب الصلوٰۃ۔
[3] معجم صغیر طبرانی

Marfat.com

بھی آپؐ کے پاس آ گئے۔ آپؐ نے سب سے پیار کیا۔ اور مجھے بھی پیار کیا۔ (صحیح مسلم)

ہجرت کے موقعہ پر جب آپؐ مدینہ میں داخل ہوئے۔ تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں خوشی سے گھروں سے نکل کر گیت گا رہی تھیں جب آپؐ گزرے تو فرمایا۔ "اے لڑکیو! تم مجھے پیار کرتی ہو۔ سب نے کہا: ہاں یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا۔ میں بھی تمہیں پیار کرتا ہوں"۔

یہ شفقت اور پیار کی بارش صرف مسلمان بچوں پر ہی نہیں برستی تھی بلکہ مشرکین کے بچے بھی اسی طرح لطف اندوز ہوتے تھے۔

ایک دفعہ ایک غزوہ میں چند بچے مارے گئے۔ آپؐ کو خبر ہوئی تو آپؐ آزردہ ہوئے۔ ایک صحابی نے عرض کیا۔ یارسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مشرکین کے بچے بھی تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ خبردار بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہر جان خدا کی فطرت پر پیدا ہوتی ہے۔[۱]

غلاموں پر شفقت

رسول کریم صلعم غلاموں پر خصوصیت کے ساتھ شفقت فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جو خود کھاتے ہو۔ وہ ان کو کھلاؤ جو خود پہنتے ہو۔ وہ ان کو پہناؤ"۔

آپؐ کی ملکیت میں جو غلام بھی آتا۔ آپؐ اس کو ہمیشہ آزاد کر دیتے تھے حضرت زید بن حارثہ غلام تھے۔ آپؐ نے ان کو آزاد کر دیا۔ ان کے باپ ان کو لینے آئے۔ لیکن انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔

غلاموں کو لفظ "غلام" سے تکلیف محسوس ہوتی تھی۔ اس وجہ سے آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ میرا غلام۔ میری لونڈی نہ کہا کرو۔ بلکہ میرا بچہ۔ اور میری بچی کہا

---

[۱] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۴۳۵

Marfat.com

کرو۔ غلام بھی اپنے آقا کو خداوند نہ کہیں۔ بلکہ آقا کہیں۔

رسول کریمؐ صلعم نے مرض الموت میں بھی آخری یہ وصیت فرمائی تھی کہ وہ غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا۔

حضرت ابوذرؓ کے پاس ایک عجمی غلام تھا۔ انہوں نے غلام کو بُرا بھلا کہا۔ غلام نے خدمت اقدس میں آکر شکایت کی۔ آپؐ نے ابوذرؓ کو بلا کر زجر فرمایا کہ تم میں اب تک جاہلیت باقی ہے۔ یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو اُن پر فضیلت عطا کی ہے۔ اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں۔ تو اُن کو بیچ ڈالو۔ خدا کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔ جو خود کھاؤ وہ اُن کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ۔ ان کو ان کی طاقت سے باہر کام نہ دو۔ خود بھی اُن کے کام میں اعانت کر دو۔ (بخاری)

ایک شخص آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں غلاموں کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں۔ آپؐ خاموش رہے۔ اُس نے پھر عرض کی۔ آپؐ پھر خاموش رہے۔ اُس نے جب تیسری بار عرض کی آپؐ نے فرمایا۔ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔

ایک دفعہ حضرت ابومسعودؓ انصاری اپنے غلام کو مار رہے تھے۔ آواز آئی۔ ابومسعود! تم کو جس خدا نے اس غلام پر اختیار دیا ہے۔ خدا کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے۔ ابومسعودؓ نے مڑ کر دیکھا۔ تو رسول کریم صلعم تھے۔ ابومسعودؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے ابتغاء لمرضات اللہ اس غلام کو آزاد کیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ اگر تم ایسا نہ کرتے۔ تو نار جہنم تم کو چھو لیتی۔

لوگ غلاموں کا بیاہ کر دیتے تھے۔ پھر جب چاہتے تھے۔ جبراً ان میں تفریق کر دیتے تھے۔ ایک شخص نے اپنی لونڈی سے اپنے غلام کی شادی کر دی۔ پھر دونوں میں تفریق کرانا چاہی۔ غلام نے خدمت اقدس میں آکر شکایت کی۔

آپؐ نے خطبہ دیا کہ لوگ کیوں غلاموں کا نکاح کر کے پھر تفریق کرانا

Marfat.com

چاہتے ہیں۔ نکاح و طلاق کا حق صرف شوہر کو ہے۔[1]

مستورات کے ساتھ برتاؤ

عاشروھن بالمعروف (النساء)

عورتوں کے ساتھ اچھے طریقہ سے برتاؤ کرو۔

انسانی سوسائٹی کی خوشی کا معیار اس کے گھروں کی مجموعی خوشی پر ہے۔ گھر انسانی تہذیب میں بنیاد کا کام دیتا ہے۔ اس لیئے رسول کریم صلعم نے مرد اور عورت کے صحیح مرتبہ اور ان کے باہمی تعلقات پر پوری پوری روشنی ڈالی۔

آپ کی بعثت سے قبل عورت کو ایک غلام کا مرتبہ دیا جاتا تھا۔ جائداد کا ایک حصہ سمجھی جاتی تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا۔ آپ نے عورت کو سوسائٹی میں ایک بلند مقام دیا۔

آپ فرماتے ہیں۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد پر حاکم ہے۔ (بخاری)

اپنے ایک صحابی کو آپ نے فرمایا۔

تیرے جسم کا تجھ پر حق ہے اور تیری روح کا تجھ پر ایک حق ہے۔ اور تیری بیوی کا تجھ پر ایک حق ہے۔ (بخاری)

بیوی کے ساتھ نیک سلوک بلند اخلاق کا معیار ٹھہرایا گیا۔

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی

تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو اپنی بیوی سے بہترین سلوک کرتا ہے میں تم سب لوگوں سے اپنی بیوی سے اچھا سلوک کرتا ہوں۔

خطبہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا۔

---

[1] سنن ابن ماجہ کتاب الطلاق۔

Marfat.com

"اے لوگو! تمہارے کچھ حقوق بیویوں پر ہیں۔ اور ایسے ہی ان کے حقوق تم پر ہیں۔ وہ تمہارے ہاتھ میں اللہ کی امانتیں ہیں۔ سو ان کے ساتھ بہت مہربانی کا سلوک کرو۔"

آپؐ کا عمل بھی آپؐ کے ارشادات کی عکاسی کرتا ہے۔

رسول کریم صلعم کی صحبت میں چونکہ ہر وقت مردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ عورتوں کو نصائح سننے کا کوئی موقع نہیں ملتا تھا۔ مستورات نے آکر درخواست کی۔ تو آپؐ نے ان کے لئے ایک خاص دن مقرر کر دیا۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے گھر میں آپؐ منہ ڈھانک کر سوئے ہوئے تھے۔ عید کا دن تھا۔ لڑکیاں گا رہی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ آئے تو ان کو ڈانٹا۔ آپؐ نے فرمایا، "ان کو گانے دو۔ ان کی یہ عید کا دن ہے۔"[1]

انجشہ نام ایک حبشی غلام حدی خوان تھا۔ ایک دفعہ سفر میں ازواج مطہرات ساتھ تھیں۔ اونٹ تیز چلنے لگے۔ تو آپؐ نے فرمایا۔

ویحک یا انجشہ رویدک بالقوارير (بخاری)

انجشہ دیکھنا شیشوں کو آہستہ لے چل۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق مکہ میں حضرت زبیرؓ بن العوام کے نکاح میں آئیں۔ جب مدینہ میں آئیں۔ تو اس وقت حضرت زبیرؓ کی حالت بہت سقیم تھی۔ صرف ایک گھوڑا تھا۔ حضرت اسماء خود گھوڑے کے لئے جنگل سے گھاس لاتیں۔ اور کھانا تیار کرتی تھیں۔ حضرت زبیر کو جو زمین رسول کریم نے دی تھی۔ وہ مدینہ سے دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر اٹھا کر لاتیں۔ ایک دن وہ گٹھلیاں لیئے ہوئے آ رہی تھیں۔ رسول کریم صلعم نے دیکھ لیا۔ آپؐ اونٹ پر سوار تھے۔ اونٹ کو بٹھایا۔ اور اسماء کو سوار کیا۔ حضرت اسماء شرمائیں۔ آپؐ یہ دیکھ کر آگے

---

[1] مسلم کتاب العیدین

Marfat.com

بڑھ گئے۔

حضرت اسماء کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت ابوبکر نے ایک خادم بھیجا جو گھوڑے کی خدمت کرتا تھا۔ اس طرح صدیق اکبر نے مجھے غلامی سے آزاد کر دیا۔ (بخاری)

یتامیٰ و بیوگان پر شفقت

رسول کریم صلعم یتامیٰ اور بیوگاں پر ہمیشہ دست شفقت رکھتے اور صحابہ کو شفقت سے پیش آنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک دفعہ فرمایا۔ میں اور یتیم کا متکفل خواہ یتیم اس کے رشتے داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے۔ بہشت میں یوں ہوں گے۔[1] آپ نے اپنی انگشت سبابہ وسطی کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا تھا۔ جس مراد یہ تھا کہ میں اور یتیم کا متکفل قریب قریب ہوں گے۔

حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو شخص محض لوجہ اللہ کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ اس کے لیئے ہر بال کے مقابلہ میں جس پر اس کا ہاتھ پھیرتا ہے۔ نیکیاں ہیں۔ اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے ساتھ جو اس کی کفالت میں ہو۔ نیکی کرتا ہے۔ میں اور وہ بہشت میں ان دو انگلیوں کی مانند ہوں گے۔[2] (آپ نے سبابہ و وسطی کو اشارہ فرمایا)

حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیار روایت کرتی ہیں کہ جس دن حضرت جعفر غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ میں اس دن چالیس کھالوں کی دباغت کر چکی تھی۔ اور بچوں کو نہلا چکی تھی۔ اتنے میں رسول کریمؐ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا۔

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

[2] مشکوٰۃ بحوالہ احمد ترمذی۔ باب الشفقۃ

Marfat.com

جعفر کے بچے کہاں ہیں۔ میں نے ان کو حاضر خدمت کیا۔ آپ نے اُن کو سینے سے لگا لیا۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور آپ رو پڑے۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! شاید جعفر شہید ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ یہ سن کر میں چلانے لگی۔ عورتیں جمع ہو گئیں۔ فرمانے لگے اسماء! لغو نہ بول۔ اور سینہ کو بی نہ کر۔ پھر آپ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ بولیں۔ ہائے میرے چچا۔

آپ نے فرمایا کہ جعفر جیسے پر عورتوں کو رونا چاہیئے[1]

بیوگان اور مساکین کی خبرگیری کا ثواب یوں بیان فرمایا۔ "بیوگان اور مساکین پر خرچ کرنے والا خدا کے راستہ میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے"[2]

حیوانات پر رحمت وشفقت

رسول کریم صلعم کی رحمت وشفقت کی بارش صرف انسانوں پر ہی نہ ہوئی تھی۔ بلکہ حیوانات پر بھی ہوتی تھی۔

رسول کریم صلعم نے حیوانات پر ظلم کے جو طریقے عرب میں چلے آتے تھے۔ موقوف کرا دئے۔ زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر پکایا جاتا تھا۔ اس کو منع فرمایا۔ جانوروں کو باہم لڑانا بھی ناجائز قرار دیا۔ عرب لوگ کسی جانور کو باندھ کر مشق تیر اندازی کرتے تھے۔ اس سے منع فرمایا۔ جانور کی دم اور ایال کاٹنے سے منع کیا۔ اور فرمایا کہ دم ان کا مورچھل ہے اور ایال اُن کا لحاف ہے۔

ایک دفعہ ایک گدھا راستہ میں نظر آیا۔ جس کا چہرہ داغا گیا تھا۔ فرمایا "جس نے اس کا چہرہ داغا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔" اگر علامت یا بعض دیگر ضرورتوں کی وجہ سے اونٹوں اور بکریوں کو داغنا پڑتا۔ تو آپ

---

[1] طبقات ابن سعد جز ثانی [2] مشکوٰۃ بحوالہ صحیحین باب الشفقہ۔

Marfat.com

ان اعضاء کو داغتے جو نازک نہیں ہوتے۔

پرندوں پر شفقت

ایک دفعہ آپؐ کسی سفر میں جا رہے تھے کہ لوگوں نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں ایک پرندہ نے انڈا دیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اٹھا لیا۔ پرندہ بے قرار ہو کر پر مار رہا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کا انڈا چھین کر کس نے اس کو اذیت پہنچائی ہے؟" اس شخص نے جواب دیا "یا رسول اللہ یہ حرکت مجھ سے ہوئی ہے؟" آپؐ نے فرمایا وہیں رکھ دو۔[1]

ایک صحابی رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اُن کے ہاتھ میں چادر سے چھپے ہوئے کسی پرندے کے بچے تھے۔ آپؐ نے دریافت فرمایا۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ ایک جھاڑی سے یہ بچے اٹھائے ہیں۔ ان بچوں کی ماں نے دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی۔ آپؐ نے فرمایا۔ جاؤ اور بچوں کو وہیں رکھ آؤ۔[2]

رقیق القلبی

رسول کریم صلعم نہایت رقیق القلب تھے۔ مالک بن حویرث فرماتے ہیں۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیمًا رقیقًا[3]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔

---

[1] ادب المفرد امام بخاری باب رحمۃ البہائم [2] مشکوٰۃ بحوالہ ابو داؤد باب رحمۃ اللہ [3] بخاری

Marfat.com

حضرت زینب کا بچہ فوت ہونے لگا۔ تو انہوں نے رسول کریم صلعم کو کہلا بھیجا۔ آپؐ حضرت سعدؓ بن عبادہ معاذ بن جبل۔ ابی بن کعب زید بن ثابت کے ساتھ ان کے ہاں گئے۔ بچہ کو لوگ ہاتھ میں لے کر سامنے آئے۔ نزع کی حالت میں تھا۔ آپؐ بے اختیار رو پڑے۔ حضرت سعد کو تعجب ہوا کہ یا رسول اللہؐ! یہ کیا۔ فرمایا "خدا ان ہی بندوں پر رحم کرتا ہے۔ جو اوروں پر رحم کرتے ہیں[1]۔"

دُکھ اور تکلیف کی برداشت

انسان کا بہترین جوہر قوت برداشت ہے۔ وہی دنیا میں ترقی کر سکتا ہے۔ جو ایذاؤں اور دکھوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنے کے لیئے تیار ہو۔ یہ وصف آپؐ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ذاتی طور پر بہت صدمات اٹھانے پڑے۔ آپؐ کی ساری اولاد سوائے حضرت فاطمہؓ کے آنکھوں کے سامنے فوت ہوئی۔ نہایت صبر سے کام لیا۔ کوئی کلمہ شکایت و گلا زبان پر نہیں آیا۔

آپؐ کے ایک پیارے بیٹے حضرت ابراہیم جب فوت ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ دل میں غم ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں۔ مگر اپنے رب کی قضا پر ہم راضی ہیں۔

دعوت اسلام میں دکھوں۔ مصیبتوں سے سامنا کرنا پڑا۔ دشمنوں سے دشنام سنیں۔ ساحر کاہن۔ مجنون کہلوایا۔ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے اعزہ و اقارب کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ مگر یہ سب کچھ خدا کی راہ میں برداشت کرتے اور انتقام کا خیال تک دل میں نہ لاتے تھے۔

عزم و استقلال

---

[1] صحیح بخاری

Marfat.com

دکھوں اور مصیبتوں میں جس عزم اور استقلال کا نمونہ آپؐ نے دکھایا ہے۔ اس پر آج آپؐ کے دشمن سوانح نویس بھی عش عش کر اٹھتے ہیں۔

آپؐ کی زندگی کا ایک ایک کارنامہ آپؐ کے عزم و استقلال کا مظہر اتم ہے۔ عرب کے کفرستان میں ایک بے یار و مددگار شخص دعوت اسلام کی آواز بلند کرتا ہے۔ اپنے و بیگانے حق کی آواز کو دبا دینے کے لیئے تل جاتے ہیں۔ لیکن زبردست مصیبت کی لہر بھی آپؐ کے پائے عزم و استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکی۔ روسائے مکہ نے آپؐ کے سامنے حکومت کا تخت۔ زر و جواہر کا خزانہ۔ اور حسین سے حسین بیوی کی پیش کش کی۔ لیکن آپؐ نے حقارت سے تمام پیش کشوں کو ٹھکرا دیا۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا۔ جب آپؐ کے ہمدرد چچا نے بھی ساتھ چھوڑنا چاہا۔

یہ عزم اور استقلال کا آخری امتحان تھا۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا۔ "پیارے چچا۔ اگر قریش میرے داہنے ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں۔ تب بھی توحید کی منادی سے باز نہ آؤں گا" (ابن ہشام)

مکہ سے نکل کر طائف کا ارادہ کیا کہ شاید وہ لوگ آپؐ کی آواز پر کان دھریں گے۔ لیکن وہاں بھی امید بر نہ آئی۔ انہوں نے پتھر مار مار کر زخموں سے چور اور نڈھال کر دیا۔ لیکن ان ناکامیوں نے ایک لمحہ کے لیئے بھی آپؐ کی آخری کامیابی کے یقین کو متزلزل نہ کیا۔ حج کے ایام میں بندے بندے کے پاس گئے اور پیغام حق پہنچایا۔

آخر ایک وقت وہ بھی آیا۔ جب قتل کا منصوبہ تیار کر کے دشمنوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ تب بھی گھبرائے نہیں۔ بلکہ اکیلے باہر نکلتے ہیں۔ اپنے ایک ساتھی کو ساتھ لے کر غار میں پناہ لیتے ہیں۔ جب دشمن برہنہ تلواروں کو لے کر غار کے منہ پر جا پہنچتا ہے۔ تب بھی اپنے ساتھی کو "لا تحزن ان اللہ معنا" کہہ کر مژدہ جانفزا سناتے ہیں۔ غرض نازک سے نازک حالات میں بھی آپؐ کے عزم اور استقلال میں ذرا بھر فرق نہ آیا۔

Marfat.com

شجاعت

شجاعت انسانیت کا اعلیٰ جوہر اور اخلاق کا سنگ بنیاد ہے۔ یہ وصف آپ کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ کبھی بھی دشمن کا خوف آپؐ کے دل میں جاگزین نہیں ہوا۔ جب مکہ میں کفار آپؐ کو قتل کرنے کے منصوبے باندھ رہے تھے۔ تب بھی دن کو اور رات کی تاریکی میں باہر نکلتے تھے۔ تمام دوستوں کو مکہ سے رخصت کر کے پھر خود ہجرت کی۔ جب غزوات پیش آئے۔ تو آپؐ نے سب سے بڑھ کر بہادری کا ثبوت دیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب بدر میں زور کا رن پڑا تو ہم لوگ آپؐ ہی کی آڑ میں پناہ لیتے تھے۔ آپ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ مشرکین کی صف سے اس دن آپ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا۔

(مسند ابن حنبل جلد ا صفحہ ۱۲۶)

جنگ احد میں جب ساری فوج دشمن کے نرغہ میں آگئی تو آپؐ نے نہایت درجہ کی شجاعت سے آواز دے کر سب کو اکٹھا کیا۔

غزوہ حنین میں ہوازن کے تیراندازوں کی تیراندازی کی وجہ سے مسلمانوں کی کثیر التعداد فوج میدان سے بھاگ نکلی۔ لیکن آپ مع چند جان نثاروں کے بدستور میدان کارزار میں ڈٹے رہے۔ اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔

ڈاکہ کا خطرہ ہوا۔ تو سب سے پہلے گھوڑے کی برہنہ پشت پر سوار ہوکر تمام خطروں کے مقامات میں گشت لگا آئے۔ اور واپس آکر لوگوں کو تسلی دی کہ کوئی خطرہ کی بات نہیں[1]

کسی سفر میں اکیلے درخت کے نیچے لیٹے ہوئے تھے کہ ایک دشمن تلوار لے کر آپؐ کے سر پر آن پہنچا۔ اور جگا کر کہا۔ اب کون تم کو

---

[1] صحیح بخاری۔

Marfat.com

میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے۔ آپؐ ذرا بھر بھی نہیں گھبرائے۔ نہایت ہی پر رُعب آواز سے کہا۔ اللہ۔ دشمن کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر پڑی تب آپؐ نے اسی تلوار کو اٹھا کر اس سے کہا۔ اب تم کو میری تلوار کی کاٹ سے کون بچا سکتا ہے۔ تو اُس نے عاجزی کا اظہار کیا۔ آپؐ اُسے کچھ نہیں کہتے۔ اور چھوڑ دیتے ہیں۔

مساوات

آپؐ کی نظر میں امیر غریب۔ آقا غلام۔ اپنا بیگانہ سب برابر تھے۔ غزوہ بدر میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے تھے۔

اسیروں کو زر فدیہ لے کر رہا کیا جاتا تھا۔ بعض انصار نے اس وجہ سے کہ حضرت عباسؓ آپؐ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ اجازت دیجئے کہ ہم حضرت عباس کا زر فدیہ معاف کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا نہیں ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔[1]

ایک دفعہ رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں صحابہ بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے داہنی طرف حضرت عبد اللہ بن عباس بیٹھے ہوئے تھے جو بہت کمسن تھے۔ بائیں جانب بڑے بڑے مسن صحابہ تھے۔ کہیں سے دودھ کا پیالہ آگیا۔ آپؐ نے نوش فرما کر عبد اللہ بن عباس سے کہا کہ اگر اجازت دو تو میں بائیں جانب کے لوگوں کو دوں۔ حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہا کہ میں اس عطیہ میں ایثار نہیں کر سکتا۔ چونکہ وہ داہنی جانب تھے۔ اس وجہ سے ان کا ہی زیادہ حق تھا۔ آپؐ نے حضرت عبد اللہ کو ہی دودھ پینے کو دیا۔ (بخاری)

حضرت انس کی روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ میرے مکان

---

[1] صحیح بخاری باب فداء المشرکین۔

Marfat.com

پھر تشریف لائے۔ پانی مانگا۔ میں نے بکری کا دودھ پیش کیا۔ مجلس کی ترتیب یہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ بائیں جانب حضرت عمرؓ سامنے اور ایک بدو داہنی جانب تھا۔ آپؐ نے دودھ پی لیا۔ تو حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف اشارہ کیا۔ یعنی بقیہ دودھ ان کو عنایت ہو۔ آپؐ نے فرمایا۔ پہلے داہنی طرف والے کا حق ہے۔ یہ کہہ کر بقیہ دودھ بدو کو عنایت فرمایا۔ (بخاری صفحہ ۳۵۰)

صحابہ جب سب مل کر کام کرتے تو ہمیشہ رسول کریم صلعم ان کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ مدینہ میں جب تشریف لائے تو مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ آپؐ نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر عام مزدوروں کی طرح کام کیا۔ غزوہ احزاب کے موقع پر بھی خندق کی کھدائی میں برابر شریک تھے۔

ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ تمام صحابہ نے کھانا تیار کرنے کے لیئے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ جنگل سے لکڑی اکٹھا کرنے کا کام رسول کریم صلعم نے اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ کام ہم خدام خود کر لیں گے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں تم سے اپنے کو ممتاز کروں۔ خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں میں ممتاز بنتا ہے۔ (زرقانی)

غزوہ بدر میں سواریوں کی کمی تھی۔ تین تین آدمیوں کے لیئے ایک ایک اونٹ تھا۔ لوگ باری باری سوار ہوتے تھے۔ رسول کریم صلعم بھی عام آدمیوں کی طرح ایک اونٹ میں دو دو آدمیوں کے ساتھ شریک تھے۔ صحابہ اپنی باری پیش کرتے تھے۔ لیکن آپؐ فرماتے کہ نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ پا چل سکتے ہو۔ اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں[1]۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۴۲۲

انکساری و تواضع

گھر میں ازواج مطہرات کے ساتھ مل کر ان کے فرائض خانگی ادا کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ اپنی کفش کی مرمت خود ہی کر لیتے۔ غلاموں کی دعوت قبول فرماتے۔ اور ان کے ساتھ ہی بیٹھ کر کھانا کھانے میں احتراز نہ کرتے۔ بازار سے سودا سلف لاتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ مریضوں کی عیادت کرتے۔ صحابہ کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کی بناء پر کوئی آپؐ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے۔ تو جہاں جگہ مل جاتی۔ بیٹھ جاتے۔

رسول کریم صلعم اپنے متعلق جائز تعظیمی الفاظ بھی نہیں پسند فرماتے تھے۔

ایک بار ایک صحابی نے یوں خطاب کیا "اے ہمارے آقا" اور "ہمارے آقا کے بیٹے" اور ہم میں سب سے اچھے آدمی کے بیٹے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "خبردار کہیں گناہ کے مرتکب نہ ہونا۔ مبادا شیطان تم کو بہکا دے۔ میں محمدؐ ابن عبداللہ اور رسول اللہ ہوں۔ دیگر ہیچ۔

(مسند ابن حنبل)

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کو خیر البریۃ (اے بہترین خلق) کہہ کر خطاب کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نہیں ہوں۔ بلکہ ابراہیمؑ خَیرُ البریۃ ہیں۔ (صحیح مسلم)

عبداللہ بن الشخیر راوی ہیں کہ بنی عامر کی سفارت کے ساتھ جب ہم لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو عرض کی کہ حضور ہمارے آقا ہیں ارشاد فرمایا کہ آقا خدا ہے۔ پھر ہم لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہم میں سے سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں۔ فرمایا۔ بات کہو تو دیکھ لو کہ شیطان تم کو نہیں ورغلا رہا۔ (ابوداؤد)

مدینہ منورہ میں ایک عورت تھی۔ جس کے دماغ میں کچھ فتور تھا

Marfat.com

بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئی۔ اور کہا کہ محمد ﷺ! مجھ کو تم سے کچھ کام ہے فرمایا جہاں کہو چل سکتا ہوں۔ وہ آپ کو ایک گلی میں لے گئی۔ اور وہیں بیٹھ گئی۔ آپ بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور جو کام تھا۔ انجام دے دیا۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ آپ کے ایک صحابی مخرمہ نے اپنے بیٹے مسور سے کہا جاؤ۔ اور نبی کریم سے اپنے حصّہ کی چادر لے آؤ۔ جب وہ وہاں پہنچے۔ تو معلوم ہوا کہ آپ چادریں تقسیم فرما کر مکان کے اندر چلے گئے ہیں۔ چنانچہ مسور واپس چلے گئے۔ ان کے باپ نے کہا جاؤ انہیں آواز دے لو۔ انہوں نے کہا۔ میں ایسی گستاخی کس طرح کر سکتا ہوں۔ انہوں نے کہا بیٹے! رسول کریم درشت مزاج نہیں۔ چنانچہ انہوں نے دروازے پر دستک دی۔ آپ باہر تشریف لائے۔ اور ان کا حصّہ انہیں عنایت فرمایا۔

ایک دفعہ سفر میں صحابہ نے ایک بکری ذبح کی۔ اور کھانا پکانے کے لیئے انتظام کیا۔ دوران تقسیم کار آپ نے فرمایا کہ میں جنگل سے لکڑیاں اکٹھی کر کے لاؤں گا۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپ تکلیف نہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تمہارے اور اپنے درمیان کوئی امتیاز قائم نہیں کرنا چاہتا۔

(زرقانی)

ایک دفعہ آپ اپنے مکان کی مرمت کر رہے تھے۔ دو صحابی تشریف لے آئے۔ اور شریک کار ہو گئے۔ جب کام ختم ہو گیا۔ تو آپ نے ان کے لیئے دعا فرمائی۔ اور شکریہ ادا کیا۔ (مسند ابن حنبل)

ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا۔ لیکن نبوت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ لرزنے لگا۔ آپ نے فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ میں بادشاہ نہیں۔ ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔ جو سوکھا گوشت پکا کر کھاتی رہی تھی۔ (مستدرک)

ایک دفعہ رسول کریم گھر سے باہر تشریف لائے۔ لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ فرمایا "اہل عجم کی طرح تعظیم کے لیئے نہ اٹھو"

(ابوداؤد ابن ماجہ)

Marfat.com

کسی کی انکساری و فروتنی کا سخت امتحان اس وقت درپیش ہوتا ہے جب کسی کے گرد تعریف کرنے والوں کا مجمع ہوتا ہے لیکن آپ کا وصف انکساری تو اور بھی نمایاں اور اجاگر ہو جاتا ہے۔ جب آپؐ فاتحانہ شان سے مکہ میں دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔ اس وقت آپؐ نے اپنا سر اس قدر جھکا لیا تھا کہ قریب قریب کجاوہ سے مل گیا تھا۔ (ابن ہشام)

زہد و قناعت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمات فرائض میں سے رہبانیت کو ختم کرنا بھی تھا۔ جس کی بناء پر آپؐ نے فرمایا تھا۔

لا رهبانية في الاسلام

یعنی اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اسی بناء پر آپؐ نے کبھی کبھی اچھے کھانے اور اچھے کپڑے بھی استعمال کیے ہیں۔ لیکن آپؐ فطرۃً زخارف دنیوی سے نفرت فرماتے تھے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے۔

یا رب اجوع یوماً و اشبع یوماً فاما الیوم الذی اجوع فیہ فاتضرع الیک و ادعوک واما الیوم الذی اشبع فیہ فاحمدک واثنی علیک[1]

اے اللہ ایک دن بھوکا رہوں۔ ایک دن کھانے کو ملے بھوک میں تیرے سامنے گڑگڑایا کروں۔ تجھ سے مانگا کروں۔ اور کھا کر تیری حمد و ثنا کیا کروں۔

رسول کریم صلعم فرمایا کرتے تھے کہ آدم کے بیٹے کو ان چند چیزوں کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ رہنے کے لیے گھر، ستر پوشی کے لیے ایک

---

[1] شفاء صفحہ ۶۲

کپڑا۔ اور شکم پری کے لیئے روٹی۔ اور پانی۔[1]

گھر میں اکثر فاقہ رہتا۔

كان رسول الله يبيت الليالي المتتابعة طاويا هو واهله لا يجدون عشاء[2]

آپؐ اور آپؐ کے اہل وعیال متصل کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے تھے۔ کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ تمام عمر یعنی مدینہ کے قیام سے وفات تک آپؐ نے کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی۔ (شمائل)

متصل دو دو مہینہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ واقعہ بیان کیا تو عروہ بن الزبیر نے پوچھا کہ آخر کس چیز پر گزارہ فرماتے تھے۔ بولیں "پانی اور کھجور" البتہ کبھی کبھی ہمسائے والے بکری کا دودھ بھیج دیتے تھے۔ تو پی لیتے تھے۔[3]

آپؐ نے تمام عمر بھی چپاتی کی صورت نہیں دیکھی۔[4]

ایک دفعہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ اور کہا سخت بھوکا ہوں۔ آپؐ نے ازواج مطہرات میں سے کسی کے ہاں کہلا بھیجا کہ کچھ کھانے کو بھیج دو۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا اور کچھ نہیں۔ غرضیکہ تمام ازواج سے دریافت فرمایا کہیں سے بھی پانی کے سوا کھانے کی کوئی چیز نہ ملی۔[5]

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ میں ایک دن رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو دیکھا کہ آپؐ نے شکم کو کپڑے سے باندھا ہوا ہے۔ سبب پوچھا۔ تو کسی صحابی نے کہا کہ بھوک کی وجہ سے ہے۔[6]

ایک دفعہ صحابہ نے آپؐ کی خدمت میں فاقہ کشی کی شکایت کی اور پیٹ کھول کر دکھایا کہ پتھر بندھے تھے۔ آپؐ نے شکم کھولا تو دو پتھر بندھے تھے۔[7]

---

[1] جامع ترمذی ابواب الزہد [2] جامع ترمذی [3] صحیح بخاری، [4] ایضاً [5] صحیح مسلم [6] صحیح مسلم [7] صحیح مسلم۔

Marfat.com

نبی کریم صلعم نے انتقال فرمایا۔ تو اس وقت آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس بعوض غلہ جو رہن تھی۔ (بخاری)

نبی کریم صلعم اس دنیا کی آخری شب میں تھے کہ عائشہؓ نے پڑوسن سے چراغ کے لیئے تیل منگوایا۔ (بخاری)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ کا بستر ٹاٹ یا اون کا تھا جس کو میں زمین پر دوہرا کر کے بچھا دیتی اور آپؐ استراحت فرماتے۔ ایک مرتبہ میں نے اس کی چار تہ کر کے بچھا دیا۔ صبح کو بیدار ہو کر دریافت فرمایا کہ رات کس قسم کا بستر تھا۔ میں نے واقعہ بیان کیا تو ارشاد فرمایا۔ سابق کی طرح دو تہ ہی رہنے دو۔ چار تہ کی راحت نے رات کو میری نماز میں خلل ڈال دیا ہے

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ قناعت و زہد کی یہ تمام صورتیں اختیاری تھیں۔ لاچاری نہ تھی۔ آپؐ کے ایک ادنیٰ سے اشارہ پر ہر قسم کا عیش و آرام میسر ہو سکتا تھا۔

عفت و عصمت

رسول کریم صلعم نے کبھی کسی عورت کو جس کے آپ مالک نہ ہوں نہیں چھوا۔

رسول کریم فرماتے ہیں کہ ایام جاہلیت کی رسوم میں سے میں نے کسی رسم میں حصہ نہیں لیا۔ صرف دو دفعہ ارادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی بچا لیا۔ دس سال کی عمر تھی۔ میں نے اس چرواہے کو جس کے ساتھ میں بکریاں چراتا تھا۔ کہا اگر تم میری بکریاں سنبھالے رکھو تو میں مکہ (اندرونی آبادی) جاؤں تو کہانیاں سن آؤں۔ اس ارادہ سے شہر آیا۔ پہلے ہی گھر پہنچا تھا کہ وہاں دف و مزامیر بج رہے تھے۔ اس گھر میں شادی تھی۔ میں اسے دیکھنے لگا تو نیند نے غلبہ کیا۔ میں سو گیا۔ جب سورج نکلا تو آنکھ کھلی۔ ایک دفعہ پھر ایسی ہی نیت سے آیا اسی طرح نیند آگئی۔ اور وقت گزر گیا۔

ان دو مرتبہ کے سوا میں نے کبھی مکروہ جاہلیت کا ارادہ تک نہیں کیا تھا۔
(شفاء)

Marfat.com

ابوالعباس فرماتے ہیں کہ کسریٰ خسرو پرویز نے تو اپنے ایام زندگی کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا۔ خنک ہوا چلے تو خواب و راحت۔ آسمان ابر آلود ہو تو شکار موسم بہار اور بارش ہو۔ تو شراب نوشی اور لہو و لعب۔ اگر مطلع صاف ہو۔ تو ضروریات سلطنت اور دیگر مشاغل۔

لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارک کے تین حصّے کر رکھے تھے۔ ایک حصّہ خدا کی عبادت و طاعت کے لیے۔ ایک حصّہ خانہ داری کے لیے۔ ایک راحت و آرام کے لیے۔ اور جس حصّہ کو آپ اپنے آرام کے لیے رکھا تھا۔ اس میں بھی لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے تھے۔

سادگی اور بے تکلفی

کھانے پینے پہننے اوڑھنے اٹھنے بیٹھنے کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا۔ تناول فرماتے پہننے کے لیے جو موٹا کپڑا مل جاتا پہن لیتے۔ فرش پر۔ چٹائی پر۔ جہاں جگہ مل جاتی۔ بیٹھ جاتے۔ (شمائل ترمذی)

آپ کے لیے آٹے کی بھوسی بھی صاف نہیں کی جاتی تھی۔ (صحیح بخاری)

لباس میں آرائش و نمائش سے طبعًا نفرت فرماتے تھے۔

جس مکان میں رہتے تھے۔ نہایت سادگی سے بنے ہوئے تھے۔ کچی اینٹ اور گارے کے چھوٹے چھوٹے کمرے تھے۔ ان کے اندر سامان کوئی نہ تھا۔ ایک چارپائی۔ ایک پانی کی مٹکیا اور بس۔

امانت

قرآن مجید میں آتا ہے۔

(۱) اِنِّیْ لَکُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ (شعراء)

میں تمہارے لیے امانت دار قاصد ہوں۔

(۲) وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔
(مؤمنون)

Marfat.com

اور جو ان امانتوں اور وعدہ کا پاس رکھتے ہیں۔

(۲) ان اللہ یامرکم ان تودوا الامنت الی اھلھا۔
(نساء)

اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالہ کر دیا کرو۔

رسول کریم صلعم اپنی امانت کی وجہ سے تمام عرب میں مشہور تھے۔ جس کی وجہ سے آپ کا نام الامین ہو گیا تھا۔ نضر بن الحرث نے خود اپنے ساتھیوں کو جب وہ آپؐ کے خلاف مشورے کر رہے تھے۔ کہا کہ محمد صلعم تم میں ایک لڑکا تھا۔ سب سے پسندیدہ۔ بات میں سب سے سچا۔ امانت میں سب سے بڑھ کر۔ اور جب وہ بوڑھا ہو گیا ہے۔ اور تمہارے پاس پیغام لایا ہے۔ تو تم اسے ساحر کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ ساحر نہیں ہے۔

ہجرت کی رات کو کفار نے آپؐ کو قتل کرنے کا مشورہ کیا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس لیئے پیچھے چھوڑا کہ ان کی امانتوں کو ادا کر کے مدینہ آ ئیں۔

طبرانی کبیر میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ جس میں امانت نہیں۔ اس میں ایمان نہیں۔ جس کو عہد کا پاس نہ ہو۔ اس میں دین نہیں۔ اس ہستی کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ کسی بندہ کا اس وقت تک دین درست نہ ہو گا۔ جب تک اس کی زبان درست نہ ہو۔ اور اس کی زبان درست نہ ہو گی جب تک اس کا دل درست نہ ہو۔ اور جو کوئی کسی ناجائز راہ سے مال پائے گا۔ اور اس میں سے خرچ کرے گا۔ تو اس کو اس میں برکت نہیں دی جائے گی۔ اور اگر اس میں سے خیرات کرے۔ تو قبول نہیں ہو گی۔ اور جو اس میں سے بچ رہے گا۔ وہ اس کے دوزخ کی طرف کا سفرانہ توشہ ہو گا۔ بری چیز بری چیز کا کفارہ نہیں بن سکتی۔ البتہ اچھی چیز اچھی چیز کا کفارہ ہوتی ہے[1]۔

---

[1] کنزالعمال ج ۳ ص ۵ احیدرآباد طبرانی کبیر عن ابن مسعود بحوالہ سیرۃ النبی حصہ ششم ص ۲۲۳

Marfat.com

ایک دفعہ ایک صحابی نے رسول کریم صلعم سے مشورہ کیا۔ تو آپؐ نے فرمایا جس سے مشورہ چاہا جائے۔ اس کو امانت سپرد کی جاتی ہے۔ (ادب المفرد بخاری باب المستشار موتمن)

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس سے مشورہ لیا جائے۔ اس کو چاہیئے کہ رائے ایمانداری سے دے۔

ایک اور حدیث ہے۔ آپ نے فرمایا۔ المجالس بالامانۃ یعنی مجالس امانت کے ساتھ ہوں۔ اس میں یہ تعلیم دی ہے کہ ایک جگہ کی بات دوسری جگہ پہنچا کر فتنہ کا سبب بننا چاہیئے۔

کسی کا راز بھی افشا کرنا امانت کے خلاف ہے۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ جب کوئی شخص کسی سے بات کرے۔ اور وہ احتیاطاً ادھر اُدھر اس غرض سے دیکھے کہ کوئی سنتا نہ ہو۔ تو وہ بات بھی امانت ہو جاتی ہے[1]۔

امانت میں خیانت کرنا رسول کریم صلعم نے نفاق کی ایک علامت بتائی ہے[2]۔

ستائش سے نفرت

"مت خیال کرو کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں۔ اپنے اعمال پر اور چاہتے ہیں کہ لوگ ان کی باتوں کے متعلق تعریف کریں۔ جو ان سے سرزد نہیں ہوئیں کہ وہ عذاب سے بچ جائیں گے۔ (قرآن مجید ۳: ۱۸۰)

اپنی تعریف سے آپؐ کو دلی نفرت تھی۔ اور کبھی گوارہ نہ کرتے تھے کہ کوئی شخص آپ کی شان میں ستائش آمیز کلمات کہے۔ کیونکہ شرک کی طرف پہلا قدم انبیاء و صلحا کی مبالغہ آمیز تعظیم و ستائش ہے۔ اس وجہ سے آپ نے

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب۔

[2] صحیح بخاری کتاب الایمان باب علامات المنافق۔

Marfat.com

فرمایا "میری اس قدر مبالغہ آمیز تعریف نہ کیا کرو جیسی نصاریٰ ابن مریم کی کرتے ہیں۔ میں تو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں" (صحیح بخاری)

قیس بن سعد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حیرہ گیا۔ وہاں لوگوں کو دیکھا کہ رئیس شہر کے دربار میں جاتے ہیں۔ تو اس کو سجدہ بجا لاتے ہیں۔ انہوں نے رسول کریم صلعم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا۔ اور عرض کی کہ آپ کو سجدہ کیا جائے تو آپ اس کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میری قبر پر گزرو گے تو سجدہ کرو گے؟ کہا نہیں فرمایا تو زندگی میں بھی سجدہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ اسود بن سریع نے آپ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کی شان میں چند اشعار تحریر کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "بے شک خدا کو تمہاری تعریف سزاوار ہے" اسود نے قصیدہ پڑھنا شروع کیا۔ اسی اثناء میں کوئی شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اسود کو خاموش کر دیا۔ جب وہ چلا گیا تو انہوں نے پھر شروع کیا۔ وہ شخص پھر وارد ہوا۔ آپ نے پھر اسود کو خاموش کرا دیا۔ غرض تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اسود نے کہا۔ حضور یہ کون شخص ہے جس کی وجہ سے آپ نے اتنی مرتبہ خاموش کرا دیا آپ نے جواب دیا یہ وہ شخص ہے جو بیہودہ بات سننی پسند نہیں کرتا۔ (بخاری)

ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ دوران گفتگو میں انہوں نے کہا "جو خدا چاہے اور جو آپ چاہیں" آپ نے فرمایا۔ "تم نے خدا کا شریک اور ہمسر ٹھہرایا۔ کہو کہ جو خدا تنہا چاہے۔" (ادب المفرد امام بخاری)

ایک دفعہ آپ وضو کر رہے تھے۔ تو صحابہ جو پانی بدن سے گرتا تھا۔ اس کو چلو میں لے کر بدن پر مل لیتے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم یہ کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ خدا اور اس کے رسول کی محبت میں۔ ارشاد ہوا۔ اگر کوئی اس بات کی خوشی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ جب بات کرے سچ بولے۔ جب امین بنایا جائے۔ امانت ادا کرے۔ اور کسی کا پڑوسی ہے تو ہمسائگی کو اچھی طرح

Marfat.com

نیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

اپنے ہاتھ سے کام کرنا

رسول کریم صلعم خود اپنے ہاتھ سے کام کرنا پسند فرماتے تھے حضرت عائشہ ابو سعید خدری۔ امام حسن سے روایت ہے کہ کان یخدم نفسہ یعنی آپ اپنے کام کو خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے تھے۔

ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؐ گھر میں کیا کیا کرتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ گھر کے کام کاج میں مصروف رہتے ہیں۔ کپڑوں کو پیوند لگا لیتے ہیں۔ جھاڑو دے لیتے ہیں۔ دودھ دوہ لیتے ہیں۔ بازار سے سودا سلف خرید لاتے ہیں۔ جوتی کا نٹھ لیتے ہیں۔ ڈول میں ٹانکے لگا لیتے ہیں۔ اونٹ کو اپنے ہاتھ سے باندھ لیتے ہیں۔ اس کو چارہ دیتے۔ اور غلام کے ساتھ مل کر آٹا گوندھ لیتے ہیں۔

ایک دفعہ مسجد نبوی میں کسی نے ناک صاف کیا۔ آپؐ نے خود اپنے دست مبارک سے ایک کنکر سے کر اس کو کھرچ ڈالا۔ اور آئندہ لوگوں کو اس فعل سے منع فرمایا۔ (سنن نسائی)

مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کے کھودنے میں عام مزدوروں کی طرح کام کیا۔ ایک سفر میں صحابہ نے ایک بکری ذبح کی۔ اور پکانے کے لئے کام آپس میں بانٹ لیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جنگل سے لکڑی میں لاؤں گا۔

دو صحابی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپؐ مکان کی مرمت فرما رہے ہیں۔ ہم بھی کام میں شریک ہو گئے جب کام ختم ہوا۔ تو آپؐ نے ہمارے لیئے دعائے خیر فرمائی (مسند احمد بن حنبل)

ایک سفر میں آپؐ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ آپؐ نے خود مرمت کرنا چاہا۔ ایک صحابی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میں ٹانک دیتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ تو شخص پسندی ہے۔ مجھ میں پسند نہیں کرتا۔

(زرقانی)

Marfat.com

دوسروں سے کام کرنا

رسول کریم صلعم نے خباب بن ارت کو کسی لڑائی پر بھیجا۔ ان کے گھر کوئی مرد نہ تھا۔ اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بناء پر آپ ہر روز ان کے گھر جاتے۔ اور دودھ دوہ دیا کرتے۔ (ابن سعد)

حبش سے مہمان آئے۔ صحابہ کرام نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گزاری کریں۔ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے۔ اس وجہ سے میں خود ان کی خدمت گزاری کروں گا۔ (شفائے قاضی عیاض)

مدینہ کی لونڈیاں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں۔ اور کہتیں یا رسول اللہ! میرا یہ کام ہے۔ آپ فوراً اٹھتے۔ اور ان کا کام کر دیتے تھے

مدینہ میں ایک پاگل عورت تھی۔ ایک دن وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور آپ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے عورت! مدینہ کی جس گلی میں تو چاہے بیٹھ۔ میں ترا کام کر دوں گا۔ چنانچہ آپ اس کے ساتھ ایک گلی میں بیٹھ گئے۔ اس کی ضرورت کو پورا کیا۔ (مسلم اور ابوداؤد)

عبداللہ بن ابی اوفی بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلعم بیوہ مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دیتے ہیں۔ آپ کو کوئی عار نہ تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک بدو مسجد میں آیا۔ آپ نماز کے لیئے کھڑے ہوئے۔ بدو نے آپ کا دامن تھام لیا۔ اور کہا۔ میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں۔ پہلے اس کو کرو۔ آپ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے۔ اس کا کام انجام دے کر نماز ادا کی۔ (ابوداؤد)

عبداللہ بن عوف روایت کرتے ہیں کہ جب کبھی آپ یتامیٰ اور بیوگان کے ساتھ ہوتے تو مطلق عاجزی نہ فرماتے۔ بلکہ مردانہ ہمت کے ساتھ انکی اعانت کرتے۔ مدینہ کی لڑکیاں عموماً آپ سے طالب امداد ہوتیں۔ آپ بطیب خاطر ان کے کاموں کو سرانجام دیتے۔

امارت پسندی سے اجتناب

Marfat.com

آپؐ کی طبیعت بچپن سے ہی امارت پسندی سے متنفر تھی۔ فرمایا کرتے تھے۔ گھر میں ایک بستر اپنے لیئے۔ ایک بیوی کے لیئے اور ایک مہمان کے لیئے کافی ہے۔ چوتھا شیطان کا حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی دعوت کی۔ اور گھر ہی کھانا بھجوا دیا۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا۔ رسول اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ کھانا کھاتے تو بہتر ہوتا۔ حضرت علیؓ گئے اور آپؐ کو ساتھ لے آئے جب آپؐ دروازہ پر پہنچے۔ تو یہ دیکھ کر گھر میں دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ واپس چلے گئے۔ حضرت علیؓ نے واپسی کی وجہ دریافت کی۔ تو آپؐ نے فرمایا۔ پیغمبر کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی آرائشی مکان میں داخل ہو۔

(ابوداؤد)

ایک دفعہ کسی نے کمخواب کی قبا بھیجی کہ آپؐ نے پہن لی۔ پھر خیال آیا اور اتار کر حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دی۔ حضرت عمر روتے ہوئے آئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ جس چیز کو آپؐ ناپسند کرتے ہیں۔ وہ مجھے دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے استعمال کے لیئے نہیں بلکہ فروخت کے لیئے بھیجی ہے چنانچہ حضرت عمرؓ نے ہزار درہم پر فروخت کر دیا۔

اکثر موٹے کپڑے پہنے اور ان ہی کپڑوں میں وفات پائی۔

سلہ میں جب تمام عرب پر اسلامی حکومت تھی۔ آپ کے گھر صرف ایک چارپائی۔ چمڑے کا سوکھا ہوا مشکیزہ تھا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ نے وفات پائی۔ تو تھوڑے سے جو کے سوا گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔

ایک دفعہ ایک بورئیے پر آرام فرما رہے تھے۔ اٹھے تو لوگوں نے دیکھا کہ پہلو پر نشان پڑ گئے ہیں ہم نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم لوگ کوئی گدا بنوا کر حاضر کریں ارشاد ہوا کہ مجھ کو دنیا سے کیا غرض۔ مجھ کو دنیا سے اس قدر تعلق ہے۔ جس طرح اس مسافر کو جو تھوڑی دیر کے لیئے راہ میں کسی درخت کے سایہ میں آرام کرتا ہے پھر اس کو چھوڑ کر آگے بڑھ جاتا ہے۔ (جامع ترمذی)

Marfat.com

جس طرح آپ سادگی سے زندگی بسر کرتے اسی طرح آپ اپنے اہل و عیال کو بھی سادہ زندگی بسر کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ کے گلے میں سونے کا ہار دیکھا تو فرمایا۔ کہ تم کو یہ گوارا ہوگا۔ جب لوگ یہ کہیں گے کہ رسول اللہ کی لڑکی گلے میں آگ کا ہار پہنتی ہے۔ (نسائی)

ایک دفعہ کسی نے ایک مخطط جوڑا بھیجا۔ آپ نے حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا۔ وہ پہن کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ میں نے اس لیے بھیجا تھا کہ تنا شدہ چادریں بنائی جائیں۔ (ابوداؤد)

سوال سے نفرت

رسول کریم صلعم کو گداگری اور سوال کرنے سے سخت نفرت تھی۔ آپ فرماتے ہیں۔ جنگل میں جا کر لکڑیاں کاٹ لانا۔ اور انہیں فروخت کر کے پیٹ پالنا گداگری سے بدرجہا بہتر ہے۔ (بخاری)

ایک دفعہ ایک صحابی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا۔ آپ نے فرمایا "تمہارے پاس کوئی چیز ہے۔ انہوں نے عرض کیا "ایک پیالہ اور ایک بستر ہے۔" آپ نے فرمایا۔ "جاؤ دونوں چیزیں لے آؤ۔" وہ گئے اور پیالہ اور بستر لے آئے۔ آپ نے صحابہ سے خطاب کیا تم میں سے کوئی شخص ان چیزوں کا خریدار ہے۔؟ ایک شخص نے کہا کہ میں ایک درہم دے سکتا ہوں۔" آپ نے فرمایا "کوئی شخص اس سے زیادہ دے سکتا ہے؟ دوسرے نے کہا "میں دو درہم دے سکتا ہوں۔" آپ نے قیمت وصول کی۔ اور اس صحابی سے کہا۔ "جاؤ ایک درہم آج کی خوراک کے لیے ہے۔ دوسرے کی رسی خریدو۔ اور جنگل میں جا کر لکڑیاں جمع کرو۔" دو ہفتے کے بعد وہ صحابی حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ اب تو میرے پاس پندرہ درہم ہیں۔ آپ نے فرمایا

Marfat.com

نصف رقم سے کپڑے خرید لو۔ اور نصف سے اناج لے آؤ۔ تاکہ آسائش میسر ہو۔ اور اب بتاؤ کونسی صورت پسند آئی۔ بھیک مانگنا یا محنت کرکے پیٹ پالنا۔! اور قیامت کے دن گداگری کا داغ لیئے ہوئے خدا کے حضور میں آنا۔ (ابوداؤد)

ایک دفعہ چند انصار آپؐ کی خدمت میں آکر طالب امداد ہوئے۔ آپؐ نے ان کی امداد فرمائی۔ کیونکہ آپؐ کی عادت تھی کہ آپؐ کبھی سائل کو محروم نہ جانے دیتے پھر چند روز کے بعد وہی لوگ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ فرمایا "اگر میرے پاس ایک چھوٹا بادام بھی ہوتا۔ تو تمہیں دے دیتا۔ لیکن جو شخص خدا سے گداگری سے بچنے کی دعا کرتا ہے۔ وہ اس کو اس لعنت سے بچا لیتا ہے۔ جو شخص دولت کی دعا کرتا ہے تو اسے دولت نصیب ہو جاتی ہے اور جو شخص صبر و تسلیم کی طلب کرتا ہے۔ اُسے یہ نعمت بھی ملتی ہے۔ اور میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ صبر سے بڑھ کر کوئی شئی نہیں ہے۔ (بخاری)

حاکم بن حزام فتح مکہ کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ ایک دفعہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر طالب امداد ہوئے۔ آپؐ نے انہیں دے دیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد پھر آئے۔ پھر آپ نے کچھ دے دیا۔ تیسری مرتبہ پھر سوال کیا۔ آپ نے فرمایا حاکم جو شخص دوسروں کو دیتا ہے۔ خدا اُسے غنی کر دیتا ہے۔ لیکن جو شخص لالچ کی رو سے دوسرے کے آگے دست سوال دراز کرتا ہے۔ مگر سیر نہیں ہوتا۔ یاد رکھو۔ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس نصیحت کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ تادم مرگ ادنیٰ سی ضرورت کے لیئے بھی کسی سے سوال نہیں کیا۔ (بخاری)

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ خیرات کر رہے تھے۔ تنومند آدمی مجمع میں آکر شامل ہو گئے۔ آپؐ نے نظر دوڑائی۔ اور اُن سے کہا اگر تم چاہو۔ تو میں تمہیں بھی کچھ دے دوں گا۔ لیکن یاد رکھو کہ اس رقم میں اُن لوگوں کے لیئے کچھ حصہ نہیں ہے۔ جو محنت کرنے کے قابل ہیں۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

ایک شخص قبیصؓ نامی ایک دفعہ مقروض ہو گیا۔ وہ آپؐ کے پاس آیا۔ اور ساجرا سنایا۔ آپؐ نے امداد کا وعدہ فرمایا۔ اور یوں مخاطب ہوئے تھے۔ دوست! طلب کرنا صرف تین آدمیوں کے لیے جائز ہے۔ اوّل جو مقروض ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جن کی دولت یکسر تلف ہو جائے۔ اور مجبوراً جب تک وہ حالت عسرت دور نہ ہو امداد طلب کر سکتے ہیں۔ تیسرے وہ جو فاقے سے ہو۔ اور محلہ کے تین آدمی اس کی تنگ دستی پر گواہی دیں۔ ان کے علاوہ جو شخص بھیک مانگتا ہے۔ وہ حرام خور ہے۔ (شفائے " قاضی عیاض)

مبادلہ تحائف

رسُول کریم صلعم فرمایا کرتے تھے۔

"تہادوا تحابوا" یعنی آپس میں ایک دوسرے کو تحفے دو۔ تاکہ محبت بڑھے۔ چنانچہ آپ تحفے قبول بھی فرماتے تھے۔ اور عوض بھی کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک عورت نے ایک چادر خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے قبول فرمائی۔ اسی وقت ایک صاحب نے مانگی۔ آپؐ نے ان کو عنایت فرمائی۔ (صحیح بخاری)

قبیلہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے آپ کو ایک اونٹ تحفہ میں پیش کیا آپؐ نے اس کے عوض کوئی چیز اُسے دینی چاہی۔ اس نے لینے سے انکار کر دیا۔ یہ بات آپؐ کو ناپسند معلوم ہوئی۔ آپؐ نے منبر پر یوں تقریر فرمائی۔ تم لوگ مجھ کو تحفہ دیتے ہو۔ لیکن عوض میں تحفہ قبول نہیں کرتے۔ لہذا آیندہ میں سوائے قریش، بنی ثقیف انصار اور دوس کے اور کسی قبیلہ کا تحفہ قبول نہیں کروں گا۔ (ادب المفرد امام بخاری)

جو کھانا آپؐ کے استعمال سے بچ رہتا۔ وہ آپؐ اکثر حضرت ابو ایوبؓ انصاری کو بھیج دیتے۔ اور عموماً ہمسایوں اور پڑوسیوں کے گھروں میں بھی تحفے

Marfat.com

بھیجے تھے۔

آس پاس کے سلاطین و ملوک بھی آپ کو تحفے بھیجا کرتے تھے۔ شام کے حاکم نے ایک دفعہ آپ کو سفید خچر تحفۃً بھیجا تھا۔ عزیز مصر نے بھی ایک خچر آپ کو بھیجا۔ قیصر روم نے آپ کو سمور کا لبادہ بھیجا تھا۔ ایک یمنی امیر نے عمدہ کا جوڑہ بھیجا تھا۔ سمور کی قبا آپ نے تھوڑی دیر کے لیئے استعمال بھی کی۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ کو عطا فرما دی۔ بادشاہ یمن ذی یزان جس نے حبشی حکومت مٹا کر ایران کے زیر اثر عربی حکومت قائم کی تھی اس نے آپ کو ایک قیمتی حلہ بھیجا جس کو اس نے ۳۳ اونٹوں کے عوض خریدا تھا۔ آپ نے بھی اس کے عوض ایک عمدہ عبا جو آپ نے بیس اونٹوں کے عوض خرید کی تھی۔ تحفہ دیا۔

عدم قبول احسان

آپ حتی الوسع ممنون احسان ہونے سے احتراز فرماتے۔ حد ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جیسے مخلص ہمدرد۔ جان نثار خادم اور سچے دوست کا احسان بھی گوارا نہ فرماتے۔ ہجرت کے وقت انہوں نے ایک عمدہ اونٹ آپ کو دینا چاہا۔ لیکن آپ نے اس کی قیمت ادا فرمائی۔ تب سوار ہوئے۔

(بخاری)

مدینہ میں جس جگہ مسجد بنائی۔ وہ زمین آپ کو نذر کی گئی تھی۔ لیکن آپ نے اس کی قیمت ادا فرما دی۔ تب مسجد تعمیر کی گئی۔

ایک دفعہ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ آپ کے رفیق سفر تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا گھوڑا کسی قدر سرکش اور منہ زور تھا۔ اس لیئے رسول کریم صلعم کے گھوڑے سے آگے نکل جاتا تھا۔ انہوں نے لگام حتی الوسع سخت کی۔ لیکن وہ قابو کا نہ تھا۔ حضرت عمرؓ اس بات سے ناراض ہوئے اور عبد اللہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ آپ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ یہ جانور میرے پاس فروخت کر دو۔ انہوں نے کہا۔ بس اسے تحفۃً ہی دینا

ہوں۔ آپ نے کہا۔ "نہیں تمہیں قیمت لینی ہوگی" مجبوراً انہیں قیمت لینی پڑی تب آپؐ نے وہ گھوڑا حضرت عبداللہ بن عمر کو عطا فرمایا۔ اور کہا "اب یہ تمہاری ملکیت ہے۔"

عدم تشدد

حضرت معاذؓ بن جبل ایک محلہ میں امامت کراتے تھے۔ اور نماز فجر میں بڑی بڑی سورتیں پڑھتے تھے۔ ایک شخص نے شکایت کی معاذ بن جبل نماز فجر میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے قاصر رہتا ہوں۔ ابومسعود کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت صلعم کو کبھی اس قدر غضب ناک نہیں دیکھا جس قدر اس موقع پر دیکھا۔ آپؐ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا "بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جو لوگوں کو متنفر کر دیتے ہیں۔ جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے۔ مختصر پڑھائے۔ کیونکہ نماز میں بوڑھے کمزور کام والے سبھی طرح کے آدمی ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری)

ایک دفعہ ایک شخص نے آ کر عرض کی کہ مجھ سے گناہ سرزد ہوا ہے۔ آپؐ حد کا حکم دیں۔ آپؐ خاموش رہے۔ اور نماز کا وقت آ گیا۔ نماز کے بعد انہوں نے پھر آ کر وہی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "کیا تم نے نماز نہیں پڑھی؟" انہوں نے جواب دیا۔ "ہاں پڑھ لی ہے۔ ارشاد فرمایا۔ تو خدا نے تمہارا گناہ معاف کر دیا ہے۔" (بخاری)

حد قصاص میں نہایت احتیاط فرماتے اور جہاں تک ممکن ہوتا درگزر کرنا چاہتے۔ ماعز اسلمی ایک صحابی تھے۔ انہوں نے زنا کیا لیکن فوراً مسجد میں آ گئے۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے ایک طرف منہ پھیر لیا۔ وہ دوسری طرف آئے اور کہا۔ یا رسول اللہ میں نے زنا کیا ہے۔ آپؐ نے اعراض کیا۔ وہ صحابی بار بار ایک طرف سے دوسری طرف آتے تھے۔ اور آپ بار بار منہ پھیر لیتے تھے۔ بالآخر آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم کو جنون تو نہیں ہے؟ بولے نہیں۔ پھر پوچھا کیا تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ بولے ہاں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم نے ہاتھ لگایا ہوگا

Marfat.com

انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ مجامعت کی ہے۔ آخر مجبور ہو کر آپؐ نے سنگسار کیے جانے کا حکم دیا۔ (بخاری)

ایک دفعہ قبیلہ غامد کی ایک عورت بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور کہا۔ یارسول اللہؐ! میں نے بدکاری کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ واپس جاؤ۔ دوسرے دن پھر آئی۔ اور بولی کہ کیا آپ مجھ کو ماعز کی طرح چھوڑ دینا چاہتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ مجھ کو حمل رہ گیا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ واپس جاؤ۔ وہ چلی گئی تیسرے دن پھر واپس آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ وضع حمل تک انتظار کرو۔ جب بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو گود میں لیئے ہوئے آئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ دودھ پینے کی مدت تک انتظار کرو۔ جب دودھ چھوٹ جائے۔ تب آنا۔ جب رضاعت کا زمانہ گزر گیا۔ تو پھر حاضر ہوئی۔ اب آپؐ نے مجبوراً سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ لوگوں نے پتھراؤ کیا۔ ایک شخص کا پتھر اس کے چہرے پر لگا۔ اور خون کی چھینٹیں اُڑ کر ان کے چہرے پر آئیں۔ انہوں نے گالی دی۔ آپؐ نے فرمایا زبان روکو۔ خدا کی قسم اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ جبراً محصول لینے والا بھی اگر یہ توبہ کرتا تو بخش دیا جاتا۔ (ابوداؤد)

ایک دن ایک صحابی نے عرض کی کہ ہم لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے ملک میں رہتے ہیں۔ کیا ان کے برتنوں میں کھانا کھا لیا کریں تو فرمایا اور برتن مل جائیں۔ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ۔ ورنہ اُن کو دھو کر کھا سکتے ہو۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۸۲۲)

ایک دفعہ ایک صحابی آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یارسول اللہؐ! میں برباد ہو گیا۔ روزہ میں اپنی بیوی سے مجامعت کر لی ہے آپؐ نے فرمایا۔ ایک غلام آزاد کر سکتے ہو۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ فرمایا۔ دو مہینے تک متصل روزے رکھ سکتے ہو۔ جواب دیا نہیں۔ فرمایا۔ ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتے ہو۔ کہا اس کی بھی طاقت نہیں۔ آپؐ نے ذرا تامل فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص نے کھجوروں کی ایک ٹوکری ہدیہ پیش کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ سائل کہاں ہے۔ سائل نے جواب دیا۔ یارسول اللہؐ میں یہاں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان

Marfat.com

مجوروں کو خیرات کے طور پر عزباء میں تقسیم کر دو۔ سائل نے کہا۔ مدینہ میں مجھ سے زیادہ غریب کون ہوگا۔ رسول کریم صلعم ہنس پڑے۔ فرمایا جاؤ گھر ہی والوں کو کھلا دو۔ (بخاری)

تقشف ناپسند تھا

رسول کریم صلعم رہبانیت کو ناپسند فرماتے تھے۔ اور آپ نے صحابہ کو بھی رہبانیت سے باز رکھا۔ بعض صحابہ افلاس کی وجہ سے شادی نہیں کرتے تھے اور ضبط نفس پر بھی قادر نہ تھے۔ انہوں نے قطع اعضا کرنا چاہا۔ آپ نے منع فرمایا۔ عثمان بن مظعون خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ ہم سے ایک نے ترک حیوانات۔ اور دوسرے نے ترک نکاح کا عزم کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "میں تو دونوں سے متمتع ہوتا ہوں"۔ عرب میں کئی کئی دن متصل روزہ رکھنے کا طریقہ تھا۔ صحابہ نے بھی اس کا ارادہ کیا۔ آپ نے منع فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے عزم کیا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے۔ اور رات بھر عبادت میں مشغول رہیں گے۔ رسول کریم صلعم کو خبر ہوئی۔ تو آپ نے بلا بھیجا۔ اور پوچھا "کیا یہ خبر صحیح ہے"؟ عرض کی "ہاں"۔ آپ نے فرمایا "تم پر تمہارے جسم کا حق ہے۔ آنکھ کا حق ہے۔ بیوی کا حق ہے۔ مہینہ میں تین دن کے روزے کافی ہیں"۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے کہا۔ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا تیسرے دن۔ انہوں نے عرض کی۔ "میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دن چھوڑ کر یہی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ اور یہی افضل الصیام ہے۔ انہوں نے عرض کی کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ طاقت ہے۔ ارشاد ہوا۔ اس سے زیادہ بہتر نہیں۔ (بخاری)

بنی اسد کی ایک عورت کی نسبت رسول کریم صلعم سے عرض کیا گیا کہ وہ تمام رات عبادت کیا کرتی ہے۔ فرمایا۔ ایسا نہ کرو۔ اعمال بقدر طاقت ادا کرو۔ (بخاری)

رسول کریم صلعم نے ایک گھر میں رسی لٹکتی دیکھی۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ صحابہؓ نے

Marfat.com

کہا: فلاں عورت نے رسی لگا رکھی ہے۔ رات کو (عبادت کرتی ہوئی) جب اُونگنے لگتی ہے تو اس سے لٹک جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اسے کھول دو۔ عبادت اس وقت تک کرو کہ نشاط طبع قائم رہے۔ (بخاری)

قبیلہ باہلہ کا ایک شخص بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر واپس چلا گیا۔ سال بھر کے بعد آنے کا اتفاق ہوا۔ ان کی صورت اس قدر بدل گئی تھی کہ آپؐ پہچان نہ سکے۔ انہوں نے اپنا نام بتایا۔ آپ نے پوچھا کہ تم تو خوش جمال تھے۔ آپؐ کی صورت کو کیا ہو گیا ہے۔ انہوں نے عرض کی جب سے گیا ہوں متصل روزے رکھے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈالا ہے رمضان کے علاوہ ہر مہینہ میں ایک دن کا روزہ کافی ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپؐ نے ایک دن کا اور اضافہ کر دیا۔ انہوں نے اور اضافہ کی درخواست کی۔ آپ نے تین کر دئے۔ ان کو اس سے بھی تسلی نہ ہوئی۔ تو آپؐ نے شہر حرام کے روزوں کا حکم دیا۔ (ابو داؤد)

کسی غزوہ میں ایک صحابی کا ایک غار پر گزر ہوا۔ جس میں پانی تھا۔ اردگرد کچھ بوٹیاں تھیں۔ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو عرض کی۔ یا رسول اللہؐ مجھ کو ایک غار مل گئی ہے۔ جس میں ضرورت کی سب چیزیں موجود ہیں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ نشین ہو کر رہبانیت اختیار کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں یہودیت یا نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا۔ میں آسان اور سہل ابراہیمی مذہب لے کر آیا ہوں۔ (مسند احمد ابن حنبل جلد ۵۔)

مداحی کی ناپسندیدگی

تعریف کو بھی ناپسند فرماتے تھے۔

ایک دفعہ بارگاہِ نبوت میں ایک شخص کا ذکر ہوا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے ان کی بہت مدح کی۔ آپؐ نے فرمایا تم نے اس شخص کو ذبح کر ڈالا۔ اگر کسی کے متعلق کچھ کہو۔ تو یوں کہو "میرا خیال ہے"[1]

ایک دفعہ ایک شخص کسی حاکم کی تعریف کر رہا تھا۔ حضرت مقداد رضی

[1] ادب المفرد صلہ

Marfat.com

بھی موجود تھے۔ انہوں نے زمین سے خاک اٹھا کر اس کے منہ میں جھونک دی۔ اور کہا کہ رسول اللہ صلعم نے حکم دیا ہے کہ مداحوں کے منہ میں خاک بھر دیں۔[1]

ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف لائے۔ ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا محجن ثقفی سے پوچھا۔ یہ کون ہے۔ محجن نے ان کا نام بتایا۔ اور نہایت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو یہ سن نہ پائے۔ ورنہ تباہ ہو جائے گا۔ یعنی دل میں تکبر پیدا ہو گا۔[2] جو موجب ہلاکت ہو گا۔

ایک دفعہ اسود بن سریع خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میں نے خدا کی حمد اور آپ کی مدح میں کچھ اشعار کہے ہیں۔ فرمایا ہاں خدا کو حمد پسند ہے۔ اسود نے اشعار پڑھنے شروع کیے۔ اس اثنا میں ایک آدمی باہر سے آگیا۔ آپ نے اسود سے کہا۔ رک جائیں۔ وہ کچھ باتیں کر کے چلا گیا۔ پھر اسود نے اشعار پڑھنے شروع کیے۔ وہ آدمی دوبارہ آگیا۔ تو آپ نے اسود کو اشعار پڑھنے سے روک دیا۔ تیسری دفعہ بھی ایسا ہوا اسود نے عرض کی کہ یہ کون صاحب ہیں۔ جن کے لئے آپ مجھ کو بار بار اشعار پڑھنے سے روک دیتے تھے۔ فرمایا کہ یہ وہ شخص ہے۔ جو فضول باتیں پسند نہیں کرتا۔[3]

خوش معاملگی

ایک دفعہ رسول کریم صلعم نے اونٹ کسی سے مستعار لیا۔ جب آپ نے واپس کیا۔ تو اس سے اچھا اونٹ اس کو دیا۔ اور کہا "اچھے لوگ وہ ہیں جو خوبی کے ساتھ اپنا قرض ادا کرتے ہیں۔ (ترمذی)

ایک دفعہ ایک بدو نے جس کے آپ مقروض تھے۔ تقاضا کیا۔ بدو

---

[1] ادب المفرد صفحہ ۶۶ – [2] ادب المفرد ۹۶ [3] ادب المفرد صفحہ ۶۶

بالطبع درشت اور بد مزاج ہوتے ہیں۔ اس نے سخت الفاظ میں اپنا قرض طلب کیا۔ صحابہؓ نے اُسے سرزنش کی۔ اور کہا تم جانتے ہو کہ کس شخص سے گفتگو کر رہے ہو۔ اس نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ لیکن میں نے طلب تم کے علاوہ اور کوئی بات تو نہیں کی ہے" اس پر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ "تمہیں اس کی طرفداری کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ حق پر ہے" (ابن ماجہ)

ایک بدوی اونٹ کا گوشت فروخت کر رہا تھا۔ آپؐ نے اس خیال سے کہ گھر میں تھوڑی سی کھجوریں رکھی ہیں۔ ان کے مبادلہ میں گوشت کا ایک ٹکڑا طلب فرما لیا۔ جب گھر میں جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کھجوریں خرچ ہو چکی ہیں۔ آپ نے باہر آ کر اس بدو سے معذرت فرمائی۔ وہ پکار اٹھا۔ "تم بے ایمان ہو" صحابہؓ نے اس سے کہا۔ کیا تم کو جنون ہو گیا ہے۔ رسول کریمؐ اور بے ایمانی۔ آپؐ نے انہیں روکا اور فرمایا۔ "کہنے دو اسے حق ہے" آپؐ نے دوبارہ معذرت فرمائی۔ اس نے پھر انہیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ صحابہؓ نے اسے خاموش کرنا چاہا۔ لیکن آپؐ نے فرمایا۔ "اسے جو جی میں آئے کہنے دو۔ وہ حق پر ہے" تب آپؐ نے اس سے فرمایا۔ "اچھا تم فلاں خاتون کے پاس چلے جاؤ۔ وہ تم کو مقررہ کھجوریں دے دیں گی" چنانچہ وہ گیا اور کھجوریں لے کر واپس لوٹا تو نبی کریم صلعم وہیں تشریف فرما تھے۔ آپؐ کی خوش معاملگی نے اتنا متاثر کیا۔ وہ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور پکار اٹھا۔ "اے محمد! جزاک اللہ احسن الجزاء۔ تم نے پوری قیمت دی۔ اور بہتر معاوضہ"

ایک دفعہ ایک قافلہ مدینہ کے نواح میں خیمہ زن تھا۔ ان کے پاس ایک لال رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ ادھر سے گزرے اور اس اونٹ کی قیمت دریافت کی۔ لوگوں نے قیمت بتائی۔ آپؐ نے اسے منظور فرما لیا۔ جب آپؐ اونٹ سمیت کچھ دور نکل گئے۔ تو ان لوگوں کو خیال آیا کہ مشتری اجنبی ہے۔ قیمت لئے بغیر اونٹ دینا قرین مصلحت نہیں ہے۔ قافلہ میں ایک عورت تھی۔ اس نے کہا۔ واللہ ہم نے اس سے بہتر کبھی ایسا منور چہرہ نہیں دیکھا۔ کوئی غم کی بات نہیں ہے" شام کے وقت آپؐ نے اس اونٹ کی قیمت کی کھجوریں مالک کے پاس

Marfat.com

بھیج دیں۔ (دار قطنی)

جنگ حنین کے موقعہ پر آپؐ کچھ اسلحہ خریدنا چاہتے تھے۔ صفوان کے پاس جو اس وقت غیر مسلم تھا۔ اس وقت بہت اسلحہ موجود تھا۔ آپؐ نے کچھ زرہیں عاریتاً لینی چاہیں۔ اس نے کہا۔ اے محمدؐ! کیا تم مجھے ٹھگنا چاہتے ہو۔ میری زرہیں استعمال کرو اور خراب کر کے مجھے واپس کر دو۔ مفت ہی کام نکالنا چاہتے ہو۔" آپؐ نے فرمایا۔ "میں قرض نہیں لیتا۔ مستعار لیتا ہوں۔ اور اگر کوئی زرہ خراب ہو گئی تو اس کی قیمت ادا کر دوں گا۔"

غرضیکہ آپؐ نے چالیس زرہیں لے لیں۔ جنگ کے خاتمہ پر چند زرہیں گم ہو گئیں۔ آپؐ نے صفوان سے کہا۔ چند زرہیں گم ہو گئی ہیں۔ ان کی قیمت ادا کر دوں گا۔ لیکن اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! اب قیمت دینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اب میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ (ابو داؤد)

جب کوئی جنازہ لایا جاتا۔ تو آپؐ نماز جنازہ پڑھنے سے قبل تحقیق فرما لیتے۔ آیا متوفی یا متوفیہ مقروض تو نہیں ہے۔ اگر مقروض ہوتا تو آپؐ صحابہؓ کو نماز ادا کرنے کا حکم دیتے۔

شائستگی

ایک دفعہ کوئی شخص رسول کریم صلعم سے ملنے کے لئے آیا۔ صحابہؓ نے اطلاع کی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "اگرچہ وہ اچھا آدمی نہیں ہے تاہم آنے دو۔" جب وہ آپؐ کے سامنے آیا۔ تو آپؐ نے اس کے ساتھ بہت عمدہ سلوک فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اس بات سے متعجب ہوئیں۔ آپؐ نے ان کے استعجاب کو دیکھ کر فرمایا۔ "خدا کی نظر میں وہ شخص بدترین خلائق ہے جو انسانوں کے ساتھ اس قدر درشت مزاجی سے پیش آئے کہ وہ اس سے نفرت کرنے لگیں۔ (ابو داؤد)

ایک مرتبہ رسول کریم صلعم صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس اثناء میں آپؐ کی رضاعی والدہ کا خاوند آپؐ سے ملنے آیا۔ آپؐ نے اپنی چادر کندھے

Marfat.com

سے اتار کر اس کا ایک کونہ اس کے لیئے بچھا دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کا ساتھ آیا۔ آپؐ کھڑے ہو گئے۔ اور اسے اپنی جگہ پر بٹھا دیا۔ (ابوداؤد)

ایک مرتبہ آپؐ کچھ گوشت مساکین میں تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران میں ایک عورت آپؐ سے ملنے آئی۔ آپؐ فوراً گوشت چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اور حتی الوسع اس کی مدارات فرمائی۔

جب وہ چلی گئی۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ یہ کون تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ "میری رضاعی ماں تھی"۔ (ابوداؤد)

دخل در معقولات سے احتراز

آپؐ ہمیشہ صحابہ کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ ایسے معاملات میں دخل نہ دیا کرو۔ جو تمہارے ساتھ تعلق نہیں رکھتے۔

کیونکہ اس طرح فتنہ پیدا ہوتا ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کے اسلام کا بہترین نمونہ یہ ہے کہ جس معاملہ کا اس سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہو۔ اس میں خواہ مخواہ دخل اندازی نہ کرے۔

عیوب کو چھپانا

آپؐ صحابہؓ کو دوسروں کے عیوب چھپانے کی تلقین فرماتے اور اگر کوئی اپنا عیب ظاہر کرتا تو اس کو بھی عیب ظاہر کرنے سے منع فرماتے تھے۔

آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جو بندہ کسی دوسرے بندے کا گناہ دنیا میں چھپاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کے گناہ قیامت کے دن چھپائے گا۔

آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ہر شخص کا گناہ مٹ سکتا ہے (توبہ سے) مگر جو اپنے گناہوں کا آپ اظہار کرتے پھرتے ہیں۔ ان کا کوئی علاج نہیں۔ پھر فرمایا۔ اظہار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص رات کے

Marfat.com

وقت گناہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ مگر صبح کے وقت وہ اپنے دوستوں سے ملتا ہے تو کہتا ہے۔ اے فلانے میں نے رات کو یہ کام کیا۔ اے فلانے میں نے رات کو یہ کام کیا تھا۔ رات کو خدا اس کے گناہ پر پردہ ڈال رہا تھا۔ صبح کو وہ اپنے گناہ خود ظاہر کرتا ہے۔

غلق "عدم تشدد" کے زیر عنوان یہ بیان کیا جا چکا ہے۔ کس طرح آپؐ نے ایک مرد اور ایک عورت سے اعراض کیا۔ جب ان دونوں نے اپنے زنا کا اعتراف کیا۔

تجسّس کی مخالفت اور نیک ظنی کا حکم

رسول کریم صلعم تجسس سے منع فرماتے تھے۔ اور ایک دوسرے پر نیک ظنی کا حکم دیتے رہتے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ بدظنی سے بچو۔ کیونکہ بدظنی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ اور تجسس نہ کرو۔ اور لوگوں کے حقارت سے اور نام نہ رکھو۔ اور حسد نہ کرو۔ اور آپس میں بغض نہ رکھا کرو۔ اور سب کے سب اپنے آپ کو خدا کے بندے سمجھو۔ اور اپنے آپ کو بھائی بھائی سمجھو۔ جس طرح خدا تعالےٰ کا حکم ہے۔ (مسلم)

صبر

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ (احقاف)

(اے پیغمبر) جس طرح اولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔

قرآن مجید میں ۹۰ مقامات پر صبر کا ذکر فرمایا گیا ہے

(۱) واللہ یحب الصابرین۔ (ال عمران)

اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

(۲) واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ (ال عمران)

صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔

لہ بخاری جلد ۲ کتاب الادب باب ستر المومن علی نفسہ

Marfat.com

(۳) فاصبر کما صبر اولو العزم من الرسل ولا تستعجل لھم (احقاف)

رسول کریم صلعم فرماتے ہیں ۔ الصبر ردائی ۔ صبر میرا لباس ہے۔
ایک اور حدیث ہے ۔ جس میں رسول کریم فرماتے ہیں ۔ "مومن کی حالت بھی عجیب سی ہے ۔ اور یہ بات مومن کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ۔ اگر اسے کوئی شئے خوش کرنے والی حاصل ہوتی ہے ۔ تو وہ شکر کرتا ہے ۔ اور یہ اس کے لیئے بہتر ہوتا ہے ۔ اور اگر اسے کوئی شئے ضرر رساں پہنچتی ہے ۔ تو وہ صبر کرتا ہے ۔ اور ایسا کرنا ہی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے "

صبر کے لغوی معنی حبس (روک) ہیں ۔ محاورہ ہے ۔
قُتِلَ فلان صبرًا ۔ فلاں شخص باندھ کر مارا گیا ۔

اصطلاح میں صبر کو اس لیئے صبر کہتے ہیں کہ اس میں بھی دل کو گریہ وزاری سے زبان کو شکوہ و گلا سے اور جوارح کو بے قراری سے روک لینا ہوتا ہے
اس لحاظ سے صبر کی تین اقسام ہیں ۔

قسم اوّل	طاعت الٰہی پر صبر
قسم دوم	معصیت الٰہی سے صبر
قسم سوم	امتحان الٰہی پر صبر

ان تینوں اقسام میں ۔ خاتم الانبیاء خیر الناس حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بنی نوع انسان کے لیئے اکمل طور پر اسوہ حسنہ ہیں ۔
آپؐ کی تمام زندگی طاعت الٰہی میں گذری ہے ۔
آپؐ کا اٹھنا ۔ آپؐ کا بیٹھنا ۔ آپ کا چلنا ۔ آپ کا کھانا ۔ آپ کا پینا ۔ آپؐ کا جنگ کرنا ۔ آپ کا دشمنوں سے صلح کرنا ۔ آپؐ کا نماز پڑھنا ۔ آپؐ کا اپنی ازواج کے پاس جانا ۔ آپؐ کا دوستوں سے ملنا ۔ اُن کی تربیت کرنا ۔ اور آپؐ کا اہل خسران کو ڈرانا ۔ آپؐ کا کلمۃ الحق کی بلندی میں سعی و کوشش کرنا غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ پر طاعت الٰہی حاوی ہے ۔
آپؐ کی حیات طیبہ معصیت الٰہی سے صبر پر ایک روشن شمع ہے ۔ جو

Marfat.com

گنہگاروں کے لیئے ہدایت کا موجب ہے۔ کفار نے استہزا اور تمسخر کے ساتھ ایذاؤں اور تکالیف کے ساتھ۔ ہر قسم کا طمع دے کر سوشل بائیکاٹ کر کے اپنے گھر سے جلا وطن کر کے۔ اور جنگوں کی آگ جلا کر بھی چاہا کہ آپ کا قدم معصیت الٰہی کی دلدل میں پھنسے۔ لیکن جتنی ان کی کوشش معصیت الٰہی کی طرف لانے کی ہوتی تھی۔ اتنا ہی تیزی سے آپ کا قدم خدا کے قرب کی طرف بڑھتا چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس مقدس نبی کی ذات مظہر اتم الوہیت اور آئینہ خدا نما ہو گئی۔ اب جس کی نورانی شعاعیں عجز ازیاد لوں کو منور کر رہی ہیں۔ اور بیشمار سینوں کو گناہوں کی غلاظتوں سے پاک کر کے نور توحید تک پہنچا رہی ہیں۔

مصائب و آلام رنج و غم میں جس صبر جمیل کا نمونہ رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات ہے۔ اس قسم کا نمونہ نہ پہلوں میں ملے گا۔ اور نہ پچھلوں میں۔ آپ کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف پڑھ جاؤ۔ تم کو معلوم ہو جائے گا۔ اس آسمان کے نیچے اور اس زمین کے سینہ پر کوئی ایسی مصیبت نہ ہوگی۔ جو آپ کی راہ میں حائل نہ ہوئی ہوگی۔ آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے۔ والد کا انتقال ہو گیا۔ بچپن میں ہی سر سے ماں کا سایہ عاطفت اٹھ گیا۔ دو برس کے بعد دادا کی نگاہ التفات سے محروم ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آغوش محبت میں جگہ دی۔ نبوت کے بعد جب آپؐ قریش کے جور و ظلم کے گرداب میں پھنسے ہوئے تھے۔ اور ابو طالب کفار کے ظلم و ستم کے مقابل سپر کا کام دے رہے تھے۔ وہ فوت ہوئے۔ ام المؤمنین حضرت خدیجہ مصائب و نوائب ہموم و غموم میں آپؐ کی تنہا مونس تھیں۔ موت کے پنجہ نے ان کو بھی آپ سے علیحدہ کر دیا۔ آپؐ کی تمام اولاد سوائے حضرت فاطمہؓ کے آپؐ کی آنکھوں کے سامنے فوت ہوئی۔ آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ جنگ احد میں شہید ہوئے۔ اور ان کی لاش کا مثلہ کرایا گیا۔ حضرت جعفرؓ ابن عم نے جنگ موتہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کے پروردہ خاص حضرت زید بھی اسی جنگ میں کام آئے۔ اور کبھی بھی زبان پر شکوہ کے الفاظ نہ جاری ہوئے۔

دعوت نبوت کے بعد کی زندگی میں تحقیر و استہزا سب و شتم اور

Marfat.com

ایذا رسانی کے تمام طریقے برتے گئے۔ رسُول کریم صلعم کے آستان فیض پر غلاظت گرائی گئی۔ راستہ میں گڑھے کھود دے گئے۔ تاکہ نماز تہجد کے لیئے نکلیں گے۔ تو گڑھے میں گر جائیں۔ نماز کی حالت میں گردن میں چادر ڈال کر دم زندگی روکا گیا۔ سجدہ کی حالت میں اونٹوں کی اوجھری پشت مبارک پر رکھی گئی۔ پتھر مار مار کر ساقین کو لہو لہان کیا گیا۔ شعب ابی طالب میں معاونین کے ساتھ محصور کیا گیا۔ اور دانہ دنورش کا داخلہ بند کیا گیا۔ قتل کا منصوبہ باندھا گیا۔ جب خدا کے اذن سے ہجرت کر کے مدینہ آئے۔ تو خونی معرکوں کا سلسلہ جاری کر دیا گیا۔ یہودیوں اور منافقین سے ساز باز کر کے صفحہ ہستی سے مٹا دینے کے لیئے پروگرام بنائے گئے۔ ان خطرناک حالات میں بھی آپ کے قلب و ذہن پر صبر و شکیب کی مہر ثبت تھی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ صبر کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) صبر باللہ (۲) صبر للہ (۳) صبر مع اللہ

(۱) صبر باللہ کا مطلب یہ ہے کہ صبر صرف اور صرف خدا کے لیئے ہو۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

واصبر وما صبرك الا بالله

صبر کیجئے۔ اور آپ کا صبر تو اللہ ہی کے لیئے ہے۔

(۲) صبر للہ کا مطلب یہ ہے کہ صبر صرف محبت الٰہی کے لیئے ہو

(۳) صبر مع اللہ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ اپنی زندگی قوانین الٰہی کے مطابق ڈھالے۔

اگر رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا جائے۔ تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی زندگی صبر کی ان تینوں حالتوں کی عکاسی کرتی ہے۔

آپ کا صبر خدا کے لیئے تھا۔ خدا کی رضا کے لیئے تھا۔ اور آپ کی زندگی کے ہر لمحہ پر قوانین الٰہی کی حکمرانی تھی۔

شکر

Marfat.com

وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ ۔ (اعراف)

اور تو شکر کرنے والے میں سے ہو جا۔

رسول کریم صلعم نے اپنی زندگی میں جہاں مصائب والام کو دیکھا ہے۔ وہاں بڑی سے بڑی کامیابیوں نے بھی آپ کا استقبال کیا ہے۔ اس وقت آپ کا سر فخر وغرور سے بلند نہیں ہوا۔ بلکہ اپنا سر نیاز بارگاہ ایزدی میں جھکایا پھر یہاں تک جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوہ کی لکڑی سے لگ جائے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے پاس جب کوئی خوشی کی خبر آتی تھی۔ تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیئے آپ فوراً سجدہ میں گر پڑتے تھے[1]

قبیلہ ہمدان کے اسلام لانے کی خبر جب آپ کو پہنچی۔ تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا[2]

رسول کریم صلعم کثرت سے عبادت اور ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! خدا نے تو آپ کو معصوم بنایا ہے۔ اب آپ کیوں اتنی عبادت کرتے ہیں۔ ارشاد ہوا۔

افلا اکون عبداً شکوراً

کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں[3]۔

حضرت سعدؓ بیان کرتے کہ ہم لوگ رسول کریم صلعم کے ساتھ مکہ سے مدینہ روانہ ہوئے۔ جب آپ زوعرا مقام کے قریب پہنچے تو آپ سواری سے اتر گئے۔ اور ہاتھ اٹھا کر دیر تک دعا کی۔ پھر سجدہ کیا۔ اور دیر تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ پھر سر اٹھا کر دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے۔ اور پھر دیر تک سجدہ میں رہے۔ پھر اٹھ کر تضرع کے ساتھ دعا شروع کی۔ اس کے بعد پھر سجدہ میں گر

---

[1] ابوداؤد کتاب الجہاد باب فی سجود الشکر۔ [2] زاد المعاد بحوالہ بیہقی۔ [3] صحیح بخاری قیام اللیل۔

Marfat.com

گئے۔ اس دعا سے فارغ ہو کر آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔" میں نے اپنی امت کی مغفرت کے لیے خدا سے دعا مانگی تھی۔ جس کا ایک حصہ مقبول ہوا۔ میں شکر کے لیئے سجدہ میں گر گیا۔ پھر مزید درخواست کی۔ خدا نے وہ بھی قبول کی۔ میں نے پھر شکر کے لیئے سجدہ کیا۔ اور پھر دعا کی۔ خدا نے اس کو بھی قبول فرمایا۔ پھر میں سجدہ میں گر پڑا۔[1]

خدا نے جب آپ کو یہ خبر دی کہ جو آپ پر درود بھیجے گا۔ اس پر خدا درود بھیجے گا۔ تو اس رفع منزلت پر آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔[2]

توکّل

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۔ (آل عمران)

پس تو اللہ پر بھروسہ کر۔

وکلت امری الی فلان کے معنی ہیں۔ دوسرے کی طرف ایک امر کو سونپ دیا۔ اور اس بارہ میں اس پر اعتماد کیا۔ توکل کا استعمال دو طرح پر ہے ایک صلہ لام کے ساتھ توکلتُ لفلانٍ کے معنی ہیں توکلت لہ یعنی اس کی خاطر میں اس کا متولی ہو گیا۔ توکلت علیہ کے معنی ہیں۔ اعتمدات علیہ یعنی اس پر میں نے اعتماد کیا۔ (امام راغب)

اللہ کے اوپر توکل کرنے کے کیا معنی ہیں۔ لفظی معنی اعتماد کرنا ہے۔ خدا پر اعتماد کرنے سے یہ مطلب ہے کہ ہمیں کچھ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور کام کو خدا پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ آج کل کے متصوفین نے ترک عمل اور اسباب سے بے پروائی کا نام توکل رکھا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید کی روشنی میں توکل اسباب سے کام لینے کا نام ہے۔ سورہ آل عمران میں جہاں دو گروہوں (بنو حارثہ اور بنو سلمہ) کا ذکر ہے کہ انہوں نے جنگ سے واپس ہو جانے کا ارادہ کیا۔ خدا نے ان کو اس ارادہ پر عمل کرنے سے بچا لیا۔ اور فرمایا۔ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون

---

[1] ابوداؤد کتاب السجود [2] مسند احمد عن عبدالرحمن بن عوف۔

Marfat.com

یعنی اللہ پر ہی مومنوں کو بھروسہ کرنا چاہیئے۔ تو معلوم ہوا کہ جنگ کرنا ہی توکل تھا اور جنگ نہ کرنا اور واپس چلا جانا خلاف توکل تھا۔ پس قرآن مجید کے اس استعمال نے واضح کر دیا کہ توکل اسباب سے پورا کام لینے کا نام ہے۔ اور حقیقت میں وہ شخص متوکل علی اللہ نہیں کہلا سکتا۔ جو اسباب کو کام میں نہیں لاتا۔ بلکہ حقیقت میں توکل یہ ہے کہ اسباب و علل کتنے ہی کمزور نظر کیوں نہ آئیں۔ تو بھی ان سے کام لیا جائے۔ اور نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔ پس خدا پر توکل کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ اسباب کو پورا عمل میں لایا جائے۔ پھر نتیجہ خدا پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یہ توکل انسان کی ہمت کو بڑھانے والی چیز ہے۔ یہی وہ توکل ہے جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل کیا۔ اور ہر کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔

احادیث سے بھی یہی واضح ہوتا ہے۔ رسول کریم صلعم سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ اونٹ کو خدا کے توکل پر کھلا چھوڑ دوں۔ تو آپ نے فرمایا اعقلھا و توکل اس کے گھٹنے کو رسی سے باندھ دو۔ اور توکل کرو۔ یعنی اسباب کو کام میں لاؤ۔ پھر نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔

رسول کریم صلعم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ آپؐ کو خدا کی ذات پر مکمل توکل اور اعتماد تھا۔ مکہ کی تنہائیوں میں جب مصائب و آلام کے سیاہ بادل منڈلا رہے تھے۔ اس وقت بھی آپ کے دل میں کسی قسم کی مایوسی و ناامیدی پیدا نہیں ہوئی۔ جب مونس و غمخوار چچا ابو طالب کفار مکہ کے دباؤ کی وجہ سے سمجھانے لگتے ہیں۔ تو آپؐ فرماتے ہیں کہ خدا مجھے تنہا نہیں چھوڑے گا۔[1]

مکہ میں ایک دکھیا صحابی سے فرماتے ہیں۔ "خدا کی قسم عنقریب وہ وقت آتا ہے۔ جب یہ دین مرتبہ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور خدا کے سوا کسی اور کا ڈر نہیں رہے گا۔"[2]

آپ پہلے یہ پڑھ چکے ہیں کہ ہجرت کی رات میں مکہ کے قسی القلب نوجوان

---

[1] ابن ہشام [2] صحیح بخاری جلد اول۔

Marfat.com

ہاتھوں میں تلواریں لیئے ہوئے خون آشام ارادوں کے ساتھ آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیئے ہوئے ہیں۔ آپؐ خدا کے اذن پر اعتماد کر کے نامساعد حالات کی موجودگی میں گھر سے باہر نکلتے ہیں۔ اور سیدھے حضرت ابوبکرؓ کے گھر جاتے ہیں۔ اور اُن کو ساتھ لے کر اونٹنیوں پر سوار ہو کر غار ثور میں پناہ لیتے ہیں۔ کفار اپنی ناکامی نامرادی کی آگ میں جل کر آپ کے تعاقب میں نشان قدم کو دیکھتے ہوئے اسی غار کے منہ تک پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کفار کے پاؤں دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں۔ اور عرض کرتے ہیں "یا رسول اللہؐ! دشمن اس قدر قریب آگیا ہے کہ اگر ذرا نیچے جھک کر اپنے پاؤں کی طرف دیکھیں گے۔ تو ہم پر نظر پڑ جائے گی۔"

لیکن اس غم و مصیبت کی گھڑی میں بھی روحانیت کی پُرسکون آواز میں فرماتے ہیں۔ "لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔ غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے۔"

غار ثور میں تین دن کے قیام کے بعد مدینہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ تو سراقہ بن جعشم سو اونٹ بطور انعام حاصل کرنے کی خاطر آپؐ کا تعاقب کرتا ہے۔ وہ بہت قریب پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر بار بار اضطراب کی حالت میں مڑ مڑ کر دیکھتے ہیں۔ لیکن آپؐ نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا۔ بلکہ آپؐ سکینت ربانی کے سایہ میں تلاوت قرآن مجید کرتے ہوئے جا رہے ہیں۔

اُحد اور حنین کے غزوات میں جب مسلمان میدان جنگ کو تھوڑے سے عرصے کے لیئے چھوڑ گئے تھے۔ اس وقت بھی آپ توکل کے اس ارفع مقام پر کھڑے تھے۔ جہاں یاس و ناامیدی۔ خوف و بیم اضطراب و بے قراری کی ہوا تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

غزوہ نجد سے واپسی میں آپ نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ یہاں درختوں کے جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ صحابہ درختوں کے سایہ میں ادھر اُدھر منتشر ہو گئے۔ آپ بھی ایک درخت کے نیچے تلوار لٹکا کر استراحت فرما تھے۔ چپکے سے ایک بدو آ نکلا۔ تلوار کو اتار کر آپؐ کے سینہ پر سوار ہو گیا۔ اور کہا "اے محمدؐ! اب تجھ سے کون بچا سکتا ہے"۔ آپؐ نہایت ہی اطمینان سے کہ

Marfat.com

ہیں۔ "اللہ"

یہ توکل علی اللہ کا ایک رُخ ہے۔ دوسرا رُخ بھی اس سے کم دلکش نہیں۔ آپ نے کبھی بھی ایک دن کی آمدنی دوسرے دن کے لیئے اٹھا کر نہیں رکھی۔ جو بچ جاتا۔ شام تک مستحقین میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ ترمذی میں حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ "ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یدخر لغد" آنحضرت صلعم کل کے لیئے کوئی چیز اٹھا کر نہیں رکھتے تھے۔

نزع کی حالت میں جب انسان دنیا و مافیہا کو فراموش کر دیتا ہے اس حالت میں آپؐ کو یاد آیا کہ چند اشرفیاں گھر میں پڑی ہوئی ہیں۔ فوراً حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں۔ "عائشہؓ! کیا محمدؐ! خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا جاؤ جلدی ان کو خیرات کر دو" سبحان اللہ! اس نازک موقع پر بھی سید المرسلین۔ و خاتم النبیین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے توکل ارفع مقام کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

خوش کلامی

وقولوا للناس حسنا (القرآن)

اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

خوش کلامی سے مقصد یہ ہے کہ باہم ایک انسان دوسرے انسان سے کلام کرنے میں ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھے۔ تاکہ آپس میں تعلقات خوشگوار پیدا ہوں

قرآن مجید میں آتا ہے۔ وقولوا للناس حسنا۔ اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بُرے لفظوں سے پکارنے۔ تحقیر آمیز لقب و خطاب دینے سے سخت منع فرمایا ہے۔

آپؐ فرماتے ہیں "تم آپس میں ایک دوسرے کو طعن نہ دو۔ اور نہ

Marfat.com

پڑ کے نام سے کر پکارو۔ ایمان کے بعد گنہگاری بُرا نام ہے۔"
آپؐ کا ارشاد ہے کہ "مسلمان کا یہ کام نہیں کہ وہ طعنہ دے یا لعنت بھیجے یا بدزبانی اور فحش کلامی کرے۔"
نیز فرمایا۔ "جو اللہ اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو۔ اس کو چاہئے کہ وہ اچھی بات زبان سے نکالے ورنہ چپ رہے۔"
ایک دفعہ آپؐ نے جنت کا ذکر فرمایا۔ ایک بدوی صحابی جو مجلس میں حاضر تھے۔ بولے کہ یا رسول اللہ یہ جنت کس کو ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا۔ "جس نے خوش کلامی کی۔ بھوکوں کو کھانا کھلایا۔ اکثر روزے رکھے۔ اور اس وقت نماز پڑھی جب دنیا سوتی ہے۔"
ایک اور حدیث ہے کہ "اچھی بات صدقہ ہے۔"
ایک صحابیؓ نے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! نجات کیونکر ملے گی۔ فرمایا۔ "اپنی زبان پر قابو رکھو۔"

میانہ روی

اسلام کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں کو امتہً وسطاً کا خطاب دیا ہے۔
صحیح بخاری میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اکلفوا من الاعمال ما تطیقون۔ یعنی اتنا ہی عمل کا التزام کرو جتنا تم کر سکو۔
عبادت سے بڑھ کر اسلام میں کوئی نیکی کا کام نہیں ہے۔ آپؐ نے اس میں بھی میانہ روی اور اعتدال کی تعلیم دی۔ حضرت عثمان بن مظعون کا واقعہ کتب احادیث میں پایا جاتا ہے کہ انہوں نے جب راتیں عبادت اور دن روزوں میں بسر کرنا شروع کیے۔ تو رسول کریم صلعم نے ان کو منع فرمایا اور اعتدال کی تعلیم دی۔ اور فرمایا تمہارے ذمہ اور بھی حقوق ہیں۔
حضرت حذیفہ صحابی کی روایت ہے کہ رسول کریم صلعم نے فرمایا

Marfat.com

کہ ما احسن القصد فی الغنی ما احسن القصد فی الفقر ما احسن القصد فی العبادۃ[1]۔

دولت مندی میں میانہ روی کتنی اچھی ہے۔ محتاجی میں درمیانگی کتنی اچھی ہے۔ عبادت میں اعتدال کتنا اچھا ہے۔

خوف و عبادت

رسول کریم صلعم کو معرفت الٰہی سب سے زیادہ تھا۔ اس لئے آپ سب سے زیادہ خدا ترس اور عبادت کرنے والے تھے۔

چنانچہ آپ فرماتے تھے۔ قسم ہے۔ اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے۔ تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے[2]۔

آپ کی عبادت کا یہ حال تھا کہ کثرت قیام شب کی وجہ سے آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ یہ تکلیف اور مشقت کیوں اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ بخش دئے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں[3]۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم تمام رات نماز میں کھڑے رہے اور قرآن کی ایک آیت بار بار پڑھتے رہے[4]۔

حضرت عبد اللہؓ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں رسول کریم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور رونے کے سبب سے آپ کے شکم مبارک سے تانبے کی دیگ کی مانند آواز آ رہی ہے[5]۔

---

[1] بروایت کنز العمال۔

[2] صحیح بخاری۔ [3] شمائل ترمذی باب ما جاء فی عبادۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [4] شمائل ترمذی [5] شمائل ترمذی باب جاء فی بکاء رسول اللہ صلعم۔

Marfat.com

میدان جنگ میں بھی جب کہ دونوں طرف فوجیں برسرپیکار ہیں۔ آپ یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوئے۔ بدر کے میدان میں لشکر کفار پورے ساز و سامان کے ساتھ مسلمانوں کی مٹھی بھر جماعت کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیئے آیا ہوا ہے۔ آپ اس خطرناک حالت میں بھی خشوع و خضوع سے دونوں ہاتھ پھیلا کر بارگاہ ایزدی میں عرض کرتے ہیں کہ خدایا اپنا وعدہ نصرت پورا کر کبھی سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور خدا سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی۔ تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ اسی اثنا میں حضرت علی تین دفعہ میدان جنگ سے حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ ہر دفعہ رسول کریم صلعم کی پیشانی خاک پر ہے۔ (سیرۃ النبی جلد اوّل صفحہ ۲۵۰)

مداومت عمل

اخلاق کا سب سے ضروری پہلو یہ ہے کہ انسان جس نیک کام کو اختیار کرے۔ اس پر مداومت اختیار کرے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام امور میں اسی اصول کی پابندی فرماتے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت عائشہؓ سے رسول کریم صلعم کے عبادات و اعمال کے متعلق دریافت فرمایا کہ کیا آپ کسی خاص دن پر کرتے ہیں انہوں نے جواب دیا۔ لا کان عملہ دیمۃ۔ یعنی آپ کا عمل جھڑی ہوتا تھا۔ یعنی جس طرح بادل کی جھڑی برسنے لگتی ہے۔ تو نہیں رکتی۔ اسی طرح آپ کا حال تھا جو کام ایک دفعہ اختیار کر لیا۔ پھر اس پر مداومت فرماتے۔

دوسری روایت ہے۔ وکان اذا عمل عملاً اثبتہ[1] جب رسول کریم صلعم کوئی کام کرتے تھے۔ تو اس پر مداومت فرماتے تھے۔ اسی لیئے رسول کریم خود فرماتے ہیں۔

---

[1] ابوداؤد

Marfat.com

"ان احب العمل الی اللہ ادومہ" یعنی خدا کے نزدیک سب سے محبوب وہ کام ہے جس پر سب سے زیادہ انسان مداومت کرے۔

حضرت عائشہؓ آپؐ کی راتوں کی عبادت کے متعلق فرماتی ہیں کہ رسول کریم صلعم نے کبھی رات کی عبادت ترک نہیں کی اگر کبھی طبیعت ناساز ہے۔ تو بیٹھ کر ادا کر لیتے تھے۔

Marfat.com

آداب

لغوی معنی:۔ آداب جمع ادب کی ہے۔ لغت میں آداب کے معنی ہیں۔ حفظِ مراتب۔ دستور قاعدہ۔ سلیقہ۔ تمیز تہذیب۔ اخلاق تعظیم سے سلام کرنا۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ تعظیمی الفاظ جو خطوط میں القاب کے بعد لکھے جاتے ہیں۔

اصطلاحی تعریف

اسلامی نقطہ نگاہ سے انسانی زندگی کے لیل و نہار کے ضروری مشاغل جن کے بجا لانے سے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کو فائدہ اور آرام پہنچے۔ آداب کہلاتے ہیں۔

انہی کی پابندی سے ایک قوم متمدن کہلاتی ہے۔ اور انہی کی عدم پابندی سے وحشی۔ ان کی پابندی انسان کی انفرادی۔ خاندانی۔ معاشرتی۔ سیاسی زندگی کو پر لطف خوشگوار بناتی ہے۔ کسی قوم کی ترقی و عروج کا راز اس میں مضمر ہے۔

آداب کے چند اقسام اس باب میں ارقام کیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

فطری آداب

فطری آداب دو اصولوں پر مبنی ہیں ۔ طہارت اور ترک رہبانیت یہ دو اصول ایسے ہیں ۔ جن کو انسانی فطرت پسند کرتی ہے ۔ اور جانوروں سے ممتاز کرتے ہیں ۔

بخاری کی ادب المفرد میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے ختنہ کرایا ۔ مونچھیں ترشوائیں ۔ اور ناخن کٹوائے [۱]

ایک حدیث ہے ۔ ایک صحابی کہتے ہیں ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خصال فطرت پانچ ہیں ۔ ختنہ کرانا ۔ موئے زیر ناف اور بغل کے بال صاف کرنا اور ناخن اور مونچھ ترشوانا [۲] ۔ دوسری حدیث میں یہ خصال دس تک بتائے گئے ہیں ۔ مونچھ ترشوانا ۔ داڑھی بڑھانا ۔ مسواک کرنا ۔ ناک میں پانی ڈالنا ۔ ناخن ترشوانا ۔ انگلیوں کے درمیان خلال کرنا ۔ بغل کے بال کٹوانا ۔ موئے زیر ناف کو صاف کرنا ۔ پانی سے استنجا کرنا ۔ راوی کہتا ہے کہ دسویں بات بھول گیا ہوں غالباً کلی کرنا ہے ۔ اسی طرح جمعہ کے دن ہر مسلمان پر غسل کرنا ۔ کپڑے دھونا ۔ عطر لگانا ۔ (اگر میسر ہو) مستحب قرار دیا ہے ۔ طہارت انسانی فطری ادب ہے ۔ جس کی طرف رسول کریم نے توجہ دلائی ۔ خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ۔ اس کو جسم اور روح عنایت کیے ۔

ان دونوں کی حفاظت انسان کی فطرت میں ہی ودیعت کردی ۔ اسلام نے رہبانیت ۔ اور ہر اس قسم کے تمام افعال سے جس سے انسان کے جسم اور روح پر زد پڑتی ہو ۔ منع فرمایا ہے ۔ اس وجہ سے رسول کریم نے فرمایا ۔ لا رهبانية في الاسلام ۔ یعنی اسلام میں ترک دنیا ناجائز ہے ۔ اسی طرح اسلامی عبادات میں غلو کو ناپسند فرمایا ۔ تاکہ انسان کے طبعی جذبات مردہ نہ ہو جائیں ۔ جو صحابہؓ اسلامی عبادات میں غلو کی حد تک پہنچ جاتے ۔ اور آپ کو علم ہو جاتا ۔ تو آپ ان کو فرمایا کرتے تھے ۔ فان لنفسك عليك حقا (بخاری)

فان لجسدك عليك حقا و لعينيك عليك حقا (بخاری)

[۱] باب الختان الکبیر [۲] مسلم باب خصال الفطرت

Marfat.com

تیرے بدن کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری آنکھ کا تجھ پر حق ہے۔ و لاھلک علیک حقاً (بخاری) تیری بیوی کا تجھ پر حق ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے اس قسم کے گروہ کو فرمایا۔ "میں روزہ رکھتا ہوں۔ اور نہیں رکھتا۔ میں رات کو عبادت میں بھی کھڑا ہوتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ سو جو شخص میرے طریق کے علاوہ کوئی دوسرا طریق اختیار کرے گا۔ اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (بخاری)

نکاح کی اہمیت کے متعلق ایک حدیث ہے۔ "جو شخص نکاح کرتا ہے۔ وہ اپنے نصف دین کی تکمیل کرتا ہے۔"

اسی طرح جسمانی قواء کو مضبوط رکھنے کے لیئے قرآن مجید نے کلوا و اشربوا ولا تسرفوا کا حکم دیا۔

روح کی بالیدگی اور زندگی کے لیئے خدا کا تصور بہت ضروری ہے اسی وجہ سے خدا تعالیٰ نے انسان کی ضمیر میں ہی خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس پیدا کر دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربكم قالوا بلی شهدنا (۷: ۱۷۲)

اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی انکی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی اور ان کو اپنے آپ پر گواہ ٹھہرایا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ ہم گواہ ہیں۔ (محمد علی)

دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"ولئن سالتهم من خلق السموات والارض ليقولن خلقهن العزيز العليم۔ (۴۳: ۹)

اگر تو ان سے سوال کرے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ تو ضرور کہیں گے۔ انہیں غالب علم والے نے پیدا کیا ہے۔

Marfat.com

ان آیات کریمہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کا احساس انسان کی ضمیر میں ہی مضمر ہے۔ جو اکثر سوال کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے تو انسان کے فطری آداب میں سے بہت ضروری ہے کہ وہ روح کی زندگی کے لیئے اس احساس کو زندہ رکھے۔ یہ احساس کامل توحید کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اسی وجہ سے اسلام نے مسئلہ توحید پر بہت زور دیا ہے قرآن کی ایک پوری سورت توحید پر نازل ہوئی۔

"قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم یلد ولم یولد۔ ولم یکن له کفوا احد۔

(سورہ ۱۱۲)

کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس کا بیٹا ہے۔ اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔ اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

شرک کو بدترین گناہ قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"ان الشرك لظلم عظيم" (۳۱ : ۱۳)

شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

توحید کے جذبہ کو انسان کے دل میں راسخ کرنے کے لیئے نماز روزہ زکوٰۃ حج مقرر کیئے ہیں۔

اگر انسان فطری آداب کے ان دو اصولوں کو لحوظ نہیں رکھتا۔ تو وہ انسانیت کے بلند مقام پر نہیں پہنچ سکتا۔

طہارت اور اس کے آداب

اسلام نے طہارت و پاکیزگی پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

یا ایها المدثر۔ قم فانذر و ربك فكبر۔

Marfat.com

وثیابک فطھر والرجز فاھجر - (مدثر)

اے اوڑھنے والے - اٹھ اور ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی کر۔
اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ -

اس آیت کریمہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر الٰہی کا طہارت سے ساتھ نہایت گہرا تعلق ہے - کیونکہ ظاہر کا باطن پر گہرا اثر ہوتا ہے - اسی لئے خدا تعالیٰ نے روح کی صفائی کے لیے ظاہر کی صفائی ضروری قرار دی ہے -

رسول کریم صلعم فرماتے ہیں - النظافۃ من الایمان - یعنی پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے - اور نماز کے لیئے وضو لازمی قرار دیا ہے رسول کریمؐ فرماتے ہیں - نماز جنت کی چابی ہے - اور وضو نماز کی -

اسلام ایک ایسے ملک میں ظاہر ہوا - جہاں پانی نسبتاً کم تھا - پھر بھی اس نے بعض خاص حالات میں غسل کرنا فرض قرار دیا -

مجامعت کے بعد جب تک میاں بیوی دونوں غسل نہ کر لیں - نماز ادا نہیں ہو سکتی - کپڑے بھی پاک رکھنے کا حکم دیا - اگر پانی دستیاب نہ ہو - تو پاک مٹی سے تیمم کی اجازت دی ہے -

طہارت کے لیئے حسب ذیل اداب سکھائے ہیں -

(۱) سو کر اٹھو - تو برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے پہنچوں تک ہاتھ دھو لو - کیونکہ معلوم نہیں - سونے میں ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے[۱]

(۲) دانتوں کی صفائی کے لیئے مسواک کرنا - ارشاد ہوا " اگر میری امت پر دوبھر نہ ہوتا - تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا"[۲]

(۳) عام راستوں اور درختوں کے سایہ میں قضائے حاجت نہ کرو - تاکہ راستہ پر چلنے والے اور درختوں کے سایہ میں بیٹھنے والے لوگوں کو تکلیف نہ ہو -

---

[۱] مسلم کتاب الطہارۃ - [۲] ابو داؤد کتاب الطہارۃ - [۳] ایضاً -

Marfat.com

(۴) ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرو۔ اور نہ اس میں غسل جنابت کرو۔

(۵) کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔ تاکہ چھینٹیں اڑ کر کپڑوں پر نہ پڑیں۔

(۶) غسل خانہ میں پیشاب نہ کرو۔ کیونکہ نہاتے وقت پانی کی چھینٹیں اڑ کر کپڑوں کو ناپاک کریں گی۔

(۷) قضائے حاجت اور پیشاب کے بعد استنجا کرو۔ تاکہ گندگی کا اثر کپڑوں پر نہ آئے۔

(۸) مٹی سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی صفائی کرنی چاہیئے

(۹) جمعہ کو ہر مسلمان پر غسل کرنا۔ کپڑے دھونے۔ عطر اور تیل لگانا مستحب ہے۔[۱]

(۱۰) ہر حالت میں بھی صفائی اور طہارت کا خیال رکھنا چاہیئے۔

ایک بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال پراگندہ ہیں۔ فرمایا "کیا اس کے پاس بال درست کرنے کا سامان نہ تھا۔ ایک شخص کو گندے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا۔ تو فرمایا "کیا اس کو پانی نہیں ملتا کہ کپڑے دھو لیتا۔"[۲]

اسلام نے صفائی کی تعلیم میں سادگی کو ملحوظ رکھا ہے۔ ایسی تعلیم نہیں دی۔ جو غلو اور تشدد کی حد تک پہنچ جائے۔ اور لوگوں کے لیئے تکلیف کا موجب ہے۔

کھانے پینے کے آداب

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے کے آداب بھی سکھائے

---

[۱] تمام مسائل کتب احادیث میں دیکھیئے۔ [۲] ابو داؤد کتاب اللباس فی غسل الثوب۔

Marfat.com

ہیں:۔

(۱) کھانا کھانے سے پہلے اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھو لینا چاہیئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی کھانے کے بعد ہاتھ دھوئے بغیر سو جائے اور کوئی جانور اس کا ہاتھ کاٹ لے تو اسے اپنے آپ کی ملامت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ۔ ایسا اسی کی غلطی سے ہوا"[1]

(۲) کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ کھانا خدا کی نعمت عظمیٰ ہے اس لیئے اس کے نام کے ساتھ ہی کھانا شروع کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا: "جس کھانے پر خدا کا نام نہیں لیا جاتا۔ شیطان اس کو اپنے لیئے جائز کر لیتا ہے"[2]

(۳) کھانے پینے کا کام دائیں ہاتھ سے اور رفع نجاست کا کام بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے۔

(۴) کھانا برتن کے کنارے کے ...... پاس سے کھانا چاہیئے۔[3] تاکہ بچا ہوا کھانا خراب نہ ہو۔ دوم برتن گندہ نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اگر کوئی اس طریق سے نہ کھائے تو اس سے اس کی حرص کا پتہ لگ جاتا ہے۔

(۵) ساتھیوں کی اجازت کے بغیر دو دو کھجور وغیرہ ایک ساتھ نہ کھایا جائے[4] یہ طریقہ ایثار کے بھی خلاف ہے۔

(۶) کھانے میں نقص نکالنا نہیں چاہیئے۔ اس سے گھروالے اور پکانے والوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔ اس لیئے اگر کھانا بدمزہ ہو تو اگر خواہش ہو تو کھا لینا چاہیئے ورنہ ترک کر دینا چاہیئے[5]

(۷) دوستوں اور گھر والوں کے ساتھ مل کر کھانا چاہیئے۔ کیونکہ یہ حسن معاشرت کی علامت ہے۔ اور آپس کے اختلاف کم ہوتے ہیں۔ اور محبت بڑھتی ہے۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا: "ساتھ مل کر کھانے میں برکت

---

[1] ابوداؤد [2] ابوداؤد کتاب الاطعمہ [3] ترمذی ابواب الاطعمہ باب ماجاء فی کراہیۃ الاکل فی وسط الطعام۔ [4] ترمذی ابواب الطعام [5] بخاری کتاب الاطعمہ۔

Marfat.com

رہتی ہے۔ اور کھانا زیادہ برباد نہیں ہوتا۔"

(۸) ٹیک لگا کر یا اوندھے لیٹ کر کھانا نہیں کھانا چاہیے[1] کیونکہ یہ طریقہ طبی لحاظ سے بھی مضر صحت ہے۔ کیونکہ اس طرح کھانا معدہ میں آرام سے نہیں پہنچتا۔

(۹) ایک برتن میں مل کر کھانے کی صورت میں ہر شخص کو اپنی اپنی طرف سے کھانا چاہیئے۔ اس طرح کھانا خراب نہیں ہوتا۔ اور دوسرے کی نفرت کا موجب نہیں ہوتا۔

(۱۰) کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے۔ پھر ہاتھ کو رومال سے صاف کر لینا چاہیئے[2]۔

(۱۱) پانی ٹھہر ٹھہر کر دو تین سانس میں پینا چاہیئے[3]۔ اس طرح آدمی سیر بھی ہوتا ہے۔ اور اندر سے نکلنے والی گندی سانس پانی کو نہیں لگتی۔

(۱۲) کھانے کے متعلق آپ اس بات کا خاص خیال رکھتے تھے کہ کوئی بغیر بلائے کسی دعوت پر نہ چلا جائے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے دعوت دی اور کہا چار آدمی بھی اپنے ساتھ لیتے آئیں۔ جب آپ عورت کے گھر کے دروازہ پر پہنچے تو پانچواں آدمی بھی ساتھ تھا۔ آپ نے میزبان سے کہا کہ ایک آدمی زائد ہے۔ چاہیں تو آپ اس کو بھی اجازت دے دیں۔ چاہیں تو اس کو رخصت کر دیں۔ میزبان نے اجازت دے دی[4]۔

(۱۳) پانی کے برتن میں سانس نہ لینی چاہیئے[5] کیونکہ اندر کی ہوا کثیف ہوتی ہے۔ اس لیئے سانس سے ملی ہوئی کثیف چیز کو پھر اندر نہیں لے جانا چاہیئے۔

(۱۴) بے ضرورت کھڑے ہو کر پانی نہ پینا چاہیئے۔ طبی لحاظ سے پانی پینے

---

[1] ابوداؤد کتاب الاطعمۃ [2] بخاری کتاب الاطعمۃ [3] بخاری کتاب الاشربۃ۔ [4] بخاری کتاب الاطعمۃ۔ [5] ابوداؤد کتاب الاشربۃ۔

Marfat.com

سے وقت اندر کے پٹھے ڈھیلے ہونے چاہئیں۔ اور وقار کے بھی خلاف ہے البتہ اگر کوئی چاہے تو کچھ ہرج نہیں۔ کیونکہ آپ کبھی کبھی کھڑے ہو کر پانی پی لیا کرتے تھے[1]۔

(۱۵) مشکیزے کے منہ یا ابریق کی ٹونٹی سے پانی نہیں پینا چاہیئے۔ کیونکہ اس میں یہ دیکھا نہیں جا سکتا کہ اس میں کوئی ضرر رساں چیز تو نہیں۔

(۱۶) کھانے اور پانی کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہیئے[2] تاکہ گرد یا کوئی کیڑا مکوڑا نہ پڑ جائے۔

(۱۷) پیٹ بھرنے سے پہلے کھانا چھوڑ دینا چاہیئے۔ اور فرماتے تھے ایک انسان کا کھانا دو انسانوں کو کافی ہونا چاہیئے[3]۔

(۱۸) کھانے کے بعد خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ حدیث میں یہ دعا آئی ہے۔

الحمد للّٰہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین۔

یعنی سب تعریفیں خدا ہی کے لیئے ہیں۔ جس نے ہمیں کھلایا اور پلایا۔ اور مسلمان بنایا۔

آدابِ مجلس

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نشست برخاست کے آداب سکھائے ہیں۔ تاکہ مجلس میں تہذیب اور محبت کی فضا پیدا ہو۔

(۱) مجلس میں انسان کو جہاں جگہ مل جائے۔ بیٹھ جائے۔ صفوں

---

[1] ابو داؤد کتاب الاشربۃ [2] صحیح مسلم کتاب الاشربۃ [3] بخاری کتاب الاطعمۃ باب طعام الواحد یکفی الاثنین۔

Marfat.com

کو چیر کر سروں کو پھاندتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ اس سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ غرور گھمنڈ کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ صحابہ رسول کریم کی مجلسوں میں اسی طریقہ سے بیٹھتے تھے۔[1]

(۲) کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ نہ بیٹھنا چاہیئے۔[2] کیونکہ اس سے برتری کا اظہار ہوتا ہے۔

(۳) اگر کوئی شخص کسی ضرورت کی وجہ سے اٹھ کر گیا ہے۔ تو اس کی جگہ پر دوسرے کو قبضہ نہیں کرنا چاہیئے بلکہ واپس آنے پر وہی اس جگہ کا مستحق ہوگا۔[3]

(۴) دو شخص اگر مل کر بیٹھے ہوں۔ تو ان کو الگ الگ کر کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ ایسے شخص پر رسول کریم صلعم نے لعنت بھیجی ہے۔[4]

(۵) اگر لوگ حلقہ میں بیٹھے ہوں۔ تو کسی کو حلقہ کے درمیان میں نہیں بیٹھنا چاہیئے۔ ایسے شخص پر رسول کریم صلعم نے لعنت بھیجی ہے۔[5]

(۶) راستہ میں بیٹھنا نہیں چاہیئے۔ اگر کوئی ضرورت کی وجہ سے بیٹھ جائے تو رسول کریم صلعم نے چند اخلاقی شرائط پر اجازت دی ہے اور وہ یہ ہیں۔ نگاہ نیچی رکھے۔ راستہ سے ضرر رساں چیز کو دور کرے۔ سلام کا جواب دے۔ نیکی کا حکم دے۔ بری بات سے منع کرے۔ بھولے ہوئے کو راستہ بتائے۔ مصیبت زدہ کی امداد کرے۔[6]

(۷) بیٹھک کے لیئے اچھے رفقاء منتخب کرے تاکہ ان کی مجلس سے فائدہ حاصل ہو۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا ہے۔ "آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لیئے ہر شخص کو دیکھ لینا چاہیئے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔" پھر فرمایا۔ "اچھے اور برے ساتھی کی مثال مشک بیچنے والے اور لوہار کی ہے مشک بیچنے والے سے تم کو فائدہ ضرور پہنچے گا یا خریدو گے یا خوشبو پاؤ گے لیکن لوہار کی بھٹی تمہارا

---

[1] ادب المفرد باب مجلس الرجل حیث انتہی [2] ترمذی [3] ترمذی ابواب الاستیذان۔
[4] ایضاً [5] ایضاً [6] ابوداؤد کتاب الادب۔

Marfat.com

گھر یا کپڑا جلا دے گی۔ یا تمہارے دماغ میں اس کی بدبو پہنچے گی۔[1]

(۸) مجلس میں خود معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کسی دوسرے کے پاس جائے۔ تو بھی اس کی اجازت کے بغیر اس کی معزز جگہ پر بیٹھنے کی کوشش نہ کرے۔ آپؐ نے فرمایا کہ "اپنے بھائی کی معزز جگہ پر اس کی اجازت کے بغیر کوئی نہ بیٹھے۔[2]

(۹) مجلس میں بیٹھ کر اس طرح سرگوشی نہیں کرنی چاہیئے کہ دوسرے کو یہ شک گزرے کہ تم اس کے متعلق کچھ بات کر رہے ہو۔ حدیث میں آیا ہے "دو آدمی تیسرے شخص کو چھوڑ کر آپس میں گفتگو نہ کریں۔ اس سے تیسرا غمگین ہوگا۔[3]

(۱۰) مجلس کی راز کی باتوں کو برملا نہیں کہنا چاہیئے۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں۔ "المجالس بالامانۃ"[4]۔ یعنی مجالس امانت کے ساتھ ہوتی ہیں۔

(۱۱) کسی کے سامنے تعظیماً کھڑا نہیں رہنا چاہیئے۔ رسول کریم صلعم نے اپنے لیئے لوگوں کو تعظیماً کھڑا ہونا پسند نہیں فرمایا۔ اس سے ایک کی بڑائی اور دوسرے کی تنقیص ظاہر ہوتی ہے۔

(۱۲) مجالس میں اخلاق۔ مذہب۔ تزکیہ نفس اور عمدہ امور کے متعلق گفتگو ہونی چاہیئے۔ اور لغو گفتگو نہیں ہونی چاہیئے۔ آپؐ نہایت معمولی اور خفیف لغو باتیں بھی ناپسند فرماتے تھے۔ مثلاً۔ یا رسول اللہ۔ میرے باپ کا نام کیا ہے؟۔ میرا اونٹ کھو گیا ہے۔ وہ کہاں ہے؟۔

ایک بار اسی قسم کے لغو سوال کیے گئے۔ تو آپؐ نے برہم ہو کر فرمایا۔ "جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں سب کا جواب دوں گا"۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ کے چہرہ کا رنگ دیکھا۔ تو کہا رضینا[5]

---

[1] بخاری کتاب البیوع باب فی العطار وبیع المسک [2] ترمذی ابواب الاستئذان
[3] ابوداؤد کتاب الادب باب فی التناجی [4] ابوداؤد باب فی نقل الحدیث [5] بخاری کتاب العلم۔

Marfat.com

(۱۳) آپؐ کی مجلس میں کوئی شخص کھڑے کھڑے سوال نہیں کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس طرح سوال کیا۔ تو آپؐ نے اس کی طرف تعجب سے دیکھا۔

(۱۴) مجلس میں جب کوئی مسئلہ زیر بحث ہو۔ تو اس وقت تک دوسرا مسئلہ نہیں پوچھنا چاہیئے۔ جب تک پہلا مسئلہ طے نہیں ہو جاتا۔ رسول کریم صلعم کا یہ معمول تھا کہ جب ایک مسئلہ طے ہو جاتا۔ تو دوسرا مسئلہ پیش کیا جاتا۔ بعض اوقات آپ گفتگو کرتے ہوتے۔ کوئی بدو آ جاتا۔ اور آداب مجلس سے ناواقفیت کی وجہ سے عین سلسلہ تقریر میں کوئی بات پوچھ بیٹھتا آپؐ سلسلہ تقریر جاری رکھتے۔ فارغ ہو کر اس کے سوال کا جواب دیتے۔

ایک دفعہ آپؐ تقریر فرما رہے تھے۔ ایک بدو آیا۔ اس نے آتے ہی قیامت کے متعلق سوال کیا۔ آپؐ نے تقریر جاری رکھی۔ حاضرین سمجھے کہ آپؐ نے نہیں سُنا۔ کسی کسی نے کہا۔ "سُنا" لیکن آپؐ کو ناگوار ہوا۔ آپؐ گفتگو سے فارغ ہونے کے بعد دریافت فرمایا کہ "پوچھنے والا کہاں ہے" بدو نے کہا۔ "میں حاضر ہوں" آپؐ نے فرمایا "جب لوگ امانت کو ضائع کرنے لگیں گے" بولا۔ کہ امانت کیونکر ضائع ہوگی"؟ آپؐ نے فرمایا۔ جب نااہلوں کے ہاتھ میں کام آئے گا"[۱]

(۱۵) مجلس میں مساوات کا رنگ ہونا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں یہ کیفیت پوری طور پر نمایاں ہوتی تھی۔ رسول کریم صلعم مجلس میں رونق افروز ہوتے۔ صحابہ عقیدت کیش غلاموں کی طرح آتے۔ باہر سے آنے والا اجنبی آپؐ میں اور حاشیہ نشینوں میں کوئی ظاہری امتیاز نہ کر سکتا تھا۔ لوگوں سے پوچھتا کہ "محمدؐ کون ہے"؟ صحابہ بتاتے کہ یہ گورے سے آدمی جو ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ (بخاری)

(۱۶) مجالس میں دقیق مباحث پر گفتگو نہیں ہونی چاہیئے۔ رسول کریم

---

[۱] بخاری کتاب العلم۔

Marfat.com

صلعم ناپسند فرماتے تھے۔ ایک روز صحابہ کی مجلس میں مسئلہ تقدیر پر گفتگو ہو رہی تھی۔ آپؐ نے سُنا تو حجرے سے نکل آئے۔ اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا[1]

دقیق مسائل پر گفتگو خاص مجالس میں ہونی چاہیئے۔

(۱۷) جب آدمی مجلس میں آئے تو بدبودار چیز کھا کر نہیں آنی چاہیئے۔ بلکہ خوشبو لگا کر آنا چاہیئے۔

(۱۸) مجلس میں کسی شخص کے گرد یا سامنے کسی کو کھڑا نہیں رہنا چاہیئے[2]

یہ عجمیوں کی عادت تھی۔ نوکر آقا کے سامنے اور رعایا بادشاہ کے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے تھے۔ یہ ایک مبالغہ آمیز تکریم و تعظیم تھی۔ جس سے شرک لازم آتا تھا۔ اور مساوات انسانی کی روح ختم ہوتی تھی۔ اسلام نے منع کیا ہے۔

گفتگو کے آداب

(۱) نرمی سے گفتگو کرنی چاہیئے۔ خدا تعالیٰ حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ کو ہدایت دیتے ہیں۔ کہ تم فرعون کے پاس جاؤ۔ اور اس سے نرمی گفتگو کرو۔ فقولا له قولا لینا (طٰہٰ) تم دونوں اس سے نرم بات کہنا۔

(۲) بات فیض رساں ہونی چاہیئے۔ فرمایا۔ "لوگوں سے اچھی بات کہو"۔

(۳) مجلس میں کسی پر طعن و ذلت آمیز فقرے نہ کسے جائیں۔ جیسا کہ یہود کا وطیرہ تھا کہ جب یہود رسول کریم صلعم کی مجلس میں آتے تو راعنا کی عین کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب القدر

[2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی قیام الرجل للرجل۔

کھینچ کر راعینا (ہمارا گڈریا) کہہ دیتے۔

(۴) بات منصفانہ اور عادلانہ ہونی چاہیئے۔ جس سے باہم لڑائی جھگڑا پیدا نہ ہو۔ قرآن مجید میں آتا ہے:-

یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم۔ (احزاب)

اے ایمان والو خدا سے تقویٰ کرو اور سیدھی سادھی بات کرو۔ تمہارے اعمال کو سنوارے گا۔ اور تمہارے گناہ معاف کرے گا۔

(۵) عورتوں کو مردوں سے بات کرتے ہوئے نزاکت کے لہجہ میں گفتگو نہیں کرنی چاہیئے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قولن قولاً معروفاً۔ (احزاب)

اے نبی کی بی بیو دبی زبان سے بات کرو۔ ایسا کرو گی تو وہ شخص جس کے دل میں مرض ہوگا۔ وہ خدا جانے تمہارے متعلق کیا خیال رکھے۔ اور بات کرو تو معقول بے لاگ۔

(۶) گفتگو وقار کے ساتھ کرنی چاہیئے۔ بے موقع چیخ چیخ کر بولنا بے وقوفی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

واغضض من صوتک ان انکر الاصوات لصوت الحمیر۔ (لقمان)

اور اپنی آواز پست کر سب آوازوں میں بری آواز گدھوں کی ہے۔

(۷) لغو باتوں سے احتراز کرنا چاہیئے۔ آپ نے فرمایا " اور وہ جو لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں، فلاح پانے والے ہیں۔"

(۸) ہر بات کہنے سے قبل سوچ لی جائے۔ آپ نے فرمایا "انسان

Marfat.com

نیک بات کہے یا چپ رہے۔[1]

(۹) بات ضرورت کے ساتھ کہنی چاہیئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "بے ضرورت بولنے والے امت کے بدترین افراد ہیں"[2]

(۱۰) بات آسان پیرائے میں کہنی چاہیئے۔ تاکہ مخاطب سمجھ سکے ضرورت ہو تو دہرا دینا چاہیئے۔ رسول کریم صلعم کی عادت تھی کہ بات دو تین دفعہ دہرا دیتے تھے تاکہ حاضرین سمجھ جائیں۔[3]

حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔

کان کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلاماً فصلاً یفھمہ کل من سمعہ[4]

یعنی رسول اللہ صلعم کا کلام ایک دوسرے سے الگ الگ ہوتا تھا۔ اور جو شخص اس کو سنتا سمجھ لیتا تھا۔

(۱۱) گفتگو تکلف اور تصنع سے نہیں کرنی چاہیئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ "خدا اس متکلف طبع آدمی کو مبغوض رکھتا ہے۔ جو اپنی زبان کو اس طرح توڑتا مروڑتا ہے۔ جس طرح بیل اپنی زبان کو توڑ مروڑ کر گھاس کھاتا ہے" نیز فرمایا۔ جو شخص اسلوب کلام میں اس لیئے ادل بدل کرتا ہے کہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنائے۔ خدا قیامت کے دن اس کا فدیہ و توبہ قبول نہ کرے گا[5]

(۱۲) گفتگو کے وقت زیادہ آدمی ہوں۔ تو ہر ایک کی طرف التفات کرنی چاہیئے[6]

(۱۳) گفتگو مختصر الفاظ میں کرنی چاہیئے۔ ایک بار ایک شخص نے لمبی گفتگو کی یا کوئی خطبہ دیا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے سنا تو فرمایا کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب الحث علی اکرام الجار والضیف۔ [2] ادب المفرد باب فضول الکلام [3] ابوداؤد کتاب العلم باب تکرار الحدیث [4] ابوداؤد کتاب الادب باب الہدی فی الکلام۔ [5] ایضاً [6] ادب المفرد باب اذا حدیث الرجل لایقبل علی واحد

Marfat.com

کہ اگر وہ میانہ روی اور اعتدال اختیار کرتا۔ تو اس کے لیے بہتر ہوتا۔ میں نے آپ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مختصر گفتگو کروں کیونکہ اختصار بہتر ہے۔[۱]

ملاقات کے آداب

اسلام نے معاشرتی حیثیت سے دوستوں سے ملاقات کرنا موجب ثواب قرار دیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس نے کسی مریض کی عیادت کی یا اپنے بھائی کی ملاقات کو گیا۔ تو ایک پکارنے والا اس کو آواز دے گا کہ تم اچھے تمہارا آنا اچھا۔ اور تم نے جنت میں اپنے لیئے ایک مکان بنا لیا۔[۲]

ملاقات کے حسب ذیل آداب مقرر کیئے ہیں۔

(۱) دوستوں کو ملاقات کے وقت خوشی اور مسرت سے ملنا چاہیئے اور اسلام علیکم کہنا چاہیئے۔ رسول کریم صلعم نے ہجرت کے بعد مدینہ آکر سب سے پہلے جن آداب کی تعلیم دی۔ ان میں ایک یہ تھی کہ لوگو باہم سلام کو عام کردو۔ آپ نے فرمایا۔ تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا بھی صدقہ ہے[۳] اصول تمدن کے لحاظ سے یہ ہدایت کردی کہ چھوٹا بڑے کو۔ گذرنے والا بیٹھنے والے کو چھوٹی جماعت بڑی جماعت کو سلام کرنے میں پہل کرے اور تعلیم تواضع کے لیئے یہ فرمایا کہ سوار پیادہ چلنے والے کو سلام کہے۔[۴]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المتشدق فی الکلام [۲] ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی زیارۃ الاخوان [۳] ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی المعروف [۴] بخاری کتاب الاستیذان باب فی تسلیم الراکب علی الماشی۔

Marfat.com

(۲) جن کو سلام کیا جائے۔ وہ اس کا جواب احسن طور پر دیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

وَاِذَا حُیِّیتُمْ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوھَا۔

"مسلمانو! جب تمہیں سلام کیا جائے۔ تو (جواب میں) اس سے بہتر سلام کہو یا (کم سے کم) ویسا ہی جواب دو۔

(۳) ملاقات کے وقت مصافحہ کرنا چاہیئے۔ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ "سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے"[1]

(۴) ملاقات کے لیئے یا کسی اور کام کے لیئے کسی کے گھر پر جائے۔ تو داخل ہونے سے قبل اہل خانہ سے اجازت ہونی چاہیئے۔ اجازت سے قبل دروازہ سے دائیں یا بائیں کھڑا ہونا چاہیئے۔ سامنے کھڑا نہیں ہونا چاہیئے تاکہ اندر کی چیزوں پر نظر نہ پڑے[2]

حدیث میں آتا ہے۔ اگر کوئی شخص بلا اجازت کسی کے گھر میں جھانک کرے اور اس کی آنکھ پھوڑ دی جائے تو کوئی الزام نہیں[3]

نیز فرمایا۔ اجازت لینا تو اسی لیے ہے کہ اس کو دیکھو نہیں[4]

اجازت لینے کا طریق یہ ہے کہ تین بار سلام کرے۔ اگر جواب نہ ملے تو واپس چلے جانا چاہیئے[5]

(۵) یہ آداب غیر لوگوں کے لیئے تھے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ وہ ہر وقت گھر میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ مثلاً چھوٹے چھوٹے بچے یا لونڈی یا غلام۔ ان کے لیئے خاص خاص اوقات میں گھر میں آنے کے لیئے اذن طلب کرنا ضروری ہے۔ قرآن نے ان اوقات کی تعیین کر دی ہے۔

[1] ابوداؤد باب المصافحہ۔ [2] ابوداؤد کتاب الادب فی الاستیذان۔
[3] ترمذی کتاب الاستیذان باب الاستیذان قبالۃ البیت [4] صحیح بخاری کتاب الاستیذان [5] ابوداؤد کتاب الادب باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستیذان۔

Marfat.com

نمازِ عشاء کے بعد سے نماز صبح سے پہلے تک۔ دوپہر کو قیلولہ کے وقت یہ احکام سورۃ نور میں ہیں۔

یاایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علی اھلھا ذالکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یؤذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا ھو ازکی لکم واللہ بما تعملون علیم۔ (نور ۴)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوائے (دوسرے) گھروں میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ اجازت لے لو۔ اور ان کے رہنے والوں پر سلام کرو۔ یہ تمہارے لیئے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ پھر اگر ان میں سے کسی کو نہ پاؤ۔ تو ان میں داخل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔ وہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ اور جو تم کرتے ہو۔ اللہ اسے جانتا ہے۔

باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آداب

(۱) آدمی کو راستہ میں سنجیدگی اور خاکساری کے ساتھ چلنا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

" وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا۔ (قرآن)

اور رحمت والے خدا کے بندے وہ ہیں۔ جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں۔

Marfat.com

اکڑ کر چلنے والوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولا تمش فی الارض مرحًا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولًا (بنی اسرائیل)

اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ اس طرح چل کر نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ پہاڑوں کی اونچائی تک پہنچ سکتا ہے۔

(۲) عورتوں کو بجنے والے زیور پہن کر چلتے وقت زمین پر زور زور سے پاؤں نہیں مارنا چاہیئے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔

اور چلنے میں اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ ماریں کہ لوگوں کو ان کے اندرونی زینت کی خبر ہو۔

(۳) عورتیں پردہ میں نکلیں اور نگاہیں نیچی رکھیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے

یایھا النبی قل لازواجک وبنتیک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلک ادنی ان یعرفن فلا یوذین۔ (احزاب)

اے نبی! اپنی بیویوں بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی چادریں تھوڑی سی اوپر لٹکا لیں یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں۔ تو انھیں ایذا دی جائے۔

دوسری آیت ہے۔

وقل للمؤمنت یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علی جیوبھن ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن۔ (نور)

اے نبی ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنا ستر چھپائیں۔ اور اپنا سنگار نہ دکھائیں۔ مگر جو ظاہر ہو

Marfat.com

رہتا ہے۔ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں میں ڈالے رکھیں۔
اور اپنا بناؤ سنگار سوائے خاوندوں کے کسی کو نہ دکھائیں۔

(۴) راستہ میں مردوں اور عورتوں کو مل جل کر نہیں چلنا چاہیئے۔ اسی وجہ سے رسول کریم صلعم نے عورتوں کو وسط راہ سے الگ ہو کر راستہ کے کنارے پر چلنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ اور مرد کو دو عورتوں کے درمیان چلنے کی ممانعت فرمائی۔

ایک دفعہ راستہ میں مرد اور عورتیں باہم مل جل گئے۔ تو آپ نے یہ حکم دیا۔ اس کے بعد عورتیں راستہ کی ادھر ادھر کی دیوار سے لگ کر چلیں[1]

(۵) بھاگ کر نہ چلنا چاہیئے۔ یہ متانت اور وقار کے خلاف ہے۔ اسلام نے نماز تک کے لیئے حکم دیا کہ دوڑ کر شامل نہ ہوا جائے۔ رسول کریم صلعم نے فرمایا "اگر مسجد میں تکبیر ہو رہی ہو۔ یا نماز کھڑی ہو چکی ہو۔ تو دوڑ کر اس میں شامل نہ ہو۔ بلکہ متانت اور وقار سے آ کر جماعت میں ملو"[2]

(۶) استطاعت ہو تو جوتے پہننے چاہئیں تاکہ پاؤں کو گندگی نہ لگے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکثر جوتے پہنا کرو کہ جوتا پہننے والا بھی ایک طرح کا سوار ہوتا ہے"[3]

(۷) یہ نہیں کرنا چاہیئے کہ ایک پاؤں میں جوتا ہو۔ اور دوسرا ننگا ہو۔ رسول کریم صلعم نے منع فرمایا ہے[4]۔ لیکن گھر میں کسی ضرورت سے چند قدم چلنے میں کوئی حرج نہیں[5]

---

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب فی مشی النساء فی الطریق۔
[2] صحیح مسلم باب استحباب اتیان الصلوٰۃ بوقار
[3] ابوداؤد باب الانتعال۔
[4] ایضاً
[5] ترمذی کتاب اللباس باب المشی فی نعل واحدۃ۔

Marfat.com

آدابِ سفر

رسول کریم صلعم نے جس زمانہ میں سفر فرمایا۔ اس وقت کے حالات اس زمانہ کے حالات سے مختلف ہیں۔ اس لیئے بعض ہدایات جو آپؐ نے فرمائیں۔ اس قسم کے حالات کے لیئے موزوں ہیں۔

(۱) سفر کے وقت مسافر کو دعائے خیر کے ساتھ رخصت کرنا چاہیئے۔ اور ہو سکے تو وہ دعا پڑھ لینی چاہیئے۔ جو رسول کریم صلعم فوج کو الوداع کہتے وقت پڑھ لیتے تھے۔ "استودع اللہ دینکم و امانتکم و خواتیم اعمالکم"[۱] یعنی تمہارے دین امانت اور خاتمہ عمل کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

(۲) سفر صبح کرنا چاہیئے[۲] تاکہ سورج کی گرمی تیز ہونے سے قبل کافی منازل طے کر لی جائیں۔ صبح سفر کرنے سے وقت بھی ضائع نہیں ہوتا۔ پورا دن کام میں آجاتا ہے۔

(۳) سفر تنہا نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ کم از کم تین آدمی ساتھ ہونے چاہیئیں[۳] اس سے انسان بہت سے خطرات اور مصائب سے محفوظ رہتا ہے۔

(۴) اگر تین یا تین سے زیادہ سفر کریں۔ تو ایک کو اپنا امیر[۴] بنا لیا جائے

(۵) سفر سے آنے کے ساتھ ہی گھر میں داخل نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ گھر والوں کو تیاری کا موقع دینا چاہیئے۔ بہتر یہ ہے۔ آنے سے قبل گھر والوں کو آمد کی اطلاع دے دی جائے[۵]

(۶) مسافر کا استقبال کرنا چاہیئے[۶]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الدعا عند الوداع [۲] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الابتکار فی السفر [۳] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الرجل یسافر وحدہ [۴] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی القوم یسافرون یؤمرون احدهم [۵] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی الطروق [۶] ابوداؤد کتاب الجهاد باب فی التلقی۔

Marfat.com

(۷) سفر عموماً رات کو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ٹھنڈے وقت میں فاصلہ اچھا ہوتا ہے[1]۔ یہ طریقہ سفر عرب یا اس قسم کے علاقوں کے لیئے ہے۔

(۸) سواری کے جانوروں کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا چاہیئے۔

(۹) رات کا پڑاؤ راستہ سے ہٹ کر کرنا چاہیئے۔ تاکہ دوسرے مسافروں کو تکلیف نہ ہو۔ اور اس وجہ سے بھی کہ راستے سے جانور گزرتے رہتے ہیں۔ اور موذی جانوروں کا بھی خطرہ رہتا ہے[2]۔

(۱۰) سفر کی ضرورت پوری ہو جائے۔ تو فوراً واپس آجانا چاہیئے کیونکہ سفر بہر حال تکلیف کی چیز ہے[3]۔ تاکہ گھر والوں کو پریشانی نہ ہو۔ دوسرے سفر کی مزید تکلیف سے محفوظ ہو جائے۔

(۱۱) زادِ راہ ساتھ لے جانا چاہیئے۔

آدابِ خواب

نیند اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک نعمت ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے "وَمِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُکُمْ بِالَّیْلِ" (روم)

"اور خدا کی نشانیوں میں سے ایک تمہارا رات کو سونا ہے"۔

نیز سورہ فرقان میں فرمایا۔

وھو الذی جعل لکم الیل لباسًا و النوم سباتًا وجعل النھار نشورًا۔

یعنی اور ہم نے نیند کو تمہارے لیئے آرام اور رات کو پردہ اور دن کو کاروبار کے لیئے بنایا

---

[1] ابو داؤد کتاب الجہاد باب فی سرعۃ الیسر

[2] مسلم کتاب الامارۃ باب مراعات مصلحۃ الدواب فی الیسر والنھی عن التعریس فی الطریق

[3] مسلم کتاب الامارۃ باب السفر قطعۃ من العذاب

Marfat.com

اس لیئے رسول کریم صلعم نے سونے اور جاگنے کے آداب بھی سکھائے ہیں۔

(۱) نماز عشا پڑھنے سے قبل نہیں سونا چاہیئے۔ اور نماز ادا کر لینے کے بعد جلد سو جانا چاہیئے[۱] اور لغو باتوں میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔ تاکہ نماز فجر کے لیئے آنکھ کھل سکے۔

لیکن ضروری دینی اور دنیوی امور کے لیئے عشا کے بعد بات چیت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں[۲]

(۲) سونے سے قبل بستر جھاڑ لینا چاہیئے۔

(۳) داہنے پہلو پر سونا چاہیئے[۳]

(۴) ایسی چھت پر نہیں سونا چاہیئے۔ جس پر منڈیر نہ ہو۔ اس سے گرنے کا خدشہ ہوتا ہے[۴]

(۵) طہارت کی حالت میں سونا چاہیئے۔ بلکہ سونے سے پہلے وضوء کر لینا چاہیئے[۵]

(۶) پیٹ کے بل نہیں سونا چاہیئے۔ رسول کریم صلعم نے ایک شخص کو اسی طرح سوتے دیکھا تو فرمایا کہ سونے کا یہ طریق خدا کو ناپسند ہے[۶]

(۷) ایک پاؤں کو اٹھا کر دوسرے پاؤں پر رکھ کر لیٹنا نہیں چاہیئے[۷] اس طرح تہبند باندھنے کی صورت میں برہنگی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر یہ اندیشہ نہ ہو۔ تو جائز ہے۔ کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بار رسول کریم صلعم اس طریق سے لیٹے تھے[۸]

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب النہی عن السمر بعد العشاء۔ [۲] صحیح مسلم باب اکرام الضیف [۳] ابوداؤد کتاب الادب ما یقال عند النوم [۴] ایضاً باب فی النوم علی سطح غیر محجر [۵] ترمذی کتاب الادب باب ما یقال عند النوم و باب فی النوم علی الطہارۃ [۶] ابوداؤد کتاب الادب باب فی الرجل ینبطح علی بطنہ [۷] ترمذی ابواب الاستیذان باب ما جاء فی کراہیۃ فی ذالک [۸] ترمذی باب ما جاء فی وضع احدی الرجلین علی الاخری مستلقیا۔

Marfat.com

(۸) سونے سے پہلے گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہیئے۔

(۹) سوتے وقت دیا بجھا دینا چاہیئے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ "آگ تمہاری دشمن ہے۔ جب سوؤ تو اس کو بجھا دو۔"[1]

(۱۰) سونے سے قبل اور جاگتے وقت دعا مسنون پڑھ لینی چاہیئے۔ سوتے وقت یہ پڑھے۔ "اللھم باسمک احی و اموت" "اے اللہ میں تیرے نام پر اٹھتا ہوں اور سوتا ہوں"۔ جاگتے وقت یہ دعا پڑھے۔

الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا الیہ النشور[2]

اس خدا کی تعریف جس نے سونے کے بعد ہمیں جگایا۔ اور جس کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

آداب لباس

لباس کے دو مقصد ہیں۔ ایک جسم کو سردی اور گرمی کی تکلیف سے بچایا جائے۔ دوسرا جسم کی عریانی اور برہنگی کو چھپایا جائے۔

اسلام سب سے پہلا مذہب ہے جس نے ستر پوشی کو دین کا ضروری جزو ٹھہرایا ہے۔ یہاں تک کے بغیر مجبوری اس کے بغیر نماز بھی ادا نہیں ہو سکتی۔

مردوں کے لیئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ اور عورتوں کے لیئے سر کے بالوں سے لے کر ٹخنوں تک اور لونڈیوں کے پیٹ اور

---

[1] بخاری کتاب الاستیذان باب لا یترک النار فی البیت عند النوم و باب اغلاق الابواب باللیل۔ [2] ابو داؤد کتاب الادب باب یقال عند النوم۔

Marfat.com

پیڑو سے کر گھٹنوں تک کا حصّہ ستر ہے۔

ستر پوشی ایک انسان کی فطرت ہے۔ مگر جب اس کی فطرت مسخ اور بگڑ جاتی ہے۔ تو وہ عریانی اور برہنگی کو معیوب نہیں سمجھتا۔ قرآن مجید میں حضرت آدم اور اس کی زوجہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔ تو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "تو جب ان دونوں نے درخت کو چکھا۔ ان کے ستر ان پر کھل گئے۔ تو اپنے اوپر درخت کے پتوں کو جوڑنے لگے"۔ (اعراف)

اس آیت کریمہ میں خدا نے بیان کیا ہے کہ ستر پوشی بنی نوع انسان کی فطرت ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں پھر فرمایا۔

یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسًا یواری سوآتکم (اعراف)

یعنی اے آدم کے بیٹو! ہم نے تم پر وہ پوشاک اتاری۔ جو تمہارے ستر کو ڈھانک سکے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ (اعراف)

یعنی اے آدم کے بیٹو! ہر نماز کے وقت اپنی زینت (لباس) اختیار کرو۔

لباس کے متعلق بعض احکام احادیث شریف میں پائے جاتے ہیں

(۱) مرد کو بے ضرورت ریشم نہ پہننا چاہیئے۔ اس سے نزاکت اور تنعم کا اظہار ہوتا ہے۔ لڑائی میں زرہ کے نیچے ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت ہے۔

(۲) مرد عورتوں کی سی پوشاک نہ پہنیں۔ اور نہ عورتیں مردوں کا لباس۔ رسول کریمؐ نے ایسا کرنے والے مردوں اور عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

Marfat.com

(۳) دامن کو چھوڑ کر نہیں چلنا چاہیئے۔ حضور نے فرمایا۔ جو فخر اور غرور سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹ کر چلے گا۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی طرف نظر نہ کرے گا۔

(۴) مرد اور عورت کوئی ایسے باریک کپڑے نہ پہنیں۔ جن سے بدن نظر آئے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا "کتنی ہی کپڑے پہننے والیاں ہیں۔ جو دراصل ننگی ہیں۔

(۵) ایسا کپڑا پہننا چاہیئے۔ جس سے پوری ستر پوشی ہو۔ ایک دفعہ رسول کریم صلعم نے حضرت اسماءؓ سے فرمایا "اے اسماء جب عورت جوان ہو جائے۔ تو اس کو چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کھولنا حلال نہیں"۔

(۶) رسول کریم صلعم عام طور پر مردوں کے لیئے سفید کپڑے پسند فرماتے تھے۔

(۷) آستین والے کپڑے پہنتے ہوئے دائیں ہاتھ میں پہلے آستین ڈالی جائے۔

(۸) نیا لباس پہنتے ہوئے خدا کا شکر ادا کرے۔ رسول کریم صلعم یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

"الحمد لله الذی کسانی هذا ورزقنیه من غیر حول منی ولا قوة"[1]

یعنی اس خدا کی تعریف جس نے مجھ کو یہ کپڑا پہنایا۔ اور مجھے روزی کیا بغیر میری قوت کے (یعنی اپنے فضل و کرم سے)

متفرق آداب

انسان جب خوشی کے موقعہ پر حد اعتدال سے بڑھ جاتا ہے۔ تو غرور

---

[1] یہ تمام حدیثیں صحاح ستہ میں پائی جاتی ہیں۔

Marfat.com

نخوت کی گہرائیوں میں جاگرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو تباہ و برباد کر لیتا ہے
اس وجہ سے مسرت کے موقعہ پر رسول کریم صلعم کی سنّت کے مطابق
خدا کا شکر بجالانا چاہیئے۔ اور غمی کے موقع پر جوارح پر بے قراری اور زبان
پر شکوہ جاری نہیں ہونا چاہیئے۔

رسول کریم صلعم نے فرمایا۔ "جو شخص گریبان پھاڑتا اور گالوں پر طمانچے
مارتا۔ اور جاہلیت کی طرح چیختا چلاتا اور بین کرتا ہے۔ وہ میری امت سے
نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتایا کہ کسی مصیبت پر صرف زبان سے
انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پڑھے۔ یعنی ہم اللہ کے لیئے ہیں
اور اسی کی طرف لوٹتے ہیں۔

انسان کی بعض حالتیں ادب اور تہذیب کے خلاف ہوتی ہیں ان
کو دیکھ کر نفرت پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً جمائی کے وقت انسان کا منہ کھل
جانا۔ اس کے متعلق رسول کریم صلعم نے فرمایا "جمائی شیطان کی جانب
ہے۔ اور جب کوئی اس حالت میں آہ آہ کہتا ہے۔ تو شیطان اس
کے پیٹ کے اندر اس پر ہنستا ہے[1]۔

بعض احادیث میں ہے کہ جب تم میں کوئی جمائی لے تو اپنے منہ
کو بند کرے کیونکہ شیطان اس کے منہ کے اندر گھس جاتا ہے[2]۔

(۱) سو پہلا حکم یہ ہے کہ جمائی کو روک لینا چاہیئے اور اگر نہ رک سکے تو
منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہیئے[3]۔

(۲) چھینک کے روکنے کی کوئی ہدایت نہیں کی۔ بلکہ اس کو خدا کی
جانب سے بتلایا ہے[4]۔

---

[1] ترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء ان اللہ یحب العطاس ویکرہ التثاؤب [2] ابوداؤد
کتاب الادب باب ماجاء فی التثاؤب [3] ترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء ان اللہ یحب
العطاس ویکرہ التثاؤب۔ [4] ایضاً

Marfat.com

حدیث کی شرح لکھنے والے یہ وجہ لکھتے ہیں کہ چھینک سے بدن کے مسامات کھل جاتے ہیں جسم ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ اور جمائی بدن میں سستی و کسل کا نتیجہ ہے۔

(۳) رسول کریم صلعم نے چھینک والے کو یہ حکم دیا ہے۔ وہ الحمد للہ کہے۔ دوسرے لوگ اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہیں۔[1]

چھینکتے وقت منہ کو ہاتھ یا کپڑے سے ڈھانک لینا چاہیئے۔ بعض اوقات اس حالت میں ناک سے بلغم وغیرہ نکل آتا ہے۔ منہ پہ ہاتھ یا رومال رکھ کر آواز کو پست کرنا۔ رسول کریم کا بھی طریقہ تھا۔[2]

(۴) انگڑائی اور ڈکار کے متعلق آپؐ نے کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ تاہم یہ بات واضح ہے کہ مجمع میں ڈکار یا انگڑائی لینا خلاف تہذیب ہے۔ بعض کتب میں ہے کہ رسول کریم صلعم جمائی اور انگڑائی نہیں لیتے تھے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ان حدیثوں کو نقل کیا ہے۔[3]

نوٹ:۔ آداب کے باب کو لکھنے میں زیادہ تر استفادہ سیرۃ النبی جلد ششم مصنفہ۔ سید سلیمان ندوی سے کیا ہے۔

---

[1] ترمذی کتاب الاستیذان باب ماجاء کیف یشمت العاطس۔ [2] ابوداؤد کتاب الادب باب فی العطاس [3] فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۵۰۶۔

Marfat.com

خصائص النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وما ارسلناک الا کافۃ للناس

ہم نے تجھے جملہ انواع انسانی کے لیئے بھیجا ہے۔

بعثت عظمیٰ

دنیا میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جتنے بھی انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں۔ وہ ایک قوم کی طرف آتے رہے ہیں۔

کتاب خروج باب سوم میں ہے۔

موسیٰؑ نے ایک بوٹے سے آگ کے شعلے نکلتے دیکھے۔ اور دیکھا کہ وہ بوٹا جل نہیں جاتا۔ وہ یہ دیکھنے کو آگے بڑھے۔ تب خدا نے بوٹے کے اندر سے پکارا۔ (۶)

میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں۔ یقیناً دیکھی۔ جو خراج کے محصول کے سبب سے ہے سُنی۔ اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں۔ (۷)

اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کے اچھی زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے

Marfat.com

کنعانیوں اور حسیتیوں اور اموریوں اور فرضیوں اور حویوں اور یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں ۔ (۸)

اب دیکھ بنی اسرائیل کی فریاد مجھ تک آئی ۔ اور میں نے وہ ظلم جو مصری ان پر کرتے ہیں دیکھا ہے ۔ (۹)

پس اب تو جا ۔ میں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں ۔ میرے لوگوں کو جو بنی اسرائیل ہیں ۔ مصر سے نکال ۔ (۱۰)

مندرجہ بالا فقرات (۷ تا ۱۰) موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کی غرض وغایت بتاتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل کی رہائی اور ان کو ارض موعودہ کی جانب لے جانے کے سوا دوسری اقوام سے کچھ واسطہ نہیں رکھتے ۔

کتاب استثناء میں ہے ۔ موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت فرمائی ۔ جو کہ یعقوبؑ کی جماعت کی میراث ہو ۔ باب ۳۳ ۔ درس ۴ ۔

اسی فقرے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت تورات صرف بنی اسرائیل کے لیئے ہی تھی ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق انجیل ظاہر کرتی ہے کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی طرف آئے ۔

انجیل متی میں ایک کنعانی عورت کا قصہ موجود ہے ۔ یہ عورت اسرائیلی نہیں ۔ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے پاس اس لئے آئی ہے کہ حضور اپنی معجزانہ طاقت سے اس کی بیمار بیٹی کو صحت مند کر دیں ۔ مسیح علیہ السلام نے فرمایا ۔

" میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا ۔ ۲۴/۱۵

" پر وہ آئی اور اُسے سجدہ کر کے کہا ۔ اے خداوند میری مدد کر " ۲۵/۱۵

مسیح نے جواب دیا ۔ " مناسب نہیں کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو پھینک دیں ۔ ۲۶/۱۵

یہ تمام واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت صرف

Marfat.com

بنی اسرائیل کی طرف تھی۔

انجیل متی میں ذکر ہے۔ جب مسیح علیہ السلام نے اپنے بارہ شاگردوں کو تبلیغ کے لئے روانہ فرمایا تو کہا۔ "غیر قوموں کی طرف نہ جانا۔ اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا۔" ۵

یہ حوالہ بھی بتاتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا دائرہ تبلیغ صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔

بدھ مذہب کی تاریخ پر غور کریں۔ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ انہوں نے ہندو جاتی کے سوا کبھی اپنے عروج کے زمانہ میں بھی کسی قوم تک اپنے مذہب کی تعلیم کو نہیں پہنچایا اور کسی غیر مذہب کے پیروکار کو داخل مذہب خود نہیں کیا۔

ہندو مذہب کو لیجئے۔ تو معلوم ہو جائے گا۔ وید کی تعلیم و قراءت کا کام صرف برہمن کے ساتھ مخصوص تھا۔ اگر وید کی تعلیم تمام لوگوں کے لئے مخصوص ہوتی تو پھر صرف برہمن کے لئے کیوں قرأت وید مخصوص کر دی جاتی۔

مذکورہ بالا مذاہب کا سلسلہ تعامل بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔

شریعت موسوی کا امام کبھی کسی غیر اسرائیلی کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ روما کے کلیسا نے مسیحی برکات کا چشمہ کبھی کسی غیر یورپین کو نہیں مانا۔ اور ایشائی نسل کا کوئی شخص کبھی پوپ نہیں بنایا گیا۔

ہندو قوم میں کبھی کوئی نصرانی۔ یہودی۔ یا مغربی نسل کا شخص رشی یا مہارشی بلکہ کسی مندر کا پجاری بھی نہیں بنایا گیا۔ ان امور کے علاوہ یہ بات بھی ظاہر کرتی ہے کہ رسول کریم صلعم کی بعثت سے قبل کے تمام انبیاء علیہم السلام صرف اپنی اپنی قوم کی طرف آتے رہے۔

مختلف اقوام کے مسلمہ انبیاء علیہم السلام نے کسی دوسرے نبی کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ وہ صادق تھا یا کاذب۔ کیونکہ جب کسی ایسی قوم کو دعوت دی جائے جو کسی نبی کی پیرو ہو تو لازمی طور پر اس قوم کے نبی کی صداقت زیر بحث آئے گی۔ تمام مذاہب کی مذہبی کتب کا مطالعہ کریں۔ تو کسی کتاب میں بھی

Marfat.com

کسی نبی کے متعلق یہ ذکر نہیں آئے گا کہ وہ صادق تھا۔ یا کاذب۔

اگر قرآن مجید کا مطالعہ کریں تو صاف معلوم ہو جائیگا کہ آپؐ کی بعثت اپنے اندر عالمگیریت کا رنگ رکھتی ہے۔ جیسا کہ آیت مندرجہ عنوان میں بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اس قسم کی اور آیات سے بھی قرآن بھرا پڑا ہے۔ لیکون للعالمین نذیرًا۔ پھر فرمایا۔ ان ھو الا ذکر للعالمین۔ پھر فرمایا۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعًا۔

چنانچہ رسول کریم صلعم نے خود بھی یہ دعوی فرمایا ہے۔ فضلت علی الانبیاء بست[1] کہ چھ باتوں کی وجہ سے مجھے دوسرے تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ ان میں سے آپؐ نے ایک یہ بات بیان فرمائی۔

"کان النبی یبعث الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس کافۃ"۔

"مجھ سے پہلے نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ لیکن میں تمام لوگوں کی ہدایت کے لیئے بھیجا گیا ہوں"۔

پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے دوسری اقوام کے انبیاء کے متعلق یہ فیصلہ دیا۔

"ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولًا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت"۔

یعنی ہم نے ہر قوم میں اپنا رسول بھیجا ہے۔ اور سب رسولوں نے یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور طاغی ہستیوں سے علیحدہ رہو۔

مصلحت الٰہی کا تقاضا یوں ہوا کہ جس وقت نسل انسانی مختلف ملکوں میں علیحدہ علیحدہ بٹی ہوتی تھی۔ اور قوموں کے میل جول کے ذرائع اور وسائل بالکل محدود تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی ہدایت و اصلاح کے لیئے ایک ایک نبی مبعوث فرمایا۔ اس کے ساتھ ہی انسانوں کی تنگ نظری و تنگ ظرفی کی وجہ سے یہ

[1] مسلم جلد اول ترمذی ج ا باب الغنیمۃ

Marfat.com

خیال ہر قوم میں پیدا ہو گیا کہ وہی خدا کی محبوب قوم ہے۔ اور اس کی نعمتوں اور فضلوں کی مستحق ہے۔ ہر قوم اپنے سوا دوسری اقوام کو ہیچ سمجھنے لگی۔ جب قوموں کے باہمی میل جول کے وسائل کی محدودیت ختم ہو گئی۔ تب تمام انبیاء علیہم السلام کے آخر پر خدا نے ایک ایسا نبی بھیجا جس کی بعثت تمام قوموں کی طرف تھی۔ تاکہ تمام دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرے۔ اور ان میں لونی۔ لسانی۔ مذہبی اور علاقائی تعصب ختم کر دے۔ آج دنیا ان تعصبات کی وجہ سے تباہ و بربادی کے گڑھے کی طرف جا رہی ہے۔ ان کے بچاؤ کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔ جو اسلام کے نام سے موسوم ہے۔

Marfat.com

حصول منتہائے کامیابی

نبی کی بعثت کی سب سے بڑی غرض تزکیہ نفوس ہوتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیہ کا وہ بے نظیر کام سرانجام دیا جس کی مثل پہلے انبیاء علیہم السلام کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں کے لیئے اپنی قوم سے الگ ہوتے ہیں۔ تو وہ قوم بچھڑے کی پرستش کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اگر ان کو جہاد کے لیئے حکم دیتے ہیں۔ تو قوم نے صاف انکار کر دیا۔ دیکھو گنتی ۱۳ باب ۲۳ گنتی ۱۴ باب ۱ - ۳ - قرآن میں بھی اس کا اشارہ ہے۔

قالوا یموسیٰ ان فیھا قوماً جبارین وانا لن ندخلھا حتی یخرجوا منھا۔

بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست اور ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے۔ جب تک وہ نکل نہ جائیں۔

قالوا یموسیٰ انا لن ندخلھا ابداً ما داموا فیھا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون

بولے اے موسیٰ ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے جب تک وہ اس میں ہیں گے سو تو جا اور تیرا رب اور تو دونوں لڑو۔ ہم یہاں بیٹھیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کل بارہ حواری ہیں وہ بھی مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اور ان میں سے جو ایک بہشت کی کنجیوں کا وارث ہے ملعون کہہ کر اپنے مخلص رب سے انکار کر جاتا ہے اور ایک تیس روپے پر اپنے استاذ استاد کو پکڑوا دیتا ہے۔

لیکن جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعویٰ نبوت کیا۔ تو اہل عرب مذہب کی رو سے نہایت ہی گرے ہوئے تھے۔ بتوں۔ درختوں۔ پتھروں۔ ریت کے ڈھیروں غرض ہر چیز کی عبادت کرتے تھے۔ اعمال کی جزا و سزا کا خیال تک بھی ان کو نہ تھا۔ آخرت کی زندگی پر کوئی یقین نہ

Marfat.com

تھا۔ اخلاقی حالت نہایت پست تھی۔ قتل و غارت۔ چوری ڈاکہ زنا شراب خوری۔ قمار بازی۔ دن رات کا شغل تھا غرباء۔ بیکسوں۔ یتامی۔ بیواؤں کا کوئی حامی و ناصر نہ تھا۔

اس وقت عرب میں تمدن کیا ہو سکتا تھا۔ جہاں حکومت ہی نہ تھی۔ اور نہ کوئی نظام۔ نہ ان میں اتفاق و اتحاد تھا۔ اور نہ ان کے تعلقات بیرونی دنیا سے تھے۔ اسی طرح معاشرت کے اصول صحیحہ سے کلی طور پر ناواقف تھے۔ توہمات اور بری رسوم کے جنگل میں پھنسے ہوئے تھے۔ ان لوگوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیئے یہودیوں نے کوشش کی۔ پھر عیسائیوں نے کئی سو سال تک لگاتار کوشش کی۔ لیکن اہل عرب کی اصلاح نہ کر سکے۔ بلکہ خود بھی انہی رذائل اور افعال قبیحہ میں مبتلا ہو گئے۔

عیسائیوں کی حکومت کا بھی اہل عرب پر بڑا رعب تھا۔ مگر حکومت کا رعب بھی ان کو افعال شنیعہ کی اتھاہ گہرائیوں سے نہ نکال سکا۔ پھر عرب میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوئے۔ جو حنفا کہلاتے تھے۔ وہ بت پرستی سے بیزار تھے۔ انہوں نے بتوں کی محبت سے اہل عرب کو نجات دلانے کی جدّوجہد کی۔ لیکن ان کا اثر چند افراد تک محدود رہا۔ ان کوششوں کے بعد ایک تنہا شخص نے ذلت و رسوائی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرے ہوئے اہل عرب کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ تمام عرب اس کا دشمن بن گیا۔ اپنوں نے چھوڑ دیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے عداوت کی آگ کو بھڑکا دیا۔ آس پاس کی حکومتیں نیست و نابود کرنے پر تل گئیں۔ شہر والوں نے قتل کرنے کا منصوبہ تیار کیا۔ رات کی تاریکی میں خدا کی نصرت کے سائے کے نیچے شہر کو چھوڑ کر مدینہ آ گیا۔ یہاں بھی مخالفین نے امن کے ساتھ نہ بیٹھنے دیا۔ بلکہ لڑائی کی آگ بھڑکا کر اس کو اور اس کے ساتھیوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کر لیا۔ ان مخالفتوں اور عداوتوں کی تاریک رات میں کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص اصلاح کے عظیم کام کو جاری رکھتا ہے۔ آہستہ آہستہ بت پرستی کی جگہ توحید، قتل و غارت۔ ڈاکہ چوری کی جگہ ہمدردی بنی نوع

Marfat.com

انسان - زنا، بدکاری کی جگہ عفت و پاک دامنی - دولت و نسب کے فخر کی جگہ محنت اور کوشش - توہمات کی جگہ عقل - جہالت کی جگہ علم - شراب خوری اور قماربازی کی جگہ راتوں کی نماز اور دعا - اختلاف اور انتشار کی جگہ ایتلاف اور اتحاد - بیکسوں - بیناؤں پر ظلم و ستم کی جگہ ان کے حقوق کی حفاظت و صیانت - سفاکی اور سنگ دلی کی جگہ رحم اور شفقت لے لیتی ہے -

دنیا میں بڑے بڑے مصلح آئے ہیں - لیکن واقعات تاریخی ہمیشہ کے لیئے یہ گواہی دیتے رہیں گے - جو اصلاح اور روحانی بیداری کا انقلاب عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس سالوں میں پیدا کیا - کسی ہادی کے ہاتھ پر یہ انقلاب نہیں پیدا ہو سکا -

چنانچہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹینکا میں لفظ قرآن کی بحث کے نیچے یہ اعتراف کیا ہے کہ :-

" دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب حضرت محمد (صلعم) ہیں "

اس انقلاب عظیم کے متعلق چند غیر مسلم تاریخ نویسوں کی شہادتیں نقل کرتا ہوں -

" حضرت محمدؐ سے پہلے عرب کی فضا مذہبی اصلاح کے لیئے ویسی ہی ناموافق تھی - جیسی کہ وہ کسی سیاسی اتحاد یا قومی احیاء کے مخالف تھی - عرب کے مذہب کی بنیاد گہری بت پرستی پر تھی - جس میں زوال پذیر ہونے کا شائبہ تک نہ تھا - اور جو صدیوں سے مصر و شام کے مذہبی حملوں کا مقابلہ کر رہی تھی " (میور)

" حضرت محمدؐ کے عہد جوانی میں اس جزیرہ نما کا میلان بے حد قدامت پسندی کی طرف تھا - اور اس سے پہلے شاید ہی کوئی ایسا وقت آیا - جب اصلاح اس قدر غیر ممکن ہو " (میور)

" ایسا اوقات جب ایک ایسے شخص کے ہاتھوں چند نتائج رونما ہوں

Marfat.com

جو بظاہر اس کی اپنی طاقت سے بالاتر دکھائی دیں۔ تو ان کے ظہور کی وجہ بعض کے نزدیک یہ ہوتی ہے کہ چند گرد و پیش کے اسباب ایسے پیدا ہو گئے۔ جن کا لازمی نتیجہ وہ نتائج تھے۔ حضرت محمد پیدا ہوئے۔ اور سارا عرب ایک جدید اور روحانی مذہب کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔ ایسے لوگ اس سے قیاس کرتے ہیں کہ عرب حضرت محمد کی آمد کے وقت اصلاح کے لیئے بے قرار تھا۔ اور اسے قبول کرنے پر ہمہ تن آمادہ۔ لیکن جب ہم عرب کے عہد ماضی پر غور سے نظر ڈالتے ہیں۔ تو اسلام سے پہلے زمانہ کی تاریخ اس قیاس کی تردید کرتی ہے۔" (میور)

"اوائل زمانہ سے جس کے متعلق کسی کا حافظہ کام نہیں کر سکتا۔ عرب پر روحانی جمود طاری تھا۔ یہودی اور مسیحی مذہب نے ہر چند کوشش کی لیکن ان کا اثر بس ایسا ہی عارضی تھا۔ جیسے ہوا کا جھونکا سطح آب پر حباب تو پیدا کر دیتا ہے۔ لیکن سطح کے نیچے کوئی جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ یہ لوگ توہمات ظلم اور بدکاری کے گہرے غار میں پڑے ہوئے سڑتے تھے۔ شدید درجہ کی بت پرستی ان کا مذہب تھا۔ اور ان دیکھی چیزوں سے ڈرتے رہنا ان کا ایمان ......

ہجرت سے ۱۳ سال پہلے مکہ ایک تن بے جان کی طرح بے حس و حرکت پڑا تھا۔ ان تیرہ سالوں میں جو تغیر آگیا۔ وہ کیسا ہوش رُبا ہے۔

اہل مدینہ ایک مدت سے یہودی صداقت کا غلغلہ سنتے چلے آتے تھے۔ مگر وہ بھی خواب غفلت سے اس وقت بیدار ہوئے۔ جب پیغمبر عربی کی روح افزا صدا ان کے کانوں میں گونجی۔ جس سے یکایک ان میں ایک نئی اور سرگرم زندگی پیدا ہو گئی۔" (میور)

"اور پھر بھی ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ کوئی تاریخ ایسے حیرت انگیز ولولہ خیز واقعات پیش نہیں کر سکتی۔ جو عہد اول کے مسلمانوں میں ملتے ہیں۔ خواہ ہم اس مرد اعظم یا آپ کے ان شاندار مشیر کاروں یا خلفا کی زندگی پر غور کریں۔ جو انسانوں میں ستاروں کی طرح چمکتے تھے۔ خواہ ہم ان متعدد ممالک کی اخلاقی حالت پر نظر ڈالیں جو آپ کے زیر نگیں آئے۔ خواہ اس شجاعت پرہیزگاری اور

ان جذبات کو ملحوظ رکھیں۔ جو آپ کے سپہ سالاروں اور سپاہیوں میں پائے جاتے تھے۔ (حیات حضرت محمد مصنفہ کونٹ بولین ویلیرز)

" دنیا میں ایسی پراگندہ اور منتشر قوم کوئی نہ تھی کہ یکایک ایک معجزہ ظاہر ہوا۔ ان میں ایک ایسا انسان پیدا ہوا۔ جس نے اپنی شخصیت اور دعوی نبوت سے ناممکن کو ممکن کر دکھایا۔ یعنی پشتوں کے دشمنوں کو گلے ملا دیا۔ (انڑ اینڈ ڈسٹس آف سہاٹ)

" دنیا میں کسی قوم نے اس قدر جلد تہذیب حاصل نہیں کی۔ جیسے کہ عربوں نے واقعی اسلام کی بدولت کی۔"

(ہند ریسرچز مصنفہ برش فیلڈ)

" مختصراً عربوں کی تمدنی اور مذہبی حالت یہ تھی۔ اب بقول والیٹر عرب کی باری آئی۔ ایک ایسے مکمل فوری اور خلاف معمول انقلاب کا ڈنکا بجا جو دنیا کے کسی تختہ پر کسی قوم میں وقوع میں نہیں آیا۔" (راسورتھ سمتھ)

" اہل عرب ایک جاہل اور مفلس قوم تھے۔ جو صحرا نوردی کیا کرتے تھے ان میں ایک نبی مبعوث ہوتا ہے۔ کس قدر حیرانی ہے کہ وہی قوم جسے کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ کل دنیا میں مشہور ہو گئی۔ اور جو لوگ سب سے چھوٹے تھے وہ یکدم سب سے بڑے بن گئے۔ ایک صدی کے بعد اگر مغرب میں غرناطہ تک عربوں کا سکہ رواں ہو گیا۔ تو مشرق میں دہلی تک انہی کے نام کا سکہ چلنے لگا۔ اور جرأت اولوالعزمی سے متصف ہو کر ملک عرب کے لوگ صدیوں تک دنیا کے ایک بڑے حصہ پر چمکتے رہتے۔ (کارلائل)

" زمانہ زیر نظر میں اہل عرب کی گزشتہ شان ہی مفقود نہ تھی۔ بلکہ اس زمانہ میں خارجی اور اندرونی آفتیں وسط عرب کی آبادی کا خون چوس رہی تھی۔ جن سے خلاصی اور رہائی پانا انسانی عقل و فکر اور قوت و طاقت کی حدود سے باہر ہو چکا تھا۔ اہل عرب کا اپنے بندھنوں سے آزاد ہونا اور اپنی آزادی و حریت کو پھر حاصل کرنا واقعی قیمت کے معجزانہ کام پر منحصر تھا۔ جس کا کوئی حق پسند انسان ہرگز انکار نہیں کر سکتا۔ چونکہ خدا نے یہ عظیم الشان

Marfat.com

کام حضرت مکی و مدنی کی معرفت کیا تھا۔ اس وجہ سے ہمارے زمانہ کی ۲۴ کروڑ آبادی عرب اور اس کے فرزند اعظم کی عزت و حرمت کو بہی ہے۔" (کوائف العرب مصنفہ پادری غلام مسیح ایڈیٹر نور افشاں)

Marfat.com

نسل انسانی کی وحدت

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جو انبیاء علیہم السلام دنیا میں آئے۔ انہوں نے افراد کو اکٹھا کر کے ایک ایک قوم بنائی تھی۔ آپ نے قوموں کو اکٹھا کر کے نسل انسانی کی وحدت کی بنیاد ڈالی۔ اور اپنے مذہب کی بنیاد ٹھہرایا۔ یہ راز اتنا بلند تھا کہ بغیر خدا کی وحی کے اس کا انکشاف قلب انسانی پر نہ ہو سکتا تھا۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

"وماکان الناس الا امۃً واحدۃً فاختلفوا (یونس)

اور سب لوگ ایک ہی قوم ہیں۔ لیکن وہ باہم جھگڑتے ہیں۔

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون و تقطعوا امرھم بینھم کل الینا راجعون۔ (الانبیاء)

اور یہ تمہاری قوم ایک ہی قوم ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔ سو میری عبادت کرو۔ مگر انہوں نے اپنے معاملہ کو آپس میں قطع کر دیا۔ سب کے سب ہماری طرف لوٹ کر آنے والے ہیں۔

وان ھذہ امتکم امۃً واحدۃً وانا ربکم فاتقون۔ فتقطعوا امرھم بینھم زبرًا۔ کل حزبٍ بما لدیھم فرحون۔ فذرھم فی غمرتھم حتی حین۔ (المؤمنون)

" اور یہ تمہاری قوم ایک ہی قوم ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں۔

Marfat.com

سو میرا تقوی کرو۔ مگر انہوں نے اپنے معاملہ کو آپس میں قطع کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ہر گروہ اس پر خوش ہے۔ جو ان کے پاس ہے۔ سو ایک وقت تک انہیں جہالت میں چھوڑ دے۔

وکان الناس امۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب (البقرہ)

"سب لوگ ایک ہی قوم ہیں سو اللہ نے (سب میں) نبی بھیجے خوشخبری دیتے ہوئے۔ اور ڈراتے ہوئے اور ان کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب اتاری۔

یایھا الناس انا خلقکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا (الحجرات)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

یایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء (النساء)

"اے لوگو! اپنے رب کا تقوی کرو۔ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر ان دو سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔

نسل انسانی کی وحدت کے خیال سے مشکل تر کام اس کا عمل میں لانا تھا۔

نسل انسانی کی وحدت کے خیال کو عملی جامہ پہنانا بہت مشکل تھا۔ کیونکہ لوگوں کے درمیان نسلی رنگ وطینت اور زبان کی تفریق کی وجہ سے اختلاف اور بعد کی خلیج حائل ہو چکی تھی۔ عربوں میں تو دوسری قوموں کے خلاف نسل رنگ اور زبان کا ایسا تعصب تھا۔ جیسے آج مغربی اقوام

Marfat.com

میں ہے۔ عربوں کو اپنی زبان پر اتنا ناز تھا کہ غیر عرب کو عجمی کے نام سے پکارتے تھے۔ جس کے معنی گونگا ہیں۔ نسل کے لحاظ سے بھی وہ اپنے آپ کو دوسری قوموں سے بہت بلند سمجھتے تھے۔ اس وجہ سے آپؐ کے سامنے سب سے پہلے یہ کام تھا کہ عربوں کے اندر سے رنگ، نسل اور زبان کے تعصب کو دور کیا جائے۔

عملی اتحاد کی پہلی بنیاد

لونی۔ لسانی۔ اور ملکی تعصب کو ختم کرنے کے لیئے سب سے پہلی بنیاد نماز تھی کہ پانچ وقت مسلمان مؤذن کی اذان پر مسجد میں اکٹھے ہوتے غلام اور آقا۔ عرب اور غیر عرب۔ امیر و غریب۔ غرضیکہ سب ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہوتے۔ دن میں پانچ دفعہ اس تعصب کو مٹانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسجد سے باہر بھی سب لوگ برابری کی حیثیت سے ایک دوسرے سے ملتے۔ تعصب کا مہلک جذبہ یہاں تک ختم ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابہ حضرت بلالؓ کو جو حبشی تھے۔ "سیدنا" کے لفظ سے پکارتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کو جو ایک آزاد کردہ غلام کے لڑکے تھے۔ لشکر کا سپہ سالار بنایا جاتا ہے۔ تمام صحابہ جو بڑے بڑے خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے۔ اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیتے ہیں۔

امام ہونے کے لیئے خاندان۔ زبان وغیرہ کی شرط نہیں لگائی۔ بلکہ کہا۔

"لوگوں کا امام وہ ہوگا۔ جو سب سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کو جانتا ہے"۔ مشکوٰۃ۔

"تم میں سے اذان وہ دے جو سب سے زیادہ نیک ہے۔ اور امام وہ ہو۔ جو سب سے زیادہ قرآن کا علم رکھتا ہو"۔

مشکوٰۃ

Marfat.com

اسی طرح دوسری عبادات اسلامی میں وحدت نسل انسانی
کی تعلیم دی گئی ہے۔

Marfat.com

انا اعطینٰک الکوثر

قرآن میں آتا ہے۔ انا اعطینٰک الکوثر۔ ہم نے تجھے کوثر عطا کیا۔

کوثر بروزن فوعل ہے۔ یہ وزن مبالغہ کے لیئے آتا ہے۔ لفظ کثرت تو خود ہی فراوانی کے معنی کے لیئے آتا ہے۔ جب اُسے بھی مبالغہ کے وزن میں استعمال کیا جائے۔ تو اس کے معنی کثرت بالائے کثرت فراوانی بیش از فراوانی اور افزونی بر افزونی ہوتے ہیں۔

کوثر کے معنی

حدیث میں ہے۔ ابو البشر نے سعید بن جبیر سے انہوں نے ابن عباس رضؓ سے روایت کی ہے کہ کوثر کے معنی وہ خیر کثیر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے رسول کریم صلعم کو عطا فرمائی۔ ابو البشر کہتے ہیں۔ میں نے سعید بن جبیر سے کہا کہ لوگوں کا گمان تو یہ ہے کہ کوثر ایک نہر کا نام ہے۔ جو جنت میں ہے سعید نے جواب دیا۔ ہاں وہ جنت والی نہر بھی تو اسی خیر کثیر ہی میں سے ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے حضور کو عطا فرمائی۔ (بخاری)

امام فخر الدین رازی نے خیر کثیر کے تحت بہت سی اشیاء کا ذکر کیا ہے۔ از انجملہ

(۱) امت محمدیہ ہے۔ ایسی نبوت کاملہ۔ اور ریاست عامہ اور ہدایت جامعہ پہلے کب کسی کو عطا ہوئی تھی۔؟

(۲) کوثر سے مراد اسلام ہے۔

(۳) کوثر سے مراد کثرت امت ہے۔

(۴) کوثر سے مراد قرآن مجید ہے۔

Marfat.com

(۵) کوثر سے مراد وہ اخلاق حمیدہ۔ فضائل کثیرہ۔ اور محامد جمیلہ ہیں جو رسولِ کریم صلعم کے وجود با جود میں پائے جاتے تھے۔

اسی لیئے قرآن مجید میں آتا ہے۔

انک لعلی خلق عظیم (القلم ۶) اے رسولؐ تو یقیناً خلق عظیم پر ہے۔ لفظ عظیم محاورہ عرب میں اس چیز کی صفت میں بولا جاتا ہے۔ کہ جس کو اپنا نوعی کمال پورا پورا حاصل ہو۔

ہر نبی فطرت انسانی کی ایک خاص شاخ کے نشو و نما کے لیئے آیا ہوا اس کے وجود میں اخلاق انسانی کا ایک خاص پہلو نمایاں ہوا۔ مگر آپؐ کے وجود میں اخلاق انسانی کے سارے پہلو ایسے نمایاں ہوئے کہ آپؐ کے بعد کسی نبی کی ضرورت دنیا میں باقی نہ رہی۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

حسن یوسفؑ دم عیسیٰؑ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری!

Marfat.com

مساوات بین الناس
و
رفعت درجہ نسواں

توحید باری تعالیٰ پر اعتقاد رکھنے سے دو صداقتیں دنیا میں قائم ہوتی ہیں۔ (۱) مساوات بین الناس۔ (۲) افضلیت انسان برجمیع مخلوقات۔
پہلی صداقت کی بناء پر جمہوریت کے اصولوں کی ابتداء ہوتی ہے اور دوسری کی بناء پر سائنٹیفک تحقیقات کا آغاز ہوتا ہے۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل کسی نبی نے توحید باری تعالیٰ کو اس رنگ میں بیان نہیں کیا۔ جس رنگ میں رسول کریم صلعم نے بیان فرمایا۔ یہی وجہ ہے۔ آپ کی بعثت سے قبل دنیا میں نہ مساوات بین الناس قائم ہوسکی اور نہ علم کے شجر نے نشوونما پائی۔ یہود اپنے آپ کو خدا کی محبوب قوم سمجھتے اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ عیسائی یہود کو کسی صداقت پر نہیں سمجھتے تھے۔ ہندوؤں میں ذات پات کے مسئلہ نے مساوات بین الناس کی عمارت کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر مساوات بین الناس کا بیج بویا۔ اور توحید کے مصفیٰ پانی سے سیراب کیا۔ وہ آپؐ کی زندگی میں اُگا۔ بڑھا۔ حتیٰ کہ تناآور درخت بن گیا۔ جس کے سائے کے نیچے امیر و غریب۔ آقا و غلام۔ عربی و عجمی نے برابر کی جگہ پائی۔ انسانیت کی صف میں وہ سب ایک مقام پر کھڑے ہو گئے۔ حج کے اندر اس کا ایک عملی نظارہ دکھا دیا۔ لاکھوں انسان ایک لباس میں ملبوس ایک شکل میں اکٹھے ہوتے ہیں۔ پھر پانچ وقت کی نماز میں بھی مساوات کا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔ خدا کی بارگاہ میں بادشاہ اور درویش۔ آقا و غلام۔ امیر و غریب دوش بدوش کھڑے ہیں۔
ملکی انتظام میں ایک غلام کو قریش پر امیر مقرر کر کے دکھا دیا۔ کالے

Marfat.com

گورے - عربی وعجمی - امیر وغریب - مشرقی و مغربی کا فرق مٹا دیا۔ سب ایک باپ کے بیٹے ہیں - خدا کا وہی محبوب ہے۔ جو متقی ہے - یہاں میں ان برکات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں - جو رسول کریم صلعم کی معرفت عورتوں پر نازل ہوئیں -

عورت کو کسی مذہب یا تہذیب نے پیدائشی حقوق عطا نہیں کیئے - ایک طرح کا مجسمہ بدی تصور کی جاتی تھی - مسیحیت کے ہاتھوں عورت کی تذلیل و توہین حد کمال کو پہنچ گئی تھی - کتاب پیدائش کے فسانہ کی وجہ سے جس میں عورت نے مرد کو گناہ کی ترغیب دی - اور کلیسیائی عقیدہ کے بنیادی اصول کی وجہ سے جو اس فسانہ پر قائم ہوئے - اس صنف لطیف کی عزت بے حد مجروح ہوئی -

یہودی شریعت نے عورت پر کوئی احسان نہیں کیا - کتاب پیدائش کے اس الٰہی حکم نے کہ تیری مرضی خاوند کے ماتحت ہوگی - اور وہ تیرے اوپر حکومت کرے گا۔

عورت کو ایک طرح سے ظرف خانگی کے درجہ پر پہنچا دیا - چنانچہ یہودی مذہب میں عورت کی حیثیت اس سے زیادہ نہ تھی -

ہندو مذہب میں عورت کی حیثیت بالکل ایک گری ہوئی چیز کی طرح ہے - جس کا سوسائٹی میں کوئی مقام ہی نہیں -

اسلام نے مرد اور عورت کو ایک اصل کی دو شاخیں قرار دیا - قرآن مجید میں آتا ہے -

وانہ ھو امات و احیی وانہ خلق الزوجین الذکر والانثی من نطفۃ اذا تمنیٰ - (النجم)

اور وہی خدا ہے۔ جو مارتا اور زندہ کرتا ہے - اور وہی دو ساتھی پیدا کرتا ہے - نر اور مادہ نطفہ سے جب اس کا اندازہ کیا جاتا ہے -

پھر قرآن کریم میں آتا ہے -

Marfat.com

ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ۔ الم یک
نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق
فسوّی۔ فجعل منہ الزوجین الذکر و
الانثیٰ۔ (القیمۃ)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑا جائے گا۔ اس نے اسے پیدا کیا۔ پھر اسے کمال کو پہنچایا۔ پھر اس سے دو ساتھی مرد اور عورت بنائے۔

اولاد جسے انسان کے لئے خدا کی ایک نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اس میں عورت کا ذکر مقدم ہے۔

یھب لمن یشاءُ اناثًا و یھب لمن یشاء الذکور
او یزوّجھم ذکرانًا و اناثًا۔ (الشوریٰ)

وہ جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے یا لڑکے اور لڑکیاں ملا کر دیتا ہے۔

روحانی رنگ میں مرد اور عورت میں مساوات

انسان ہونے کے لحاظ سے مرد اور عورت ایک اصل کی دو شاخیں ہیں۔ تو خدا نے اپنے روحانی انعامات کے لحاظ سے بھی یکساں قرار دیا ہے۔

من عمل سیّئۃً فلا یجزی الا مثلھا و من عمل
صالحًا من ذکرٍ او انثی و ھو مومن فاولٰئک
یدخلون الجنۃ یرزقون فیھا بغیر حساب (المؤمن)

جو برائی کرتا ہے۔ اسے اس کی مثل ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔ اور جو کوئی نیکی کرتا ہے۔ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہی لوگ بہشت میں داخل ہونگے۔ اس میں بے حساب رزق دئے جائیں گے۔

عورتوں پر خدا کی وحی کا آنا بھی تسلیم کیا گیا ہے۔

Marfat.com

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفتِ علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیکِ وجاعلوہ من المرسلین۔ (القصص)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلا۔ پھر جب تجھے اس کے متعلق ڈر ہو۔ تو اسے دریا میں ڈال دے اور ڈر نہیں نہ غمگین ہو۔ ہم اسے تیری طرف واپس لائیں گے۔ اور اسے مرسلوں میں سے بنائیں گے۔

خدا نے عورتوں کو بھی چنا اور پاک بنایا جس طرح مردوں کو چنا اور پاک بنایا۔

واذ قالت الملائکۃ یٰمریم ان اللہ اصطفاکِ وطھرکِ واصطفاکِ علیٰ نساء العالمین۔ (آل عمران)

اور جب فرشتوں نے کہا۔ اے مریم اللہ نے تجھے چن لیا ہے اور تجھے پاک بنایا ہے۔ اور تمام دنیا کی عورتوں پر تجھ کو ترجیح دی۔

دنیاوی رنگ میں عورت کی شخصیت کو مرد کی طرح قرار دیا۔

مرد اپنی کوشش اور دستِ بازو سے کما سکتے ہیں۔ عورتیں بھی اپنی سعی سے مال کما سکتی ہیں۔

للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن۔ (النساء)

مرد اس سے بہرہ ور ہوں گے۔ جو وہ کمائیں اور عورتیں اس سے بہرہ ور ہوں گی۔ جو وہ کمائیں۔

الکتاب کی آزادی کے ساتھ اسے مرد کی طرح ورثہ کا بھی حقدار قرار دیا

Marfat.com

گیا ہے۔ کسی معاشرہ میں عورت قطعاً کسی وراثت کی حق دار نہ تھی۔

للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون
مما قل منہ او کثر نصیبا مفروضًا (النساء)

مردوں کے لیئے اس سے ایک حصّہ ہے۔ جو (ان کے) والدین اور قریبی چھوڑیں۔ اور عورتوں کے لیئے اس سے ایک حصّہ ہے جو (ان کے) والدین اور قریبی چھوڑیں۔ خواہ وہ تھوڑا ہو یا بہت ایک مقرر حصّہ۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کو والدین سے حسن سلوک کی تعلیم دی کہ "جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے"۔ خاوند کو تعلیم دی "خیرکم خیرکم لاھلہ"۔ تم میں سے بہتر وہ ہے۔ جو اپنی بیویوں سے حسن سلوک کرتا ہے۔

آپؐ کے ایک صحابیؓ نے آپؐ سے دریافت کیا۔ ہم اپنی بیوی کے ساتھ کس قسم کا سلوک کریں۔ آپؐ نے فرمایا "جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ۔ اور جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ۔ ہرگز اسے نہ مارو۔ اور نہ غصّے میں آکر اس سے جدائی اختیار کرو"۔

والدین کے لئے اپنی بچیوں کی پرورش اور اعلیٰ تربیت کرنے کو کارِ ثواب قرار دیا ہے۔

Marfat.com

وَلٰکِن رَّسُولَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ خاتم النبیین ہیں۔ یعنی آپؐ پر کمالاتِ نبوت ختم ہیں۔ اور آپؐ منبع جمیع کمالات انبیاء ہیں۔ اور نبوت کا کوئی درجہ اور کوئی مقام ایسا نہیں جو کسی نبی کو تو ملا ہو۔ لیکن آپ کو حاصل نہ ہو۔ اور آپؐ کے بعد نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ پرانا۔

زرقانی (شرح المواہب اللدنیہ) میں ہے۔

روی احمد والترمذی والحاکم باسناد صحیح عن انس رضی اللہ عنہ مرفوعًا ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبیَّ۔

یعنی امام احمد۔ امام ترمذی۔ امام حاکم نے صحیح اسناد کے ساتھ انس رضی اللہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اب رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے۔ لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا۔ اور نہ کوئی نبی۔

سعد بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں نبی کریم صلعم نے حضرت علیؓ کو پیچھے چھوڑ دیا۔ علیؓ نے عرض کیا کہ حضور مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہو۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا۔

اما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی اِلّا انہ لا نبی بعدی۔

یعنی کیا تم اس پر خوش نہیں کہ تم میرے لیئے ویسے ہی ہو۔ جیسے ہارون موسٰی کے لیئے تھے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میرے بعد نبی

Marfat.com

کوئی نہ ہوگا۔ (صحیحین)

جیسا کہ پہلے یہ عرض کیا جا چکا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی میں وحدت و اتحاد کی بنیاد رکھی تھی۔ اور یہ وحدت اُسی رنگ میں قائم رہ سکتی تھی۔ جب کہ آپؐ خاتم النبیین ٹھہرتے۔ اگر کوئی رسول کریم صلعم کے بعد اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ تو گویا وہ وحدت نسل انسانی اور اسلامی شیرازہ بندی کی عمارت کو منہدم کرتا ہے

Marfat.com

بہترین معلم دین

یُعَلِّمُھُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ

وہ ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

پہلا شخص جس نے مذہب کا صحیح تخیل دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات تھی۔ آپ کی بعثت سے قبل مختلف مذاہب دنیا میں موجود تھے۔ لوگ مذہب سے یہ مراد لیتے تھے کہ وہ خدا کو خوش کرنے اور مختلف رسوم بجا لا کر یا نماز نیاز اور قربانی کے ذریعے سے خدا کے انعامات اور افضال کو حاصل کرنے کا آلہ ہے۔ وسطی ایشیا اور مغرب کی تمام اقوام میں یہ خیال موجود تھا کہ کسی خدا کے برگزیدہ کے خون سے گناہوں کا کفارہ ہو کر نجات ملے گی۔ رسول کریم صلعم نے مذہب کا بالکل نیا مفہوم دنیا کے سامنے پیش کیا۔ وہ یہ کہ انسان کے اندر بے شمار مخفی قابلیتیں اور استعدادیں موجود ہیں۔ ان کو نشو ونما اور ترقی دینا مذہب کا کام ہے۔ جس سے مراد ارتقائے انسانیت ہے۔

آپ کے خیال کے مطابق دین ایک نظریہ حیات اور طریق زندگی کا نام ہے۔ تاکہ ہمارے اندر جو خوبیاں اور استعدادیں مضمر ہیں وہ اجاگر ہو جائیں۔

آپ نے خدا سے وحی پا کر نظریہ حیات اور طریق زندگی کو مکمل طور پر قرآن مجید میں بیان کیا۔ انسان کی انفرادی۔ خاندانی۔ معاشرتی۔ ملکی اور بین الاقوامی زندگی کا کوئی پہلو نہیں جس کے متعلق مجمل اور مفصل ذکر قرآن مجید میں نہ ہو۔

اس کے علاوہ روحانی مسائل میں سے کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو قرآن مجید سے نہ ملتا ہو۔ غرضیکہ قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

Marfat.com

اور اس کی تشریح رسول کریم صلعم نے اپنی تیئس سال کی زندگی میں عمل اور قول سے صحابہؓ کے سامنے بیان کی۔
صحابہؓ نے اپنی زندگیوں کو قرآن مجید کے رنگ میں ڈھالا۔ اور اپنی مخفی استعدادوں کو نمایاں کیا۔ حتیٰ کہ وہ وحشی اور انسانیت سے گرے ہوئے انسان ترقی کرتے کرتے باخدا انسان بن گئے۔ یہ وہ رسول کریم صلعم کی خصوصیت ہے۔ جو کسی اور روحانی معلم کی ذات میں نہیں ملتی۔

سراج منیرؐ

یا ایھا النبی انا ارسلنک شاھدًا ومبشرًا ونذیرًا وداعیًا الی اللہ باذنہ وسراجًا منیرًا۔ (احزاب)

اے نبی ہم نے تجھے گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کیطرف اس کے حکم سے بلانے والا۔ اور روشن ہونے والا سورج۔ (محمد علی)

روحانی عالم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سراج منیر (روشن کرنے والا سورج) ہیں۔ اس میں یہی اشارہ ہے۔ کہ اس آفتاب عالمتاب کے طلوع کے بعد ان روشنیوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ جو پہلے مختلف ملکوں اور مختلف قوموں کو روشن کیا کرتی تھیں۔ وہ روحانی چراغ ایک وقت کے لیئے روشن ہوئے۔ اور اندھیروں کو اجالے میں تبدیل کیا۔ طلوع آفتاب کے بعد اب کسی چراغ کی ضرورت نہیں رہی۔

لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین لما وسعھما الا اتباعی

اگر موسیٰ اور عیسیٰ بھی اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں بھی اسی روحانی آفتاب سے اکتساب ضیا کرنا تھا۔

Marfat.com

اب بھی کوئی اپنے شیشۂ قلب کو صاف کر کے اس آفتاب کے سامنے رکھ دے۔ تو اس کے اندر اس آفتاب کی روشنی منعکس ہو جاتی ہے اور جتنا زیادہ شیشہ قلب صاف شفاف ہو گا۔ اتنی ہی زیادہ نور کی لہریں اس میں منعکس ہوں گی۔ اسی کا نام ظلی نبوت ہے۔ اس کا دوسرا نام محدثیت محدث بالقوۃ نبی ہوتا ہے۔ اس نازک مسئلہ کو نہ سمجھنے کی بنا پر بعضوں نے علمی لغزش کی ہے۔

اسلام اس قسم کا دین ہے کہ اگر کوئی غلط عقیدہ پیدا بھی ہو جائے۔ تو ایک وقت کے بعد خود ہی وہ باطل عقیدہ اپنی موت آپ مر جاتا ہے اس عقیدہ کو دیر پا قبولیت حاصل ہو سکتی ہے اور نہ زندگی۔ اس وجہ سے مجھے یہ امید ہے کہ اجرائے نبوت کا باطل عقیدہ خود ہی ختم ہو جائے گا۔

Marfat.com

موعود اقوام عالم

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین الآیۃ (آل عمران)

قرآن مجید نے یہ دعویٰ[1] کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وعدہ تمام انبیاء علیہم السلام کو دیا گیا تھا۔ اور ہر ایک نبی کے ذریعہ سے اس کی امت سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ تمہارے پاس ایک ایسا نبی آئے گا۔ جو پہلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرے گا۔ اس پر ایمان لانا ہوگا۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک نبی اور رسول ہیں جنہوں نے جہاں اپنے اوپر ایمان لانا اصول دین میں داخل کیا۔ وہاں تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا جزو ایمان قرار دیا[2]۔ اور یہ بھی بیان کر دیا کہ دنیا کی ہر قوم کی طرف نبی آچکے ہیں[3]۔ اور یہ بھی وضاحت کر دی کہ قرآن مجید میں بعض رسولوں کا ذکر کر دیا ہے اور بعض کا نہیں[4]۔

پس جس طرح دنیا میں اور کوئی رسول نہیں کہ جس کے متعلق پہلے گزرے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام نے پیشگوئیاں کی ہوں۔ اسی طرح رسول کریم صلعم کے سوا اور کوئی نبی نہیں جس نے تمام انبیاء علیہم السلام پہ ایمان لانا اصول دین ٹھہرایا ہو۔ نیز وہ سب کی پیشگوئیوں کا مصداق اور سب کی صداقت کا گواہ ہو۔

---

[1] وانہ لفی زبر الاولین (الشعراء) اور وہ یقیناً پہلوں کے صحیفوں میں موجود ہے [2] والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ [3] وان من امۃ الا خلا فیھا نذیر۔
[4] رسلاً قد قصصنٰھم علیک من قبل ورسلاً لم نقصصھم علیک۔

Marfat.com

(۱) بشارات کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ خواب کا سا مضمون رکھتی ہیں عام طور پر عوام پر مشتبہ رہتی ہیں۔ اور خواص پر کبھی قرائن سے اور کبھی اس نبی کے ظہور کے وقت جس کی نسبت وہ بشارات ہیں یا اس کے اور دلائل سے ثبوت نبوت کے بعد اور اس مبشر نبی کی تفسیر سے ظہور پاتی ہیں عیسائی نکتۂ خیال سے تو جس کی نسبت بشارت ہو۔ کبھی کبھی وہ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ یوحنا خود ایلیا ہونے سے انکار کرتا ہے۔ حالانکہ مسیح علیہ السلام اسے ایلیا قرار دیتے ہیں۔ (دیکھو لوقا ۱/۱۷ متی ۱۱/۱۴ اور ۱۷/۱۲)

(۲) بشارات میں بالعموم نام صفاتی ہوتے ہیں۔ ذاتی نہیں، یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان کی قیمت اس کی صفات کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ اس کے ذاتی نام کے لحاظ سے جیسے حضرت مسیح کا ذاتی نام یسوع ہے۔ اس نام کی کوئی پیشگوئی کتب سابقہ میں نہیں پائی جاتی۔ مسیح کے نام کی پیش گوئیاں موجود ہیں۔

(۳) بشارات میں مقامات اور ملکوں کے نام بھی صفاتی ہوتے ہیں

(۴) بشارات کی مدت انسانوں کی مدت مراد نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ان یوما عند ربك كالف سنة مما تعدون۔

یعنی اللہ کے ہاں ایک دن تمہارے شمار سے ہزار برس ہوتا ہے

ہندوں کے نزدیک بھی برہما کا اور انسانوں کا سال گنتی کے لحاظ سے الگ الگ میعاد کا ہوتا ہے۔

(۵) کسی بشارت کا کوئی حصہ عقل اور علم کے خلاف ہوگا۔ تو وہ ناقابل قبول ہوگا۔

(۶) بشارت کا افسانوی حصہ واقعات کی تعبیر کے مطابق قبول کیا جائے گا۔

(۷) کسی نبی کے متعلق دوبارہ دنیا میں مبعوث ہونے کی بشارت سے مراد اس نبی کی صفات پر کسی دوسرے نبی کا مبعوث ہونا ہے۔

Marfat.com

لوقا ۱: ۱۷ میں مسیح نے ایلیا کے دوبارہ آنے کی تشریح اسی طرح کی۔ اور جناب کرشن فرماتے ہیں کہ ہم کسی اور شکل میں حسب ضرورت اپنے آپ کو ظاہر کرتے ہیں۔

(۸) اگر کسی مقدس کتاب کی بشارت ایک ہی ہستی کے متعلق ذو جہتیں ہوگی تو اس کی ایک ہی جہت قابل قبول ہوگی۔ کیونکہ الہامی کتب تحریف کی وجہ سے کم و بیش اپنی اصلیت ضائع کر چکی ہیں۔ نیز یہ امر خود کتاب کی صداقت کے خلاف ہے کہ وہ ایک ہی ہستی کے متعلق دو مخالف و متضاد خیال رکھتی ہو۔

پارسی مذہب میں نوید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

زرتشتی مذہب جسے عوام پارسی مذہب کے نام سے جانتے ہیں۔ ایران کا قدیم مذہب ہے۔ اسی مذہب کو آتش پرست یا مجوسی دین بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی مذہبی کتب ژندی اور پہلوی دو زبانوں میں پائی جاتی ہیں۔ قدیم ایرانیوں کی مذہبی کتب میں دو دفتر اہم ہیں۔ ایک دساتیر اور دوسرے کا دستا یا ژند اوستا نام ہے۔ ان کتب کے دو دو حصے ہیں۔ خوردہ دساتیر اور کلاں دساتیر (۲) خوردہ اوستا اور کلاں اوستا انہی دو کو ژند و مہا ژند کہتے ہیں۔

جناب زرتشت کو خداتعالیٰ نے مخاطب کر کے ژند اوستا کی کتاب ژند اوستا فرور دین یشت ۱۳ میں فرمایا۔

اس کا نام فاتح مہربان اور اس کا نام "استوت اریتا" (تعریف کیا گیا یا محمد) ہوگا۔ وہ رحمت کا مجسمہ ہوگا۔ کیونکہ وہ تمام جہاں کے لیئے رحمت ہوگا۔ وہ حاشر ہوگا۔ اس لیئے کہ کامل انسان اور روحانی انسان ہونے کی وجہ سے وہ تمام لوگوں کی ہلاکت کے برخلاف مبعوث ہوگا۔ وہ مشرک لوگوں اور ایماندار لوگوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا۔ یعنی مشرکین بت پرست اور زرتشتی مذہب کے پیرو دونوں کی بدیوں کی اصلاح کرے گا۔ دیکھو

Marfat.com

جیمس ڈارمسٹیٹر مترجم ژند اوستا کا اس آیت پر نوٹ) فروردین یشت ۲۸ آیت ۱۲۹ -

دنیا میں ایک ہی عظیم الشان رسول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں۔ جن پر یہ پیشگوئی لفظاً لفظاً صادق آتی ہے۔ وہ تمام صفات جو اس بشارت میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ آپ کی ذات مقدس میں پائی جاتی ہیں۔ آپ کا فاتح مہربان ہونا فتح مکہ کے دن ظاہر ہوا۔ اپنے خونخوار دشمنوں کو لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر چھوڑ دیا۔ آپ کا نام محمدؐ۔ آپ کا رحمۃ للعالمین ہونا آپ سے قبل تمام انبیاء صرف اپنی اپنی قوم کے لیے رحمت تھے۔ آپ کا حاشر ہونا یعنی آپ کے قدموں پر دنیا کی تمام قوموں کا اکٹھا ہونا۔ بت پرستوں کی اصلاح کرنا یہ صرف رسول کریم صلعم کی کی خصوصیات ہیں۔

Marfat.com

اہل ہنود کی کتب مقدسہ میں بشارات

اہل ہنود کی کتب مقدسہ وید اپنشد اور پران تین حصوں میں منقسم ہیں۔ برہمن گرنتھ ویدوں کی ہی تشریحات ہیں۔ اگر ان کو بھی الہامی کتب میں شامل سمجھا جاتا ہے۔ وید چار ہیں۔ گو تعداد کے لحاظ سے ۱۳۱ مستند ہیں۔ جن میں صرف دس گیارہ دست یاب ہیں۔ رگوید۔ یجروید اور سام وید ان تینوں کو پیاتا سمجھا جاتا ہے۔ رگوید سب سے پرانا ہے۔ گو خود بھی تین طویل زمانوں کی تالیف ہے۔ ان تینوں ویدوں کو علوم ثلاثہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اتھروید سب سے آخری کتاب ہے ان چاروں ویدوں کے زمانہ تالیف میں اختلاف ہے۔

یورپین علماء سنسکرت قریبًا قریبًا متفق ہیں۔ مگر ہندو فضلاء میں سخت اختلاف ہے۔ اگر ایک عالم کہتا ہے کہ وید آج سے ایک ارب ۳۱ کروڑ برس پہلے نازل ہوئے تو دوسرا چار ہزار سال ان کی عمر بتاتا ہے۔

ویدوں کے بعد دوسرے درجہ کی کتب اپنشد ہیں۔ بلکہ ہندو فضلا کے نزدیک ان کا درجہ ویدوں سے بھی فائق ہے۔ نہ صرف ہندوؤں کو بلکہ خود اپنشدوں کو بھی ویدوں پر فضیلت کا دعویٰ ہے۔

اپنشدوں کے بعد ہندوؤں کی مستند اور سب سے بڑھ کر کثیر التلاوت کتابیں پران ہیں۔ ہندو ان کتب کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ پرانوں میں تخلیق کائنات آریہ نسل کے ابتدائی قبائل کا ذکر۔ اور ہندوؤں کی قابل پرستش ہستیوں کے واقعات زندگی اور افسانے ہیں۔ مہرشی دیاس نے ۱۸ ضخیم جلدوں میں ان کو تقسیم کیا ہے۔ ہندو ان کی نسبت یہ خیال رکھتے ہیں کہ وید خود پرانوں کی مصدق ہیں۔ جس سے ان کا مستند اور قدیم ہونا ثابت ہے۔

Marfat.com

مہردیاس کی رسول کریمؐ سے عقیدت

مہردیاس ہندوؤں کے ایک بہت بڑے مرتاض اور صفا کیش رشی مانے جاتے ہیں۔ ان کی سب سے بڑی تالیف ۱۸ مجلدات پران ہیں۔ ان پرانوں کے ۱۸ اسمندر ہیں۔ ایک بڑے پایہ کی کتاب بھوشیہ پران ہے۔ جس میں آیندہ کی خبریں بیان کی گئی ہیں۔ اس کے پرتی سرگ پرو ۳ کھنڈ۔ ۳ ادھیاء۔ ۳ شلوک۔ ۵ تا ۸ میں یہ بشارت موجود ہے۔

پیش گوئی کا ترجمہ:۔

ایک ملیچھ یا اجنبی ملک اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہ کے ساتھ آئے گا۔ اس کا نام محمدؐ ہوگا۔ راجہ بھوج نے اس مہادیو (ملائک سیرت) عرب کے رہنے والے کو آب رود گنگا اور پنچ گویہ سے غسل کرا کے (یعنی تمام گناہوں سے پاک ٹھہرا کر) دلی ارادت سے نذر و نیاز پیش کر کے اس کی تعظیم کی۔ اور کہا میں تیرے حضور جھکتا ہوں۔ اے فخر نسل انسانی عرب کے رہنے والے۔ شیطان کے مارنے کے لیئے بہت سی طاقت مہیا کرنے والے دشمن ملیچھوں سے محافظت کیئے گئے ہو۔ اے پاک ہستی مطلق اور سرور کامل کے مظہر میں تیرا غلام ہوں۔ مجھ کو اپنے مقدموں میں آیا ہوا جانیئے"

اس بشارت کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اس بشارت میں حضور کا نام محمدؐ صاف بتادیا ہے۔

(۲) ملک عرب کا آپ کو رہنے والا بتایا۔ (لفظی معنی مروستھل کے ریگزار کے ہیں)۔

(۳) آپؐ کے اصحاب کا ذکر خصوصیت سے کیا۔ شاید ہی دنیا میں کوئی اور نبی آیا ہوگا۔ جس نے اپنے پیروکار کو اپنے رنگ میں اتنا رنگین کیا ہو۔

(۴) وہ گناہوں سے پاک فرشتہ سیرت ہوگا

(۵) ہندوستان کا راجہ اس سے دلی عقیدت رکھے گا۔

Marfat.com

(۶) آپ کی دشمنوں سے حفاظت ہو گی۔

(۷) آپ ہر قسم کی بدی کو مٹانے والے ہوں گے۔

(۸) آپ خدا کے مظہر اتم ہوں گے۔

(۹) مہرشی اپنے آپ کو ان کے قدموں میں آیا ہوا قرار دیتا ہے۔

(۱۰) آپ کو فخر نسل انسانی بتایا ہے۔

یہ بشارت اس قدر صاف اور واضح ہے جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔

اتھروید میں رسول کریم صلعم کی بشارت

کنتاپ سوکت کا پہلا منتر آنحضرت صلعم کا اسم مبارک۔

ترجمہ: "یہ ستو اے لوگو! ایک قابل تعریف تعریف کیا جائے گا۔ اے کورم ہم نے دشمنوں کے بیچ میں ساٹھ ہزار اور نوے لئے ہیں" یہ ترجمہ پنڈت راجہ رام صاحب پروفیسر ڈی اے۔ وی کالج نے کیا ہے۔

"اے لوگو! یہ احترام سے سنو لوگوں میں تعریف والا انسان تعریف کیا جائے گا اے زمین پر خوش خرامی کرنے والے بادشاہ ساٹھ ہزار نوے دشمنوں کو اکھاڑ پھینکنے والے بہادروں میں ہم پاسکتے ہیں" (اتھروید کانڈ ۲۰ سوکت ۱۲۷ منتر ۱)۔

یہ ترجمہ پنڈت کھیم کرن (الہ آبادی) نے کیا ہے۔

اس بشارت کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) آپ کا نام محمدؐ ہو گا۔

(۲) وہ شہزادہ امن ہو گا۔

(۳) دشمنوں کی کثرت میں خدا اس کی حفاظت و صیانت کرے گا۔

یہ تینوں امور رسول کریم صلعم کی ذات اقدس بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں۔

Marfat.com

سام وید میں احمد رسول اللہ کی بشارت

منتر کے الفاظ :۔ احمدؐ ہے پتوہ میدھام رتسیہ پری جگرہ ۔ اہم سوریہ اوا جنی (برپاٹھک ۲ ۔ کھنڈ ۶ کا منتر ۸ ۔

مطلب :۔ احمدؐ نے اپنے رب سے پرحکمت شریعت کو حاصل کیا ۔ میں نے سورج کی مانند (اس سے) روشن ہو رہا ہوں ۔

اس بشارت سے مندرجہ ذیل امور کا ذکر ہے ۔

(ا) حضورؐ کا نام احمد ہے ۔

(ب) آپؐ کو شریعت دئے جانے کا ذکر ہے ۔

(ج) شریعت کے ساتھ حکمت ملنے کا بھی اظہار ہے ۔

(د) اس بشارت کو دیکھتے وقت رشی آفتاب رسالت کے نور سے منور ہو رہا تھا ۔

اقوام عالم کے باپ حضرت ابراہیمؑ کی بشارت

اور تجھے بڑی قوم بناؤں گا ۔ اور تجھے مبارک کروں گا ۔ اور تیرا نام بڑا کروں گا ۔ اور تو ایک برکت ہو گا ۔ اور ان کو برکت دوں گا ۔ جو تجھے برکت دیتے ہیں ۔ اور تجھے خفیف کرنے والوں کو لعنتی کروں گا ۔ اور برکت پائیں گے ۔ ۔۔۔ تجھ سے اس زمین کے سب گھرانے (پیدائش ۱۲ : ۲ ۔)

دنیا میں صرف امت مسلمہ ہی ایک قوم ہے ۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اپنی شبانہ اور روزہ پانچ نمازوں میں درود بھیجتی ہے ۔ اس برکت کے ساتھ وہ اپنے لئے اور رسول کریم صلعم کے لئے بھی دعائے خیر پڑھتی ہے ۔

پیشگوئی کا دوسرا حصہ بھی کہ "دنیا کے سب گھرانے تجھ سے برکت پائیں گے" ۔ امت مسلمہ کے ساتھ مخصوص ہے ۔ مذہب یہود میں تبلیغ ممنوع ہے ۔ انجیل میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں ۔ "میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں ۔ دنیا کی تاریخ میں صرف رسول کریمؐ ہی ایسے

Marfat.com

نبی ہیں۔ جن کی دعوت تمام دنیا کے لیئے تھی۔ اور دنیا کے سب گھرانوں کی برکت سے بھر دیا۔

پھر اسی کتاب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام لے کر فرمایا۔" اور اسماعیلؑ کے حق میں میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے آبرومند کروں گا۔ اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔

(پیدائش ۱۷ : ۲۰) یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد کے حق میں وہی وعدہ ہے جو حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد کے بارہ میں تھا پھر اس وعدہ میں ایک اور بھی وضاحت کر دی۔

یعنی کتاب پیدائش میں اس عہد کے دو پہلو بیان کیئے ہیں۔

اوّل۔" میرا عہد جو میرے اور تمہارے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ہے جسے تم یاد رکھو۔ سو یہ ہے کہ تم میں سے ہر ایک فرزند نرینہ کا ختنہ کیا جائے۔ یہ اس عہد کا نشان ہوگا۔ جو میرے اور تمہارے درمیان ہے۔"

اب یہ ختنہ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیلؑ میں مشترک علامت چلی آتی ہے بنی اسرائیل کی تعداد رسول کریم صلعم کی روحانی اولاد کے سامنے ہیچ ہے پس جو قوم اس ظاہری علامت کو پورا کرتی ہے۔ وہی وعدہ کی وارث ہے۔

دوسرا پہلو اس وعدہ کا یوں بیان فرمایا۔" اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی پشت در پشت کے لیئے اپنا عہد جو ہمیشہ کا عہد کرتا ہوں کہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا ہوں گا۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک جس میں تو پردیسی ہے دیتا ہوں کہ ہمیشہ کے لیئے ملک ہو۔" (پیدائش ۱۷ : ۷، ۸)

اب ظاہر ہے کہ جب سے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا دنیا میں ظہور ہوا۔ یہ ارض موعودہ بنی اسرائیل سے لے کر محمد رسول اللہ صلعم کے خدام کو دی گئی۔ صلیبی جنگوں کی بڑی غرض یہی تھی کہ اس ارض موعودہ کو مسلمانوں کے ہاتھ سے

Marfat.com

چھین لیا جائے۔ لیکن یہ عارضی بات ہے۔ اور اس کے مالک مسلمان ہوں گے۔ خواہ یوں ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے یہ مسلمانوں کو دلا کر اور خواہ یوں ہو کہ اس کے رہنے والوں کو خدا مسلمان کر دے۔ بہرحال اس وعدہ کے دونوں پہلو رسول کریم صلعم کی صداقت پر دوہری شہادت دیتے ہیں۔

(نیو تعمیہ پریس ملتان)

Marfat.com

توراتِ مقدس میں مثیلِ موسیٰ ؑ کی پیشگوئی!

موسیٰ کی پانچویں کتاب استثناء باب ۱۸ - ۱۷ تا ۲۲ ملاحظہ کریں۔

میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جو کچھ میں اسے کہوں گا۔ وہ سب ان سے کہے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کے کہے گا نہ سُنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے کسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے۔ تو وہ نبی قتل کیا جاوے گا۔ اور اگر تو اپنے دل میں کہے میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خُداوند کی کہی ہوئی نہیں تو جان رکھ کہ جب نبی کچھ خُداوند کے نام سے کہے۔ اور وہ جو اس نے کہا ہے پُورا نہ ہو۔ یا واقع نہ ہو۔ تو وہ بات خُداوند نے نہیں کہی۔ بلکہ نبی نے گستاخی سے کہی تو اس سے مت ڈر۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ تک کسی نبی نے ایسا دعویٰ نہیں کیا جیسا کہ بشارت میں مذکور ہے اور یہودی برابر موسیٰ ؑ جیسے ایک نبی کی آمد کے منتظر چلے آتے تھے۔

چنانچہ یوحنا ۱: ۱۹ - ۲۳ میں ہے کہ لوگوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے دریافت کیا کہ تو مسیح ہے تو اس نے کہا۔ نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تو الیاس ؑ ہے۔ تو اس نے کہا۔ نہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ کیا تو وہ نبی ہے تو اس نے کہا۔ نہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہود کو ایک مسیح کی آمد کا انتظار تھا۔ اور ایک الیاس ؑ کی دوبارہ آمد کا۔ تیسرے کسی "وہ نبی" کا جس کی اس قدر شہرت تھی۔ وہاں نام لینے کی بھی ضرورت نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ مسیح اور الیاس کی دوبارہ آمد کے سوا کے جو بشارت یہود میں مشہور تھی۔ وہ صرف مثیل نبی کی تھی۔ جو استثناء میں مذکور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح کے ظہور سے پہلے یہودی تین انبیاء کے منتظر

Marfat.com

تھے۔ ایک مسیح کا ایک الیاس کی دوبارہ آمد کا ایک مثیل موسیٰ نبی کا۔ اب حضرت عیسیٰؑ نے مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ حضرت یحییٰؑ الیاسؑ کی دوبارہ آمد کے مصداق قرار پائے۔ مگر "وہ نبی" مثیل موسیٰؑ ہونے کا دعویٰ نہ حضرت مسیحؑ نے کیا۔ اور نہ حضرت یحییٰؑ نے ان کے بعد بنی اسرائیل میں سلسلہ نبوت ختم ہو جاتا ہے۔ اور بنی اسماعیلؑ میں سے حضرت رسول کریم صلعم نے دعویٰ نبوت کیا۔ اور مثیل موسیٰؑ ہونے کا دعویٰ کیا۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا۔ (المزمل)

یعنی ہم نے تمہاری طرف ایسا رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ فرعون کی طرف بھیجا۔

قرآن مجید نے بار بار یہ دعویٰ پیش کیا ہے کہ رسول کریم صلعم مثیل موسیٰؑ ہیں۔

دس ہزار قدسیوں والی پیشگوئی

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لیے تھی۔" (استثناء ۳۳ : ۲)

سینا سے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ظہور ہے۔ جو سینا پر نکلا۔ سعیر سے جس کے پاس بیت لحم اور ناصرہ ہے مسیح ظاہر ہوا۔ وہ کون سا فاران ہے جس میں سے خدا ظاہر ہوا۔ جہاں سے مسیح کے بعد رسول نکلا۔ اس پر روشن شریعت نازل ہوئی۔ وہ کون سا دین ہے جو فاران سے نکل کر تمام دنیا میں پھیل گیا۔ وہ مکہ کی وادی غیر ذی زرع ہے جہاں ایک امی نبی پر خدا کی آخری مقدس شریعت نازل ہوئی۔ اور تمام دنیا میں پھیل گئی۔

Marfat.com

دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آنے والا ایک ہی انسان دنیا کی تاریخ میں ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ صلعم جو دس ہزار مقدس انسانوں کے ساتھ فاتحانہ شان میں مکہ میں داخل ہوا۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی بشارت

"خداوند ابد تک تخت نشین ہے (یعنی آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا) اس نے عدالت کے لیئے اپنی مسند تیار کی ہے۔ اور وہ صداقت سے جہان کا انصاف کرے گا۔ اور راستی سے قوموں کی عدالت کرے گا خداوند مظلوموں کے لیئے محکم مکان ہے۔ اور مصیبت کے وقت میں پناہ گاہ ہے۔ جو تیرا نام جانتے ہیں۔ تیرا بھروسہ رکھیں گے کہ تو نے ان کو جو اے خداوند تیری تلاش میں ہیں ترک نہیں کیا ہے۔ غیر قومیں اُس کنوئیں میں جو انہوں نے کھودا تھا۔ گری ہیں۔ اس دام میں جو انہوں نے چھپایا تھا۔ انہیں کے پاؤں پھنسے۔

رسول کریم صلعم کے ذریعہ ہی دنیا کی ہر ایک قوم کو مساوات کا حق پہنچا ہے۔ جن کو حقیر سمجھ کر ان پر ظلم کیا جاتا تھا۔ ان کو نجات ملی۔ عرب کے لوگ جنہوں نے آپؐ کی مخالفت کی۔ وہ ہلاکت کے کنوئیں میں گرے۔

(زبور ۹ تا ۱۱، ۱۵)

حضرت سلیمان علیہ السلام کی بشارت

دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے بھی رسول کریم صلعم کے متعلق بشارت دی۔ آپؐ کے عشق میں کئی ایک غزلیں لکھیں۔ ایک غزل میں آپؐ کا اسم مبارک محمد بھی بیان کر دیا۔ اس وقت مجھے صرف اس پیشگوئی کے متعلق لکھنا ہے جس میں اسم مبارک محمد بیم موجود

Marfat.com

ہے۔

میرا دوست نورانی۔ گندم گوں۔ ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر جیسے کا سا چمکدار ہے۔ اس کی زلفیں سلسل مثل کوّے کے کالی ہیں۔ اس کی آنکھیں ایسی ہیں۔ جیسے پانی کے گنڈل پر کبوتر۔ دودھ میں دھلے ہوئے نگینے کے مانند جڑی ہیں خانے ہیں۔ اس کے رخسار ایسے ہیں جیسے ٹٹی ملہ خوشبودار بیل چھائی ہوئی۔ اور چکلی پر خوشبوگری ہوئی۔ اس کے ہونٹ پھول کی پنکھڑیاں جن سے خوشبو ٹپکتی ہے۔ اس کے ہاتھ میں سونے کے ڈھلے ہوئے جواہر سے جڑے ہوئے۔ اس کا پیٹ جیسے ہاتھی دانت کی تختی جواہر سے لپی ہوئی۔ اس کی پنڈلیاں ہیں جیسے سنگ موسیٰ کے ستون۔ سونے کے بیٹھکے پر جڑے ہوئے۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے جوان مانند صنوبر کے۔ اس کا گلا نہایت شیریں۔ اور وہ بالکل محمدیم یعنی تعریف کیا گیا۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب (بیٹیو یروشلم کی)

کتاب غزل الغزلات سلیمان باب ۵ آیت ۱۰ الغایتہ ۱۶)

پس حضرت سلیمان علیہ السلام اپنی مناجات میں اپنے محبوب کی تعریف کرتے کرتے اس کا نام ہی لے لیا۔

پیشگوئی میں محمدیم کا لفظ ہے۔ عبرانی زبان میں ی اور م علامت جمع کی ہے۔ اور جب کوئی عظیم الشان انسان ہوتا ہے۔ تو اس کے اسم کو بھی جمع بنا لیتے ہیں۔ جیسا کہ خدا کا نام الوہ ہے۔ اس کی جمع الوہیم بنا لی ہے۔ اسی طرح بعل ایک بت کا نام ہے جس کو نہایت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اس کی جمع بعلیم بنا لی۔

جناب یسعیاہ کی بشارت

قرآن مجید میں جس نبی کا نام الیسع ہے۔ بائبل عبری میں اس کا نام یسعیاہ ہے۔ عبری نام کا ترجمہ ہے (خداوند کی نجات) حضرت یسعیاہ یروشلم

Marfat.com

کے ایک معزز خاندان سے تھے۔

دیگر انبیاء عالم کی طرح جناب یسعیاہ نے بھی رسول کریم صلعم کے متعلق بشارت دی ہے۔ جس میں ہجرت کی طرف اشارہ ہے۔

"عرب کی بابت الہامی کلام عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے اے ددانیوں کے قافلو! پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔" (یسعیاہ ۲۱: ۱۳-۱۵)

اول لفظ عرب پھر بھاگنے والا کا ذکر۔ تاریخ عالم میں ایک ہی شخص بھاگنے والا ہے۔ جس کا بھاگنا تاریخ میں ایک عظیم الشان واقع ہو گیا ہے۔ وہ ہے۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہٗ ابی وامی۔ وہی ننگی تلوار کے سامنے سے بھاگنے والا ہے۔ جب کہ کفار نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔

یرمیاہ نبی کی بشارت

یرمیاہ جس کا عبرانی تلفظ یرمیاہو، ہے۔ یہ لفظ رمی یرمی سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں دشمنوں کے لیئے خدا کا پھینکا ہوا تیر۔ کتاب یرمیاہ کی کوئی سند خود اس کتاب کے باہر کہیں موجود نہیں۔ البتہ نوحہ یرمیاہ کا ذکر تواریخ دوم ۳۵: ۲۵، اور ۳۶: ۲۰ میں موجود ہے۔ کتاب یرمیاہ ان کی وفات کے ایک عرصہ بعد تحریر کی گئی۔ اس کے متعلق حوالجات زیادہ سے زیادہ دوسری صدی قبل مسیح کے ہیں۔ لیکن خود یرمیاہ نبی ۶۲۵ قبل مسیح میں پیدا ہوئے۔ اس کتاب کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا ہے۔ باقی کتاب بھی غیر محفوظ ہے۔ اکثر بیا کی بائبل میں جو کتاب یرمیاہ ہے۔ اس

Marfat.com

ہیں اور اس مروجہ بائیبل کی کتاب یرمیاہ میں بہت اختلاف ہے۔ گو ہیں نے یرمیاہ نبی کی کتاب کو غیر محفوظ اور غیر مستند قرار دیا ہے۔ لیکن اس میں سے پیشگوئی اس لحاظ سے تحریر کرتا ہوں کہ یہ کتاب رسول کریم صلعم کی بعثت سے بہت سے عرصہ پہلے لکھی گئی۔ اور اہل کتاب کے نزدیک مستند خیال کی گئی۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کتاب کی ہر بات غلط ہو۔

پیشگوئی

"اس لیئے خداوند فرماتا ہے میں تم سے جھگڑا کروں گا۔ اور تمہارے لڑکوں کے لڑکوں سے بھی جھگڑا کروں گا۔ کیونکہ پار گزر کر کتیوں کے ساحل میں دیکھو اور قیدار میں بھیج کے خوب سوچو۔ اور دیکھو کہ ایسی بات کہیں ہوئی۔ جیسی کہ یہ بات ہے۔ کیا کسی قوم نے اپنے الہوں کو جو حقیقت میں خدا نہیں بدل ڈالا۔ پر میری قوم نے اپنے جلال کو اس سے جو بے نفع ہے بدلا۔ اے آسمانو! اسی سے تعجب ہو جاؤ۔ ہاں بشدت حیران ہو" (یرمیاہ ۳۵: ۹ تا ۱۲)

اس بشارت میں یرمیاہ نبی پہلی یہ بات بیان کرتے ہیں کہ جس طرح عرب اور بنی قیدار بت پرستی پر اس قدر مصر ہیں۔ کہ دنیا کی کوئی طاقت ان کو بت پرستی سے باز نہیں رکھ سکی۔ اسی طرح اپنی قوم کو کہتے ہیں کہ تم توحید پر قائم ہو جاؤ کہ دنیا کا کوئی لالچ اور قوت تمہیں توحید کے مقام سے ہٹا نہ سکے۔

آیت زیر بحث میں دوسری بات جو بیان کی گئی ہے۔ وہ کتیم اور قیدار دو قوموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یہ دونوں قومیں عرب ہیں کتیم حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے یافث کی اولاد ہیں۔ جو عرب کے مغربی حصّہ میں آباد ہوئے۔ اور قیدار عرب کے مشرقی حصّہ میں۔ آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ عرب کے مشرق اور مغرب میں بت پرستی کا اتنا رواج ہے کہ دنیا کی کسی قوم میں اتنا رواج نہیں۔

تیسری بات یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ وہ قوم جو صدیوں سے بت پرستی

Marfat.com

اور ہر قسم کے گناہوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ ان میں ایک نبی آئے گا جو اپنی قوت قدسیہ سے تمام قوم کی ہی کایا پلٹ دے گا۔ رسول کریم صلعم کے سوا دنیا میں کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں۔ اور آپؐ ہی وہ مصلح اعظم ہیں جنہوں نے تمام عرب کی کایا تئیس سال میں پلٹ دی۔

آخری حصہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عرب باوجود مشرک اور بت پرست ہونے کے موحد بن جائیں گے۔ اور یہود باوجود موحد ہونے کے خدا کے نبی کے جلال سے محروم ہو جائیں گے۔

یہ تینوں باتیں رسول کریم صلعم کی ذات بابرکات سے پوری ہوئیں کہ آپؐ کی بعثت سے قبل عرب کی اخلاقی مذہبی حالت کیسی گری ہوئی تھی۔ پھر اس گری ہوئی قوم کو توحید کی روشنی کے بلند مینارہ پہ جا کھڑا کیا۔ اور یہود اس توحید کی روشنی سے محروم رہے۔

Marfat.com

حبقوق نبی کی پیشگوئی

فاران سے ظاہر ہونے والے نبی کے متعلق بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دی تھی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اس خبر کی تصدیق حبقوق نبی نے بھی کی۔

"خدا تیما سے اور وہ جو قدوس ہے کوہ فاران سے آیا۔ سلاہ اس کی شوکت سے آسمان چھپ گیا۔ اور زمین اس کی حمد سے معمور ہوئی۔ اور اس کی جگمگاہٹ نور کی مانند تھی۔ اس کے ہاتھ سے کرنیں نکلیں پر وہاں بھی اس کی قدرت درپردہ تھی۔ مری اس کے آگے آگے چلی۔ اور اس کے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی۔ وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ اور قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھنس گئیں۔ اس کی قدیم راہیں یہی ہیں۔ میں نے دیکھا کہ کوشان کے خیموں پہ بپت تھی۔ اور زمین مدیان کے پردے کانپ جاتے تھے۔" (حبقوق باب ۳ آیت ۳ تا ۷)

تیما کی سرزمین اور کوہ فاران سے ظاہر ہونے والے نبی محمد رسول اللہ صلعم تھے۔ اور ان کی آتشی شریعت قرآن کریم تھی جس نے گناہوں کی خس و خاشاک کو بھسم کر دیا تھا۔ اور زمین کو نور سے بھر دیا۔

پھر لکھا ہے۔ "مری اس کے آگے آگے چلی۔ اور اس کے قدموں پر آتشی وبا روانہ ہوئی" یہ پیشگوئی بھی رسول کریم صلعم پر ہی صادق آتی ہے۔ کیونکہ آپ کے ذریعہ ہی آپ کے دشمن تباہ ہوئے۔ گو اس جگہ مری کا لفظ ہے جو بیماری پر دلالت کرتا ہے۔ مگر مراد تباہی اور ہلاکت ہی ہے۔ کیونکہ جس ذریعہ سے بھی ہلاکت واقع ہو جائے۔ وہ مری کہلائے گی۔

پھر لکھا ہے۔ "وہ کھڑا ہوا۔ اور اس نے زمین کو لرزہ دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔"

Marfat.com

یہ پیشگوئی بھی آپ کے وجود پر صادق آتی ہے۔ خود آپؐ نے دعویٰ فرمایا ہے۔

"نُصِرتُ بالرعب مسیرۃ شہر (بخاری)

خدا نے مجھے رعب عطا فرما کر میری مدد کی ہے۔ میں جہاں جاؤں ایک مہینہ کے فاصلہ تک دشمن مجھ سے ڈر جاتا ہے۔

پھر لکھا ہے۔ "قدیم پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گئے۔ اور پرانی پہاڑیاں اس کے آگے دھنس گئیں"

قدیم پہاڑ اور پرانی پہاڑیوں سے مراد طاقت ور دشمن ہے۔ یہ بشارت بھی رسول کریم صلعم کے ذریعہ سے پوری ہوئی۔

پھر لکھا ہے "میں نے دیکھا کہ کوشان کے خیموں پر بپت تھی اور زمین مدیان کے پردے کانپ جاتے تھے"

اس بشارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آنے والا نبی شام سے کسی باہر کے علاقے کا ہوگا۔ جب اس کی فوجیں کوشان یا کیش اور مدائن کے علاقوں کی طرف بڑھیں گی تو دشمن کی فوجیں شکست کھائیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب مسلمانوں کی بھی پھر فوج حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ان علاقوں کی طرف بڑھی تو دشمن کی فوجیں لرزہ کھا گئیں۔ اور اپنے ہتھیار ڈال دئے۔

یوحنا کی پیشگوئی۔

یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) حضرت مسیح علیہ السلام کے ہم عصر ہم عمر اور قریبی رشتہ دار تھے۔ تقویٰ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ شہرت یافتہ تھے۔ یہودی لوگ ان سے بپتسمہ لیتے اور ان کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کرتے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام بھی خود چل کر ان کے پاس گئے۔ اور ان سے بپتسمہ لیا۔ اسی بپتسمہ کی برکت سے آپ پر روح القدس نازل ہوئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیشہ ان کی بزرگی کو تسلیم کیا اور

Marfat.com

یہاں تک فرمایا کہ "میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو عورتوں سے پیدا ہوئے۔ بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا۔

(متی ۱۱ : ۱۱) یوحنا عمر بھر ایک مرتبہ بھی مسیح کے پاس چل کر نہیں گیا نہ اس کے شاگردوں میں شامل ہوا ہے۔

یوحنا علیہ السلام کے اس تعارف کے بعد ان کی پیشگوئی قابلِ غور ہے۔

"اور وہ منادی کرتا تھا کہ میرے پیچھے ایک مجھ سے زور آور آتا ہے اور میں اس لائق نہیں کہ جھک کے اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔ میں نے تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا۔ پر وہ تمہیں روح قدس سے بپتسمہ دے گا"۔ (مرقس ۱ : ۷، ۸)

اسی کے متعلق متی ۳ : ۱۱، ۱۲ میں لکھا ہے کہ اس نے کہا۔ "میں تو تمہیں توبہ کے لیئے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں۔ لیکن وہ جو میرے بعد آتا ہے۔ مجھ سے زور آور ہے کہ میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔ اس کا چھاج اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اپنے کھلیان کو خوب صاف کرے گا۔ اور اپنے گیہوں کو کھتے میں جمع کرے گا۔ پر بھوسہ کو اس آگ میں جو کبھی نہیں بجھتی۔ جلا دے گا"۔

اس پیشگوئی پر عیسائی لوگ محض نادانی کی وجہ سے خصومت کرتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے حق میں ہے۔ مگر یہ دعویٰ بالکل باطل ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام حضرت یوحنا کے ہم عصر تھے۔ بشارت میرے پیچھے یا میرے بعد کے الفاظ ہیں۔ یہ حضرت مسیحؑ کے متعلق نہیں۔

(۲) ایک مجھ سے زورآور۔ یہ الفاظ بھی حضرت مسیح علیہ السلام پر صادق نہیں آسکتے۔ حضرت مسیحؑ یوحناؑ سے زورآور نہ تھا۔ کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نے یوحنا سے بپتسمہ لیا تھا نہ کہ حضرت یوحنا نے۔

(۳) "میں اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں"۔ یہ الفاظ بھی حضرت

Marfat.com

مسیح کے حق میں پورے نہیں ہوتے۔ کیونکہ یوحنا نے نہ تو حضرت مسیحؑ کو مانا۔ اور نہ اپنے شاگردوں کو آپ کے ماننے کی تاکید کی۔

(۴) "وہ تمہیں روح قدس سے بپتسمہ دے گا" خود مسیح علیہ السلام سے کوئی بپتسمہ دیا جانا ثابت نہیں۔ البتہ عیسیٰ لوگ پانی سے بپتسمہ دیتے ہیں۔

ہاں دائمی طور پر سچے طالبوں کو روح قدس اور آتش محبت سے بپتسمہ دینے والا صرف ایک ہی ہے۔ یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم۔ اس روح کے بپتسمہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اشارہ فرمایا ہے۔ وایدھم بروح منہ۔ یعنی خدا تعالیٰ مومنوں کی روح قدس سے تائید کرتا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ صبغۃ اللہ ومن احسنُ من اللہ صبغۃً۔ یعنی یہ اللہ کا بپتسمہ ہے۔ اور کون سا بپتسمہ اس سے بڑھ کر خوبصورت ہے۔

(۵) کھلیان صاف کرنے کے لیئے اس کے ہاتھ میں چھاج کا ہونا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کوئی طاقت نہ تھی کہ وہ کھلیان کو صاف کرتے۔ اور بھوسہ کو جلاتے۔ وہ خود ہی دشمنوں کے ہاتھ میں پڑ کر صلیب پر چڑھائے گئے۔ یہ تمام شرائط رسول کریم کے وجود میں پوری ہوتی ہیں۔

(۱) آپؐ یوحنا کے بعد مبعوث ہوئے۔

(۲) یوحنا سے زیادہ زور آور تھے۔ کیونکہ یوحنا کا وعظ صرف مسکینی کا وعظ تھا۔ آپؐ کا وعظ اپنے اندر جلالی اور جمالی دونوں رنگ رکھتا تھا۔

(۳) روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے کر صحابہ کی زندگیوں میں ایک عظیم انقلاب پیدا کیا۔ جس کی نظیر کسی نبی کی زندگی میں نہیں ملتی۔

Marfat.com

انگورستان کی تمثیل

متی ۲۱ : ۳۳ میں ہے۔

"ایک اور تمثیل سنو ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا۔ اور اسے چاروں طرف گھیرا۔ اور اس میں حوض کھودا۔ اور برج بنایا۔ اور اسے باغبانوں کو ٹھیکہ پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا۔ تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا۔ اور کسی کو سنگسار کیا۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا۔ جو پہلوں سے زیادہ تھے۔ اور انہوں نے ان کے ساتھ بھی اسی طرح کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا کہ یہی وارث ہے۔ اور اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر باغ سے باہر نکالا۔ اور قتل کر دیا۔ پس جب باغ کا مالک آئے گا۔ تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا۔ انہوں نے اس سے کہا۔ ان بُرے آدمیوں کو بُری طرح ہلاک کرے گا۔ اور باغ کا ٹھیکہ اور باغبانوں کو دے گا۔ جو موسم پر اس کو پھل دیں گے"

مذکورہ بالا انگورستان کی تمثیل کے بعد ایک اور تمثیل اس کی تشریح میں بیان کی۔

"کیا تم نے یہ نوشتہ نہیں پڑھا کہ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا۔ وہ کونے کا سرا ہوا۔ یہ خدا کی طرف سے ہوا۔ اور ہماری نظروں میں عجیب ہے"۔ (مرقس ۱۲ : ۱۰، ۱۱)

"جو اس پتھر پر گرے گا ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے۔ اسے پیس ڈالے گا"۔ (متی ۲۱ : ۴۴ و ۴۵)

"پھر وہ کیا ہے؟ جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راج گیروں نے رد کیا۔

Marfat.com

وہی کونے کا سرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے گا۔ چور ہوگا۔ اور جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا۔ (لوقا ۲۰ : ۱۷ و ۱۸۔)

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"میں تیری حمد وثنا کروں گا کہ تو نے میری سن لی۔ اور میری نجات ہوا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا کونے کا سرا ہو گیا" (زبور ۱۱۸ : ۲۱، ۲۲)

یسعیاہ نبی نے اسی کے متعلق یہ بشارت دی تھی۔

"وہ تمہارے لیئے ایک مقدس ہوگا۔ پر اسرائیل کے دونوں گھرانوں کے لیئے ٹھوکر کا پتھر اور ٹھوکر کھلانے کی چٹان اور یروشلم کے باشندوں کے لیئے پھندا اور دام ہووے گا" (یسعیاہ ۸ : ۱۴)

تمثیلی زبان میں حضرت مسیحؑ نے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ بیٹے کو صلیب دینے کے بعد خدا تعالٰی کی طرف سے ایک اور مامور ظاہر ہوگا۔ جو کونے کا پتھر کہلائے گا۔ عبری میں لفظ پنّہ ہے جو کونے کے پتھر کے معنی دیتا ہے۔ لیکن لغت میں اس سے مراد شہر کی عمارت کی زمین کی حفاظت کے برج کا وہ محافظ پتھر ہے جو سب کی حفاظت کرتا ہے۔ چنانچہ سلاطین دوم ۱۴ : ۱۳ یرمیاہ ۳۱ : ۴۰ سلاطین اول ۷ : ۳۴ ایوب ۳۸ : ۹ تواریخ دوم ۲۵ : ۲۴ اور ۲۶ : ۱۵ میں یہ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور صفنیاہ ۳ : ۶ میں قوموں کی حفاظت کا پتھر معنی دیتا ہے۔ ان معنوں کے علاوہ یہ سب کے سردار سب پر حکمران اور سب کے محافظ کے لیئے بھی استعمال ہوا ہے۔ دیکھو یشوع ۲۰ : ۲ سموئیل ۱۴ : ۳۸ یسعیاہ ۱۹ : ۱۳ زکریا ۱۰ : ۴

ان معنوں کی بنا پر کونے کا پتھر رسول کریم صلعم ہیں۔ جس نے تمام انبیاء علیہم السلام اور مذاہب کی تصدیق کی۔ اور تمام کو من جانب اللہ قرار دیا اس بشارت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ پتھر جس پر گرے گا۔ وہ بھی چور چور ہو جائے گا۔ جو اس پتھر پر گرے گا۔ وہ بھی چور چور ہو جائے گا۔ جب رسول کریم صلعم کی تاریخ پڑھتے ہیں۔

تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بشارت بھی آپ کے وجود میں پوری ہوئی کہ جنہوں

Marfat.com

نے آپؐ کے ساتھ مقابلہ کیا۔ وہ بھی ہلاک ہوئے۔ جن کے ساتھ آپؐ نے مقابلہ کیا۔ وہ بھی ہلاکت کے گڑھے میں گرے۔

احمد کی آمد کے متعلق بشارت

حضرت مسیح نے اپنی جدائی کی خبر دیتے ہوئے اپنے غمگین حواریوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

۱۵، اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ تو میرے حکموں کو مدنظر رکھو۔

۱۶، میں باپ سے دعا کروں گا۔ اور وہ تمہیں ایک دوسرا فارقلیط دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔

۱۷، روح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکی کیونکہ وہ اسے نہیں دیکھتی۔ اور نہ اُسے جانتی ہے۔ (مگر تم اُسے پہچانو گے۔ کیونکہ وہ تم میں ہمیشہ رہے گی۔)

۱۸۔ میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا۔ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ (یوحنا باب ۱۴ آیات ۱۵ تا ۱۸)

(مگر) جب فارقلیط آئے گا۔ جسے میں تمہارے پاس باپ کے پاس سے بھیجوں گا۔ روح حق جو باپ سے آئے گی وہ میری شہادت دے گی۔ (یوحنا باب ۱۵ ایت ۲۶)

لفظ فارقلیط پر بحث

فارقلیط کا صحیح ترجمہ پیرا کلیٹوس ہے۔ یہ یونانی لفظ ہے۔ جس کے معنی احمد ہیں۔

سیل نے قرآن مجید کے انگریزی ترجمہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ عبرانی لفظ فارقلیط کے معنی احمد ہیں۔ مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ مسلمانوں نے انجیل برناس میں تحریف کر کے پاراکلیٹ کو پری کلیوطاس بنا دیا ہے جس کے معنی ستودہ یعنی احمد ہیں۔

پس عیسائیوں کے اپنے اقرار کے مطابق فارقلیط کے معنی احمد ہیں جس کے متعلق حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد آنے کی بشارت

Marfat.com

دی تھی ۔ فارقلیط والی بشارت کو پڑھ کر کئی نیک دل راہب دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ۔

Marfat.com

الوہیت کا مظہر اتم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مظہر اتم الوہیت ہیں۔ ان کا کلام خدا کا کلام ان کا ظہور خدا کا ظہور ان کا آنا خدا کا آنا ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے قل جاء الحق وزھق الباطل۔ ان الباطل کان زھوقا۔ کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ اور باطل نے بھاگنا ہی تھا۔ حق سے مراد اللہ تعالیٰ۔ قرآن کریم اور رسول کریم ہیں۔ اور فرمایا ہے۔ ماینطق عن الھوی۔ ان ھو الا وحی یوحی۔ (النجم) اس آیت کریمہ میں آپ کے کلام کو وحی سے تعبیر کیا ہے۔ ایسا ہی ایک اور آیت میں ہے۔ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم (الفتح) یعنی جو لوگ تیری بیعت کرتے ہیں۔ گو وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کی ذات کو مجازی طور پر اپنی ذات قرار دیا ہے۔ اسی طرح ایک اور آیت میں ہے۔" ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ (انفال) یعنی تو نے نہیں چلایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہی چلایا جب کہ تو نے چلایا۔

پھر فرمایا۔ ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی۔ (النجم) پھر نزدیک ہوا یعنی اللہ تعالیٰ سے پھر نیچے کی طرف اترا۔

Marfat.com

یعنی مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لیئے نزول کیا۔ جب رسول کریم صلعم نے اوپر کی طرف صعود کیا۔ تو انتہائی درجہ قرب تام کو پہنچ گئے۔ آپؐ میں اور خدا میں کوئی پردہ نہ رہا۔ پھر نیچے کی طرف نزول کیا۔ آپؐ میں اور مخلوق میں کوئی حجاب نہ رہا۔ چونکہ آپؐ اپنے صعود اور نزول میں اتم اور اکمل ہیں۔ اور کمالات انتہائیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس کے دو قوسوں کے بیچ میں یعنی وتر کی جگہ آپ کا اتم و اکمل طور پر مقام ہوا۔ بلکہ اس وتر کی حد سے بھی آگے بڑھے اور نور الوہیت کے ناپیدا کنار سمندر میں اپنے آپ کو ڈال کر صعود کی انتہا یعنی ل تک پہنچ جانے کی وجہ سے احمد کہلاتے۔ کیونکہ اس مقام ارفع پر پہنچ کر آپؐ نے رب السموات والارض کی حمد و ثنا سب جملہ اہل الارض و السموات سے بڑھ کر کی۔ جب مخلوق کی طرف تبلیغ احکام پہنچانے کے لیئے نزول میں اتم و اکمل ہوئے۔ تو محمدؐ کے نام سے پکارے گئے۔ کیونکہ آپؐ کی حمد و ثنا تمام لوگوں نے سب سے بڑھ کر کی۔ دونوں نام ذاتی بھی ہیں۔ اور صفاتی بھی۔

یہ وہ قرب کا انتہائی مقام ہے۔ جہاں تمام صفات الہیہ صاحب قرب کے وجود میں تمامتر صفائی منعکس ہو جاتی ہیں۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے۔ جیسا کہ کوئی شخص ایک مصفا اور وسیع شیشہ میں اپنا منہ دیکھ کر اس شکل کو اپنی شکل کے مطابق پاتا ہے۔

پہلے انبیاء علیہم السلام نے بھی آپ کو الوہیت کا مظہر اتم قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں انگوری باغ کی تمثیل بیان کی ہے۔ جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس میں خود باغ کے مالک کے آنے کا ذکر ہے۔ یہاں مالک سے مراد خدا تعالیٰ ہے۔ جس نے ظلی طور پر رسول کریم صلعم کی ذات سے ظہور کیا۔

حضرت یسعیاہ نبی نے باب ۴۲ میں فرمایا۔

" خداوند ایک بہادر کی مانند نکلے گا۔ وہ جنگی مرد کی مانند اپنی غیرت دکھلائے گا۔ وہ نعرہ مارے گا ہاں وہ للکارے گا۔ وہ اپنے دشمنوں پر غالب،

Marfat.com

آئے گا"۔

خداوند سے مراد ظلی طور پر آنحضرت صلعم ہیں۔ کیونکہ وہ مظہر اتم الوہیت ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام تمام نبوت اور مظہر تمام الوہیت کی بشارت دیتے ہیں۔

"خداوند ابد تک تخت نشین ہے" خداوند سے مراد رسُول کریم صلعم کی ذات ہے۔ اور ابد تک تخت نشین ہے سے مراد ختم نبوّت ہے۔

مظہر اتم الوہیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (فداہُ ابی و امی) کی وُہ خصوصیّت ہے جس میں نہ پہلے کوئی شریک ہوا ہے۔ نہ قیامت تک شریک ہوگا۔ اللھم صلی علی محمد و علی ال محمد۔

تکمیل دین

حجۃ الوداع کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا
الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ (مائدہ) آج کے دن میں نے تمہارے لیئے تمہارا دین کامل کر دیا۔ اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی۔ اور اسلام کو دین کی حیثیت سے میں نے تمہارے لیئے پسند کیا۔ اور قرآن مجید کے عقیدہ کے مطابق بنیان اسلام عہد بعہد دنیا کی عمر کے ساتھ مختلف انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں مکمل ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ یہ عمارت رسُول کریم صلعم کے ہاتھوں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ چنانچہ رسُول کریم صلعم فرماتے ہیں۔ "میری اور دوسرے انبیاء کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک شخص نے ایک عمارت بنائی۔ لوگ اس کے اندر جاتے ہیں۔ اور اس کو دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ لیکن دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے تو میں وہ آخری اینٹ ہوں[۱]۔

[۱] صحیح بخاری و مسلم و ترمذی باب خاتم النبیین۔

Marfat.com

رسول کریم صلعم نے اس بلیغ تمثیل میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ دین کی عمارت میں ہر نبی کا وجود ایک ایک اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس دین کی تکمیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس آخری اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے یہ منصب عالیہ روز ازل سے آپ کے لیئے ہی مقدر تھا۔ آپ فرماتے ہیں۔ انا خاتم النبیین وادم منجدل فی طینته[1]۔ میں آخری نبی تھا۔ اور آدم ابھی آب و گل میں پڑے تھے۔

حفاظت صحیفہ

معجزات کے بیان میں قرآن مجید کے ہر پہلو سے اعجاز ہونے پر بحث کی جائے گی۔ یہاں صرف یہ عرض کرنا مقصود ہے کہ رسول کریم صلعم کو ایک دائمی معجزہ یعنی قرآن مجید دیا گیا ہے۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد مٹ گئے ہیں۔ لیکن آپ کو وہ معجزہ دیا گیا ہے۔ جس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون۔ (حجر)

یعنی ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے

خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی لفظی اور معنوی دونوں پہلوؤں سے حفاظت آج تک کی ہے۔ اور قیامت تک حفاظت رہے گی۔

لفظی حفاظت تو حفاظ کے ذریعہ اور رسول کریم صلعم کے عہد مبارک میں ہی وحی قرآنی احاطہ تحریر میں آجانے سے ہوگئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں اس پاک کتاب کے حفظ کرنے کا شوق پیدا کر دیا ہے کہ کوئی ایسا زمانہ نہیں گزرا اور نہ گزرے گا کہ جس میں قرآن مجید کے حافظ موجود نہ ہوں۔

معنوی حفاظت کے لیئے خدا تعالیٰ ہر صدی میں ایک مجدد مبعوث فرماتا

---

[1] مستدرک حاکم تفسیر سورہ احزاب۔

Marfat.com

ہے۔ جو قرآن کی طرف غلط منسوب شدہ عقائد کی تصحیح کرتا ہے۔
یہ خصوصیت صرف آپ کو ہی حاصل ہے کہ آپ پر نازل شدہ وحی بالکل تحریف سے پاک ہے۔ جس کا اقرار غیر بھی کرتے ہیں۔

Marfat.com

خصوصیاتِ نبویہ از احادیث مصطفویہؐ

صحیحین میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم صلعم نے فرمایا۔

اعطیت خمسًا لم یعطهن احدٌ قبلی۔ نصرتُ بالرعب مسیرة شهرٍ جعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا فایّما رجلٍ من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل و احلت لی المغانم ولا تحلُّ لاحدٍ من قبلی واعطیتُ الشفاعة وکان النبیّ یُبعثُ الی قومه خاصة و بعثتُ الی الناس عامة۔

صحیح مسلم کی روایت میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔

د فضلتُ علی الانبیاء بستٍ۔ اس حدیث میں اعطیتُ بجوامع الکلم ۱ ہے اور ختم بی النبیّون ۶ ہے۔ پھر ۲ میں نصرت بالرعب اور ۳ احلّت لی الغنائم ۴ ہے۔ جعلت لی الارض مسجدًا وطهورًا ۵ ہے۔ ارسلت الی الخلق کافة ہیں۔

صحیحین کی ایک روایت حضرت ابوہریرہ کی ہے۔ اس میں جوامع الکلم اور نصرتُ بالرعب کے بعد خزائن الارض کی مفاتیح کا خواب میں حضور کے سامنے رکھا جانا تحریر ہے۔

ان روایات سے حسب ذیل آٹھ امور ملتے ہیں۔

(۱) نصرتُ بالرعب۔ (۲) روئے زمین کا مسجد اور طہور ہونا (۳) مغانم کا حلال ہونا۔ (۴) عطائے منصب شفاعت (۵) بعثت عامہ (۶) جوامع الکلم کا عطا کیا جانا۔ (۷) ختم نبوت۔ (۸) خزائن الارض کی مفاتیح کا خواب میں دیا جانا۔

نُصِرتُ بالرعب۔ رسول کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

Marfat.com

نے میری رعب سے مدد فرمائی ہے۔ مذہبی اور روحانی لحاظ سے بھی آپؐ کے رعب کی یہ حالت تھی کہ کسی مخالف کو یہ جرأت نہ تھی کہ وہ آپؐ کا روحانی امور میں مقابلہ کر سکے یا مذہب کی برتری دلائل و براہین کی رُو سے ثابت کرے۔

ظاہری لحاظ سے بھی آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے کمال درجہ کا رعب بخشا ہوا تھا۔ بادشاہ آپؐ کی خدمت کرنا باعث افتخار سمجھتے تھے۔ جب بادشاہوں کو خطوط لکھے تو قیصر روم نے کہا۔

"مجھے یہ تو معلوم تھا کہ آخرالزمان ظاہر ہونے والا ہے۔ مگر مجھ کو یہ خبر نہ تھی کہ وہ تم میں سے ہوگا (اہل عرب میں سے) اگر میں اس کی خدمت میں پہنچ سکتا۔ تو بہت ہی پسند کرتا کہ اس کا دیدار مجھے نصیب ہوتا اور میں اپنے لیئے باعث فخر سمجھتا کہ جناب مقدس کے پاؤں دھویا کروں۔ اور اس کا ملک اس جگہ بھی پہنچ جائے گا۔ جو اس وقت میرے قبضے میں ہے۔" (مسلم)

جب ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں نے قیصر روم کے منہ سے یہ الفاظ سنے۔ تو دربار سے باہر آکر استعجاب کی نظر سے کہا۔ "انہ لیخافہ ملک بنی الاصفر۔ کہ آپ سے قیصر روم بھی خوف کھاتا ہے۔ اس کے بالمقابل جب کسریٰ شاہ ایران نے غصہ میں آکر آپؐ کے گرفتار کرنے کے لیئے گورنر یمن کے ذریعے دو سپاہی بھجوائے۔ جب وہ بارگاہ نبوت میں پہنچے۔ تو آپ دو چار اصحاب کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ جب انہوں نے کسریٰ کا حکم گرفتاری سنایا۔ اس وقت وہ دونوں سپاہی رعب سے بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ آپؐ نے کہا کہ کل آنا اس کا جواب دے دیا جائے گا۔ جب وہ اگلے دن حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ جسے تم خداوند خداوند کہتے ہو۔ وہ آج رات کو مارا گیا ہے اور میرے خدا نے اسی کے بیٹے کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ سو وہ آج رات اسکے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ یہی جواب ہے۔ اور یہ بڑا معجزہ تھا اس کو دیکھ کر بہت لوگ ایمان لائے۔

حالت مخاصمہ۔ حضرت موسیٰ اور حضرت یوشع بن نون

Marfat.com

کی فتوحات میں جس قدر مال غنیمت حاصل ہوا تھا۔ ان کو نذر آتش کر دیا گیا۔ توراۃ میں جانوروں تک جلا دینے اور بستیوں میں آگ لگا دینے کا ذکر ملتا ہے۔ لیکن آپؐ کے لیئے اور آپکی امت کے لئے غنائم حلال کر دی گیئں۔

روئے زمین کا مسجد ہونا:۔ تمام مذاہب کے عقیدہ کے برعکس امت مسلمہ کے لئے تمام زمین سجدہ گاہ ہے۔ جہاں عبادت کا وقت آئے عبادت کر لے

عطائے منصب شفاعت کبریٰ

شفاعت شفع سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ایک چیز کو ایسا بنانا کہ وہ جوڑے کا ایک بن جائے۔ (تاج العروس) یا ایک چیز کو اس کے مشابہ سے ملا دینا (راغب) اور شفاعت کا مفہوم ہے۔ کہ ایک شخص کو دوسرے شخص سے جو اس کا مددگار ہو ملا دینا۔ بالخصوص جبکہ ایک شخص جو اعلیٰ منصب اور عزت کا مالک ہو۔ اپنے آپ کو ادنیٰ حیثیت کے شخص سے ملا دے۔ (راغب)

مسئلہ شفاعت عرب کے کفار میں بھی مسلم تھا۔ اور یہود اور عیسائیوں میں بھی رائج تھا۔ کفار اور عیسائی یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ شفیع اپنی بڑائی اور اقتدار سے جیسے چاہے گنہگار کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ اور شفیع ان سب کو جو اسی کے ہو کر رہیں۔ نعمائے اخروی و دنیوی عطا فرما سکتا ہے۔ اس عقیدہ سے خدا کی عبادت کے بجائے شفیع کی عبادت شروع ہو گئی اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کے متعلق فرمایا۔

ویعبدون من دون اللہ ما لا یضرھم ولا ینفعھم ویقولون ھولاء شفعاءنا عند اللہ۔ (یونس)

یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں کی عبادت کرتے۔ جو نہ ان کا کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ فائدہ کر سکتے ہیں۔ یہ لوگ کہا کرتے ہیں یہ تو ہماری شفاعت اللہ کے پاس کرنے والے ہیں۔

عیسائی حضرات مسیح علیہ السلام کو اپنا شفیع مانتے ہیں۔ پھر اسی کو خدا کہتے ہیں۔ اس سے مرادیں مانگتے ہیں۔ اس سے مدد مانگتے ہیں اسی کو اپنا

Marfat.com

کارساز جانتے ہیں۔

قرآن مجید نے کفار اور عیسائیوں کے اس عقیدہ کو باطل قرار دیا۔ اور شفاعت کے لیئے اذن الٰہی کا اصول مقرر کر دیا۔ قرآن کریم میں ہے من ذالذی یشفع عندہ الا باذنہ۔ (ایت الکرسی)

خدا کی شفاعت

حقیقی شفیع تو خدا ہی ہے۔ جو ارحم الراحمین ہے۔ جس کے دل میں انسانوں کے لیئے اس قدر رحم و کرم ہے کہ وہ ان عاصیوں کو بھی ایک دن مغفرت کی چادر میں لپیٹ لے گا۔ جنہوں نے کبھی بھی کوئی نیکی کا کام نہیں کیا۔ حدیث میں آتا ہے۔

"شفعت الملائکۃ و شفع النبیون وشفع المومنون ولم یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضۃً من النار فیخرج منہا قوما لم یعمل خیرًا قط"

یعنی اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فرشتوں نے بھی شفاعت کی۔ نبیوں نے بھی شفاعت کی۔ مومنوں نے بھی شفاعت کی۔ اور سوائے ارحم الراحمین کے کوئی باقی نہیں رہا۔ پس وہ آگ میں سے ایک مٹھی بھرے گا۔ اور ایسے لوگوں کو باہر نکالے گا۔ جنہوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی۔

یہاں تین شفاعتوں کا ذکر ہے۔ ایک ملائکہ کی۔ ایک انبیاء علیہم السلام کی ایک مومنوں کی۔

ملائکہ کی شفاعت

ملائکہ کی شفاعت کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح آتا ہے۔

الذین یحملون العرش حولہ یسبحون بحمد ربہم و یومنون بہ و یستغفرون للذین امنوا ربنا وسعت کل شیئٍ رحمۃ وعلما

Marfat.com

فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقہم عذاب الجحیم۔ (المومن)

اور وہ جو عرش کو اٹھاتے ہیں اور جو کوئی اس کے اردگرد ہیں۔ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے لیئے جو ایمان لائے استغفار کرتے ہیں۔ ہمارے رب تو رحمت اور علم سے ہر چیز پر حاوی ہیں۔ سو انہیں بخش جو توبہ کرتے ہیں۔ اور تیرے رستے کی پیروی کرتے ہیں۔ اور انہیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

اس آیت کریمہ میں فرشتوں کی شفاعت کا ذکر ہے کہ وہ خاص طور پر مومنین کے لیئے خدا سے حفاظت اور رحم کی التجا کریں گے۔

دوسری قرآن کریم کی آیت ہے۔

"تکاد السموات یتفطرن من فوقھن والملائکۃ یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فے الارض۔ الا ان اللہ ھو الغفور رحیم"[۲۵]

قریب ہے کہ آسمان ان کے اوپر پھٹ پڑیں۔ اور فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں۔ اور ان کے لیئے بخشش مانگتے ہیں۔ جو زمین میں ہیں۔ دیکھو اللہ ہی بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

دوسری آیت میں یہ ذکر ہے کہ فرشتے مومنین اور غیر مومنین سب کے لیئے بخشش کے طلبگار ہیں۔

مومنوں کی شفاعت

مومنوں کی شفاعت اس نوعیت کی ہے کہ وہ مومنین جو تقویٰ و عبادت کے بلند مقام پر کھڑے ہیں۔ اپنی مخلصانہ دعاؤں اور اپنے اسوہ حسنہ سے ان مومنین کی شفاعت کرتے ہیں۔ جو ان سے کم درجہ پر ہیں۔ نمونہ سے شفاعت کرنے کا ذکر قرآن مجید صراحت سے

Marfat.com

ساتھ آتا ہے۔ فرمایا۔

من یشفع شفاعۃ حسنۃ یکن لہ نصیب منھا۔ (۴/۸۵)

جو کوئی بھلی بات کی سفارش کرے۔ اس کو اس سے حصہ ملے گا۔

یہاں لفظ شفاعت استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی اچھا نمونہ پیش کرتا ہے۔ جس کی پیروی دوسرے کرتے ہیں اور اس سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ تو اس کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

انبیاء کی شفاعت

خدا کا فضل و رحم انبیاء علیہم السلام کے توسط سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ ان کی شفاعت ہے۔ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ انبیاء کی سفارش قیامت کے روز ہی ہوگی اور صرف فوت شدگان کے لیے ہی محدود ہے۔ نبی کی شفاعت اس روحانی انقلاب میں نظر آتی ہے کہ جب وہ گناہوں میں گری ہوئی قوم میں آتا ہے تو اپنی دعاؤں اور قوت قدسیہ کے ذریعہ اس قوم میں زندگی پیدا کر دیتا ہے۔ اور ان کو ترقی کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔

اس شفاعت کا نظارہ جو رسول کریم صلعم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ کسی اور نبی کی زندگی میں نہیں نظر آتا کہ آپ نے عرب جیسی گری ہوئی قوم کو علمی اخلاقی اور روحانی ترقی کے اس بلند مینار پر کھڑا کیا ہے کہ جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ اس انقلاب کا ہر آدمی معترف ہے یہی وہ شفاعت کبریٰ ہے۔ جس کی وجہ سے آپ دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فوقیت رکھتے ہیں۔

شفاعت قیامت کے دن

مندرجہ بالا بیان سے ظاہر ہے کہ اسلام میں عقیدہ شفاعت کے یہ معنی ہیں کہ کسی نہ کسی طرح خدا تعالیٰ کے رحم بیکراں کا مظاہرہ ہو۔ یہ شفاعت

Marfat.com

پہلے اسی دنیا میں شروع ہوتی ہے۔ خدا کے ملائکہ بدیوں سے بچنے کے لیئے انسانوں کے دلوں میں نیکی کی تحریک پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اور خدا سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ وہ بدیوں میں مبتلا ہونے سے بچ رہیں۔ ان پر خدا کا فضل و رحم نازل ہو۔ پھر خدا اپنے نبیوں کو مبعوث فرماتا ہے جو لوگوں کو صراطِ مستقیم کی ہدایت کرتے ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہستیاں ہیں۔ جو اپنے اسوہ حسنہ اور اپنی دعاؤں سے انسانوں کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لے آتے ہیں۔ پھر مومنین اپنی زندگیوں کو نبی کی بتائی ہوئی تعلیم میں ڈھال کر عام لوگوں کے لیئے اسوہ حسنہ بنتے ہیں۔ اور ان کو معاصی کی سلاسل سے نجات دلاتے ہیں۔

قرآن مجید کی رو سے انسان کی ترقی اس دنیا تک محدود نہیں۔ بلکہ حیات بعد الموت تک جاری ہے۔ روز محشر وہ بڑا دن ہے۔ جب اعمال کا حساب کتاب ہوگا۔

رسول کریم صلعم کی اس دن کی شفاعت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ اس کو اس قدر فوقیت دی گئی ہے کہ کسی دوسرے نبی کو یہ خصوصی حق حاصل نہیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ سے روایت درج کی ہے۔

"جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو قیامت کے دن جمع کرے گا۔ تب ان کے دل میں یہ بات ڈالی جائے گی کہ ہم اگر اللہ تعالیٰ کی جناب میں کسی کو شفاعت کے لیئے پیش کریں۔ تو خوب ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس جگہ سے نجات دے۔ تب لوگ آدمؑ کے پاس آئیں گے۔ اور کہیں گے کہ آدم ابو البشر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے ہاتھ سے بنایا۔ پھر جنت میں ٹھہرایا۔ پھر فرشتوں نے آپ کو سجدہ کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے جملہ اسماء کی تعلیم آپ کو دی۔ لہذا آپ ہماری شفاعت کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو یہاں سے نجات (راحت) دے۔ وہ کہیں گے۔ نہیں میں نہیں کہہ سکتا

Marfat.com

پھر وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کر کے کہیں گے کہ تم نوحؑ کے پاس جاؤ۔ وہ پہلے رسول ہیں۔ تب لوگ نوحؑ کے پاس جائیں گے۔ نوحؑ کہیں گے۔ نہیں میں نہیں۔ وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور اللہ تعالیٰ سے حیا کریں گے۔ اور فرمائیں گے۔ تم ابراہیم کے پاس جاؤ۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا ہے۔ وہ کہیں گے نہیں میں نہیں وہ بھی اپنی خطا کو یاد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے حیا کا ذکر کریں گے کہیں گے۔ موسیٰؑ کے پاس جاؤ۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام بھی کی اور انہیں نبوت بھی دی۔ وہ کہیں گے۔ نہیں میں نہیں۔ وہ اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور حیا کا۔ پھر کہیں گے۔ کہ عیسیٰ روح اللہ کے پاس جاؤ۔ لوگ عیسیٰ روح اللہ کلمۃ اللہ کے پاس جائیں گے۔ وہ کہیں گے۔ میں نہیں تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اگلا پچھلا سب کچھ معاف کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تب لوگ میرے پاس آئیں گے۔ تب میں اپنے رب سے اذن حاصل کروں گا۔ مجھے اذن دیا جائیگا۔ پھر جب میں اپنے رب کو دیکھوں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ مجھے دعا سکھائے گا۔ جو کچھ وہ چاہے گا۔ میری زبان سے کہلائے گا۔

تب اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

یا محمدؐ ارفع راسک قل تسمع سل تعطیٰ اشفع تشفع۔

اے محمد اپنا سر اٹھاؤ۔ بولو تمہاری سنی جائے گی۔ مانگو تم کو دیا جائیگا۔ شفاعت کرو۔ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔

رسول اللہ فرماتے ہیں کہ میں سر اٹھاؤں گا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا۔ وہ تحمید مجھے اللہ تعالیٰ ہی سکھلا دے گا۔ پھر میں شفاعت کروں گا۔ پھر میرے لیئے ایک حد مقرر کر دی جائے گی۔ میں اتنے لوگوں

Marfat.com

کو آگ سے نکالوں گا۔ اور جنت میں داخل کروں گا ۔[1]

یہی منصب عالیہ اور مقام محمودہ ہے۔ جس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا۔ جس طرح اس دنیا میں رسول کریم صلعم کی شفاعت کا عمل مادی اور اخلاقی اور روحانی انقلاب پیدا کرنے میں عظیم الشان تھا۔ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی شفاعت آپ کی شفاعت کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے اس طرح رسول کریم صلعم کی شفاعت کو قیامت کے دن اسی قدر اہمیت حاصل ہو گی کہ وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر نہ فرشتوں کی آواز نہ انبیاء کی آواز اور صالح بندوں کی آواز پر کان دھرا۔ وہ سب لوگ آپ کی شفاعت سے بخشے جائیں گے ۔

بعثت عامہ

اس خصوصیت کے متعلق لکھا جا چکا ہے ۔ اس لئے یہاں مزید لکھنے کی ضرورت نہیں ہے ۔

جوامع الکلم

اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو جوامع الکلم عطا فرمائے یعنی آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت و غوامض معانی و بدائع حکم اور محاسن عبارت بلفظ موجز لطیف سب پائے جاتے ہیں۔

ختم نبوت

اس کے متعلق بھی تفصیل کے ساتھ لکھا جا چکا ہے۔ قارئین اس کتاب میں اسے ملاحظہ فرمائیں۔

پیروؤں کی کثرت

قرآن مجید کے عقیدہ کے مطابق ہر امت میں ایک نبی گزرا ہے ۔ لیکن ان کی تعلیم اور ان کی سوانح تاریخ کے اوراق میں نہیں ملتی۔ جن انبیاء

---

[1] بحوالہ رحمۃ للعالمین حصہ سوم ص ۱۴۳ مصنفہ علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری

Marfat.com

علیہم السلام کی تاریخ ہم تک کچھ نہ کچھ پہنچتی ہے۔ اس سے ان کے متعلق یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ان کے ماننے والے بہت ہی کم تھے۔ پھر جن لوگوں نے ان انبیاء علیہم السلام کو مانا مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ گئے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ رسول کریم صلعم نے جس ملک میں حق کی آواز بلند کی۔ اس آواز پر آپؐ کی زندگی میں ہی لاکھوں نے لبیک کہا۔ جب آپؐ مکہ میں حج کا فریضہ ادا کرنے گئے تو کم و بیش ایک لاکھ جان نثار و فدا کار آپؐ کے ارد گرد کھڑے تھے۔

صحیح مسلم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ "جس قدر میری نبوت کی سچائی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کسی اور رسول کی صداقت کا نہیں کیا گیا کہ بعض انبیاء ایسے بھی ہیں۔ جن کو سچا کہنے والا ان کی امت میں صرف ایک ہی نکلا۔[1]

صحیحین میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ ایک دفعہ مجھ پر (عالم مثال میں) اقوام پیش کی گئیں۔ بعض رسول ایسے تھے کہ ان کے پیچھے صرف ایک ہی دو آدمی تھے بعض تنہا تھے۔ اتنے میں ایک بڑی بھیڑ نظر آئی خیال ہوا کہ یہ میری امت ہوگی تو بتایا گیا کہ یہ موسیٰ کی قوم ہے پھر کہا گیا کہ دوسرے کنارے کی طرف دیکھو تو اتنی بھیڑ نظر آئی کہ اس سے افق چھپ گیا۔ پھر کہا گیا اسی طرح ادھر دیکھو۔ کثیر تعداد دکھائی گئی۔ کہا گیا یہ سب تیری اُمّت ہے۔

مکمل سوانح حیات

رسول کریم صلعم کی بعثت سے قبل جتنے انبیاء اور مصلحین ہو گزرے ہیں۔ ان کی زندگی کے حالات ہم تک صحیح ذرائع سے نہیں پہنچے حضرت مسیح علیہ السلام کی ۳۳ سالہ زندگی میں سے صرف تین سال کے حالات معلوم ہیں۔ فارس کے مصلحان دین صرف شاہنامہ کے ذریعہ روشناس ہیں۔ وید کے ملہم کون تھے۔ کیسے تھے۔ کہاں تھے۔ ان کا چال چلن کیا تھا۔ کب ہوئے۔ تاریخ میں معمہ بنے ہوئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعلق موجودہ تورات بتاتی ہے۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان

Marfat.com

کے تین سو سال بعد احاطہ تحریر میں آئی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مقدس اور برگزیدہ ہستی ہے۔ جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ احاطہ تحریر میں لایا گیا۔ ایک طرف صحت کا یہ انتظام تھا کہ کسی صحیفہ آسمانی کے لیئے بھی نہ ہو سکا۔ دوسری طرف تفصیل حالات کا یہ عالم کہ اقوال و افعال۔ وضع و قطع۔ رفتار و گفتار۔ شکل و شباہت۔ انداز گفتگو۔ مذاق طبیعت۔ طرز معاشرت۔ طرز زندگی۔ کھانے پینے چلنے پھرنے۔ اٹھنے بیٹھنے۔ سونے جاگنے۔ بولنے ہنسنے غرضیکہ ایک ایک حرکت و ادا محفوظ رہ گئی ہے پھر آپؐ کے اقوال و افعال کی تحقیق کی غرض سے تقریباً تیرہ ہزار اشخاص کے نام اور حالات قلمبند کیئے گئے۔ طبقات ابن سعد۔ کتاب الصحابہ لابن السکن۔ کتاب عبد اللہ بن علی بن جارود۔ کتاب العقیلی فی الصحابہ۔ کتاب ابن ابی حاتم الرازی۔ کتاب الازرق۔ کتاب الدولابی۔ کتاب البغوی ابن ماکولا۔ اسد الغابہ۔ استیعابہ۔ اصحابہ فی احوال الصحابہ[1] وغیرہ کتب صرف انہی بزرگوں کے حالات میں ہے۔

---

[1] ان کتابوں کا ذکر سیرۃ النبی مصنفہ مولانا شبلی کے دیباچہ میں ہے

Marfat.com

معجزات النبی صلعم

معجزہ کا مفہوم

معجزہ کے لیئے قرآن کریم میں لفظ "آیت" مستعمل ہوا ہے۔ جس کے اصل معنی ایک ظاہر نشان یا علامت کے ہیں جس کے ذریعہ ایک چیز پہچانی جاتی ہے۔ (راغب)

اللہ تعالیٰ اہل دنیا کی نظر میں پیغام الہیہ کے من جانب اللہ ثابت کرنے کے لیئے اپنی علیم و قدیر صفات کے تحت اپنے علم اور قدرت سے نشان قائم کرتا ہے۔ جو اپنے اندر ایسی ارفع شان رکھتا ہے۔ کہ انسانی دل و دماغ اس کا مثل لانے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ اس کو اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں۔ اور قرآن کریم کی زبان میں اسے آیت اللہ کہتے ہیں۔ معجزہ کسی سنت اللہ کے توڑنے کا نام نہیں۔ بلکہ معجزہ خود ایک سنت اللہ ہے۔ جو وحی الہی کے منجانب اللہ ہونے پر ایک اقوی دلیل ہے۔

قانون قدرت اور سنت میں فرق

معجزہ پر لکھنے سے قبل قانون قدرت اور سنت اللہ میں فرق بیان کر دینا ضروری ہے۔ جس کے نہ سمجھنے کی وجہ سے لوگوں نے ٹھوکریں کھائی

Marfat.com

ہیں۔

قانون قدرت تو وہ ہے۔ جو انسان غور و خوض کے ساتھ نظائر قدرت کے مشاہدات و تجربات کے بعد ایک قانون اخذ کرتا ہے۔ اس علم کا نام نیچرل فلاسفی یا اصطلاح عام میں سائنس ہے۔ اور سنت اللہ وہ قوانین الٰہیہ ہیں۔ جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔

یہ بات واضح ہے کہ انسان کا علم محدود اور ناقص ہے۔ خواہ کس قدر بھی تفکر و تدبر کے ساتھ مشاہدات اور تجربات کے بعد ایک قانون اخذ کرتا ہے۔ اور ممکن ہے۔ وہ قانون بالکل صحیح ہو۔ لیکن انسان حتمی فیصلہ نہیں کر سکتا کہ وہ اس کے تمام پہلوؤں پر حاوی ہو گیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس میں بعض ایسے امور ہوں کہ جو اس کی نظر سے اوجھل رہ گئے ہوں۔ اس لئے سائنس کے دریافت کردہ قوانین قدرت کے خلاف اگر ہمیں سنایا جائے تو اس کا انکار نہیں کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے جو بات ہمیں سنائی جا رہی ہے۔ وہ ہمارے تجربہ اور مشاہدہ میں نہ آئی ہو۔

لیکن جو قوانین خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرما دیئے ہیں۔ ان کے خلاف کوئی بات سنائے۔ تو وہ بالکل باطل ہو گی۔ کیونکہ خدا کا علم کامل ہے۔ اور اس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی نظر سے کوئی پہلو رہ گیا ہو۔ اسی کی نسبت ارشاد ہوا ہے۔

ولن تجد لسنة الله تبديلاً

کہ اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا۔

پس کوئی ایسا معجزہ نہیں مانا جا سکتا۔ جو سنت اللہ کے خلاف ہو مثلاً قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وحرام على قرية اهلكنها انهم لا يرجعون۔ (انبیاء)

یعنی وہ تمام قومیں جو ہلاک ہو چکی ہیں۔ ان کے متعلق یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آئیں گی۔

Marfat.com

فیمسک التی قضی علیہا الموت -
کہ جس پر موت وارد ہو جائے اللہ تعالیٰ اس نفس کو روک لیتا ہے
حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب
ارجعون لعلی اعمل صالحًا فیما ترکت کلا
انہا کلمۃ ھو قائلھا ومن ورائھم برزخ
الی یوم یبعثون - (مومنون)
یعنی یہاں تک کہ جب ان میں سے ایک کو موت آتی ہے - کہتا ہے
میرے رب مجھے لوٹاؤ - تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ دیا اچھا عمل کروں
ہرگز نہیں وہ ایک بات ہے جسے وہ کہے گا - اور ان کے سامنے
ایک روک ہے - اس دن تک جو وہ اٹھائے جائیں -
جب ہمیں علم ہو گیا کہ خدا کی یہ سنت ہے کہ مردہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آسکتا - تو ہم کسی نبی یا ولی کا اس قسم کا کوئی معجزہ نہیں مان سکتے کہ اس نے حقیقی مردہ کو زندہ کر دیا ہے - اس طرح تو ایک مضحکہ خیز بات بن جاتی ہے کہ خدا خود ہی ایک قانون دنیا میں جاری و ساری کرتا ہے - پھر خود ہی اس کو توڑ دیتا ہے -

پس معجزہ خدا کے علم اور قدرت کا ایک زبردست مظاہرہ ہے جس کو دیکھ کر انسان کا ایمان حق الیقین تک پہنچ جاتا ہے -

رسول کریم صلعم کے معجزات پر انکار کے لیئے پادریوں اور اسلام کے مخالفین نے ان چند باتوں سے استدلال کیا ہے -

رسول کریم کے معجزات سے مخالفین کے انکار کے وجوہات اور جوابات -

اوّل :- معجزہ کا لفظ قرآن کریم میں محمد صاحب کے حق میں نہیں آیا -
جواب :- قرآن کریم میں تو یہ لفظ کسی نبی کے نشانات نبوت میں نہیں بولا گیا - رسول کریم صلعم کے لیئے کیسے بولا جاتا -

Marfat.com

قرآن نے معجزہ کے لیئے لفظ آیت استعمال کیا ہے۔ کیونکہ معجزہ کا لفظ کمزور اور ناقص ہے۔ اور لفظ آیت اپنے اندر ایک وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اور معجزہ کا مفہوم بھی آیت کے مفہوم میں آجاتا ہے

دوم ۔ دلیل انکار معجزات پر قرآن کریم میں آیا ہے۔

وما منعنا ان نرسل بالایات الا ان کذب بھا الاولون (بنی اسرائیل ۵۹)

اور ہمیں کسی چیز نے نہیں روکا کہ نشان بھیجتے رہیں۔ مگر یہ ہوا کہ لوگ انہیں جھٹلاتے رہے۔

جواب:۔ ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں کہ چونکہ پہلی امتوں کے نشانات کا انکار کیا یا رد کیا تھا۔ اس وجہ سے خدا اب نشانات نہیں بھیجے گا۔ اگر ان الفاظ کا یہ مطلب ہوتا تو خدا اپنے پیغامات بھی بھیجنے بند کر دیتا۔ کیونکہ پہلی امتوں نے خدا کے پیغامات کو بھی رد کیا تھا۔

آیت کا لفظ نشان اور پیغام الٰہی دونوں پر یکساں استعمال ہوتا ہے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی چیز خدا کے لیئے ایک نئی وحی یا نشان بھیجنے سے مانع ہوسکتی تھی تو یہ کہ پہلی امتوں نے ان کو رد کیا۔ مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ خدا نے دنیا کی ہدایت کے لیئے نبی بھیجنے بند کر دئیے ہوں۔ اگر پہلی امتوں نے انکار کیا ہے تو یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ بعد کی آنے والی نسلوں کو نشانات اور پیغام الٰہی سے محروم رکھا جائے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی اعتراض ہے کہ اسے پہلے علم نہ تھا کہ لوگ تکذیب کردیں گے۔ جب لوگوں کے معجزات کی تکذیب کرنے سے یہ سمجھ آگیا کہ معجزات کا اظہار کرنا بے سود ہے۔ پھر اس نے ان کا دکھانا بند کر دیا۔

سوم :۔ معجزات صرف احادیث میں ہیں۔ احادیث دوسری صدی کے بعد لکھی گئیں۔ قابل اعتبار نہیں ہوسکتیں۔

جواب :۔ آیات و معجزات صرف حدیث میں ہی نہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں ان کا مفصل ذکر ہے۔ اگر حدیث میں ہی معجزات ہوتے تو بھی وہ ناقابل

Marfat.com

اعتبار نہیں ہو سکتے تھے۔

اوّل تو حدیثیں رسول کریم صلعم کے وقت لکھی جاتی تھیں۔ جن کا ثبوت حدیث کی کتب میں ملتا ہے۔

(۱) کسی شخص نے جناب علیؓ سے پوچھا آپ کے پاس قرآن کے سوا کچھ اور وحی کی باتیں بھی ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں میرے پاس اس کاغذ میں چند احکام رسول کریم کے لکھوائے ہوئے ہیں۔ جن میں جرمانوں کے حکم اور قیدی کے چھوڑانے کے متعلق چند حکم وغیرہ ہیں۔ (بخاری)

(۲) کتاب الزکوٰۃ بخاری میں دیکھو جلد ا صفحہ ۱۸۹ (۱۹۰)

ابو بکرؓ رسول کریم کے جانشین نے جو زکوٰۃ کے احکام لکھ دئے۔ وہ سب رسول خدا کے لکھوائے ہوئے یا بتائے ہوئے تھے۔

(۳) عبد اللہ بن عمر ہمیشہ حدیثوں کو لکھ رکھتے تھے۔ (بخاری)

اس کے علاوہ یہ بات تاریخی لحاظ سے ثابت ہے کہ رسول کریمؐ کی حدیثوں پر ایک زمانہ بھی نہیں آیا کہ لوگ ان کی درس و تدریس سے غافل ہوئے ہوں۔ رسول کریم صلعم کی وفات کے بعد ہی احادیث کے مراکز سلطنت کے مختلف شہروں میں قائم ہو گئے۔ طالب علم آتے اور جواہر پاروں سے جھولیاں بھر بھر کر اپنے وطنوں کو لوٹ جاتے۔ اور پھر دوسروں کے لیئے روحانی خزانوں کے منہ کھول دیتے۔ اور ان کو مالا مال کرتے۔

آپ کے معجزات اور علامات نبوت جن کو قرآن کریم نے آیات اور برہان کر کے تعبیر فرمایا ہے۔ قانون قدرت میں مشہود اور قرآن میں موجود ہیں۔ جن کو عقل سلیم شناخت کر کے ان کے منجانب اللہ ہونے پر گواہی دیتی ہے۔

پہلا معجزہ

رسول کریم صلعم کی بعثت کے وقت عامہ عرب کسی مذہب کے پابند نہ تھے۔ کوئی کتاب نہیں رکھتے تھے۔ شجر و حجر۔ شمس و قمر۔ ستاروں۔ بھوت اور

Marfat.com

بہیتا کی پوجا کرتے تھے۔ جزا و سزا کے منکر۔ سیاست و تمدن سے ناآشنا چوری۔ قماربازی۔ جنگ وجدل۔ بغض وعناد۔ جہالت فخر اور کبر ان کے اوصاف تھے۔ شاعری بت پر کمال کا مدار تھا۔ عرب کے مشرق میں ایک طرف ہندوستان جس میں توہمات کی گھٹا ایسی چھائی ہوئی تھی کہ مرد کی شرمگاہ جسے لنگ کہتے ہیں۔ اور عورت کی شرمگاہ جسے بھگ کہتے ہیں۔ پوجی جاتی تھی۔ دوسری طرف ایران ہے۔ جس میں آگ کی پرستش۔ سیاروں کی معبودیت۔ اور نور وظلمت کے دو خداؤں پر اعتقاد تھا۔ شمال ومغرب اور عین وسط میں عیسائی پوپ کے بندے رومن کیتھولک وغیرہ مریمؑ اور مسیحؑ کے پوجاری تھے۔ ان میں پوپ بہشت کے سرٹیفکیٹ بانٹتے پھرتے تھے۔ کچھ یہود بعل اور مولک اور عشتارات کے پوجاری جو عرب کے بت پرستوں کو کہتے ہیں۔

الم تری الی الذین اوتوا نصیبا من الکتاب یومنون بالجبت والطاغوت یقولون للذین کفروا ھولاء اھدی من الذین اٰمنوا سبیلاً۔ (نساء)

کیا تو نے ان لوگوں (کے حال) پر غور نہیں کیا۔ جن کو کتاب کا ایک حصہ دیا گیا۔ وہ سحر اور کاہنوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان کے بارے میں جو کافر ہوئے۔ کہتے ہیں۔ یہ ان کی نسبت جو ایمان لائے زیادہ سیدھی راہ پر ہیں۔

دنیا کی ایسی حالت میں ایک امّی توحید کا واعظ کھڑا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ مجھے خدا نے بھیجا ہے اور حکم دیا ہے۔

قم فانذر و ربك فكبر۔

کھڑا ہو کر لوگوں کو ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر

اس نے تمام رسومات باطلہ پر یک قلم خط نسخ کھینچنا چاہا۔ تمام روساء امراء۔ غرباء۔ اپنے بیگانے اس واعظ کے جانی دشمن ہو گئے۔ توحید کی آواز کو دبا دینے کے لیئے ہر قسم کے منصوبے باندھے۔ لیکن وہ واعظ یہ کہتا جاتا

Marfat.com

ہے۔

یریدون لیطفوا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون
ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون۔ (صف)

یعنی وہ اللہ کی روشنی کو اپنے منہ سے بجھا دینا چاہتے ہیں۔ اور اللہ کو اپنی روشنی پوری کرنی ہے۔ خواہ کافر برا منائیں۔ وہی خدا ہے جس نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرک برا منائیں۔

پھر ان مخالفتوں۔ ایذاؤں۔ عداوتوں کے باوجود ایسا کامیاب ہوا۔ کہ لوگ دین اسلام میں فوج در فوج شامل ہونے لگے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

اذا جاء نصر اللہ والفتح ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجًا۔

جب اللہ کی مدد پہنچ چکی۔ اور فیصلہ اور تو نے لوگوں کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتے دیکھ لیا۔

وہ توحید کا واعظ جس قوم میں اٹھا۔ اس میں ایک بھی نہ رہا جو اس کے آخری ایام میں اس کا مخالف ہوتا۔ جس مقدس مشن کو لے کر دنیا میں آیا اس میں کامیاب ہوا۔ جس کا اعتراف آپ کے دشمنوں نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں لفظ قرآن کی بحث کے نیچے یہ اعتراف کیا ہے۔

”دنیا کی تمام مذہبی شخصیتوں میں سب سے زیادہ کامیاب حضرت محمد (صلعم) ہیں۔“

کیا یہ معجزہ اب تک دنیا میں ظاہر ہوا ہے۔ عیسائی مذہب کا رب اور

Marfat.com

ان کا خدا کیا نظیر ہو سکتا ہے۔ جو بقول عیسائیوں کے قوم سے مارا پیٹا گیا اس کی مخالف اس کی قوم اب تک موجود ہے۔ موسیٰ کب نظیر ہو سکتا ہے جس نے خود بھی وہ ملک نہ دیکھا۔ جس کی امید پر مصر سے قوم کو لے کر چلا تھا۔

وید کے ماننے والے کیا دکھائیں گے۔ جن کے مقدس مکان دوسروں کے قبضوں میں نظر آتے ہیں۔ زرتشتی کیا نظیر دکھائیں گے۔ جن کو اپنے ملک میں سر چھپانے کی جگہ نہیں ملی۔

Marfat.com

دوسرا معجزہ

رسول کریم صلعم کا دوسرا معجزہ یہ ہے کہ آپؐ کو اپنی زندگی میں ہی ملک عرب پر تسلط اور اپنی قوم پر پوری حکومت مل گئی نہ آپ سے پہلے کبھی ایسی کامیابی کسی نبی کو ہوئی۔ اور نہ آپ کے بعد ہو گی۔

رسول کریم صلعم اپنی قوم کے لیئے ایسے آزادی بخش ثابت ہوئے کہ مکہ شہر آج تک غیروں کی غلامی سے آزاد ہو گیا۔ سلطان ترکی بھی برائے نام وہاں کے بادشاہ ہوئے۔ خادم الحرمین کے لقب میں عزت اور فخر محسوس کرتے تھے۔

آپؐ کا وجود با وجود عرب کے لیئے کیسا نشان نبوت ہے۔ یہ نشان آپؐ کی پیدائش سے ہی ظاہر ہوا کہ ابے سینیا کے حبشی بادشاہ ہمیشہ حجاز پر چڑھائیاں کرتے تھے۔ اور بیت اللہ کو منہدم کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ حبشی قوم حبشی ملک ایسے پیدا ہوئے جس سال آپؐ نے اس دنیا میں سانس لیا۔ خارجی دشمنوں کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

دنیا میں کوئی شخص بھی اپنی قوم اور اپنے ملک کو ایسی آزادی بخشنے والا نہیں گزرا۔ جیسی آزادی آپؐ نے بخشی۔

مسیح کی کامیابی جیسی ہوئی اس پر اناجیل کی شہادت دیکھ لو۔ وید کے ملہم (اگر ملہم ہیں) دشمنوں کی تباہی اور اپنی فتوحات کے لیئے دعائیں مانگتے رہے ان کی الہامی دعاؤں کی برکت آریہ ورت پر الٹی ہی پڑی۔ موسیٰ نے اپنی قوم کو بیابان میں چھوڑا۔ اور منزل مقصود تک نہ پہنچایا۔ بلکہ موسیٰ خود بھی ارض موعودہ میں نہ پہنچے۔ اور محروم ہی رہے۔ توریت استثنا ۳۲ باب ۵۲ آیت اسی طرح حضرت ابراہیم اور یعقوب کے ساتھ خدائی وعدہ کنعان کی ابدی وراثت کی بابت اور پارسیوں کے ہادیوں کی الہامی دعائیں بھی فراموش کرنے کے قابل نہیں۔

کیا دنیا میں کوئی بھی مصلح اور نبی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا گزرا ہے۔

Marfat.com

جس نے اپنے مولد اور مسکن کو غلامی کی سلاسل سے اس طرح آزاد کر دیا ہو کہ پھر مستقبل میں کسی غیر قوم نے ان پہ حکمرانی نہ کی ہو۔ یہ معجزہ بھی صرف آپؐ کا ہی ہے۔ اور کسی نبی کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

تیسرا معجزہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔
اور قرآن مجید خود ایک معجزہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔
قرآن مجید میں آتا ہے۔

"لئن اجتمعت الانس والجن علی ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرًا (١٧/٨٨)

یعنی کہو اگر انسان اور جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل بنا لائیں۔ تو اس کی مانند نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

"ام یقولون افتراہ۔ قل فاتوا بعشر سورٍ مثلہٖ۔ مفتریٰت وادعوا من استطعتم من دون اللہ ان کنتم صادقین" ١١/١٣

کیا کہتے ہیں کہ اس نے خود جھوٹ بنا لیا ہے۔ کہو۔ اس جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ اور اللہ کے سوائے جسے بلا سکو بلا لو۔ اگر تم سچے ہو

"وان کنتم فی ریبٍ مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃٍ من مثلہٖ وادعوا شھداءکم من دون اللہ ان کنتم صادقین"

اگر تم کو اس میں شک ہے۔ جو خدا نے اپنے بندے پر اتارا ہے۔ تو اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے مددگاروں کو بھی بلا لو۔ اگر تم سچے ہو۔

مستشرقین کو بھی اس کا اعتراف ہے۔ باسورتھ سمتھ لکھتے ہیں۔ یہ ایک ہی معجزہ تھا جس کا محمدؐ کو دعویٰ تھا۔ وہ اس کو مستقل معجزہ کہتے تھے فی الحقیقت یہ ایک ہی معجزہ تھا۔ لائف آف محمدؐ صہ ٢٩٠

Marfat.com

قرآن کریم کا اعجاز کئی اوصاف کے لحاظ سے ہے۔

(۱) ہدایت کے لحاظ سے :-

خدا نے قرآن شریف کو ھدی للمتقین یعنی متقیوں کے لیئے ہدایت اور دوسری جگہ ھدی للناس یعنی سب لوگوں کے لیئے ہدایت کا موجب بیان فرمایا ہے۔

قرآن کریم ہدایت کے لحاظ سے ایک زبردست معجزہ ہے۔ کیونکہ اس سے ایک عظیم الشان انقلاب وقوع میں آیا جس کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔ وہ قوم جو گمراہیوں کے اتھاہ گہرائیوں میں پڑی ہوئی تھی۔ جب یہ معجزہ ظہور میں آیا۔ تو افراد میں۔ خاندان میں۔ معاشرہ میں۔ قوم میں سارے ملک میں ایک تبدیلی رونما ہو گئی۔ یہ تبدیلی مادی۔ اخلاقی۔ علمی اور روحانی ہر لحاظ سے تھی۔

موسیو سیڈیو فرانسیسی لکھتا ہے۔ " اسلام کو جو لوگ وحشیانہ مذہب کہتے ہیں۔ انہوں نے قرآن کی تعلیم کو نہیں دیکھا۔ جس کے اثر سے عربوں کی تمام بُری اور معیوب عادتوں کی کایا پلٹ ہو گئی ہے[۱]

(۲) مکمل ضابطہ حیات کے لحاظ سے

قرآن مجید ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اور کوئی ایسی چیز نہیں۔ جو اس دنیا کے انسانوں کے لیئے ضروری ہو۔ لیکن اس میں موجود نہ ہو۔ پھر یہ ایسی کتاب ہے کہ ہر زمانہ کے لوگوں کی راہنمائی کا کام دیتی ہے۔ کبھی ایسا زمانہ نہیں آئے گا کہ جب یہ کتاب لوگوں کی ہدایت سے قاصر ہو۔

چنانچہ موسیو ادجین کلافل فرانسیسی لکھتے ہیں۔

" قرآن مجید مذہبی قواعد اور احکام ہی کا مجموعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں اجتماعی (سوشیل) احکام بھی ہیں جو انسان کی زندگی کے لیئے ہر حالت میں مفید ہیں[۲]

---

[۱] بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالقیوم ندوی۔ صد۱۷

[۲] ایضاً صد۱۷

Marfat.com

ڈیون پورٹ لکھتے ہیں۔

"قرآن مسلمانوں کا مشترکہ قانون ہے۔ معاشرتی۔ ملکی۔ تجارتی۔ فوجی۔ عدالتی تعزیری سب ہی معاملات اس میں ہیں۔ باوجود اس کے یہ ایک مذہبی کتاب ہے۔ اس نے ہر چیز کو باقاعدہ بنایا ہے[1]"

(۳) فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے

معتزلہ سے جاحظ اور تمام اشاعرہ قرآن مجید کو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ قرار دیتے ہیں۔ اس کا اعتراف نہ صرف مسلمانوں کو ہی ہے بلکہ مستشرقین کو بھی ہے۔

"قرآن مجید اثر ڈالنے یقین دلانے کی طاقت فصاحت و بلاغت اور تراکیب و بندش الفاظ میں بے نظیر ہے۔ اور دنیا کے سائنس کے تمام شعبوں کی حیرت انگیز ترقی کا باعث ہے[2]"

جارج سیل لکھتے ہیں۔

"قرآن کریم بے شبہ عربی زبان کی سب سے بہتر اور سب سے مستند کتاب ہے۔ کسی انسان کا قلم ایسی معجزانہ کتاب نہیں لکھ سکتا۔ اور یہ مردوں کو زندہ کرنے سے بڑھا ہوا معجزہ ہے"۔

ڈاکٹر موریس فرانسیسی لکھتے ہیں۔

"قرآن کی سب سے بڑی تعریف اس کی فصاحت و بلاغت ہے۔ مقاصد کی خوبی اور مطالب کی خوش اسلوبی کے اعتبار سے قرآن کو تمام آسمانی کتابوں پر فوقیت ہے[3]"۔

پاپولر انسائیکلوپیڈیا میں ہے۔

"قرآن کی زبان بلحاظ لفظ عرب نہایت فصیح ہے۔ اس کی خوبیوں نے اسے اب تک بے مثل اور بے نظیر ثابت کیا ہے"۔

---

[1] بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ عبدالقیوم ندوی ص۔

[2] برش فیلڈ نیو ولیبر ج ۵ ص

[3] بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالقیوم ندوی ص ۹۹

Marfat.com

(۴) تحریف و تبدل سے محفوظ رہنے کے لحاظ سے معجزہ۔

قرآن مجید کے متعلق خدا کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون۔

(ترجمہ)

ہم نے ہی یہ نصیحت (قرآن) اتاری ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔

دنیا کا کوئی مذہب نہیں۔ جس کی کتاب اپنے ہادی کی زبان میں بعینہٖ اس طرح شہرت پذیر ہو۔ یہ فخر قرآن مجید کو ہی حاصل ہے کہ وہ ویسے ہی محفوظ ہمارے ہاتھوں میں پہنچی ہے۔ جس طرح رسول کریم صلعم کے زمانہ میں تھی۔ سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد صفحہ ۸ میں بحث کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

گو یہ ممکن ہے کہ محمد صلعم نے قرآن خود ہی بنایا تھا۔ مگر جو قرآن ہمارے پاس آج موجود ہے یہ وہی ہے۔ جو محمد (صلعم) نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔"

پھر لکھتے ہیں۔

ہم نہایت مضبوط قیاسات کی بنا، پر کہہ سکتے ہیں کہ ہر ایک آیت جو قرآن میں ہے۔ وہ اصلی ہے۔ اور جو محمد (صلعم) کی غیر محرف تصنیف ہے (ص ۵۶۲)

(۵) جاذب اثر کے لحاظ سے معجزہ۔

قرآن کریم کے اعجاز کی ایک وجہ اس کی خارق عادت تاثیر ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

ولقد جاءھم من الانباء ما فیہ مزدجر حکمۃ بالغۃ فما تغن النذر (قمر)

اور یقیناً ان کو (قرآن کے ذریعہ سے) وہ باتیں پہنچ چکی ہیں۔ جن میں تنبیہ ہے یہ قرآن دل تک پہنچ جانے والی دانائی ہے۔ مگر ڈرانا

Marfat.com

کسی کام نہ آیا۔

کفار قرآن کی قوت تسخیر کی وجہ سے اس کو سحر اور جادو کہتے تھے۔

واذا تتلی علیھم ایتنا بینٰت قال الذین کفروا للحق لما جاءھم ھذا سحر مبین۔ (احقاف)

جب ان کافروں پر ہماری کھلی کھلی آیات پڑھی جاتی ہیں۔ تو وہ لوگ جو سچائی کے آنے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔

روساء کفار کہتے تھے کہ جب محمدؐ لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانے لگیں تو شور کرو تاکہ لوگ سن کر متاثر نہ ہوں۔

وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القران والغوا فیہ لعلکم تغلبون۔

کفار نے کہا کہ اس قرآن کو سنا نہ کرو اور اس کے پڑھتے وقت شور وغل کرو۔ شائد تم جیت جاؤ۔

یہ آیات قرآن کی قوت تسخیر پر دلالت کرتی ہیں۔ اور تاریخ اسلام بھی یہ ظاہر کرتی ہے کہ بڑے بڑے سرکش۔ اور دشمن اسلام قرآن مجید کی آیات سن کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ مشہور ہے کہ وہ گھر سے مسلح ہوکر رسول کریم صلعم کا کام تمام کرنے کے لیئے نکلتے ہیں۔ لیکن اپنی بہن کے گھر قرآن کی آیات سنتے ہیں تو تیغ براں ان کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے۔ اور ہمشیرہ کے گھر سے رسول کریم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر رکھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور فاروق کے خطاب سے عزت پاتے ہیں۔

خالد بن عقبہ قرآن مجید سن پاتا ہے۔ تو ششدر رہ جاتا ہے۔ اور بے اختیار بول اٹھتا ہے۔

واللہ ان لہ لحلاوۃ بخدا اس میں عجیب شرینی ہے

Marfat.com

وان علیہ لطلاوۃ — اس میں عجیب تروتازگی ہے

وان اسفلہ لمغدق — اس کی جڑیں سیراب ہیں

وان لاعلاہ لمثمر — اور اس کی شاخیں پھل سے لدی ہوئی ہیں

ومایقول ھذا البشر — بشر تو ایسا کہہ نہیں سکتا۔

اسعد بن ازاہ مدینہ کا مشہور رئیس گھر سے مسلح ہو کر نکلتا ہے تاکہ اسلام کے مبلغ مصعب بن عمیر کو مدینہ سے باہر نکال دے۔ لیکن جب وہ قرآن کی آیات سن لیتا ہے۔ تو فوراً مصعب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیتا ہے۔

ثمامہ بن اثال کے نزدیک رسول کریم صلعم سب سے زیادہ مبغوض تھے۔ اسے صرف دو دن تک قرآن کریم سننے کا موقع ملتا ہے۔ تو قرآن کی تاثیر دل و دماغ پر چھا جاتی ہے تو خود بخود بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتا ہے۔ اور اسلام لاتا ہے۔

چنانچہ جان ریسک جرمنی فلاسفر کہتے ہیں۔

"جب کہ قرآن پیغمبر کی زبان سے منکر سنتے تھے۔ تو بے تاب ہو کر سجدے میں گر پڑتے تھے۔ اور مسلمان ہو جاتے تھے"[1]

مسٹر جے ٹی بٹانی لکھتے ہیں۔

"قرآن نے بے حد و شمار انسانوں کے اعتقاد اور چال چلن پر نمایاں اثر ڈالا ہے"[2]

"قرآن مجید کا طرز بیان عموماً دلکش اور اس میں روانی ہے۔ اور بہت سے مقامات پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کی عظمت و شان اور جلال کا ذکر ہے۔ اس کا طرز بیان اور بھی دلکش اور شاندار اور بلند پایہ ہے۔ وہ (محمد صلعم) اس قدر کامیاب ہوا۔ اور اس نے اپنے سامعین کے قلوب کو اس قدر مسخر کیا کہ کئی مخالف یہ خیال کرنے پر مجبور تھے کہ یہ

---

[1] بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ عبدالقیوم ندوی ص ۶۷

[2] ایضاً ص ۶۸

Marfat.com

گویا کسی جادو یا سحر کا اثر ہے۔[1]

(۶) عدم اختلاف کے لحاظ معجزہ

قرآن کریم میں معنوی لحاظ سے کہیں ایک جگہ بھی کوئی اختلاف نہیں حالانکہ تیئس[23] برس دکھ سکھ کے مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا۔ پھر سب کے سب باہم موافق۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

"افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

یعنی کیا یہ کافر قرآن مجید میں غور نہیں کرتے۔ اگر یہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت سے اختلاف پاتے

(۷) غیب کی خبروں کا اعلان کرنے کے لحاظ سے معجزہ

قرآن مجید نے غیب کی خبروں کا جس سچائی سے اظہار کیا ہے۔ وہ آپ اپنی مثال ہے۔ بہت سے کفار محض غیب کی خبروں کے پورا ہونے کی وجہ سے ایمان لے آئے۔

مکہ میں رسول کریم صلعم کو یہ خبر دی گئی تھی۔

ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد۔ (سورۃ القصص)

یعنی وہ خدا جس نے تجھ پر قرآن نازل کیا ہے۔ اور اس کی اطاعت فرض کی وہ تجھے ضرور مکہ میں لوٹا کر لائے گا۔

اس خبر میں نہ صرف یہ بتایا گیا ہے کہ رسول کریم صلعم کو مکہ سے ہجرت کرنی پڑے گی۔ بلکہ یہ بھی خبر دی کہ ہجرت کے بعد آپ فاتحانہ طور پر مکہ میں داخل ہونگے۔

---

[1] Sale Preliminary.

Marfat.com

جس حالت میں یہ پیشگوئی کی گئی تھی کوئی گمان کر سکتا تھا کہ ایک دن مسلمان تمام مسیحی اور مجوسی علاقوں پر قبضہ کر لیں گے۔ لڑائیوں میں مسلمانوں کی فتح کے متعلق قرآن مجید یہ بشارت دیتا ہے

ان جندنا لهم الغالبون۔ (صافات)

ہمارا لشکر ہی غالب آئے گا۔

مسلمانوں کی لڑائیاں اس بات پر شہادت دیتی ہیں کہ کس طرح یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اس وجہ سے اس پر بحث تمحیص کرنا بے سود ہے۔ سلطنت روما پر اہل ایمان کی کامیابی کی پیشگوئی قرآن مجید میں ہے۔

الم غلبت الروم فی ادنی الارض وهم من بعد غلبهم سيغلبون فی بضع سنين لله الامر من قبل ومن بعد ويومئذ يفرح المؤمنون بنصر الله ينصر من يشاء وهو العزيز الرحيم (روم)

یعنی میں اللہ کامل علم رکھنے والا ہوں۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ قریب سرزمین میں اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد غالب آئیں گے چند سالوں کے اندر۔ پہلے اور پیچھے اللہ کا ہی حکم ہے۔ اور اس دن مومن خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے وہ جس کی چاہتا ہے۔ مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے۔

سلطنت روما کی مغلوبیت جس کا یہاں ذکر ہے۔ ایرانیوں کے ہاتھ سے وقوع میں آئی۔ دونوں سلطنتوں کے درمیان مقابلہ مدت سے چلا آتا تھا۔ چنانچہ ۶۰۲ء میں ایک عظیم الشان جنگ شروع ہوئی۔ اور ۶۱۵ء میں فتح ہوئی۔ اس عرصہ میں خسرو پرویز شہنشاہ ایران نے رومیوں کو شام۔ ایشیا کوچک۔ دمشق۔ یروشلم اور مصر سے باہر نکال دیا۔ ایسے وقت میں یہ پیش گوئی کہ یہ مغلوب سلطنت آخر کار غالب آجائے گی کسی انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ چنانچہ پیشگوئی کے مطابق

Marfat.com

۱۳۱ہ میں ہرقل نے نہ صرف اپنے علاقے واپس لئے بلکہ ایران کے اندر داخل ہوکر بڑے بڑے آتشکدوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اسی سال جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمان جن کے پاس کوئی خاص اسلحہ نہیں تھا ایک ہزار قریش کی مسلح فوج پر غالب آئے۔

قرآن میں فرعون کی لاش کے متعلق پیشگوئی موجود ہے۔

فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک اٰیۃ وان کثیرًا من الناس عن اٰیٰتنا لغافلون (یونس)

سو آج ہم تیری لاش کو باہر نکال دیں گے تاکہ تو ان کے لیئے جو تیرے پیچھے ہیں نشان ہو۔ اور بہت سے لوگ ہمارے نشانوں سے بے خبر ہیں۔

یہ اس وقت خبر دی جس کا اس زمانہ میں کسی کو علم تک بھی نہ تھا۔ نہ بائیبل میں نہ اور کسی کتاب میں فرعون کی لاش کو دریا سے باہر پھینکنے کا ذکر ہے قرآن مجید نے صاف الفاظ میں لاش کے باہر پھینکے جانے کا ذکر کیا ہے۔ تاریخ نے اس پیشگوئی کی صداقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے مقابل پر جو فرعون تھا۔ اس کا نام تاریخ ریمیسس ثانی بتاتی ہے۔ اور انسائیکلوپیڈیا آف بری ٹینیکا میں مضمون ممی کے تحت لکھا ہے کہ ریمیسس ثانی کی لاش آج تک ان لاشوں میں محفوظ ہے۔ جو مصالح وغیرہ کے ذریعے رکھی جاتی ہیں۔ آج اس پیشگوئی کے پورا ہونے کی وجہ سے قرآن مجید کی صداقت کے سامنے سر خم کرنا پڑتا ہے۔ یہ کلام صرف عالم الغیب ہستی کا ہو سکتا ہے۔

(۸) بعض معتزلہ کے نزدیک قرآن مجید کا نظم کلام معجزہ ہے۔

اہل عرب کا کلام جس طرز اور اسلوب پر ہوا کرتا تھا۔ قرآن مجید نے اس کو ترک کر کے نظم و نثر کے درمیان ایک پسندیدہ اسلوب اختیار کیا۔ جس کے سامنے کفار دم نہ مار سکے۔

Marfat.com

ڈاکٹر ہارٹن لکھتے ہیں۔

"قرآن کا طرزِ تحریر دل آویز ہے۔ مدلل ہے۔ مختصر اور جامع ہے۔ مدّ اُن ذکر شاندار طریقے سے کرتا ہے۔"

کونٹ ہنری دی کاسٹری لکھتے ہیں۔

"قرآن کو دیکھ کر عقل حیرت زدہ ہے کہ اس قسم کا کلام اس شخص کی زبان سے کیونکر ادا ہوا جو بالکل اُمّی تھا۔" (بحوالہ تاریخ القرآن مصنفہ مولانا عبدالقیوم ندوی)

(۵) حفظ کی سہولت کے لحاظ سے معجزہ

قرآن مجید میں آتا ہے۔ "ولقد یسرنا القران للذکر"۔

سہولت سے حفظ ہو جانے کے لحاظ سے بھی قرآن مجید ایک معجزہ ہے۔ دنیا میں بے شمار مذاہب ہیں۔ کسی نے بھی اپنے مذہب کی مقدس کتاب کو یاد نہیں کیا۔ یہ خصوصیت قرآن مجید کو ہی حاصل ہے کہ وہ یاد کرنے والوں کو جلد اور آسانی سے یاد ہو جاتا ہے۔ مسلمانوں میں ہزاروں ایسی مثالیں ملیں گی کہ دس سال کے بچے نے تمام قرآن حفظ کر لیا۔

Marfat.com

چوتھا معجزہ

اخبار غیب

مستقبل کے متعلق کسی انسان کو علم حاصل نہیں ہے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

"وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا"

کسی شخص کو بھی یہ پتہ نہیں کہ آنے والے کل کو وہ کیا کرے گا۔

علم غیب کا مالک فقط خدا تعالیٰ ہی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ ہاں خدا تعالیٰ اپنے انبیاء پر علم غیب کا اس قدر حصہ ظاہر فرماتا رہا ہے۔ جس کی ضرورت ہو۔ تا کہ نبی اور خدا کا تعلق ظاہر ہو جائے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔

فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول۔

کہ وہ رسول کے علاوہ کسی کو غیب پر غلبہ نہیں دیتا۔

کتب احادیث میں بے شمار پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں۔ جو وقتاً فوقتاً پوری ہوتی رہیں۔ چند ایک درج کی جاتی ہیں۔

جہاد بحری کی اطلاع

انسؓ سے روایت ہے کہ ایک روز نبی صلعم نے ام حرام کے گھر میں آرام فرمایا۔ جب بیدار ہوئے۔ تو حضور ہنس رہے تھے۔ ام حرام نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا مجھے میری امت کے وہ غازی دکھلائے گئے ہیں۔ جو سمندر میں جہاد کے لئے سفر کریں گے۔ وہ اپنے جہازوں پر ایسے بیٹھے ہونگے۔ جیسے بادشاہ اپنے اپنے تخت پر بیٹھتے ہیں۔ ام حرام نے عرض کی کہ میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان میں شامل فرمائے حضور نے دعا کر دی۔ اور پھر لیٹ گئے۔ پھر ہنستے ہوئے بیدار ہوئے فرمایا۔ مجھے میری امت کے دوسرے غازی جہازوں پر سوار ہو کر جہاد کرنے

Marfat.com

والے دکھلائے گئے۔ ام حرام نے کہا۔ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل فرمائے۔ فرمایا نہیں تو پہلے لوگوں میں سے ہے۔

امیر معاویہ کے زمانہ میں جب عبادہ بن صامت بحری جہاد کو گئے تو ام حرام بھی اپنے خاوند کے ساتھ گئیں غزوہ سے واپسی کے وقت ام حرام کے لئے سواری لائی گئی سوار ہونے لگیں تو جانور نے دولتی ماری۔ اور ان کا وہیں انتقال ہو گیا۔ (بخاری ومسلم)

فتوحات ممالک کے متعلق پیشگوئی

بیہقی وابونعیم نے براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ خندق کھودتے ہوئے ایک بڑا پتھر نکل آیا۔ جس پر کدال کا اثر نہ ہوتا تھا۔ ہم نے رسول کریم صلعم سے عرض کی حضور نے پتھر کو دیکھا۔ کدال کو ہاتھ میں لیا۔ اور بسم اللہ کہہ کر ضرب لگائی۔ اور ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔ اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الشام۔ مجھے شام کے ملک کے خزانے عطا کیے گئے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے وہاں کے سرخ سرخ محلات کو ابھی دیکھا ہے۔ پھر دوسری ضرب لگائی۔ اور ایک تہائی پتھر توڑ دیا۔ پھر فرمایا۔ "اللہ اکبر اعطیت مفاتیح الفارس" واللہ انی لابصر قصر المدائن الابیض" مجھے ملک فارس کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ اور میں اس وقت مدائن کے سفید محل کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور سارا پتھر ٹوٹ گیا۔ اور فرمایا۔ اللہ اکبر انی اعطیت مفاتیح الیمن واللہ انی لابصر ابواب صنعاء من مکانی الساعۃ۔ مجھے ملک یمن کی کنجیاں عطا کی گئیں خدا کی قسم یہاں سے اس وقت شہر صنعا کے دروازوں کو دیکھ رہا ہوں۔

یہ پیش گوئی اس وقت فرمائی۔ جب مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے تمام عرب کی جمعیت مدینہ پر حملہ آور ہوئی تھی ا یسے ضعف کی حالت میں اتنے طاقتور ممالک کی فتوحات کی اطلاع دینا اللہ کے نبی ہی کا کام ہے۔

Marfat.com

یہ پیش گوئی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حرف بحرف پوری ہوئی۔

چند ایک ایسی پیش گوئیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جن کا اندراج کتب احادیث میں پہلے ہو چکا تھا۔ اور وہ کتب شائع ہو کر لوگوں کے ہاتھوں پہنچ چکی تھیں۔ وہ پیشگوئیاں ظہور میں آئیں۔

سنن نسائی و بیہقی میں غزوہ ہند کی پیشگوئی پائی جاتی ہے۔

(۱) عن ابی هریرة قال وعدنا رسول الله صلی الله علیه وسلم غزوة الهند (بالفاظ بیہقی)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ مسلمان ہندوستان میں لڑائی کریں گے۔

یہ حدیث امام نسائی نے اپنی صحیح میں درج کی ہے۔ امام نسائی ۲۱۵ھ کو پیدا ہوئے۔ اور ۳۰۲ھ میں وفات پائی۔

ہند پر سب سے پہلے سلطان محمود نے ۳۹۳ھ میں حملہ کیا۔ یعنی اشاعت سنن نسائی سے قریباً ایک صدی بعد

(۲) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا۔

لا تقوم الساعة حتی تقاتلوا الترك صغار الاعین حمر الوجوه ذلف الانوف کأن وجوههم المجان المطرقة۔

یعنی قیامت قائم نہ ہو گی۔ جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کر لو گے۔ جو چھوٹی آنکھوں والے سرخ چہرے والے پست ناک والے ہوں گے۔ ان کے چہرے ڈھال جیسے چوڑے ہونگے

یہ واقعہ ۶۵۶ھ کا ہے۔ جب ہلاکو خاں کے لشکر نے خراسان اور عراق کو تباہ کیا۔

(۳) مسند امام احمد اور صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے۔ اور سنن ابی داؤد میں معاذ بن جبل کی روایت سے قسطنطنیہ کا ذکر موجود ہے۔

Marfat.com

امام احمد بن حنبل کا انتقال ۲۴۱ھ میں ہوا۔

محمد فاتح سلطان نے قسطنطنیہ کو ۸۵۵ء میں فتح کیا۔

اہل یورپ کی کثرت

آپؐ نے صحابہ کے سامنے یہ پیش گوئی کی تھی کہ قیامت جب آئے گی۔ تو روم سب سے زیادہ ہوں گے[1]۔

عربوں کے محاورہ میں روم سے مراد اہل یورپ ہیں۔ آج اہل یورپ کی یہ کثرت ہے کہ وہ دنیا کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کا مقابلہ نہیں کرسکتی[2]۔

[1،2] صحیح مسلم کتاب الفتن۔

Marfat.com

معجزہ پنجم

دعائے مقبولیت

منجملہ دیگر معجزات کے استجابت دعا بھی آپ کا زبردست معجزہ ہے۔ خدا اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا ہے۔ حضرت آدمؑ ندامت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں جھکے اور دعا کی۔ تو اس نے ان کو معاف کر دیا۔ حضرت نوحؑ نے طوفانی عذاب کی دعا کی۔ جو خدا نے سمع قبول سے سنی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیئے نبوت اور برکت کی دعا کی۔ تو قبول ہوئی۔ اس طرح حضرت یونسؑ اور حضرت زکریاؑ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے خدا کے سامنے دعائیں کیں۔ اور قبول ہوئیں۔

دعاؤں کی قبولیت نیک اور مقرب بندوں کی شناخت ہے۔

رسول کریم صلعم کی دعائیں جس کثرت سے پوری ہوئیں۔ ان کی مثال دنیا کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے۔ "کہ آپؐ جب کبھی کسی کے حق میں دعا فرماتے تھے تو وہ نہ صرف اسی کے بلکہ اس کی اولاد کے حق میں قبول ہوتی تھی"۔

یہاں چند ایک قبولیت دعا کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

قتل سے محفوظ رہنے کی دعا۔

(۱) طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے کہ حمزہ بن ثعلبہ رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے شہید ہونے کی دعا فرمائیں۔

حضور نے فرمایا۔

"اللھم انی احرم دم ابن ثعلبۃ علی المشرکین"

الٰہی میں مشرکین پر ابن ثعلبہ کا خون حرام کرتا ہوں۔

Marfat.com

یہ بزرگ جہاد میں شریک ہوئے بے خوف وخطر دشمنوں کی صفوں پر حملہ آور ہوتے۔ لیکن صحیح سلامت واپس آجاتے۔

(۲۱) دعائے عفت

امام احمد نے اور شعب الایمان میں بیہقی نے روایت کی ہے کہ ایک شخص رسول کریم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دی جائے۔ صحابہ سنتے ہی اسے دیکھنے اور جھڑکنے لگے حضورؐ نے فرمایا۔ قریب آؤ۔ اور بیٹھ جاؤ۔ وہ جوان قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضورؐ نے فرمایا ــــــ کیا تم اپنی ماں کے لیئے یہ بات پسند کرتے ہو۔ وہ بولا نہیں۔ فرمایا۔ ہاں کوئی شخص بھی اپنی ماں کے لیئے یہ پسند نہیں کرتا۔ حضورؐ نے پوچھا۔ تم اپنی بیٹی کے لیئے یہ پسند کرتے ہو۔ وہ بولا نہیں فرمایا ہاں کوئی شخص بھی اپنی بیٹی کے لیئے یہ پسند نہیں کرتا۔ پھر حضورؐ نے پوچھا تم اپنی بہن کے لیئے یہ چیز پسند کرتے ہو وہ بولا نہیں۔ فرمایا ہاں کوئی بھی اپنی بہن کے لیئے ایسا پسند نہیں کرتا۔ پھر پوچھا تم اپنی پھوپھی کے لیئے یہ بات پسند کرتے ہو۔ وہ بولا نہیں۔ فرمایا کوئی انسان بھی اپنی پھوپھی کے لیئے یہ پسند نہیں کرتا۔ پھر پوچھا۔ تم اپنی خالہ کے لیئے یہ بات پسند کرتے ہو۔ وہ بولا نہیں فرمایا کوئی بشر بھی اپنی خالہ کے لیئے اسے پسند نہیں کرتا۔ بعد ازاں رسول کریم صلعم نے دست مبارک اس پر رکھا۔ اور یہ الفاظ زبان سے کہے

اللھم اغفر ذنبہٗ وطھر قلبہٗ واحصن فرجہ۔

الہیٰ اس کا گناہ معاف کیجیئے۔ اس کا دل پاک کیجیئے۔ اس کا ستر محفوظ رکھیئے۔

اس دعا کے بعد اس نوجوان کے دل سے زنا کا تصور ہی ختم ہو گیا۔

(۲۲) صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انسؓ سے روایت ہے کہ عہد نبوی میں قحط پڑا۔ انہی ایام میں رسول کریم صلعم جمعہ کا خطبہ منبر پہ بیان کر رہے تھے کہ ایک اعرابی اٹھا۔ اس نے کہا۔ یارسول اللہ! مال تباہ ہو گیا ہے۔ اور عیال بھوک سے نڈھال

Marfat.com

ہیں۔ ہمارے لیئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ دعا کے لیئے اٹھائے اس وقت آسمان پر کوئی بدلی نہ تھی۔ اللہ کی قسم ابھی آپؐ نے ہاتھ نیچے بھی نہ کیئے تھے کہ پہاڑوں جیسے بادل جمع ہو گئے۔ پھر آپؐ ابھی منبر سے نہ اترے تھے کہ آپؐ کی ریش مبارک پر قطرات رحمت نظر آنے لگے۔

اسی روز سارا دن بارش ہوتی رہی۔ پھر اگلے دن اور اگلے دن غرض دوسرے جمعہ تک یہی حال رہا۔ پھر وہی اعرابی حضورؐ کے سامنے کھڑا ہوا۔ کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ اب تو مکانات گرنے لگے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے ہاتھ اٹھایا اور کہا۔ اللھم حوالینا لا علینا۔ الٰہی گرد و نواح میں برسے ہم پر نہ برسے پھر آپؐ جدھر کے بادلوں کی طرف اشارہ فرماتے۔ وہی پھٹ جاتے حتیٰ کہ مدینہ صاف نکھر آیا۔ اور شہر سے باہر جل تھل کا منظر ہو گیا۔ اور باہر سے بھی جتنے لوگ آتے سب نے بارش کا ہونا بتایا۔

(۴) قریش پر عذاب آنا اور اس کا دور ہونا

قریش نے جب اسلام کی سخت مخالفت کی تو خدا نے ان پر قحط کا عذاب نازل کیا۔ اہل مکہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ بالآخر انہوں نے رحمت عالم کی بارگاہ کی طرف رجوع کیا۔

بعض روساء قریش نے بارگاہ نبوت میں جا کر عرض کی۔ اے محمدؐ۔ تمہاری قوم برباد ہو گئی ہے۔ خدا سے دعا کرو کہ وہ اس مصیبت سے اس کو نجات دے آپؐ نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے۔ دعا قبول ہوئی۔ اور اہل مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات ملی[1]

روسائے قریش کے حق میں بددعا

رسول کریم صلعم صحن حرم میں نماز پڑھ رہے تھے کہ بعض روسائے قریش نے عین حالت نماز میں آپؐ کی گردن مبارک پر نجاست ڈال دی حضرت فاطمہؓ نے آکر یہ نجاست دور کی۔ اور آپؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو نام لے کر دعا مانگی کہ خداوندا! ان کو تو پکڑ۔ چنانچہ سب کے سب بدر کی

---

[1] صحیح بخاری تفسیر سورہ دخان و صلوٰۃ الاستسقاء

Marfat.com

لڑائی میں مارے گئے۔[1]

(۶) حضرت عمرؓ کا اسلام لانا

رسول کریم صلعم نے دعا فرمائی کہ "اے خداوندا! ابوجہل و عمر جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہے۔ اس سے اسلام کو معزز کر"۔ ابن ماجہ اور حاکم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کا نام لیا تھا۔ اس کو ابھی چند روز نہیں گذرے تھے کہ حضرت عمر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

شفائے امراض

رسول دنیا میں روحانی امراض کے طبیب بن کر آتے ہیں۔ مگر کبھی کبھی جسمانی امراض کو بھی اپنی دعا کے ذریعہ دور کر دیتے ہیں۔ رسول کریم کو اس قسم کے معجزات کا بھی وافر حصہ ملا ہے۔

حضرت علیؓ کی آنکھوں کا اچھا ہونا۔

غزوہ خیبر میں جب آپؐ نے علم عطا فرمانے کے لئے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا تو معلوم ہوا کہ ان کی آنکھوں میں آشوب ہے۔ حضرت علیؓ کو بلایا گیا۔ آپؐ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک لگایا اور دم کیا۔ اسی وقت آنکھیں درست ہو گئیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کی آنکھیں کبھی خراب ہی نہیں ہوئیں۔[2]

تلوار کے زخم کا اچھا ہونا

---

[1] صحیح بخاری غزوہ بدر۔ [2] صحیح بخاری باب غزوہ خیبر۔ مناقب علی۔

Marfat.com

غزوہ خیبر میں حضرت سلمہؓ بن اکوع کی ٹانگ میں تلوار کا زخم لگ گیا بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو آپؐ نے اس پر تین مرتبہ دم کر دیا۔ زخم مندمل ہو گیا۔ اور درد جاتا رہا۔ صرف نشان رہ گیا تھا۔[۱]

بیمار کا تندرست ہونا

حضرت عثمانؓ بن ابی العاص کا واقعہ ہے۔ کہ وہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے۔ رسول کریم صلعم ان کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ تو آپؐ نے فرمایا "یہ دعا سات دفعہ پڑھو اور ہاتھ بدن پر پھیرو" حضرت عثمانؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایسا ہی کیا۔ تو خدا نے مجھے شفا دے دی۔ اب میں اپنے عزیزوں اور دوستوں کو بھی یہی دعا بتاتا ہوں (جامع ترمذی کتاب الطب) ایک بار حضرت علیؓ اتنے سخت بیمار ہوئے۔ کہ موت کی دعا کرنے لگے آپؐ کا گذر ہوا۔ تو آپ نے منع فرمایا۔ اور دعا فرمائی۔ پھر آپ کا مرض جاتا رہا (جامع ترمذی باب الدعوات)

ٹوٹی ہوئی ٹانگ کا درست ہونا

حضرت عبداللہ بن عتیکؓ قلعہ میں داخل ہو کر جب ابو رافع یہودی کو قتل کر کے واپس لوٹنے لگے تو مکان کے زینہ سے گر پڑے جس سے ان کی ٹانگ پر سخت چوٹ آئی شروع میں تو چوٹ معلوم نہیں ہوئی۔ بعد میں یہ حالت ہوئی کہ انھیں لوگ ساتھی اٹھا کر لائے۔ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے ان کی ٹانگ پر دست مبارک پھیرا۔ اور وہ فوراً اچھی ہو گئی۔ اور یوں معلوم ہونے لگا۔ کہ پہلے کبھی چوٹ آئی ہی نہیں۔

مرض نسیان کا دور ہونا

ایک دفعہ حضرت علیؓ نے آکر شکایت کی کہ یا رسول اللہ! قرآن یاد کرتا ہوں۔ تو بھول جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ اس طرح نماز پڑھ کر دعا مانگو

---

[۱] صحیح بخاری باب غزوہ خیبر

[۲] سنن ابن ماجہ

Marfat.com

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا جس طرح آپؐ نے فرمایا۔ اس کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ پہلے چار چار آیات یاد کرتا تھا۔ اب چالیس چالیس آیات کر لیتا ہوں۔ پہلے بات بھول جاتا تھا۔ اور اب حرف حرف یاد رہتا ہے۔[۹۵]

سلہ جامع ترمذی ابواب الدعوات ۔

Marfat.com

معجزہ ششم

اشیائے کائنات پر اثر

اس کائنات میں خدا کے دو قانون جاری و ساری ہیں۔ روحانی قانون اور دنیاوی قانون۔ جب ایک انسان خدا کا قرب حاصل کرنے کے بعد روحانی قوانین پر حکمران ہو جاتا ہے۔ تو دنیاوی قانون اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلعم روحانی قوانین پر مکمل طور پر غالب تھے۔ اس وجہ سے دنیاوی قوانین مکمل طور پر آپؐ کے تابع ہو گئے۔ اور آپ سے وہ امور صادر ہوئے۔ جو عادت مستمرہ کے خلاف تھے۔ اس قسم کے چند ایک معجزات رقم کیے جاتے ہیں۔

انبع الماء (پانی کا معجزہ)

نبی کی بعثت کی بڑی غرض روحانی پیاس کو بجھانا ہوتا ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ کام ودہن کی پیاس کو بھی پانی کے چند ایک قطرات کو آب کثیر میں بدل کر بجھا دیتا ہے۔

(۱) مشکیزہ سے پانی اُبلنا

ایک دفعہ آپؐ سفر میں تھے۔ صبح کی نماز پڑھائی۔ تو ایک صحابی جماعت سے الگ ہو گئے۔ آپؐ نے باجماعت نماز نہ پڑھنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو انہوں نے جنابت کا عذر کیا۔ چونکہ پانی نہ تھا۔ اس لیئے آپؐ نے ان کو تیمم کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ نے چند صحابہؓ کو پانی کی تلاش میں روانہ فرمایا۔ وہ لوگ چلے تو ایک عورت ملی۔ جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر لیئے جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے اس چشمہ کا پتہ پوچھا۔ تو اس نے کہا۔ اس جگہ پانی نہیں۔ پھر ان لوگوں نے دریافت کیا کہ تمہارے قبیلہ اور چشمہ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا کہ ایک دن اور ایک رات کی مسافت

Marfat.com

ہے۔ وہ لوگ اس کو بارگاہ نبوی میں لائے۔ اور آپؐ نے ہاتھ سے مشکیزوں کو چھو دیا۔ آپؐ کے دست مبارک کی برکت سے اس پانی کی مقدار میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ چالیس آدمیوں نے اس سے خوب سیر آب ہو کر پانی پیا۔ اور اپنے اپنے تمام مشکیزے اور برتن بھر لیئے۔ اس کے بعد آپؐ نے کھجور اور روٹی کے ٹکڑے جمع کرا کے اس عورت کو دئے وہ گھر آئی تو بہت حیران تھی۔ اس نے اپنے اہل قبیلہ سے کہا کہ میں نے سب سے بڑے ساحر کو یا اس کے معتقدین کے خیال میں ایک نبی کو دیکھا ہے۔

آخر اس خاتون کے اثر سے پورا قبیلہ مع اس عورت کے حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا[1]

(۲) انگلیوں سے پانی جاری ہونا

ایک دن آپؐ مقام زوراء میں تھے۔ عصر کا وقت آگیا۔ تو صحابہؓ نے پانی کی تلاش کی۔ لیکن صرف آپؐ کے لیئے پانی لا۔ جب آپؐ کی خدمت میں پانی کا برتن پیش کیا گیا۔ تو آپؐ نے اس پر اپنا ہاتھ ڈال دیا۔ اور آپؐ کی انگلیوں سے پانی فوارہ کی طرح بہنے لگا۔ یہاں تک کہ تقریباً تین سو آدمیوں نے اس سے وضوء کیا[2]

(۳) انگلیوں سے پانی کا چشمہ بہنا

صلح حدیبیہ کے دن صحابہؓ پیاس سے بے تاب تھے۔ آپؐ کے سامنے صرف چمڑے کے ایک برتن میں پانی تھا۔ آپؐ نے اس سے وضوء کرنا شروع کیا۔ تو تمام صحابہؓ آپؐ کی طرف تیزی سے لپکے۔ آپؐ

---

[1] صحیح بخاری علامات النبوت

[2] صحیح بخاری و صحیح مسلم جامع ترمذی باب معجزات

Marfat.com

نے اضطرابی اور بے چینی کی وجہ دریافت فرمائی۔ تو لوگوں نے کہا کہ ہماری ضرورت کے لیئے صرف یہی پانی تھا۔ آپؐ نے اس کے اندر ہاتھ ڈال دیا۔ اور آپؐ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی ابلنے لگا۔ چودہ پندرہ سو آدمی ساتھ تھے سب نے اس سے وضو کیا۔ اور پیاس بجھائی[1]

(۴) کلی سے پانی بڑھ جانا

دوسری روایت ہے کہ صحابہؓ اس دن اس کنوئیں پر ٹھہرے جس کا نام حدیبیہ تھا۔ اس کا تمام پانی خشک ہو گیا۔ آپؐ کو معلوم ہوا۔ تو کنواں کے کنارے پر بیٹھ گئے۔ اور تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اس میں کلی کر دی۔ تھوڑی دیر میں پانی اس قدر اُبلا کہ تمام صحابہؓ اور تمام اونٹوں نے سیراب ہو کر پانی پیا۔

احادیث کی کتب میں اس قسم کے واقعات بے شمار ہیں۔ قارئین کتب احادیث کی طرف رجوع کریں۔

---

[1] صحیح بخاری باب معجزات

Marfat.com

تکثیر طعام کا معجزہ

تکثیر طعام

تکثیر طعام سے مراد وہ معجزہ ہے۔ کہ تھوڑا سا طعام بہتوں کے لیئے کافی ہو جائے۔ انجیل میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے کئی سو آدمیوں کو سیر کر دیا۔ یہ ان کا بڑا معجزہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن آپؐ کے دست مبارک سے متعدد دفعہ اس قسم کے معجزات ظہور پذیر ہوئے۔

ایک دفعہ حضرت ابوطلحہؓ نے رسول کریم صلعم کی آواز سے محسوس کیا کہ آپؐ بھوکے ہیں۔ گھر میں آئے۔ اور بی بی ام سلیمؓ سے کہا مجھ کو رسول کریم صلعم کی ضعیف آواز سے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ بھوکے ہیں۔ کچھ گھر میں کھانے کو ہے؟ انہوں نے جَو کی چند روٹیاں دوپٹے میں لپیٹ کر حضرت انسؓ کے ہاتھ آپؐ کی خدمت میں بھیج دیں۔ وہ روٹیاں لے کر آئے تو آپؐ صحابہ کے ساتھ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت انسؓ کو دیکھ کر کہا۔ کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے کھانا دے کر روانہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا "ہاں"۔ آپؐ تمام صحابہ کے ساتھ اٹھے اور حضرت ابوطلحہؓ کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت انسؓ نے ان کو خبر دی تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ حضورؐ ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ اور ہمارے پاس کھانے کے لیئے کوئی توشہ نہیں۔ آپؐ ابوطلحہؓ کے ساتھ آئے۔ اور ام سلیم سے کہا جو کچھ تمہارے پاس ہو لاؤ۔ انہوں نے وہی روٹیاں خدمت میں پیش کر دیں۔ جو حضرت انسؓ کے ہاتھ بھیجی تھیں۔ آپؐ کے حکم سے ان کو چورا چورا کیا گیا۔ اور ام سلیمؓ نے گھی کا برتن انڈیل دیا جس نے سالن کا کام دیا۔ لیکن ان ہی روٹیوں میں یہ برکت ہوئی کہ آپؐ دس دس آدمیوں کو بلا کر کھلاتے

Marfat.com

تھے۔ وہ سیر سیر ہو کر جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ستر اسّی آدمی آسودہ ہو گئے۔ (صحیح بخاری۔ باب علامات النبوۃ)

(۲) حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور قرض ایک بھاری رقم چھوڑ گئے تھے۔ جب کھجور کی فصل آئی۔ میں نے رسول کریم صلعم سے عرض کیا کہ حضور چلیں تاکہ قرض خواہ حضور کو دیکھ کر مجھ سے رعایت کریں۔ فرمایا چلو۔ ہر قسم کی کھجوروں کی ڈھیریاں الگ الگ لگا دو۔ میں نے ارشاد کی تعمیل کی۔ اتنے میں آپؐ تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے بڑے ڈھیر کو تین بار پھیر پھر کر دیکھا۔ اور اس کے بعد وہیں بیٹھ گئے۔ فرمایا۔ قرض خواہوں کو بلاؤ۔ وہ آ گئے۔ تو ہر ایک کو ناپ ناپ کر حضورؐ نے کھجوریں دینی شروع کیں حتیٰ کہ سب قرض خواہ نپٹ گئے۔ اور وہ ڈھیر ویسے کا ویسا دکھائی دیتا تھا۔ اتنے پر ہی خوش تھا کہ ساری فصل قرض خواہ لے لیں۔ اور مجھے گھر جانے کو ایک کھجور بھی نہ ملے۔ (صحیح بخاری)

(۳) ایک بار ایک شخص نے آپؐ سے غلہ مانگا۔ آپؐ نے تھوڑے سے جو دے دئے۔ اس میں اس قدر برکت ہوئی کہ وہ کئی روز اپنے لیئے اپنی زوجہ کے لیئے اپنے مہمان کے لیئے ان میں سے صرف کرتا رہا۔ اور اس میں کمی نہ ہوئی تھی۔ ایک دن اس نے تولا۔ تو آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم اس کو نہ تولتے۔ تو ہمیشہ ایک حالت پر قائم رہتے۔

(۴) ام مالک کے گھر میں ایک کپی گھی کی تھی۔ وہ اس میں سے گھی ہدیۃً رسول کریم صلعم کی خدمت اقدس میں بھیجا کرتی تھی۔ اس

Marfat.com

کے بچے جب سالن مانگتے اور سالن نہ ہوتا۔ تو وہ اس کپی میں سے گھی نکال کر انہیں بھی دیا کرتی تھی۔ مدتوں یہی طریقہ جاری رہا۔ ایک روز ام مالک نے اس کپی کو نچوڑ لیا۔ اس کے بعد اس میں سے گھی نہ نکلا۔ آپؐ کی خدمت میں آئیں۔ تو عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اگر تم اس کو نہ نچوڑ لیتیں۔ تو اس میں سے ہمیشہ گھی نکلا کرتا۔[1]

(۵) ابن ابی شیبہ اور احمد اور طبرانی اور ابن سعد نے خباب کی بیٹی سے روایت کی ہے کہ ان کا والد جہاد پر چلا گیا۔ آپؐ ان کے گھر آتے۔ اور بکری کا دودھ دوہ جاتے۔ گھر کا سب سے بڑا برتن دودھ سے بھر جاتا۔ جب خباب واپس آئے۔ انہوں نے دودھ دوہا تو اتنا ہی دودھ تھا۔ جتنا پہلے بکری دیا کرتی تھی۔

(۶) سمرہ بن جندب کا بیان ہے کہ ہم لوگ دس دس آدمی صبح سے شام تک رسول کریم صلعم کے پاس ایک پیالہ سے متصل کھاتے رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس میں اس قدر تکثیر طعام کیونکر ہوتا جاتا ہے۔ آپؐ نے آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ "وہاں" سے۔[2]

(۷) حضرت دکین اور نعمان بن مقرن صحابی کہتے ہیں کہ ہم چار سو چودہ آدمی خدمت اقدس میں ایک ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم سب نے کھانے کی درخواست کی۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ ان کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ میرے پاس تو اسی قدر ہے۔ جو بال بچوں کو کافی ہو۔ آپؐ نے دوبارہ فرمایا۔ "جاؤ ان کو کھلا دو۔ حضرت عمرؓ ہم کو لے کر چلے۔ اور ایک جگہ پر بٹھا دیا۔ اور جو کچھ کھجوریں تھیں۔ وہ سامنے لاکر رکھ دیں۔ اور ان میں برکت نظر آتی تھی کہ ہم سب سیر ہو گئے۔ لیکن کھجوروں میں کمی نہیں آئی۔[3]

---

[1] صحیح مسلم باب معجزات النبی۔

[2] ترمذی باب ماجاء فی آیات نبوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[3] مسند احمد عن دکینؓ

Marfat.com

(۸) حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ مجھ پر اسلام میں تین مصیبتیں سب سے سخت پڑیں۔ پہلی حضور کی وفات۔ دوسری حضرت عثمانؓ کی شہادت تیسری میرے توشہ دان کا جاتے رہنا۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ کیسا توشہ دان؟ انہوں نے جواب دیا۔ رسول کریم صلعم ایک غزوہ میں تھے رسد ختم ہوگئی تھی۔ آپؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ ابوہریرہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ میں نے عرض کی کہ چند کھجوریں ہیں۔ ارشاد ہوا۔ وہ لے آؤ۔ میں لایا۔ تو آپ نے ان کو دسترخوان پر پھیلا دیا۔ اکیس کھجوریں تھیں۔ آپؐ ایک ایک کھجور لے کر اور اس پر خدا کا نام پڑھ کر رکھتے جاتے تھے۔ پھر آپؐ نے سب کو ملا دیا۔ اور ارشاد ہوا کہ دس دس آدمی آکر شریک ہوں۔ چنانچہ اس طرح لوگ آتے جاتے تھے اور پوری فوج سیر ہوگئی۔ اور کچھ کھجوریں بچ گئیں۔ میں نے درخواست کی۔ یا رسول اللہ! ان پر میرے لئے برکت کی دعا فرمادیں۔ آپؐ نے دعا کی۔ اور میں نے ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لیا۔ ان کی برکت یہ تھی کہ جب میں ہاتھ ڈالتا تھا۔ اس میں سے کھجوریں نکل آتی تھیں۔ اس میں سے ۵۰ وسوق خدا کی راہ میں خیرات کی۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ تک میں اس میں سے برابر کھاتا رہا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے ہنگامہ میں وہ توشہ دان جاتا رہا۔[1]

تکثیر طعام کے بے شمار معجزات کتب احادیث میں درج ہیں۔ قارئین ان کی طرف رجوع کریں۔

---

[1] مسند احمد۔ جامع ترمذی

Marfat.com

نباتات پر اثر کا معجزہ

نباتات پر اثر

ستون کا رونا۔ مسجد نبوی میں پہلے منبر نہ تھا۔ رسول کریم مسجد میں خطبہ کے وقت کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوجایا کرتے تھے۔ منبر تیار ہوا تو آپ نے اس پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دینا شروع کیا تو کھجور کا ٹنڈ آپ کی ٹیک لگانے کی عزت سے محروم رہ گیا۔ تو اس ستون سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ بعض روایات میں ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز آئی۔ آپ منبر سے اتر کر آئے۔ اور ستون پر تسکین کے لیئے دست مبارک رکھا۔ اور اس کو سینہ سے لگایا۔ تو آواز بند ہوگئی۔ آپ نے فرمایا کہ "اس کا یہ رونا اس وجہ سے ہے کہ یہ پہلے خدا کا ذکر سنا کرتا تھا"۔[1]

(۲) ایک دفعہ رسول کریم صلعم منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ جلال الٰہی کا بیان تھا۔ آپ خود بہت ہی متاثر تھے۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا تو آپ دائیں بائیں ہل رہے تھے۔ اور نیچے سے منبر اس زور سے ہل رہا ہے کہ مجھے ڈر ہوا کہ آپ کو لے کر گر نہ پڑے۔[2]

---

[1] صحیح بخاری باب علامت النبوت [2] صحیح مسلم

Marfat.com

افلاک پر اثر

معجزہ شق القمر

ابن اثیر واقعہ انشقاق قمر کے متعلق کہتے ہیں۔

وردفی الاحادیث المتواترہ بالاسانید الصحیحۃ

یعنی اس کا ذکر متواتر احادیث میں اسناد صحیح کے ساتھ ہے۔

بخاری میں حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑہ پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک نیچے تو آپؐ نے فرمایا۔ گواہ رہو۔ ابن عباسؓ کی روایت میں صرف پھٹنے کا ذکر ہے۔ انسؓ کی روایت میں ہے کہ اہل مکہ نے نشان طلب کیا تھا۔ تو آپؐ نے شق قمر کا معجزہ دکھایا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ یہاں تک کہ انہوں نے حرا کو ان دونوں کے درمیان دیکھا۔ اور مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ایک اس پہاڑ پر۔ یعنی صفا اور مروہ پر طبرانی میں ابن عباسؓ کی ایک روایت میں ہے کہ چاند کو رسول اللہ صلعم کے زمانہ میں کسوف لگا تو کفار نے کہا کہ محمدؐ نے چاند پر جادو کر دیا ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اقتربت الساعۃ وانشق القمر۔ (قمر) بیہقی کی روایت میں ہے کہ جب کفار نے شق قمر کو دیکھا تو کہا یہ ہم پر جادو کر دیا ہے۔ باہر سے آنے والوں سے دریافت کیا۔ تو باہر سے آنے والوں نے بھی اس کی گواہی دی۔

ان تمام روایات سے نتیجہ نکلتا ہے کہ آپؐ کے زمانہ میں انشقاق قمر دیکھا گیا۔ اور قرآن مجید کی آیت اقتربت الساعۃ وانشق القمر" گھڑی قریب ہے۔ اور چاند پھٹ گیا" بھی اس پر دال ہے کہ انشقاق قمر وقوع میں آیا۔

Marfat.com

انشقاق قمر کا وقوع خلاف قانون قدرت نہیں

انشقاق قمر کا وقوع خلاف سنت اللہ نہیں۔ کسی قانون قدرت نے کوئی فیصلہ نہیں دیا کہ ان اجرام سماوی میں کوئی بڑے بڑے تغیرات نمودار نہیں ہوتے رہتے۔ بلکہ قانون قدرت کی.......... شہادت اس کے خلاف ہے۔ آخر زمین پر جو بڑے بڑے پہاڑ بنے۔ تو کیا یہ بغیر کسی تغیر عظیم کے ہی بن گئے۔ اور خود سورج میں تغیر اور انقلاب آتے رہتے ہیں۔ اور بعض وقت بڑے بڑے داغ نمودار ہو جاتے ہیں۔ تو یہ کونسی بعید بات ہے کہ کوئی عظیم الشان تغیر چاند کے اندر نمودار ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی قوت اعجازی کے اظہار کے لیئے یہ تغیر کفار کو بھی دکھا دیا ہو جو آپ سے نشان طلب کرتے تھے۔

شق قمر کے دوسرے معنی

شق قمر کے معجزہ کے نیچے یہ حقیقت مضمر ہے کہ وہ گھڑی قریب آ رہی ہے کہ جب رؤساء کفار کی قوت پاش پاش ہو جائے گی۔ جیسا کہ آیت کریمہ "اقتربت الساعۃ وانشق القمر" سے ظاہر ہے یہاں الساعۃ سے مراد قیامت کبریٰ نہیں ہے۔ بلکہ ساعۃ وسطیٰ مراد ہے یعنی قریش کی یا مخالفین اہل عرب کی ہلاکت کی گھڑی۔ جیسا کہ سورۃ قمر سے پچھلی سورت نجم کے آخر پر ازفت الآزفۃ سے مراد بھی ساعت وسطیٰ ہے۔ یعنی عرب قوم کی تباہی کی گھڑی ساعۃ سے یہ مراد قرآن مجید اور احادیث سے واضح ہے۔ جیسا کہ اسی سورت قمر میں آیت بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر۔ یعنی بلکہ (موعودہ) گھڑی ان کا وقت مقررہ ہے۔ اور وہ گھڑی بہت مصیبت والی اور بہت تلخ ہے۔ یہں لفظ الساعۃ سے مراد کفار کی تباہی کی گھڑی ہے۔ کیونکہ حدیث بخاری میں آتا ہے کہ غزوہ بدر کے دن جب رسول کریم صلعم خیمہ سے دعا کر کے باہر نکلے آپ پڑھ رہے تھے۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر

Marfat.com

بل الساعۃ موعدھم والساعۃ ادھی وامر۔ اور اسی لڑائی میں کفار کی جمعیت نے شکست کھائی اور اپنے بڑے بڑے رؤساء کو میدان کارزار میں مقتولین میں چھوڑ گئے۔

حضرت عمرؓ۔ قتادہؓ۔ عکرمہؓ۔ اور ابن عباس سے یہی روایت ہے کہ سیھزم الجمع یوم بدر کے متعلق ہے۔

ان روایات سے یہ ظاہر ہے کہ خود نبی کریم صلعم نے ان آیات کو غزوہ بدر پر چسپاں کیا ہے۔ اس لیئے الساعۃ سے مراد بھی یقیناً قریش کی ساعت وسطی یعنی ان کی ہلاکت و بربادی کی گھڑی ہے۔ نہ کہ قیامت کبریٰ۔

قمر سے مراد اہل عرب بڑے آدمی بھی مراد لیتے تھے۔ جیساکہ حضرت عائشہؓ کا رویاء ہے کہ ان کے حجرہ میں تین قمر (چاند) گرے ہیں۔ بعد کے واقعات نے یہ بتا دیا تھا۔ ان تین اقمار سے مراد حضرت رسول کریمؐ (خدا ابی امی) حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ تھے۔ جن کا مدفن حضرت عائشہ رضؓ کا حجرہ مبارکہ ہے۔

پس اقتربت الساعۃ وانشق القمر سے مراد کفار قریش کی تباہی کی گھڑی ہے۔ اس آیت کریمہ کے بعد کا مضمون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اور سورہ قمر سے پچھلی سورت نجم کا مضمون بھی اس امر پر دال ہے

حیوانات پر اثر

رسول کریم صلعم کی اعجازی قوت کائنات کی ہر چیز پر غالب تھی۔ اس وجہ سے اس قوت کے اثر سے حیوانات بھی باہر نہیں رہ سکتے۔ چند ایک احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ جن سے یہ ظاہر ہو گا کہ آپ کی اعجازی قوت حیوانوں پر بھی اثر انداز تھی۔

(۱) جابر سے روایت ہے کہ میں ایک لڑائی میں نبی کریم صلعم کے ساتھ تھا۔ میرا اونٹ اتنا تھک گیا کہ چل نہ سکتا تھا۔ آپ مجھے راہ میں ملے۔ پوچھا

Marfat.com

اونٹ کو کیا ہے۔ میں نے کہا۔ بیمار ہے۔ آپؐ نے اونٹ کو ڈانٹا۔ اور دعا بھی فرمائی۔ وہ سب سے آگے چلنے لگا۔ حضورؐ نے پھر مجھ سے فرمایا تو میں نے عرض کیا کہ اب وہ اچھا ہے۔ اور اسے حضورؐ کی برکت (اعجازی قوت) کا حصہ مل گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

(۲) ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو بلایا۔ اس نے حاضر ہو کر کہا کہ میری اونٹنی ایسی ہوگئی ہے کہ مجھے حاضر ہونے میں دیر ہوگئی ہے۔ حضور نے اونٹنی کو ایڑ لگائی۔ وہ سب سے آگے نکلنے لگی۔ (صحیح مسلم)

(۳) بیہقی نے جعیل سے روایت کی ہے کہ میں ایک غزوہ میں نبی کریم صلعم کے ساتھ تھا۔ میرے پاس ایک نحیف دبلی سی گھوڑی تھی۔ میں سب سے پیچھے رہا کرتا تھا۔ آپؐ مجھے آملے۔ فرمایا گھوڑی والے چلو۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہ یہ تو دبلی کمزور ہے۔ آپؐ نے اپنا چابک اسے لگا۔ اور یہ الفاظ بھی زبان سے فرمائے "اللھم بارک لہ فیھا" پھر تو وہ ایسی تیز چلی کہ مجھے اس کی لگام سنبھالنا۔ اور سب سے آگے نکل جانے سے روکنا مشکل ہو گیا۔ بعد ازاں میں نے اس کے بطن سے دس بچے بھی فروخت کیے۔

حاکم نے سفینہؓ سے جو حضورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ روایت کی ہے کہ انہوں نے بحری سفر کیا۔ کشتی ٹوٹ گئی۔ اور ایک تختہ پر سوار ہو کر ساحل سمندر پر پہنچے۔ جس کے ساتھ ایک جنگل تھا۔ اس میں شیر تھے۔ ایک شیر میری طرف آیا۔ میں نے کہا۔ او شیر میں رسول اللہ کا غلام ہوں۔ شیر دم ہلانے لگا۔ اور میرے برابر چلتا ہوا مجھے راستہ پر ڈال گیا۔ جب میں اس سے الگ ہوا۔ تو وہ دھاڑتا تھا کہ گویا مجھے رخصت کر رہا ہے۔

تمت بالخیر

احمد الصاد عبدالرحمٰن خوشنویس
بگھیں تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

ماخذ

۱) سیرت النبی مصنفہ مولینا شبلی و سید سلیمان ندوی
۲- رحمۃ للعالمین مصنفہ مولینا سلیمان منصور پوری
۳- سیرت خیر البشر مصنفہ مولوی محمد علی ایم۔اے ایل ایل بی
۴- حیات محمد مصنفہ محمد حسین ہیکل۔
۵- زاد المعاد مصنفہ ابن قیم
۶- بیان القرآن مصنفہ مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی
۷- صحاح ستہ
۸- مستدرک حاکم
۹- مؤطا امام مالک
۱۰- تفہیم القرآن مصنفہ مولوی ابوالاعلیٰ مودودی
۱۱- تاریخ ابن خلدون
۱۲- مشکوٰۃ
۱۳- عہد نبوی کے میدان جنگ مصنفہ محمد حمید اللہ صاحب
۱۴- میثاق النبیین مصنفہ مولینا عبدالحق ودیارتھی۔
۱۵- حجۃ اللہ البالغہ مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۱۶- نبوت کا ظہور اتم المعروف بہ نبی کامل مصنفہ خواجہ کمال الدین صاحب
۱۷- ارض القرآن۔ مولینا سید سلیمان ندوی
۱۸ انجیل
۱۹ توراۃ
۲۰ کتاب الفہرست ابن ندیم
۲۲ تاریخ عزر اخبار الفرس مصنفہ ثعالبی

Marfat.com

۲۲ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام
۲۳ انسائیکلوپیڈیا آف اتھکس
۲۴ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع یازدہم
۲۵ تاریخ زوال و انحطاط سلطنت روم۔ مصنفہ گبن
۲۶ تاریخ ایران سر جان میلکم
۲۷ ترجمہ قرآن کا دیباچہ سیل صاحب
۲۸ ہندوستان قدیم۔ ار۔ سی۔ دت
۲۹ معجم البلدان یاقوت حموی
۳۰ کتاب الاصنام ہشام کلبی
۳۱ طبقات الامم صاعد اندلسی
۳۲ کتاب الامثال میدانی نیشاپوری
۳۳ عقد الفرید مصنفہ ابن عبد ربہ
۳۴ معجم قدیم مصنفہ یاقوت حموی
۳۵ صفۃ العرب مصنفہ ہمدانی
۳۶ گولڈن مائنز آف مدائن مصنفہ برٹن
۳۷ الامکنہ والازمنہ مصنفہ امام مرزوقی
۳۸ تاریخ یعقوبی
۳۹ سیرت ابن ہشام
۴۰ طبری
۴۱ ترجمان القرآن مصنفہ ابو الکلام آزاد
۴۲ لائف آف محمد مارگولیوتھ
۴۳ لائف آف محمد میور
۴۴ انٹرا اینڈ اڈٹس آف لیو پوٹمیہ

Marfat.com

۴۵ نیو ریسرچز ہرشن فیلڈ
۴۶ خطبات احمدیہ سرسید
۴۷ طبقات ابن سعد
۴۸ ابوالفداء
۴۹ مدارج النبوت
۵۰ ریلیجن آف اسلام مولوی محمد علی ایم۔ اے
۵۱ شرح مواہب اللدنیہ - زرقانی
۵۲ تفسیر علامہ ابی السعود
۵۳ تاریخ الصغیر امام بخاری
۵۴ کتاب الامالی
۵۵ کنزالاعمال
۵۶ ناسخ التواریخ
۵۷ سیرت شامی
۵۸ بدایہ ابن کثیر
۵۹ وفاالوفاء للسمہودی
۶۰ مغازی واقدی
۶۱ روض الانف سہیلی
۶۲ تاریخ خمیس
۶۳ مقاصد حسنہ علامہ سخاوی
۶۴ فتوح البلدان بلاذری
۶۵ فتح الباری
۶۶ ادب المفرد امام بخاری
۶۷ خصائص کبریٰ للسیوطی

Marfat.com

۶۸ سیرت رسول عربی نور بخش توکلی
۶۹ شفاء قاضی عیاض
۷۰ (حیات حضرت محمد) کونٹ بولین
۷۱ انزائیڈ اوٹس اف سپاٹ
۷۲ کوائف العرب مصنفہ پادری
غلام مسیح ایڈیٹر نور افشاں
۷۳ لائف اف محمد باسورسمتھ
۷۴ تاریخ القرآن عبدالقیوم ندوی
۷۵ بیہقی
۷۶ اوسط مصنف طبرانی
۷۷ زندہ نبی کی زندہ تعلیم مولوی محمد علی۔ ایم اے ایل ایل بی
۷۸ نور البصر سیرۃ خیر البشر مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی
۷۹ تاریخ اسلام حصہ اول مولانا محمد اکبر شاہ نجیب آبادی
۸۰ کتاب المعارف ابن قتیبہ

Marfat.com

DATA ENTERED

سیرتِ سیدُ البشر صلی اللہ علیہ وسلم

GIFT BOOK

پروفیسر چوہدری غلام رسول

کتاب خانۂ دانشوراں
بنگالی گلی ○ اردو بازار ○ لاہور

Marfat.com